قَالَ اللهُ تعالیٰ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا الآیۃ

چوں نص مزبور مخبر سے از مطلوبیت کلمات حسنہ تکلماً بالمطابقہ واستماعاً واشاعۃً بالالتزام وکرامۃً

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

حصہ پنجم

کہ حصہ الیست از ملفوظات سراج الملۃ حکیم الامۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم مصرفے بود از ہمچنین کلمات حسنہ بناءً علیہ

احقر شبیر علی از مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون باشاعت آں شاکرد

(در مطبع جید برقی پریس بلیماران دہلی) طبع دسمبر ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

حصہ پنجم

(ملفوظ ۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے قرآن شریف میرٹھ میں حفظ کیا تھا اور یہاں پر جب آیا ہوں تو عمر تقریباً بارہ سال کی تھی اُسوقت سے اسوقت تک اہل قصبہ ہندو مسلمان بفضلہ تعالیٰ سبکو مجھسے محبت رہی یہ امر ہر زمانہ میں مشترک رہا عداوت کسی کو نہیں ہوئی۔ ایسے ہی زمانہ تحریک خلافت میں قریب قریب سب نے رائے میں مخالفت کی مگر دل میں واقعہ کی حقیقت سب کے تھی۔ ایک لکھے پڑھے صاحب نے ایک میرے دوست سے میری نسبت کہا کہ انکو گورنمنٹ سے تین سو روپیہ ملتے ہیں اور بھی کچھ گفتگو ہوئی اُنہوں نے سوال کیا کہ کیا سچ مچ تمہارے دل میں بھی یہ اعتقاد ہے کہا کہ حاشا وکلا ہرگز نہیں کہا کہ پھر یوں ایسی بات زبان سے کہتے ہو جو دل میں نہیں کہا کہ اپنی آواز کو زوردار بنانیکے لئے۔ میں نے سنکر کہا کہ روٹیاں پھر بھی ہماری ہی بدولت مل رہی ہیں۔ یہ دین تھا کہ نکوئی اصول نہ کوئی حدود اور نہ تو کیا خیال رکھتے اور لحاظ کرتے خود احکام شرعیہ ہی کو چھوڑ بیٹھے تھے اُسی میں تحریف سے کام لیا جاتا تھا۔ کیا ٹھکانا ہے اس بیباکی کا۔ دنیا میں بھی کم عقلی سے زیادہ کوئی چیز موذی اور مضر نہیں۔ لوگوں کی بد فہمی اور بدعقلی ہی ان سب باتوں کی سبب ہوئی آخر میں آکر قریب قریب سب ہی سمجھے تو بعض نے اقرار کرنے سے پھر بھی عار کیا لیکن ہوتا کیا ہے جبکہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن چکے انا للہ وانا الیہ راجعون

(ملفوظ ۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جھگڑے کی باتوں میں کبھی اپنے بزرگوں کا نام نہیں لیا خود اپنی تسلی کیلئے تو پوچھ لیا مگر کام اپنی قوت پر کیا اپنی ہی طرف منسوب کیا۔ ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اپنے

بزرگوں پر کیوں بُرائی آوے جو کچھ آوے اپنے ہی پر آئے مگر آجکل اپنے بزرگوں ہی کو تختۂ مشق بناتے ہیں جو صاف دلیل ہے عدم محبت کی۔

(ملفوظ ۲۳۳) ایک صاحب کی غلطی پر تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو صاحب مجھکو نرمی کرنیکی رائے دیتے ہیں وہ اگر اس جلسے میں ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کسقدر نرمی کا برتاؤ کیا اور اس نرمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخاطب کی طرف سے اذیت بڑھ گئی اور جب ہار کر اخیر میں سختی کی تو سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اذیت قطع ہوگئی۔ دور بیٹھے رائے دیدینا بہت آسان ہے۔ جب اپنے پر آکر پڑتی ہے تب پتہ چلتا ہے میں بہت برداشت کرتا ہوں اور برداشت کرنا اسلئے نہیں معلوم ہوتا کہ للّو پتّو نہیں کرتا اس سے سختی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ سختی نہیں مضبوطی ہے۔ میں اسپر ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جیسے ریشم کا رسّہ کہ نرم تو اسقدر کہ جسطرف کو چاہو موڑ توڑ لو جہاں چاہے گرہ لگا لو اور مضبوط اسقدر کہ اگر ہاتھی کو اس میں باندھ دو تو جنبش نہیں کر سکتا سختی اور چیز ہے مضبوطی اور چیز ہے۔ اس مین لوگون کو فرق معلوم نہیں وہ فرق اس مثال سے واضح ہے یہ امثلہ توضیح کیلئے ہوتی ہین۔ اور ایسی امثلہ اُن حضرات پر جنکے سپرد ارشاد خلق ہوتا ہے کھولدئے جاتے ہیں جس سے دقیق اور غامض سے غامض مضامین عام فہم اور سہل ہو جاتے ہین جس کی وجہ سے عام مخلوق کو سمجھنے اور عمل کرنے مین سہولت ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلۂ گفتگو مین فرمایا کہ دنیاداروں پر علماء کی مجلس کی ہیبت نہین ہوتی اور درویشوں کی ہوتی ہے سو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ علماء کو صاحب اختیار نہیں سمجھتے اسلئے کہ صاحب اختیار تو درویش بھی نہیں مگر وہاں یوں سمجھتے ہیں کہ خلاف کرنے سے کوئی وبال آجائیگا اور مولویون کے خلاف کرنے پر یہ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح ان لوگون پر ادنی ڈپٹیوں اور ججون کی ہیبت ہوتی ہے مگر علماء کی نہیں ہوتی اور یہ سب کا تسامح ہے وہ انکی للّو پتّو کرتے ہیں یہ انکو صاحب غرض سمجھتے ہیں۔ ان ہی صاحب کو دیکھئے انپر بھی میری موہوم بزرگی کا اثر ہوا۔ ناقص علم کا نہیں ہوا۔ معذرت میں یہی کہا کہ آپ بزرگ ہیں یہ نہیں کہا کہ عالم ہیں نائب رسول ہیں۔ گو میں کچھ بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ میں علماء سے یہ چاہتا ہوں کہ ایسا طرز اختیار کریں جس سے عوام کے قلوب میں دین اور اہل دین کی بیوقعتی نہ ہو یہ علماء کو نظر تحقیر سے نہ دیکھیں مگر اسکی ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ تکبر بھی نہو غرض نہ تکبر ہو نہ تذلل اور یہ اعتدال پیدا ہوسکتا ہے کسی کامل کی صحبت سے اُسکی جوتیاں سیدھی

کرنے سے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ جوتیاں کھا لیسے۔ اور یہ بھی تبلائے دیتا ہوں کہ وہ جوتیاں ماریگا نہیں مگر تمکو اُسکے لئے تیار ہو کر آنا چاہئے تب صلاح ہو سکتی ہے اور اگر کہیں روک ٹوک کرنے پر اور ڈانٹ ڈپٹ پر دل میں کدورت پیدا ہو گئی اور برداشت نہ کرسکا تو بس محروم رہے گا۔ ایسے شخص کو اس راہ مین قدم ہی نہیں رکھنا چاہئے۔ اسمیں سب سے اول شرط یہ ہے ؎

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجاں　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اس صفت کا طالب اس راہ میں قدم رکھتے ہی منزل مصود پر لگ جائیگا۔ اور اگر برداشت نہ کرسکا اور ہر جرکہ پر واویلا مچانے لگا تو بس ہو چکی اصلاح در پھونچ چکا منزل مقصود پر اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق　　تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اور فرماتے ہیں ؎

در بہر زخمے تو پُر کینہ شوی　　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(**ملفوظ**۵) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ الحمد للہ مجھکو ہر چیز اپنی حقیقت پر نظر آتی ہے اور الحمد للہ ہر ایک کا جدا جدا اثر ہوتا ہے دو اثروں میں خلط نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں کہ ایک چیز کا اثر دوسری چیز میں ظاہر ہو۔ مثلاً انہوں نے اسوقت مجھکو اذیت پھونچائی اسکی وجہ سے غصہ بھی ہے لہجے میں تغیر بھی ہے مگر یہ سب اضطرار سے نہیں کہ اختیار سلب ہو گیا ہو چنانچہ اگر اسکے بعد کوئی صاحب بات کریں اور وہ سلیقہ اور ڈھنگ سے ہو اس کا اثر اُسپر نہ ہو گا اپنے اپنے موقع پر ہر بات ہو گی۔ سختی کی جگہ سختی نرمی کی جگہ نرمی ہر چیز میں بحمد اللہ فضل خداوندی سے اور اپنے بزرگوں کی برکت سے عدل اور اعتدال رہتا ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ آجکل کے میانجی کہ ایک لڑکے کی کسی غلطی پر غصہ آیا اور فیض عام شروع ہو گیا۔ قمچی پکڑی اور ایک طرف سے سب کو جھاڑ دیا۔

(**ملفوظ**۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قصر کی اصل علت ہی مشقت مگر اسکی پہچان مشکل تھی اسلئے اُس مشقت کے سبب یعنی سفر کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ اسی طرح میں نے ہدیہ میں عمل کیا ہے کہ اصل علت قبول کی خلوص ہے مگر خلوص اور عدم خلوص کی پہچان مشکل تھی

اسلئے اس خلوص کی علامت یا سبب کو کہ خصوصیت کی جان پہچان ہے قائم مقام خلوص کر رکھا ہے
یہ وجہ ہے کہ میرا معمول ہے کہ جس سے خصوصیت کی جان پہچان اور بے تکلفی نہ ہو اُس سے ہدیہ
نہیں لیتا اور یہ قاعدہ بہت سے تجربوں کے بعد میں نے مقرر کیا ہے اور میرے یہاں جسقدر
قواعد ہیں سب تجربات کے بعد مقرر کئے گئے ہیں اگر ان کا سبب ورود بیان کروں تو ایک بہت
بڑا ضخیم رسالہ تیار ہو جائے اور ان اصول اور قواعد سے حکومت مقصود نہیں بلکہ طرفین کی راحت
رسانی مقصود ہے جس سے لوگ گھبراتے اور اعتراض کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انکے مزاج میں
تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یوں کہو کہ انگریزوں کے مزاج میں ہمارا جیسا
انتظام ہے کیونکہ یہ چیز انگریزوں کے گھر کی نہیں ہمارے گھر کی ہے جو انہوں نے اختیار کرلی اور
راحت حاصل کر رہے ہیں کیونکہ راحت کی چیز اختیار کرنے سے ضرور راحت پہونچے گی اس میں
مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں جیسے کوئی سڑک اعظم ہے جسکے دونوں طرف برابر برابر درخت ہیں
بیچ میں سڑک پختہ ہے جسپر درختوں کا سایہ ہے اُسپر جو بھی چلیگا راحت اور آرام پائیگا اسمیں
کسی مسلم یا غیر مسلم شیخ سید مغل پٹھان انگریز ہندو مجوس یہود بھنگی چمار کسی کی قید نہیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدون سہارے بیٹھے ہوئے سو جانے
پر فتوے تو یہی ہے کہ وضو نہ جائیگا لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ پہلے لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے
تھے اُنکا بدن کسا رہتا تھا اب قویٰ کمزور ہو گئے بدن ڈھیلا ہو جاتا ہے اسلئے احتیاط اسی میں ہے
کہ وضو کرلے یہ فتویٰ تو نہیں مگر احتیاط کا درجہ ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے حضرت والا سے خواب کی تعبیر معلوم کرنیکی درخواست کی اسپر حضرت والا
نے فرمایا کہ خواب میں کیا رکھا ہے بیداری کی کوئی بات پوچھو۔ آجکل لوگ خوابوں کے پیچھے پڑے ہوئے
ہیں۔ کثرت سے خطوط میں خواب لکھے ہوئے آتے ہیں اکثر جواب میں یہ لکھدیتا ہوں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

بیداری کو چھوڑ کر خواب کے پیچھے پڑنا ایسا ہے جیسے کوئی اصل شکار کو چھوڑ کر اُسکے سایہ کے پیچھے
پڑ جاوے اور یہ سب آخرت سے غفلت اور حقیقت سے بیخبری کی باتیں ہیں ورنہ ان فضولیات میں
کیا رکھا ہے کیوں بیکار وقت کھویا جائے۔ وقت کی قدر کرنا چاہئے اور ضروری کام میں لگنا چاہئے۔

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کثرت مباحات میں بھی زیادہ انہماک کرنے سے قلب پر کدورت کا اثر ہوتا ہے مثلاً ہنسنا ہے اسکی کثرت قلب کو پژمردہ بنادیتی ہے جیسے ذکر اللہ سے قلب کو طمانیت اور نورانیت حاصل ہوتی ہے جسنے تھوڑا سا بھی خلوت کا ذائقہ چکھ لیا ہوگا وہ اسکو محسوس کرے گا اسکا اثر اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک پہاڑ جیسی چیز قلب کے سامنے اڑی ہوئی ہے اور بدون استغفار یہ کیفیت نہ بدلے گی مگر ان باتوں کے احساس کیلئے ضرورت ہے کہ کچھ خلوت میسر آچکی ہو ذکر اللہ میں مشغول رہ چکا ہو بدون اسکے پتہ چلنا مشکل ہے۔ ایسی حالت سے بچنے کی خاص سعی اور کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ اس حالت افسردگی کو قبض کہتے ہیں اس میں بہت سے لوگوں نے خودکشی کرلی ہے اس راہ میں ہزاروں راہزن ہیں بڑی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں جن میں ایک یہ شغل فضول بھی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسی افسردگی کی نسبت فرماتے ہیں ؎

بر دل سالک ہزاراں غم بود　　چوں ز باغ دل خلالے کم بود

۳ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایصال ثواب کو کون منع کرتا ہے البتہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ بتلایا جاتا ہے جسپر غل مچایا جاتا ہے اور علماء اہل حق کو بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرلی کسی نے دیکھکر کہا کہ میاں تمہاری نماز نہ ہوگی اسپر وہ غل مچائے کہ لوگو دیکھو یہ شخص مجھکو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے بتلائیے تم اسکا کیا فیصلہ کروگے۔ یہی کہوگے کہ اے بیوقوف نماز سے منع نہیں کررہا بلکہ نماز کے صحیح ہونیکا طریقہ تجھکو بتلا رہا ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ عرض کیا گیا اگر ایک سورت پڑھکر کوئی شخص دس آدمیوں کو ثواب بخشے تو کیا ہر مردہ کو پوری پوری سورت کا ثواب ملیگا۔ فرمایا کہ میری تحقیق یہی ہے کہ ہر مردہ کو پوری پوری سورت کا ثواب ملیگا۔ میں نے اسکے متعلق ایک مضمون لکھا ہے اس میں ایسی روایتیں جمع کردی گئی ہیں۔

(ملفوظ ۱۱) ایک صاحب نے ایک رسمی دکاندار درویش کا ذکر کیا کہ وہ جنگل میں رہتے ہیں اسپر

فرمایا کہ جی ہاں یہ بھی آجکل درویشی کے لوازم سے ہوگیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل ایسے لوگ بلا کسی مصلحت دینی کے جنگل کی طرف بھاگتے ہیں معلوم نہیں اسمیں کیا رکھا ہے کیا آبادی کوئی بھیڑیا یا شیر ہے کہ کھاجاتی یہ سب نفس کے کید ہیں سمجھتے ہیں کہ امتیازی صورت اختیار کرنے سے شہرت ہوگی رجوعات ہوگی مگر ایسی صورت اختیار کرنے سے کوئی تارک الدنیا نہیں ہوسکتا کیونکہ اس شخص نے حصول دنیا ہی کیلئے دنیا کو ترک کیا تو تارک الدنیا کہاں ہوا طالب دنیا ہی رہا۔ اسکا منشا محض حب جاہ ہے اور اس جاہ کے مرض میں لوگوں کو بکثرت ابتلاء ہے اسکے دلدادہ ہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ بستی میں رہتے ہوئے امتیازی شان نہیں پیدا ہوتی کون پوچھتا ہے اسلئے جنگل کی طرف دوڑتے ہیں۔ اس کمبخت مرض جاہ کی بدولت بڑے بڑے گڑبڑ میں پڑ گئے ہیں اور یہاں مراد بڑوں سے دنیا کے بڑے ہیں۔ دیندار اور دین کے بڑے مراد نہیں انکو اس سے نقصان نہیں ہوسکتا وہ تو اپنے کو فنا کئے ہوتے ہیں اور اس طریق میں پہلا قدم یہی فنا ہے بعد میں اور کچھ ہے جسکو یہ چیز نصیب نہ ہوئی وہ محروم رہا الحمدللہ یہ بات اپنے بزرگوں میں دیکھی کہ سب کچھ تھے اور کچھ نہ تھے۔ دیکھنے والا سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ صاحب کمال ہیں ظاہر میں کوئی امتیازی شان نہ رکھتے تھے نہ لباس میں نہ القاب میں ذرا آجکل کے القاب دیکھ لئے جائیں شیخ الحدیث۔ شیخ التفسیر امام الشریعت اکابر الھند۔ یہ سب یورپ کی تقلید سے ناشی ہیں اپنے بزرگوں میں بہت بڑا لقب اگر کسیکے لئے تھا تو مولانا ورنہ سب کو مولوی صاحب ہی کہتے تھے حالانکہ سب حضرات اعلیٰ درجہ کے جامع کمالات تھے۔ ہاں ایک لقب پرانا ہے اُسکو سنکر وحشت نہیں ہوتی وہ شیخ الاسلام ہے باقی یہ سب نیچریوں کی گھڑت ہے اور یہ سب کمال نہ ہونے کی دلیل ہے اسلئے کہ جو شخص کمالات سے مزین ہوا سکو ان ظاہری ٹیپ ٹاپ کی کون ضرورت ہے چنانچہ ہمارے بزرگ نہایت سادہ وضع میں رہتے تھے۔ نہ جوغہ نہ پٹکا نہ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح نہ شاندار عصا۔ اور اُنکو ضرورت ہی کیا تھی۔ اسی کو خوب کہا ہے ؎

نباشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

اُن حضرات میں تو خداداد ایک چیز تھی جسکو دیکھکر ہر شخص اس طرف جھکتا تھا اور وہ چیز ایسی تھی کہ ہر شخص اُن حضرات کا چہرہ ہی دیکھکر بزبان حال بیساختہ یہ کہہ اُٹھتا تھا ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور لبستند دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

اور انکی یہ حالت تھی ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل دلی

اسی کا ترجمہ مولوی ابوالحسن صاحب نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے اور خوب کیا ہے ؎

مرد حقانی کے پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

(ملفوظ ۱۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں مدرسہ مقصود نہیں یہاں تو اصلاح مقصود ہے یہ درس و تدریس کا کام تو مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور میں خدا کے فضل سے بہت اچھا ہو رہا ہے۔ یہاں پر تو ایک محدود نصاب میں نے تجویز کر دیا ہے وہ پڑھا کر اجازت دیدیجاتی ہے چاہے مدرسہ دیوبند میں جائے یا مدرسہ سہارنپور میں یا اور کہیں سو اس حالت میں یہاں بیٹھ کر فقہ کے مسائل کی تحقیقات کرنا اور اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ ان کاموں کے لئے تو مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور ماشاءاللہ کافی ہیں وہاں پر مسائل فقہ کی اچھی طرح پر تحقیق ہو سکتی ہے جہاں جو کام ہو رہا ہے ہم لوگوں سے وہی کام لینا مناسب ہے۔

(ملفوظ ۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں فقہ نہایت مشکل چیز ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور لوگ زیادہ تر اسی میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں خصوص بعضے غیر مقلدین اس باب میں بڑے دلیر ہیں۔ ہمارا مذہب تو بحمداللہ مدوّن ہے مگر ان مدعی غیر مقلدوں کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر جو جی میں آیا فتویٰ دیدیا۔ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ چھاپ دیا کہ دادا کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔ مراد یہاں دادا کی بیوی سے دادی مراد نہیں بلکہ دادا نے کسی عورت سے دوسرا نکاح کر لیا ہو وہ مراد ہے اسپر لتاڑ پڑی غنیمت ہے دوسرے رسالہ میں رجوع کر لیا مگر ان بزرگ کو پہلے ہی کیسے جرأت ہوئی۔ بس یہ حالت ہے ان لوگوں کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شرارت سے ایسا کرتے ہیں مگر جب اتنا ذہن اور فہم نہیں جتنا اُن حضرات میں تھا پھر خواہ مخواہ اجتہاد کی ہوس کیوں کرتے ہیں خود کچھ آتا نہیں اور دوسروں کے اجتہاد پر اعتراض ہے دوسروں کی تقلید سے عار ہے اور خود مجتہد بنتے اور تمام دنیا سے اپنی تقلید کے امیدوار ہیں یہ خود بدفہمی اور بدعقلی کی بات ہے تمام دنیا کے عقلا مل کر بھی فقہا کی جوتیوں کی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ موٹر میں تیل تو ہے

سَنْٹ میل کے چلنے کا مگر ارادہ کر دیا دو سَنْٹ میل کا ایسی ہی مثال ہے ان لوگون کی بھر اپنے پر دوسروں کو قیاس کرنا کہ وہ بھی ایسے ہی بے دلیل کہدیا کرتے ہوں گے سخت نادانی ہے اُن حضرات پر اعتراض کرنے کا کیا کسی کا منہ ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(ملفوظ ۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون اصلاح کے خواہ دوسرے محاسن و فضائل پیدا ہو جاویں مگر آدمیت پیدا ہونا مشکل ہے دیکھئے گھوڑا اسب میں شریف جانور ہے لیکن اسکو اگر سدھایا نہ جاوے ہرگز کام نہیں دیسکتا خطرہ ہی رہتا ہے مگر باوجود اسکے اصلاح کی طرف لوگون کو بالکل توجہ نہیں ہاں ولایت قطبیت غوثیت بزرگی اسکی تلاش ہے۔ ایک مولوی صاحب گنگوہ سے یہاں پر آئے تھے نیک آدمی ہیں بزرگوں کی حکایات خوب بیان کرتے ہیں مگر اپنے متعلق اُن کے یہاں کچھ نہیں اپنے سے بالکل بے فکر حالانکہ انسان کو پہلے اپنی فکر ہونا ضروری ہے لوگوں سے میری یہی لڑائی ہے کہ میں کہتا ہون کہ دوسروں کی فکر میں ہر وقت پڑے رہتے ہو اپنی فکر کیوں نہیں کرتے اپنے کو تو کامل مکمل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ وہ راہ ہے کہ ساری عمر بھی اگر اس میں کھپا دے تب بھی تھوڑا ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دم آخر دمے فارغ مباش

(ملفوظ ۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بزرگی اور درویشی چند ممتاز باتوں کا نام رکھ لیا ہے حالانکہ درویشی کی کوئی ظاہری صورت نہیں ہوتی کامل وہی ہے جسکی ظاہری حالت عوام کے مشابہ ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو اکثر عوام اسوجہ سے درویش نہیں سمجھتے کہ اُنکی حالت بالکل مشابہ عوام کے تھی کامل کبھی کسی امتیاز کا اہتمام نہیں کرتا اور غیر کامل غیر عارف چونکہ کمال سے کورا ہوتا ہے اسلئے امتیازی شان آن بان کا اہتمام کرتا ہے کامل میں تصنع اور بناوٹ کا کیا کام اُسکی تو یہ حالت ہوتی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند دلبر ماست کہ با حُسن خدا داد آمد

(ملفوظ ۱۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دوسروں کی فکر میں پڑنا میں یہ نہیں کہتا کہ بُرا ہے بلکہ عبادت ہے کہ کسی کو نفع پھونچے مگر اس زمانہ میں اکثر دوسروں کو نفع کم پھونچتا ہے

اور اپنا اچھا خاصا نقصان ہو جاتا ہے جو سبب خسران کا ہے اسلئے پہلے آدمی کو اپنی فکر کرنا چاہئے
پھر دوسروں کی خدمت بھی ایک حد تک سہی اور یہ اپنی فکر ایسی چیز ہے کہ مرتے دم تک بھی اس سے
نجات مشکل ہے۔ باقی امر بالمعروف بھی اچھی چیز ہے مگر اسکے بھی حدود ہیں کیا ہمارے بزرگ امر بالمعروف
نہیں کرتے تھے مگر چپٹتے بھی نہیں پھرتے تھے اُن کے امر بالمعروف کا نہایت محبوبانہ طرز تھا ہمکو بھی
وہی طرز پسند ہے اور اب تو اسکی بھی نہایت مکروہ صورت اختیار کرتے ہیں وہ حضرات امر بالمعروف
کا وہ طریق اختیار کرتے تھے کہ وہ نافع ہوتا تھا اور آجکل اسکی قطعاً رعایت نہیں کیجاتی یا تو اس طرح پر
امر بالمعروف کیا جاتا ہے کہ جس سے مخاطب کو وحشت ہو اور یا اس طرح خلق کے لہجہ میں کرتے ہیں
کہ جس سے دین طالب اور وہ مطلوب سمجھا جائے اور دین کی بیوقعتی ہو۔ مجھکو ایسی باتوں سے غیرت
آتی ہے جن سے دین اور اہل دین کی اہانت ہوتی ہو۔ فلاں ڈپٹی صاحب اوپر سے آرہے تھے
اور میں کالپی اسٹیشن سے سوار ہوا۔ ڈپٹی صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اسمیں مغرب کا وقت آگیا۔
میں نماز کیلئے اُٹھا اسوقت میرے ایک دوست نے مجھسے کہا کہ ڈپٹی صاحب نماز نہیں پڑھتے انکو
کہنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ میں نہ کہوں گا۔ جنت میں تو جاویں ڈپٹی صاحب اور احسان ہو اشرف علی
پر۔ دین کسی کا طالب نہیں خود مطلوب ہے۔ میں کیوں کہوں کیا ان سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اُٹھکر وضو
کرکے نماز پڑھ لیں کیا نماز کی فرضیت انکو معلوم نہیں کیا نماز نہ پڑھنے کی وعیدوں سے یہ انجان ہیں
غرض ہمنے مغرب کی نماز پڑھی۔ ڈپٹی صاحب کا خیال یہ تھا کہ میں نے چونکہ نماز نہیں پڑھی یہ مجھسے
اب نہ ملیگا مگر میں نماز پڑھکر اسی بشاشت سے اُنکے پاس جا بیٹھا اور باتیں کرنے لگا۔ مجھسے تو
نہیں اور ساتھیوں سے کہا کہ میں تو ذبح ہو گیا اگر نماز کو کہا جاتا تو مغرب کی نماز تو ضرور پڑھ لیتا
مگر پھر کبھی نہ پڑھتا اور اب مغرب کی نماز تو قضا ہوئی مگر پھر اور کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی پکے نمازی ہو گئے
سو کہیں تو کہنے سے نفع ہوتا ہے کہیں نہ کہنے سے نفع ہوتا ہے مختلف مواقع ہیں۔ فقہ کا ایک قاعدہ
ہے جو فعل مباح یا مندوب ہو اور ہو موجب ضرر اُسکو ترک کردیں گے ہاں جو واجب ہو اُس میں اگر
ضرر ہو تو اُسکو ترک نہ کریں گے بلکہ اُسکی اصلاح اور اُسکے ضرر کا انسداد کردیں گے۔ سو امر بالمعروف
جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں تو واجب ہی اگر اُس کا نتیجہ خراب بھی ہو تو حتے الامکان اس کا انسداد
کریں گے لیکن امر بالمعروف کو ترک نہ کریں گے اور جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں مباح یا مندوب ہے

وہاں اگر نفع سے زیادہ ضرر محتمل ہو تو اُسکو ترک کردینگے۔ غرض تبلیغ کے بھی حدود ہیں مگر اسکی کوئی رعایت نہیں کرتا اس باب میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ علماء تک کو اسمیں ابتلا ہے۔

(ملفوظ ۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب لغو عذرات ہیں کہ باوا دادا سے ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر باوا اندھا ہوا اور تمکو خدا نے آنکھیں دیدی ہوں تو کیا اس خیال سے کہ باوا دادا اندھے تھے اپنی آنکھیں پھوڑ دو گے۔ اِس وقت گو بعض رسمیں کم ہو گئی ہیں مگر بعض اور بڑھ گئی ہیں اس طرح سے کہ پہلے شرک و بدعت کی رسمیں زیادہ تھیں مگر تفاخر کی رسمیں نہ تھیں۔ فضول خرچی نہ تھی۔ سیدھا سادہ کھانا کھلا دیتے تھے۔ ضروری چیزوں کا سامان ایک جگہ ہوتا تھا وہاں ہی سے سب مانگ کر کام چلا لیتے تھے۔ اب ہر شخص کے گھر میں ایسا سامان موجود ہے۔ تفاخر ہر طبقہ میں ہو گیا ہے اس سے الّا ما شاء اللہ کوئی شخص اس زمانہ میں بچا ہو گا ورنہ قریب قریب سب کو اس بلاء میں ابتلاء ہے۔ اب تو تفاخر کی یہ حالت ہے کہ صرف دنیا ہی کے کاموں میں تفاخر نہیں بلکہ دین کے کاموں میں بھی تفاخر کی نیت ہو گئی اس ہی لئے ضرورت ہے کہ کسی کامل کی صحبت میں رہے بدون شیخ کامل کی صحبت کے اور اُسکی جوتیاں سیدھی کئے ہوئے اصلاح مشکل ہے اور نری صحبت سے بھی کچھ نہ ہو گا جبتک کہ اُسکی تعلیم پر عمل نہ ہو گا اور اپنا کچّا چٹھا اُسکے سامنے کھولکر نہ رکھدو گے اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

اور بڑوں میں تو تفاخر ہے ہی بچوں تک میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ ایک عورت ایک گانو کی ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اُسنے اپنی ایک چھوٹی لڑکی کو جھانوری سلور کی لیکر دیدیں وہ پہنکر ہمارے گھر آئی اور چلتے وقت پیروں کو دیکھتی تھی اور یہ بھی دیکھتی تھی کہ مجھکو چلتے وقت کوئی دوسرا بھی دیکھتا ہے یا نہیں۔ یہ تفاخر ہی تو تھا خدا تعالیٰ نے متواضعین کی خود وضع میں بھی تواضع کا اثر رکھا ہے اور متکبرین کی وضع میں تکبر تفاخر کا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کا احساس دیدے اور وہ ایسی وضع سے رد کے تو اُسپر تشدد کا اعتراض کرتے ہیں ان معترضوں کی عجیب حالت ہے۔ بدون تجربہ کے جو جی چاہتا ہے کہدیتے ہیں مگر جن پر یہ واقعات اور حالات گذرتے ہیں اُن سے پوچھو کہ ان کے کیا خواص ہیں اور کیا آثار ہیں۔ نری باتیں بنانے سے کیا ہوتا ہے۔ متکبرین کی وضع کے اثر یاد آیا کہ مظفر نگر میں

ایک ڈاکٹر صاحب حج سے آئے تھے اور ایک کیفیت لائے تھے کسی رئیس نے کسی مریض کے دکھلانے کو انکو بلایا اور سواری کیلئے فٹن بھیجی مجھسے خود کہتے تھے کہ میں جسوقت فٹن میں سوار ہوا ہوں سوار ہوتے ہی جو کیفیت قلب میں لیکر حج سے آئے تھے وہ کیفیت فوراً سلب ہو گئی۔ دیکھ لیجئے ان چیزوں کے آثار۔ کہتے ہیں کہ تشبہ میں کیا رکھا ہے اگر کچھ نہیں رکھا تو آج سے زنانہ لباس پہنکر کرسیوں پر بیٹھنے لگو معلوم ہو جاویگا کہ تشبہ میں کیا رکھا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جسکا کچھ نقصان ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے اور وہ بھی اسی وقت سمجھے جبکہ انکا نقصان ہوا ہو خصوص باطن کا نقصان کہ اسپر تو ہزاروں غم کے پہاڑ آکر آگرتے ہیں اور یہ کیفیت ہوتی ہے ؎

بردل سالک ہزاراں غم بود گر زباغ دل خلالے کم بود

حضرت ان میں خاصیت ہے محض زبانی رد کر دینے سے وہ خاصیت زائل نہیں ہوتی۔ یہ تجربہ کی چیزیں ہیں۔ بریلی میں ہمارے بھائی کے گھر ایک بچہ اپنی ماں کے ساتھ آیا۔ کرسی پر بیٹھلا یا گیا بیٹھتے ہی یہ حالت ہوئی کہ گھر والوں نے دیکھا کہ نہایت اینٹھ مروڑ سے بیٹھا ہے نہ بول نہ چال جب بچپن میں یہ حال ہے بڑے ہوکر کیا ہو گا لوگوں کو خبر نہیں ہے ان چیزوں کی خاصیت کی ان سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے مگر لوگ اس متکبرانہ وضع کے ایسے دلدادہ ہو گئے کہ تحریک خلافت میں لوگوں نے گاڑھا پہنا مگر تراشں اور وضع کپڑے کی وہی رہی جو دشمن کی ہے کیا ٹھکانا ہے اس وضع کے محبوب ہو جانے کا۔ کچھ قلوب پر یورپ کی تقلید کا اثر ہی بہت گہرا ہو رہا ہے کہ تمام وضع قطع سب وہی پسند ہے اپنے ملک اور اپنے اسلاف کے طرز معاشرت کو قطعاً ہی چھوڑ بیٹھے حتے کہ انگریزوں کے خلاف جو جلسے کئے۔ ہڑتالیں کیں۔ جلوس نکالے یہ سب بھی یورپ ہی کی نقل سے کیا۔ صاحبو۔ اپنے بزرگوں کی سی وضع قطع اختیار کرو۔ خدا کو راضی کرو اعمال صالحہ اختیار کرو۔ دوست دشمن کو پہچانو۔ اسلام اور احکام اسلام کی پابندی اور انکی وقعت اور احترام کرو اور خصوصیت سے اس حکم اسلامی کا خاص اہتمام کرو کہ ایک کو اپنا بڑا بنالو اسکے مطیع اور منقاد ہو کر رہو اور یہ کافی نہیں کہ اسکو کاغذی بڑا بنالیا اور لمبے چوڑے القاب اور خطابات سے اسکو مزین کرادیا۔ اصل چیز اسکی اطاعت اور اسکی تعلیم پر عمل کرنا ہے اسکو عملی جامہ پہناؤ اس صورت میں نہ جلسوں کی ضرورت ہوگی نہ جلوس کی

اور نہ ضرورت ہوگی فلوس کی ہاں خلوص کی ضرورت ہوگی۔ محض زبانی عملدرآمد سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ ابتک جو کچھ کیا اُس کا ثمرہ دیکھ لیا۔ تجربہ کرچکے مشاہدہ ہوچکا اب توہوش سے کام لو یہ بھی معلوم کرلیا کہ نرے جوش سے کام نہیں چل سکتا کام کی باتیں کرو بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے۔ پھر دیکھو کہ چند ہی روز میں کا یا پلٹ ہوجائیگی۔

(ملفوظ ۱۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بہت سے نیک کاموں سے آدمی ننگ وناموس کی وجہ سے باز رہتا ہے خصوص بڑے لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہیں اکثر چھوٹے لوگ اسکی پروا بھی نہیں کرتے اس ننگ وناموس کا اگر کوئی علاج ہے تو وہ صرف خداوند جل جلالہ سے عشق اور محبت ہے اسلیئے کہ عاشق ہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ ننگ وناموس کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتا۔ عاشق کبھی بدنامی سے نہ ڈریگا اور بزبان حال یہ کہیگا ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں ما نمی خواہیم ننگ و نام را

اور اس ننگ وناموس کے پیچھے بہت سوں کا بیڑا ہی غرق ہوگیا دین اور ایمان تک سے محرومی ہوگئی یہ کمبخت ایسے ہی خسران اور ٹوٹے کی چیز ہے اسکی بدولت دین اور دنیا دونوں خراب اور برباد ہوجاتے ہیں ہاں عشق اور محبت بیشک ایسی چیز ہے کہ ننگ وناموس کو فنا کردیتی ہے۔ اگر حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوجاوے تو یہ سب بالائے طاق رکھا رہتا ہے اور اس محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرے اُنکی تعلیم پر عمل کرے پھر اُسمیں انقیاد اور اعتماد کی ضرورت ہوگی۔

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا ایک ہندو دوست ہے وہ قرضدار بہت ہے آپ ایسی تدبیر بتلائیں جس سے اُس کا قرض ادا ہوجائے اسپر فرمایا کہ اگر میرے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو میں ایک مسلمان کو بھی قرضدار نہ رہنے دیتا۔ ایک یہ لکھا ہے کہ آپ اس کا فوراً جواب دیں کہیں اُسکو یہ شبہ نہ ہوجاوے کہ مسلمانوں کے مولانا بھی جواب

نہیں دیتے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ جب کوئی ایسا کہے تو تم یہ کہنا کہ وہ مولانا ہی نہیں ویسے ہی
مشہور کر دیا ہے۔ پھر فرمایا ان بزرگ نے ان کاموں کیلئے مولانا کو انتخاب کیا نہ کوئی مسئلہ ہے
نہ کوئی اصلاح اعمال کی تدبیر۔ لوگوں کا عجیب مذاق ہے دین کی تو مطلق فکر ہی نہیں علماء سے
اس قسم کی خدمت لینا ایسا ہے جیسے حکیم عبد المجید صاحب سے جوتہ گانٹھنے کی تدبیر پوچھنا جو
نہایت ہی بد تمیزی اور بدفہمی کی بات ہے جو جس کام کا ہے اُس سے وہی کام لینا چاہئے۔
اس پر نکیر نہیں کہ دعاء کی درخواست کیجائے۔ باقی ان کاموں کی تدابیر سو بیچارے علماء کو کیا معلوم
علماء کا کام ہے تدرس وتدریس وعظ نصیحت اس سے آگے ان سے اُمید کرنا محض حماقت پر
مبنی ہے۔ ان تحریکات میں بھی لوگوں نے یہی چاہا تھا کہ علماء پیش پیش ہوں جو نہایت ہی بے اصولی
بات تھی۔ علماء سے تو جواز عدم جواز معلوم کرنا چاہئے تھا اس سے آگے حدود سے تجاوز تھا اور جن
علماء نے عوام کے خیال سے کہ کہیں بد اعتقاد نہ ہو جائیں غیر معتقد نہ ہو جائیں تحریکات میں شرکت
کی اُن کی بدولت جسقدر مسلمانوں کا نقصان ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی
چیز اپنے مرکز سے آگے بڑھے گی اُسکا یہی حشر ہوگا جسکا مشاہدہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا
کہ کسقدر گڑبڑ مچی اور کسقدر احکام شرعیہ میں تحریف کی گئی۔ پھر ایسا کرنیکی نحوست بھی دیکھ لی ان
لوگوں کو واقعات کے مشاہدے کے بعد اُسکی مضرت معلوم ہوئی اور ہم غریبوں کو بحمد اللہ تعالیٰ پہلے ہی
اسکی حقیقت معلوم ہو چکی تھی گو لوگوں نے سب وشتم کیا بُرا بھلا کہا قسم قسم کے بُہتان اور الزامات
لگائے لله الحمد کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت جلد حقیقت کا انکشاف ہو گیا اور وقل جاء الحق وذھق
الباطل ان الباطل کان زھوقا کا ظہور ہو گیا جسکا خود اکثر معترضین نے اقرار کر لیا۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقویٰ اور طہارت بڑی چیز ہے مگر آجکل قریب قریب ہر طبقے میں
اسکی کمی ہے خصوص علماء اور مشائخ میں اسکی کمی ہونا نہایت ہی مذموم ہے اسلئے کہ یہ پیشوا اور
مقتدا کہلائے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو غیر علماء کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے
مدرسہ دیوبند میں خواجہ صاحب کا قیام ہوا شب کا وقت ہوا مہتمم صاحب نے مہمان خانہ میں خادم
مدرسہ کو روشنی کرنے کیلئے حکم فرمایا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر یہ لالٹین اور تیل آپ کا نجی ہے تب تو
کوئی حرج نہیں اور اگر مدرسہ کا ہے تو میں خود انتظام کر لونگا۔ امیر شاہ خانصاحب بھی

اسوقت مدرسہ میں ٹھیرے ہوئے تھے سنکر میرا نام لیکر کہا کہ یہ تو اُسکے ملنے والوں میں ہے - ایکمرتبہ مولانا اصغر حسین صاحب جونپور میں بحیثیت مدرسی مقیم تھے ایک نووارد طالب علم مسجد کے چراغ میں مطالعہ کرنے بیٹھے اور جسوقت چراغ گُل ہونے کا معمول تھا اُسوقت خود چراغ گُل کر دیا اور اُسکی روشنی میں پھر کتاب کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اپنا چراغ روشن کر لیا - مولانا اصغر حسین صاحب نے کہا کہ یہ شخص (میرا نام لیکر کہا کہ) فلاں شخص کا دیکھنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی واقعہ ثابت ہوا اصل وجہ یہ ہے کہ اور جگہوں میں ایسی باتوں کی روک ٹوک نہیں آنیوالوں کی خاطر مدارات سب کچھ ہے - باقی اصلاح اور تربیت کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا - صرف نوافل اور تہجد پڑھ لینا - گردن جھکا کر بیٹھ جانا بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لے لینا ٹخنوں سے اونچا پاجامہ گھٹنوں سے نیچا کرتہ پہن لینا اور سینے تک داڑھی کا بڑھا لینا بس یہ علامات رہگئیں ولایت اور بزرگی کی - باطن کی کچھ خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اسی کو مولانا رومی یا اور کوئی حکیم فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گورِ کافر پُر حلل ... واندروں قہر خدائے عز و جل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید ... وز درونت ننگ می دارد یزید

(ملفوظ[۲۱]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ داڑھی سے چہرہ پر نور معلوم ہوتا ہے - داڑھی بڑے احترام کی چیز ہے - خواجہ صاحب کا یہ قول مجھکو بہت ہی پسند آیا کہ داڑھی چہرہ پر دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بادشاہ ہے - فرمایا کہ داڑھی کے متعلق یورپ میں بھی قانون ہے کہ بادشاہ داڑھی رکھے چنانچہ جارج پنجم کے داڑھی ہے اگر داڑھی رکھنا عزت کی بات نہ تھی تو بادشاہ کیلئے قانون کیوں ہے - پادری مذہبی لوگ ہیں سب داڑھی رکھتے ہیں ایسی کہ بعض کی ناف تک ہوتی ہے خدا معلوم یہ منڈانیکی واہیات رسم کہاں سے نکلی ہے -

(ملفوظ[۲۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے اصول اور قواعد کا حاصل طرفین کی راحت ہے چنانچہ میرا ایک معمول یہ ہے کہ ہر شخص سے خود معاملہ کرتا ہوں کسی کو واسطہ نہیں بناتا یہ اسلئے کہ مین چاہتا ہون کہ واسطہ کے متعلق لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اسکو بھی کوئی دخل ہے اگر لوگوں کو کسی کا دخل معلوم ہو جائے تو پھر رشوتین چلنے لگیں میں نے بزرگون کے یہاں خادمون کو لوگوں سے فرمایش کرتے ہوئے خود دیکھا ہے اور تو کیا اپنے ہی بزرگون کے بعض خادمون کو دیکھا ہے - میں ایسی

باتوں پر مواخذہ کرتا ہوں۔ میں اس قسم کے معاملات میں کسی کا تعلق پسند نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی عہدہ کسی کا ممتاز ہو بلکہ یہاں پر مستقل رہنے والوں میں بھی ہر شخص اپنے کو یہی سمجھے کہ جیسے اور ہیں ایسا ہی میں ہوں۔ کسیکو کوئی خصوصیت نہیں اگر ایسا نہ ہو تو ابتو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں پھر آگے گڑبڑ شروع ہو جائے۔ شیخ کے ساتھ ساتھ انکی بھی دکان چلنے لگے اور نذرانہ اور چڑھاوے چڑھنے لگیں۔ میں نے بعض جگہ یہ بھی دیکھا ہے کہ لوگ مشائخ کے یہاں خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں پھر جس سے چاہے شیخ صاحب کو ناراض کر دیں اور جس سے چاہے راضی کر دیں بڑے ظلم کی بات ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ مقربین مکربین بنجاتے ہیں ہمیشہ دوسروں کو تکلیف میں رکھتے ہیں۔ میرے یہاں بحمد اللہ یہ باتیں نہیں خدا کا شکر ہے۔

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بدفہمی کا بازار گرم ہے ہر چیز کی حقیقت سے دور پڑے ہوئے ہیں اگر حقیقت سے باخبر ہو جائیں تو تمام گڑبڑ ختم ہو جائے اور اگر ختم بھی نہ ہو لیکن کم تو ضرور ہو جائے اب یہی دیکھ لیجئے کہ لوگوں میں تعظیم تو ہے وہ یہ کہ پچھلے پاؤں ہٹیں گے دست بوسی کریں گے مگر تہذیب بالکل نہیں۔ اور تعظیم سے راحت تھوڑا ہی پہونچتی ہے بلکہ فرعونیت بڑھتی ہے کہ عام کی تعظیم کو دیکھکر اپنے کو بڑا سمجھنے لگے۔ راحت صرف تہذیب سے پہونچتی ہے۔ ادب تعظیم کا نام نہیں ادب کی حقیقت کا حاصل ہے راحت رسانی۔ مگر اسوقت راحت بیچاری کا تو کہیں نام نہیں۔ محض رسمی ادب تجویز کر لیا ہے جس سے متکبرین کے یہاں کا رنگ مشائخ کے یہاں نظر آنے لگا ہے کوئی دست بستہ کھڑا ہے کوئی سرنگون بیٹھا ہے یہ مجلس کا رنگ ہوتا ہے مجھکو بحمد اللہ ان چیزوں سے طبعی نفرت ہے نہ میں نے اپنے بزرگوں کے یہاں یہ باتیں اور رنگ دیکھا نہ مجھکو پسند ایک سادہ زندگی اور سادہ طرز دیکھا اور وہی پسند ہے

(ملفوظ ۲۴) ایک صاحب سے بسلسلۂ گفتگو فرمایا کہ تم اول پہلی بات کو ختم کر دو دوسری کو اس میں ملاؤ اور اگر اس بات کے متعلق میرے سوال کا آپکے پاس جواب نہیں تو یہ ہی کہدو کہ میں پہلی بات کو ختم کر چکا اسکے متعلق میرے ذہن میں اور کچھ نہیں تب دوسری بات کہنے کی اجازت دیدونگا۔ یہ نہایت بدتہذیبی کی بات ہے کہ ایک بات میں دوسری بات کو گڈمڈ کرنا چاہتے ہو۔ طریقہ سے گفتگو ہوا کرتی ہے بدون طریقے کبھی کسی بات کا نتیجہ نہیں نکلتا سوائے دقت کے خراب اور

برباد کرینگے - میں چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو - تم اُلجھی ہوئی اور پینچ دار بات کر کے دونوں باتوں کو گڑبڑ کرنا چاہتے ہو اور وجہ اسکی صرف یہی ہے کہ کوئی شخص تمیز نہیں سکھلاتا اور میں سکھلاتا ہوں اور یہی میری اور لوگوں کی لڑائی ہے - میں سب کا تختۂ مشق بنا ہوا ہوں - افسوس ہے لوگ موٹی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھتے بلکہ سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے مقصود سے بہت ہی بُعد ہو گیا ہے ایسی موٹی موٹی باتیں بھی ذہن میں نہیں آتیں - یہ لوگ تو میرے متعلق کہتے ہونگے کہ ہمپر یہ کیا بلا مسلط ہوئی - اور یہی میں بھی ان لوگوں کے متعلق کہتا ہوں کہ مجھپر یہ کیا بلا مسلط ہوئی - کو دنوں سے پالا پڑتا ہے - میں تو بزرگ نہیں جنکے یہاں انتظام جرم ہے - میں تو ایک طالب علم آدمی ہوں - ہر کام انتظام سے کروں گا اگر یہ پسند نہیں اور کہیں چلے جاؤ جہاں بزرگ ہوں میں کیا کسیکو روکتا ہوں یا اپنے پاس بلاتا ہوں -

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۱۷

۲۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسرے کو کوئی کام سپرد کر کے مجھکو اطمینان نہیں ہوتا اسلئے کہ قریب قریب ہر شخص میں الا ماشاء اللہ بیفکری کا عام مرض ہے اسلئے اکثر سب کام خود ہی اپنے ہاتھ سے کرتا ہوں اُس بے اطمینانی سے یہ آسان ہے کہ خود کام کر لے - میں نے ایک رسالہ حیلۂ ناجزہ عورتوں کے ارتداد کی خبریں سنکر لکھنا چاہا مگر چونکہ اس میں علماء مالکیہ کی تصدیق کی ضرورت تھی اور وہ ہیں عرب میں اسلئے اُس رسالہ کو تقریباً ڈیڑھ سال کے ہو گیا اس وقت تک تکمیل کو نہیں پہونچ سکا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ دوسروں سے اُس کا تعلق ہے - ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہندوستان میں علماء مالکیہ نہیں ہیں اس وجہ سے یہ دشواری پیش آئی فرمایا کہ اُن علماء نے چھ ماہ میں ایک دفعہ تو جواب دیدیا اگر بجائے اُنکے ہندوستانی ہوتے تو چھ برس میں بھی جواب آنا مشکل تھا اور یہ سب بیفکری کے کرشمے ہیں -

۲۶ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت اگر ایک رسالہ ایسا اور لکھا جاتا کہ جسمیں ہر پیشہ ور کے معاملات کے احکام کو اُس میں شرعی حیثیت بصورت مسائل بیان کر دیا جاتا تو بڑی سہولت

ہو جاتی۔ اسلئے کہ لین دین وغیرہ میں آجکل نئی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور اکثر احکام شرعیہ کے خلاف عملدرآمد ہو رہا ہے اور ان سے اجتناب کرنے کو لوگ دشوار سمجھتے ہیں یہ سب مشکلیں حل ہو جاتیں۔ فرمایا کہ آپ آج کہہ رہے ہیں میں نے ایک عرصہ ہوا اسوقت چاہا تھا کہ سب اہل معاملہ اپنے اپنے معاملات کو سوال کی صورت میں جمع کر کے مجھکو دیدیں چاہے وہ تجارت پیشہ ہوں یا زراعت پیشہ یا ملازمت پیشہ وغیرہ وغیرہ میں کوشش کر کے اُنکے متعلق روایتیں جمع کر دوں گا اور احکام تبلا دونگا مگر کسی نے میری مدد نہ کی بڑے کام کی کتاب ہوتی۔ اسی کے متعلق میں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ اگر کثیرۃ الوقوع معاملات میں دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی حرج نہیں اس سے بہت ہی قوت ہو گئی تھی کہ اب تو کوئی مانع ہی نہیں رہا اور میں خود اسلئے نہیں لکھ سکا کہ مجھکو معاملات یا واقعات ہی کی خبر نہیں اسلئے اگر تجارت پیشہ و زراعت پیشہ ملازمت پیشہ اہل صنعت و حرفت یہ سب ان چیزوں کے متعلق واقعات بصورت استفتاء جمع کر کے دیدیتے تو میں سوال و جواب کی صورت میں اُن کے احکام جمع کر دیتا اگر کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر جواز نہ نکلتا تو میں نے یہ طے کیا تھا کہ امام شافعیؒ کے مذہب پر فتوی دیدوں گا امام مالک کے مذہب پر فتوی دیدونگا امام احمد بن حنبل کے مذہب پر فتوی دیدونگا اور اگر ان سے بھی کوئی صورت نہ نکلے گی تو انکی سہل تدابیر بتلاؤں گا کہ یوں کر لیا کرو جس صورت سے جواز نکل آتا اور اگر کوئی بات سمجھ ہی سے باہر ہوتی تو اُس کا کوئی علاج نہیں معذوری ہے۔ اور اب اتنے بڑے کام کی ہمت نہیں رہی۔ ضعف کے سبب تحمل نہیں تکلیف ہوتی ہے اب ایسا کام نہیں ہوتا۔ یوں متفرق کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ان میں بعض کام تو ایسے در پیش آجاتے ہیں کہ اُن میں محض نقل کی ضرورت ہوتی ہے وہ تو ہو جاتے ہیں باقی جنمیں فکر و غور کی ضرورت ہوتی ہے اُن سے ہمت کو قاصر پاتا ہوں آجکل جو میں نے رسالہ لکھا ہے اُسکے ختم پر یہی لکھدیا ہے۔

(ملفوظ ۲۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بڑے بڑے کام اور بڑی جگہوں میں ہو رہے ہیں۔ میں نے تو چھوٹے چھوٹے کام لیلئے ہیں یہی ہو جایا کریں غنیمت ہے اور یہ وہ کام ہیں جنکو کوئی اور نہیں کر رہا۔ میں نے یہاں درس و تدریس کو بڑھایا نہیں اسلئے کہ مدرسہ دیوبند

مدرسہ سہارنپور موجود ہی اور وہاں یہ کام بہت بڑے پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ اسی لئے میں نے یہاں کا نصاب محدود کر دیا ہے وہ چھاپ بھی دیا گیا ہے مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باوجود بے سر و سامانی کے بعض کام یہاں اس درجہ کا ہو رہا ہے کہ باسامانوں کے یہاں نہیں ہو رہا۔ یہاں پر نہ چندہ ہی نہ طلب ہے اور پھر حق تعالیٰ اپنے فضل سے کام چلا رہے ہیں یہ سب اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہی اور یہ ہی دعا ایک چیز ہے جو میرے پاس ہے ورنہ جو میری حالت ہے اور جیسے میرے اعمال ہیں اُنکو میں ہی خوب جانتا ہوں۔

ملفوظ ۲۱۳ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل حُبِّ دنیا اکثر مشائخ اور علماء تک میں پائی جاتی ہے اور یہ چیز بحمد اللہ اپنے بزرگوں میں نہ تھی۔ مکہ معظمہ میں ایک ترکی شیخ تھے خلیل پاشاہ اُنہوں نے مجھسے کہا کہ میں نے سب جگہ کے علماء کو دیکھا مگر جیسے ہندوستان کے علماء ہیں ایسے اور کہیں کے علماء نہیں میں نے پوچھا کہ آپنے اُن میں کیا بات دیکھی اُنہوں نے ایک عجیب بات کہی کہ ہندوستان کے علماء میں حُبِّ دنیا نہیں دیکھی اور یہ بات الحمد للہ ہے بھی کہ اُن کے اکثر میں حب دنیا نہیں اللہ کا شکر ہے۔ پھر میں یہ بھی پوچھا خلیل پاشاہ سے کہ آپ ہندوستان کے کن علماء سے ملے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے علماء کے معتقد ہوئے۔ ان خلیل پاشاہ سے میری ملاقات کی وجہ ایک خواب ہی۔ میں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ تم خلیل پاشاہ سے نہیں ملے۔ میں نے خواب ہی میں کہا کہ ضرورت ہی کیا ہے۔ مقصود تو ایک ہی ہے اور اس کا حاصل ہونا ضروری ہے سو وہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت کی برکت سے حاصل ہے اسکے بعد دوسرے طرق و ذرائع کا اہتمام کرنا ایسا ہے جیسے ایک راستہ مکہ معظمہ کا کراچی سے اور ایک چاٹگام سے اس شخص کو مکہ معظمہ پہونچکر معلوم ہوا کہ ایک راستہ یہاں پہونچنے کا چاٹگام سے بھی ہے اب یہ شخص چاٹگام واپس جائے اور وہاں سے پھر مکہ معظمہ آئے اسکی ایسی مثال ہے۔ یہ میں نے خواب ہی میں کہا۔ پھر یہ خواب میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا حضرت نے اُن سے ملنے کا حکم دیا۔ تب میں خلیل پاشاہ سے ملا لیکن صرف خواب کی بناء پر میں نے ملاقات نہیں کی بلکہ حضرت کے فرمانے سے ملاقات کی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایسی باتوں میں بڑی وسعت تھی

دوسرے مشائخ تو اپنے معتقدین کیلئے کسی دوسرے سے ملنا بھی گوارا نہیں کرتے نہ کہ خود حکم دیدیں حضرت کی بڑی الیلی شان تھی حضرت فن تصوف کے امام تھے مجدد تھے مجتہد تھے محقق تھے یہ سب کچھ جو یہاں دیکھتے ہو یہ حضرت ہی فیوض کے برکات ہیں۔

(ملفوظ ۲۹ع) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل رسمی پیروں کے یہاں اخلاق مروجہ کا بڑا اہتمام ہے محض اس خیال سے کہ آنیوالے غیر معتقد نہ ہو جائیں یہ تو اچھی خاصی دکانداری اور مخلوق پرستی ہے مجھکو ایسی باتوں سے بحمد اللہ طبعی نفرت ہے۔ اور نہ اخلاق مروجہ مجھکو پسند۔ اور اگر ایسے اخلاق اختیار بھی کئے جائیں تو آنیوالوں کا کیا فائدہ اُنکی حرکات سکنات پر اگر معاقبہ محاسبہ روک ٹوک۔ ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے تو اصلاح کی کیا صورت ہو وہ تو جہل ہی میں مبتلا رہے میں اسکو خیانت سمجھتا ہوں اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے۔ طبیب بوجہ اخلاق کے نہ کوئی کڑوی دوا لکھے اور نہ پرہیز بتلائے تو جیسے یہ خیانت ہے ایسے ہی وہ شیخ بھی خائن ہے جو طالب کی اصلاح پر توجہ نکرے اور اُسکے معتقد یا غیر معتقد ہونے کی ڈر سے ڈانٹ ڈپٹ روک ٹوک نہ کرے مجھکو یہ تو آسان ہے کہ اصلاح کا کام بند کر دوں مگر یہ چاپلوسی اور خوشامد نہیں ہو سکتی۔ غیرت آتی ہے کہ طریق کو طالب بنایا جائے کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔

(ملفوظ ۳۰ع) فرمایا کہ ایک شخص کا عجیب وغریب خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھکو اپنی بیوی سے اسقدر محبت ہے کہ میں یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ جنت میں مجھکو حور کی ضرورت نہیں مجکو یہی بیوی دیدیجیگا میں نے لکھا ہے کہ اس میں اتنی ترمیم اور کر دو کہ اگر دونوں چیزیں دینا منظور نہ ہوں تب یہی دیدینا اسپر فرمایا کہ جو بیویاں دنیا میں ملتی ہیں وہ جنت میں حوروں سے زیادہ اجمل اور افضل ہونگی تو جب وہ اجمل اور افضل بھی ہونگی تو اگر اجمل و افضل کو ترجیح دیجائے تو کوئی حرج نہیں۔

(ملفوظ ۳۱ع) ایک طالب علم نے علمی سوال کیا اُسپر حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے اپنے اساتذہ سے حل کرو اگر پھر بھی کوئی اشکال باقی رہے تب دوسری جگہ سوال کرنیکا مضائقہ نہیں یہ طلبہ کا طبقہ بڑا ہوشیار ہوتا ہے۔ اسکے جواب میں لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ اساتذہ سے تو سوال کیا تھا مگر اُنکے جواب سی تشفی نہیں ہوئی۔ میں اُن سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا سوال اور اُسپر اُستاد کی تقریر لکھکر پھر اس میں جو اشکال ہے وہ لکھو تب جواب ملیگا بس اسپر ختم ہو جاتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملازمت ترک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ترکِ ملازمت پر جو پریشانیاں لاحق ہونگی کیا خبر ہے قلب اُن کی برداشت کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ میرا ملازمت سے دل گھبراتا ہے (اسوقت مولانا کا ایک مطبع میں دس روپیہ کا تعلق تھا) اگر حضرت اجازت فرمائیں تو چھوڑ دوں حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں اور پوچھنا دلیل ہے تردُّد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں ملازمت کا تعلق ترک کرنا موجب تشویش اور پریشانی کا ہوگا اور جب وہ کیفیت انقطاع کی پیدا ہو جائیگی دوسرے تمکو روکیں گے اور تم رسے تڑا کر بھاگو گے۔ دیکھئے عدم رسوخ کی کیفیت کو حضرت نے خامی فرمایا یہی وہ چیز ہے جسکے پیدا کرنے کی طالب کے قلب میں شیخ سعی کرتا ہے اور یہی کیفیت وہ شے ہے کہ جب یہ غالب ہوتی ہے تو آدمی رسیاں اور بیڑیاں توڑا کر بھاگتا ہے صرف ایک ہی کی زنجیر میں اپنے کو جکڑا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے جسکی نسبت کہا گیا ہے ؎

گر دو صد زنجیر آری بگسلم غیر زلف آن نگار مقبلم

اور کہا گیا ہے ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند شکارش نجوید خلاص از کمند

اور یہ کیفیت بدون شیخ کامل کی صحبت کے حاصل ہونا مشکل ہے اسکے لئے ضرورت ہے کہ کسی کامل کی صحبت اختیار کرے اور اپنا کچا چٹھا اُسکے سامنے رکھدے اُسکی تعلیم کے مقابلہ میں اپنی تمام اغراض اور خواہشات کو فنا کردے۔ مردہ بدست زندہ کا مصداق بن جائے اسیکو مولانا رومی رحمۃ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردے کاملے پامال شو

جب انقیاد کا یہ حال ہو جائے گا اسوقت وہ کیفیت انشاء اللہ تعالیٰ قلب میں راسخ فرمادی جائے گی اور اُس کیفیت کے پیدا ہو جانے پر پھر یہ حال ہو جائیگا کہ بزبان حال یہ کہیگا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عوام کیلئے بجز اسکے اور کوئی راہ نہیں کہ وہ اُن علماء کا

اتباع کریں جنپر اُنکو صحیح ذریعے اعتماد ہو۔ باقی یہ جو آجکل لوگوں میں بات پیدا ہوگئی ہے کہ سیاح درویش اور علماء کے پیچھے پڑے رہتے ہیں یہ بڑی اصولی غلطی ہے۔ میں قصبہ مئو ضلع اعظم گدھ گیا تھا وہاں وعظ ہوا۔ میں نے منجملہ اور مضامین کے ایک بات یہ بھی بیان کی تھی کہ بمقابلہ سیاح علماء کے تمکو شہر کے علماء کی زیادہ قدر کرنا چاہئے۔ اُن سے آپ کے تعلقات بھی ہیں اُنکی پوری حالت بھی معلوم ہے۔ اس سے اُنکے حقوق آپ پر زیادہ ہیں گو خدمت سیاحوں کی بھی کر دیا کرو مگر تعلق واتباع کے اعتبار زیادہ حق مقامی علماء کا ہے یہ سب حدود ہیں جن کا اسوقت کسی طبقے میں نام و نشان نہیں رہا۔

۳۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غالی بدعتی ہمیشہ اہل حق کے درپے رہتے ہیں ان میں اکثر بد دین ہوتے ہیں جنمیں دیانت کا نام نہیں ہوتا جو جی میں آتا ہے بدون تحقیق کے جسپر چاہتے ہیں فتوی لگانا شروع کر دیتے ہیں اور کسی کے کلام میں تحریف کرنا تو اُن کا ایک بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ ہمارے بزرگوں کی عبارتوں کو کھینچ تان کر بُرے محل پر محمول کر کے ان کی طرف سے اُن پر اعتراضات کئے گئے بعید سے بعید احتمالات نکالکر کفر کے فتوے لگائے گئے کیا ٹھکانا ہے اس عناد کا۔ اور اُن حضرات کی یہ شان تھی کہ بعید سے بعید توجیہ اور تاویل کر کے ایک مسلمان کی کفر سے حفاظت کرتے تھے۔ فلاں خانصاحب نے ہمیشہ مجھپر فتوے دئے مگر میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جس سے اُن کے متعلق بدگمانی یا بدزبانی بھی مترشح ہو۔ ہاں تحقیق کے درجہ میں ضروری حقیقت کو ضرور واضح کر دیا۔ یہی حال غالی غیر مقلدین کا ہے۔ خصوص بدگمانی اور بدزبانی کا مرض ان میں خصوصیت سے ہے شیعوں کی طرح تبرا ان کا بھی شعار ہے۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا انکے یہاں بھی ذریعہ نجات ہے ایسی غیر مقلدی نیچریت کی پہلی سیڑھی ہے اللہ بچائے۔

۳۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ رامپور گیا وعظ ہوا۔ باوجودیکہ میں نے وعظ میں کوئی اختلافی مسئلہ بیان نہیں کیا مگر پھر بھی بعضوں کو شبہ ہوا کہ یہ ہمارے مسلک بدعت کا مخالف ہے اسکے امتحان کیلئے ایک صاحب میرے پاس آئے اور مجھسے سوال کیا کہ گیارہویں کے متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے کہا کہ آپ جو سوال کرتے ہیں استفادہ مقصود ہے یا امتحان

یا گیا کہا کہ استفادہ - میں نے کہا کہ آپکو میرا مبلغ علم معلوم نہیں دیانت معلوم نہیں تو یہ آپکو کیسے اطمینان ہوا کہ میں صحیح جواب دوں گا اور وہ قابل عمل ہوگا آپ علماء شہر سے پوچھے - کہا کہ اچھا یہی سمجھ لیجئے کہ استفادہ مقصود نہیں امتحان ہی مقصود ہے - میں نے کہا کہ میں مدرسہ دیوبند میں سالانہ ماہانہ امتحان دیچکا ہوں اب میں آپکو امتحان دینا نہیں چاہتا اور نہ آپکو امتحان لینے کا کوئی حق ہے بس اپنا سا منھ لیکر رہ گئے -

(ملفوظ ۳۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل بدعت حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصیت کی ساتھ خفا ہیں اور یوں تو اہل حق سے سب ہی خفا ہیں - ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ ایک جگہ مولانا شہید کی ایک کتاب جسکا اول در آخر کا حصہ نہ تھا پڑھی جا رہی تھی - چند بدعتی جمع تھے ایک بدعتی صاحب سنتے جا رہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ سبحان اللہ کیا مضامین ہیں - کیا تحقیق ہے علماء ایسے ہونے چاہئیں اب ایسے علماء کہاں ہیں جب پڑھنے سے فراغت ہوگئی تو اُن بدعتی صاحب نے پوچھا کہ یہ کس کی کتاب ہے پڑھنے والے نے کہا کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تو وہ بدعتی کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ - ان لوگوں کی حالت ہے گویا جان بوجھ کر قصداً اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں یہ ان لوگوں کا دین ہے یہ ایسی ہی بات ہوگئی کہ جیسے ایک بزرگ کی بیوی اُن سے غیر معتقد تھی ایک روز یہ بزرگ تصرف یا کرامت سے آسمان زمین کے درمیان اُڑے اور اپنے مکان کے اوپر کو گئے انکی بیوی گھر میں چند عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی آسمان کی طرف جو نظر پڑی تو دیکھا کہ ایک شخص آسمان پر پرواز کر رہا ہے سب عورتوں نے اور اُنکی بیوی نے بھی کہا کہ یہ شخص بہت ہی پہونچا ہوا ہے اپنے زمانہ کا کوئی قطب ابدال معلوم ہوتا ہے - پھر یہ بزرگ مکان پر آئے تو اُنکی بیوی نے کہا کہ آج ایک شخص آسمان کی طرف اُڑ رہے تھے بہت ہی بڑے کوئی بزرگ ہیں ان بیچاروں نے شکر ادا کیا کہ خیر چلو معتقد تو ہوئی اور خوشی میں بیوی سے کہا کہ وہ میں ہی تو تھا تو جواب میں کہتی ہے کہ اچھا تم تھے جب ہی ٹیڑھے اُڑ رہے تھے اب بتلائیے اس کا کیا علاج یہ ہی قصہ ان بدعتیوں کا ہوا کہ کتاب کے مضامین کو سنکر تو معتقد اور سبحان اللہ اور یہ کہ کیسے مضامین ہیں کیا تحقیق ہے علماء کو ایسا ہونا چاہئے اب ایسے علماء کہاں ہیں اور جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت شہید صاحب کے مضامین اور تحقیق ہے تو لاحول پڑھ دی -

(ملفوظ ۳۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعضے آدمی بڑے ذہین ہوتے ہین - ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں بڑے ذہین ہیں اُن سے ایک بدعتی نے کہا کہ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذکر ولادت کیوقت قیام سے منع کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے منع کرتے ہیں - انہون نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو ہم آپ کی تعظیم سے منع نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے تعظیمی سے منع کرتے ہیں کیونکہ جب حضور کا ذکر تو کھڑے ہو کر کرتے ہو اور اللہ کا ذکر بیٹھ کر تو ذکر اللہ کی بے تعظیمی ہوئی - البتہ اگر اللہ کے ذکر کے وقت بھی کھڑے ہو جایا کرو ہم پھر ذکر رسول کیوقت کھڑے ہونے سے بھی منع نکرینگے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا - خیر یہ تو مولوی صاحب تھے - ذہانت کی بات کہنا تعجب نہیں - ایک عامی شخص لوہار نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب سے پوچھا کہ سورہ فاتحہ اگر نماز میں نہ پڑھے تو نماز ہو گی یا نہیں کہا کہ نہیں ہو گی - دریافت کیا کہ جو نماز کو قصداً ترک کرے کہا کہ وہ کافر - کہا کہ جب فاتحہ نہ پڑھی تو قصداً نماز کو ترک کیا تو کافر ہو گیا اور آپ کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوا - کوئی جواب نہ بن پڑا -

۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عجیب مذاق ہو رہا ہے بعض لوگ چھپا ہوا پورا رسالہ بھیجدیتے ہیں کہ اسکا جواب لکھدو اب اگر لکھا جائے تو اتنی فرصت کہاں - اگر نہیں لکھتا ہوں تو کہیں گے کہ پھر یہ مُلّا اپنا فرض بھی ادا نہیں کرتے - اللہ تعالیٰ نے ایک جواب ذہن میں ڈالدیا - میں یہی لکھدیتا ہوں وہ یہ کہ اول یہ لکھو کہ تمکو بھی اس میں شبہات ہیں یا نہیں - اگر نہیں تو جواب لینے کی ضرورت نہیں اور اگر ہیں تو اُسکی صورت یہ ہے کہ تمکو جو شبہات ہیں اُنکو ایک ایک کر کے مجھسے پوچھو جواب ملیگا اسیطرح عمر بھر مجھسے خدمت لیتے رہو مگر اسپر کوئی آمادہ نہیں ہوتا - آنہ دو آنہ کے ٹکٹ لگا کر بیفکر ہونا چاہتے ہیں - ان لوگوں کے دماغ نہیں پر درست ہوتے ہیں - میں بحمد اللہ انکی نبضین خوب پہچانتا ہوں جہاں کچھ خود کرنا پڑتا ہی وہاں ان کی تری ختم ہو جاتی ہے دوسروں ہی کی گردن پر سوار ہونا آتا ہے یہ اللہ کا فضل ہی ہر ایک کام

بات کی ایک تدبیر ذہن میں پیدا فرمادی ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی۔ یہ اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے ورنہ یہ لوگ کہاں قبضہ میں آنیوالے ہیں۔ بڑے ہی چالاک ہیں لیکن یہاں چالاکی نہیں چلتی ایک ہی چھو میں سب جن بھوت بھاگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو بڑا ہی عقلمند اور بیدار مغز سمجھتے ہیں انکی بیدار مغزی اور عقلمندی یہاں پر جھڑ جاتی ہے۔

(ملفوظ ۵۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ یہ صاحب مولوی معلوم ہوتے ہیں لکھا ہے کہ میں نے یہاں پر درس شروع کیا ہے بدعتی لوگوں کی کثرت ہے مخالفت کرتے ہیں کوئی ایسا عمل یا تعویذ دیدیجئے کہ جس سے یہ کہنے کے مطابق کام کرنے لگیں۔ تعویذوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں میں نے لکھدیا کہ ایسے تعویذ گنڈے عاملوں کے پاس ہوتے ہیں۔ میں عامل نہیں ہوں۔ ہاں البتہ دعا کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجھکو تو تعویذ گنڈوں سے طبعی انقباض ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ جو کوئی آیا کرے اللہ کا نام لکھکر دیدیا کرو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو کچھ جانتا ہی نہیں۔ فرمایا کہ جو جی میں آیا کرے وہی لکھدیا کرو۔ اکثر ایسا ہی کرتا ہوں قرآن کی کوئی آیت یا کوئی حدیث جو جی میں آتا ہے لکھدیتا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی عامل نہ تھے۔ مگر آپ کا اثر جنوں پر بھی تھا۔ ایک جگہ اللہ بخش گنگوہی کا اثر تھا۔ وہاں گھروالا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لیگیا۔ اللہ بخش نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپنے کیوں تکلیف فرمائی آپ اگر صرف کہلا کر بھجدیتے تو میں عدول حکمی نہ کرتا۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ سہارنپور کا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے ایک مکان میں ٹھیرادیا اُس میں جن کا بہت قوی اثر تھا حضرت کے ہمراہ حافظ محمد ضامن صاحب بھی تھے وہ جن اخیر شب میں حضرت رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور اعتقاد کا اظہار کیا اور اُسی سے معلوم ہوا کہ اس جن کے خوف سے وہ مکان چھوڑدیا گیا حضرت نے اُسکو نصیحت فرمائی اور اُسنے توبہ کی پھر حضرت نے حافظ صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا اُس نے کہا کہ آپ کے تو اخلاق سے جرأت ہوئی مگر حافظ ضامن صاحب کی جلال، ہیبت سے اُن سے ملنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ سو ایسی برکات کے واقعات تو اپنے بزرگوں کے بہت ...... ہیں۔ مگر عملیات وغیرہ سے کسی جن یا انسان کو مغلوب نہ فرماتے تھے یعنی عملیات کا شغل

نہ تھا۔ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسا عمل بھی ہے جس سے جن مسخر ہو جائے فرمایا۔ ہے۔ مگر ایک بات پوچھتا ہوں کہ تم بندہ بننے کو پیدا ہوئے ہو یا خدا بننے کو۔ خدا معلوم کس دل سے یہ الفاظ حضرت نے فرمائے تھے سالہا سال کا شوق ایک منٹ میں ختم ہو گیا بلکہ خود اس فن سے درجہ انقباض کا قلب میں پیدا ہو گیا۔ اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو انکی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے خاک کو کندن بنا دیتی ہے افسوس صحبت کے برکات لوگوں کو معلوم نہیں اسی صحبت کے متعلق ارشاد ہے ؎

یک زمانے صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صحبت نیکان اگر یک ساعت است بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

اسی سے آجکل لوگوں کو وحشت ہے حالانکہ بدون صحبت کے فضول اور عبث سے نجات ملنا صرف دشوار ہی نہیں بلکہ عادۃً محال ہے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مولانا عامل ہیں۔ مولانا کا کشف بڑھا ہوا تھا فرمایا کہ نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم عامل ہیں ارے کچھ خبر بھی ہے کہ عملیات سے نسبت باطنہ سلب ہو جاتی ہے یہ مسئلہ مولانا کے ارشاد سے معلوم ہوا۔ سبحان اللہ یہ حضرات کیسے حکیم تھے +

ملفوظ[۱۲۰]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نقشبندیوں میں اکثر توجہ دینے کا معمول ہے مگر ان ہی حضرات میں سے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا ارشاد ہے کہ عارف را ہمت نباشد۔ ہمت اصطلاح میں توجہ کو کہتے ہیں۔ مقامات یعنی اعمال باطنہ میں اور ان عرفی عملیات توجہ وغیرہ میں منافات سمجھتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ بزرگوں کے حالات بھی عجیب و غریب ہیں۔ میں تو ان حضرات کو عشاق کہا کرتا ہوں ان کے ہر قول و فعل سے عشق ہی مترشح ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب جس روز شہید ہوئے ہیں اُس روز صبح ہی سے بار بار یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

دیکھئے اس سے بھی اُس طرف کا عشق اور اُس کا کیسا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔

ملفوظ[۱۲۱]) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ پندرہ ہزار کا قرضدار ہوں بہت مرتبہ جی چاہا

کہ حضرت کو لکھوں مگر محض اس خیال سے کہ دنیاوی معاملہ میں کیا حضرت کو تکلیف دوں نہیں لکھا آج ہمت کر کے لکھ ہی رہا ہوں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ تمنے سخت غلطی کی دعاء کے متعلق تمکو معلوم نہیں وہ اگر دنیا کیلئے بھی کیجائے تب بھی دین اور عبادت ہی ہے ایک شخص یہاں پر آئے قرضدار تھے مجھسے دعاء کیلئے کہا۔ میں نے کہا کہ میں بھی دعاء کرتا ہوں تم بھی دعاء کرو کہنے لگے کہ اجی ہماری دعاء ہی کیا میں نے کہا کہ اس طرح تو نماز روزہ بھی چھوڑ دے کہ ہماری نماز ہی کیا۔ ہمارا روزہ ہی کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سب اعمال میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت تو یہ ہے کہ اسکو اپنا کمال سمجھے اس حیثیت سے تو وہ قابل نظر نہیں اسی درجہ میں ارشاد ہوا ہے ولئن شئنا لنذ ھبن بالذی اوحینا الیك الآیہ جب حضور کو ایسا حکم فرمایا گیا ہے تو اور تو کسکی مجال ہے کہ وہ دعوی کرے اور ایک حیثیت ہے کہ یہ حق تعالی کا عطیہ ہے جو باوجود ہماری عدم اہلیت کے ہمکو عطاء ہوا ہے اس حیثیت سے وہ قابل نظر اور قابل قدر ہے۔ غرض حق تعالی کی نعمت کی تحقیر نہ کرے اور اس سے اپنی اہلیت کا گمان ہے کیونکہ انکی نعمت باوجود عدم استحقاق کے بھی عطاء ہوتی ہے اس باب میں شیطان کو بڑی معرفت تھی کہ جوتیاں سر پر پڑ رہی ہیں جسمیں استحقاق نعمت کا وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا اور اس حالت کو مانع عطاء نہیں سمجھتا اور اسلئے مانگ رہا ہے اور مانگ بھی رہا ہے وہ جو آجتک کسی نے نہیں مانگا۔ یعنی رب انظرنی الی یوم یبعثون

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری بدنامی کا راز یہ ہے کہ میں کسی کا تابع بننا نہیں چاہتا لوگ تابع بنانا چاہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ نہ تم میرے تابع بنو اور نہ میں تمہارا تابع بنوں اصول صحیحہ کے تم بھی تابع رہو اور میں بھی۔ بس یہ راز ہے میری بدنامی کا کہ مجھسے کسی کا تابع نہیں بنا جاتا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے جسمیں اپنی حالت لکھی ہے کہ ہر معصیت کر نیکو جی چاہتا ہے اور یہ بھی ارادہ کر لیتا ہوں کہ اب گناہ نہ کروں گا لیکن پھر ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنے کو گنہگار سمجھتا ہوں۔ میں نے لکھدیا کہ جہاں سارے گناہ کرتے ہو اور رغبت سے کرتے ہو وہاں ایک گناہ بے رغبتی سے بھی کر سکتے ہو وہ یہ کہ چند روز کسی گنہگار کے پاس رہو (مراد مصلح ہے اور چونکہ مقصود اپنے پاس رہنے کا مشورہ دینا ہے اسلئے گنہگار سے تعبیر کیا) مگر شرط یہ ہے کہ تم اسکو گنہگار نہ سمجھنا۔ پھر فرمایا کہ ابھی ان کا قلب مردہ نہیں ہوا انشاء اللہ تعالی بہت جلد اس مرض سے نجات ہو جائیگی

اگر توجہ کی۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔

۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۷۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عامل بالحدیث لکھنؤ سے آئے تھے کئی روز قیام کرکے آج چلے گئے۔ بڑے جوشیلے آدمی ہیں۔ بیعت ہونیکے لئے کہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اسکی ضرورت نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں فلاں غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہوچکا ہوں۔ میں نے کہا کہ ابتو اور بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اگر اُنکو معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ وہ برا مانیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ بعض مشائخ کو تو اسکی پروا نہیں ہوتی اور بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں اُن پر اثر ہوتا ہے جیسے اُستاد شاگرد کے تعلق میں بعینہ یہی تقسیم ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ میری طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے سلسلہ کا آدمی اگر کسی دوسرے سلسلہ میں چلا جائے تو کبھی پروا نہیں ہوتی اگر چلا ہی گیا تو لے کیا گیا۔ ہاں دے گیا وہ کیا دے گیا یعنی راحت مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُنکو اس سے کدورت ہوجاتی ہے اور کدورت سے نفرت اور نفرت سے عداوت تک کی نوبت آجاتی ہے اور یہ کھلا نقص ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک شیخ کے ہوتے ہوئے بشرطیکہ متبع سنت ہو تم نہ مُردوں سے ملو نہ زندوں سے اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑجاتا ہے بس یہ مذہب رکھو ؎

دل آرامیکہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

کہنے لگے کہ میں نے بعض لوگوں سے مشورہ لیا اُنہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں یہ بیعت سلوک ہوگی اور پہلی بیعت توبہ۔ میں نے کہا کہ اُنہوں نے بیعت میں کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب وسنت کا اتباع اور امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ بس یہی یہاں ہے اور یہی اصل سلوک ہے تو دونوں ایک ہی چیز ہوئیں

(ملفوظ ۷۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی کی تصانیف دیکھنے کے بعد جیسی لیا ہوتا ہے جب تک آدمی اُسکو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لے اور اُسکی ہر حالت نہ دیکھ لے بدون اسکے معتقد ہونیکا کچھ اعتبار نہیں اس ہی لئے میں بیعت میں تعجیل کو منع کیا کرتا ہوں اور میں طالبین پر بدگمانی نہیں

کرتا وہ دعوی اعتقاد میں سچے سہی مگر میں بھی تو انکو دیکھ لوں یہ تو تعلق طرفین کا ہے اسمیں دونون جانب سے احتیاط ضروری ہے باقی تصانیف میں یا وعظ میں کوئی گالیاں تھوڑا ہی بھر دیتا ہی اچھی ہی باتیں لکھتا یا بیان کیا کرتا ہے اسلئے میں وعظ سنکر یا تصانیف دیکھکر معتقد ہونیوالیکا اعتبار نہیں کیا کرتا اسکو چاہئے کہ اپنی آنکھوں سے پاس رہکر سب حالت دیکھے اسپر بھی اگر اعتقاد باقی رہے وہ قابل اعتبار ہے ورنہ قابل اعتبار نہیں۔

(**ملفوظ**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلان غیر مقلد عالم نے فیض قبور کا بڑے زور شور سے رد لکھا ہے حالانکہ مسئلہ ظنّی ہے اُس میں ایسے جزم سے حکم نہ کرنا چاہئے بیچارے سمجھے ہی نہیں۔ جماعت حقہ کے خلاف یا اُن کا غلو کیسا تھ رد وہی کرے گا جو حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ہمارے بزرگوں کی جماعت حقہ پر حق تعالی کا فضل ہے کہ اُنپر حقیقت کو واضح کر دیا گیا۔ پھر ایک غیر مقلد عالم کا ذکر فرمایا کہ ایسے رہتے تھے بیچارے گمنام۔ یہاں رہتے ہوئے کسی بات میں دخل نہیں دیا۔ اگر ایسے غیر مقلد ہوں تو کوئی شکایت نہیں ہمیں کسی سے عداوت نہیں بغض نہیں۔ ایک غیر مقلد عالم یہانپر آئے تھے۔ تھے بیچارے سلیم الطبع۔ میں نے ایک سلسلہ گفتگو میں اُن سے کہا کہ صاحب سب مدار اعتماد پر ہے آپ حضرات کو ابن تیمیہ کے ساتھ حُسن ظن ہے اُنپر اعتماد ہی یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن و حدیث سے کہتے ہیں گو فتوے کی ساتھ اسکے دلائل کا ذکر نکرین چنانچہ میرے پاس اُنکی بعض تصانیف ہیں دھڑا دھڑ لکھتے چلے جاتے ہیں نہ کہیں آیت کا پتہ نہ حدیث کا مگر پھر بھی آپکو اعتماد ہے۔ بس اسی طرح ہم ائمہ مجتہدین پر حُسن ظن اور اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ بھی کتاب و سنت کے خلاف نہ کہیں گے اگرچہ اُن کے کلام میں مذکور نہ ہو۔ غرض ہم بھی اعتماد پر ہیں اپ تم بھی اعتماد پر ہو۔ یہانتک تو ایک ہی بات ہے اب آگے فرق صرف یہ رہگیا کہ ایک طرف ابوحنیفہ ہیں اور ایک طرف ابن تیمیہ ترجیح کا فیصلہ خود کرلو

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض غیر مقلدین بیباک ہوتے ہیں۔ میں ان کے متعلق اپنی حالت کہتا ہون کہ جو شخص تقلید مجتہدین کو حرام کہتا ہے میں اپنے قلب میں اُس سے نفرت پاتا ہون اور اگر جواز کا قائل ہو گو واجب نہ سمجھے اُس سے نفرت نہیں پاتا اور نہ اُس سے قلب میں بُعد ہوتا ہے اور بعض تو اس مسئلہ میں بڑے ہی سخت ہیں اس تقلید کو

اس تقلید کو شرک کہتے ہیں بڑی دلیری کی بات ہے۔

(ملفوظ ۹۹) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر اپنی حالت کچھ سمجھ میں نہ آوے تو شیخ کو یہی لکھدینا چاہئے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس سے بھی بڑا نفع ہوتا ہے۔ غرض حالات کی اطلاع ہر حال میں ضروری ہے اور اُسکی ساتھ ہی بڑی چیز یہ ہے کہ مناسبت ہو اُنس ہو یہ بڑی دولت ہے اسکی لوگ قدر نہیں کرتے اکثر بڑے بڑے مجاہدوں سے وہ کام نہیں ہوتا جو اس سے بنجاتا ہے ایسے شخص کے کام بنانیکو خود شیخ کا جی چاہتا ہے مگر بجائے اس انقیاد کے اکثر لوگ اپنی ہی گاتے پھرتے ہیں حقیقت کی خبر خاک بھی نہیں۔

(ملفوظ ۱۰۰) فرمایا کہ ایک نواب صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ کسی نے میری طرف سے یہ کہا ہے کہ میں حضرت کی شان میں گستاخی کرتا ہوں استغفراللہ یہ مجھپر محض تہمت ہے۔ ہمارا تمام خاندان ہمیشہ سے اس سلسلہ کا معتقد رہا اور رہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ مجھسے کسی نے نہیں کہا اور نہ آپکی شکایت کی۔ البتہ میں آپ کی شکایت کیا کرتا ہوں کہ آپکی صحبت اچھی نہیں لہذا اب کہتا ہوں کہ آپ اس طرف توجہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں پھر فرمایا کہ اگر وہ مجھکو یہ نہ لکھتے تو میں خود اُنکو یہ نہ لکھتا اس میں بڑی حکمت اور مصلحت ہوئی اب انشاءاللہ تعالیٰ اُنپر اثر ہوگا۔

۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ملانوں کے حقیر اور ذلیل سمجھنے کا مرض عام ہوگیا ہے ایک صاحب کا خط آیا تھا انگریزی میں باوجود اسکے وہ جانتے تھے کہ یہ انگریزی نہیں جانتا اس کا منشا وہی تحقیر ورنہ کیا اتنی رعایت بھی ضروری نہ سمجھتے۔ میں نے عربی میں جواب لکھا اُن کو بھی معلوم ہو کہ ہماری بھی رعایت نہیں کیگئی پھر خط آیا کہ گستاخی ہوئی کہ میں نے انگریزی میں عریضہ لکھکر روانہ کیا۔ دماغ سید ھا ہوگیا۔ یہ لوگ ملانوں کو حقیر ذلیل دنی کم حوصلہ پست خیال۔ تاریک دماغ سمجھتے ہیں مگر یہاں سب کی روشن دماغی کا پتہ چل جاتا ہے

ایسے بددماغ لوگوں کیلئے جی چاہتا ہے کہ ان کے دماغوں کی اصلاح کی جائے تاکہ ان خردماغوں کو پتہ چلے کہ مُلّانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ اور یہ مرض ملّانوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کا اس قدر عام ہوا ہے کہ نہایت کم حیثیت کے لوگ بھی تو آکر بیحد بیفکری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ مثلاً آکر کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو بس اب یہ نہیں کہتے کہ کس چیز کا تعویذ۔ سمجھتے ہیں کہ آگے پوچھنا ان کا کام ہے۔ پھر ملانوں کے نرم برتاؤ دیکھ دیکھکر لوگ یہ سمجھ گئے کہ یہ لوگ بیحس ہوتے ہیں مگر میں ان سے پوچھا کرتا ہوں کہ کیا بازار میں جاکر دکاندار سے بھی اسطرح کہتے ہو کہ لالہ جی سودا دیدو اور سودے کا نام نہ لیا جاوے تو کیا یہ بات پوری ہوگی یا ادھوری کہتے ہیں کہ ادھوری تو میں پوچھتا ہوں کہ یہاں کیوں ادھوری بات کہی تب آنکھیں کھلتی ہیں۔

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیخین کی روایت ہو کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لعنت ہو ایسی عورتوں پر جو بال نوچتی ہیں اور بدن گودتی ہیں اور دانتوں کے درمیان ریخ کھولتی ہیں (یہ سب زینت کیلئے کرتی تھیں) ایک عورت نے کہا کہ تم ایسی عورتوں پر لعنت کرتے ہو۔ اُنھوں نے فرمایا ایسوں پر کیوں نہ لعنت کروں جنپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو اور قرآن میں بھی اُسپر لعنت آئی ہو۔ اُس عورت نے کہا میں نے تمام قرآن پڑھا اُس میں تو اُنپر لعنت نہیں آئی۔ فرمایا کہ تمنے قرآن کو پڑھا ہی نہیں ورنہ قرآن میں موجود ہے کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ الخ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ جس بات کا رسول تمکو حکم دیں اُسکو کرو اور جس چیز سے منع فرمادیں اُس سے باز رہو۔ کہا ہاں پڑھی ہے فرمایا بس حضور نے اس سے منع فرمایا ہے مطلب یہ کہ یہ حدیث قرآن کے متن کی شرح ہو گئی اور حدیث میں ایسے کرنیوالے پر لعنت آئی ہے۔ پس ان چیزوں کا موجب لعنت ہونا اس طرح قرآن میں بھی مذکور ہے۔ پھر فرمایا کہ صاحب جن چیزوں کو قرآن و حدیث میں صراحۃً منع کیا ہے اُنکو ہی لوگوں نے کونسا چھوڑ دیا۔ اُسی میں صدہا شبہات نکال دیتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا ایک جنٹلمین بھی اُسی درجہ میں سفر کر رہے تھے جن کے پاس ایک کُتا بھی تھا۔ کہنے لگے معلوم نہیں کہ شرع نے اسکے پالنے کو کیوں منع کیا ہے حالانکہ اسکے اندر فلاں فلاں خوبیاں ہیں۔ میں نے کہا کہ اسکے دو جواب ہیں۔ ایک جواب خاص اور ایک جواب عام

آپ کونسا جواب چاہتے ہیں کہا کہ دونوں فرما دیجئے۔ میں نے کہا کہ جواب عام تو یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے پالنے سے منع فرمایا ہے مگر اس جواب عام سے اُن کی کہاں تسلی ہو سکتی تھی کہا کہ جواب خاص کیا ہے۔ میں نے کہا کہ جواب خاص یہ ہے کہ اس میں ساری خوبیاں ہیں لیکن اس میں ایک کمی اتنی ہے کہ ساری خوبیوں پر پانی پھر گیا وہ کمی یہ ہے کہ اسمیں قومی ہمدردی نہیں آپنے دیکھا ہوگا کہ ایک کُتے کا دوسرے کتے کو دیکھکر کیا حال ہوتا ہے۔ بس پھر کیا تھا بیحد محظوظ ہوئے اور کہا کہ بس آج حقیقت معلوم ہوئی عجیب فہم کے آدمی تھے حقیقت کو تو معمولی بات سمجھا اور محض نکتہ کو حقیقت سمجھا۔ میں ایک بار بریلی گیا تھا وہاں ایک تحصیلدار ملے اُنہوں نے بیان کیا کہ میں علیگڈھ کالج میں گیا تھا وہاں کے طالبعلموں میں اس جواب کا بڑا چرچا تھا اور نہایت پسند کیا جارہا تھا حالانکہ اس جواب کا درجہ ایک شاعرانہ نکتہ سے زیادہ نہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کا فہم اور عقل۔

(**ملفوظ** ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ سب کچھ تھے مگر اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے اس ہی لئے آجکل کے اکثر علماء اور مشائخ نظروں میں نہیں سماتے نہ پسند آتے ہیں اُن حضرات میں ایک عجیب شان تھی جو بیان میں بھی نہیں آتی اور کسی کے دریافت کرنے پر بھی بتلائی نہیں جا سکتی بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی ‌ ‌ ‌ نیک بیں باشی اگر اہل دلی

مرد حقّانی کے پیشانی کا نور ‌ ‌ ‌ کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

وہاں خاص لباس تھا نہ خدم نہ حشم نہ عمامہ نہ چوغہ نہ ٹپکا نہ اُگالدان نہ پاندان نہ خاصدان لیکن صورت دیکھکر بیساختہ یہ کہنا پڑتا تھا ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ‌ ‌ ‌ دلبر ماست کہ باحُسن خداداد آمد

اسکے مقابلہ میں ایک دوسری شان کے بزرگ کا واقعہ یاد آیا ایک مولوی صاحب کسی امیر کے یہاں مہمان تھے وہ خود واقعہ بیان کرتے تھے کہ مجھکو شب کو پاخانہ جانیکی ضرورت ہوئی جب فارغ ہوکر پاخانہ سے نکلے سنتری نے ٹوکا کون۔ وجہ ٹوکنے کی یہ تھی کہ جس پاخانہ میں مولوی صاحب گئے تھے وہ خاص تھا ملازموں کو اس میں جانے کی اجازت نہ تھی اُسکو شبہ ہوا کہ شاید

کوئی ملازم غلطی سے چلا گیا اسلئے ٹوکا۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ اگر میں دیوبندیوں کی طرح اسوقت یہ کہتا کہ میں ہوں حقیر فقیر پُرتقصیر تو پٹتا کہ حقیر فقیر یہاں کیوں بکنے آیا تو وہ مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں نے للکار کر کہا ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے اور تو کیا بکتا ہے اور دیکھ تجھکو صبح کو درست کرایا جائیگا۔ بس پھر کیا تھا لگا ہاتھ جوڑنے۔ غرض نہ تو اضع اسقدر ہو کہ ایسے موقع پر حقیر پُرتقصیر کہے اور نہ اس قدر ترفع کی ضرورت کہ ہم ہیں مولانا صاحب دہلی والے۔ بس یہ کہدے کہ بھائی میرا فلاں نام ہے اور مہمان ہوں سو یہ جامعیت اپنے ہی بزرگوں میں دیکھی۔

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کی اس غلطی پر کہ خلاف قاعدہ ایک پرچہ لیکر دینے لگے (جیسا آگے معلوم ہوگا) مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ نامعقول دور ہو خبردار جو کبھی یہاں آیا یا کبھی کوئی خط بھیجا میں ایسے بدفہم آدمی سے تعلق ہی رکھنا نہیں چاہتا باوجود اصول اور قواعد کے معلوم ہونیکے پھر یہ حرکت کہ لیٹر بکس لگا ہوا ہے حالات کے پرچہ اُس میں پڑتے ہیں اور خود بھی کئی مرتبہ اُس میں پرچہ ڈال چکا ہے مگر صبح میری چھاتی پر پرچہ لیکر آچڑھا۔ دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ قواعد کی ضرورت ہی نہیں اسلئے میں نے اس عمل سے اسکو ضرورت قواعد کی بتلائی ہے اسکو یہ تو معلوم ہو کہ ستانے پر یہ ہوا کرتا ہے ایسے ایسے کوڑمغز بدفہم بدعقل یہاں پر آکر مرتے ہیں جنکو ذرا احساس نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسریکو اذیت تو نہ پہونچے گی اب کان اور آنکھیں کھل گئیں اب ایسی حرکت نہ کریگا۔ اسپر مجھکو لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ نرمی کرو۔ کیا یہ بدفہم نرمی کے اہل ہیں۔ عرض کیا کہ مجھسے حضرت کو سخت تکلیف پہونچی للہ معاف فرمائے۔ فرمایا کہ اتنا ستانے کے بعد اقرار کیا اب کیسے زبان کھلی جبسے تو قفل لگا ہوا تھا پہلے تو قواعد کی ضرورت کا انکار تھا اب کیسے سب باتیں سمجھ میں آگئیں۔ پھر فرمایا اسوقت یہاں سے اُٹھ جاؤ دیکھکر تغیر ہوتا ہے اور اب وطن واپس جاکر خط و کتابت کرنا وہاں سے حالات لکھنا یہاں رہتے ہوئے مکاتبت مخاطبت سب بند چلو رخصت

(ملفوظ ۵۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہاء کا اگر کوئی بھی کمال نہ معلوم ہو تو اُنکے استنباطات ہی اُنکے کمال کی کافی دلیل ہیں۔ کیا ٹھکانا ہے اُن حضرات کی نظر کے دقیق ہونیکا۔ آجکل تو دعوے ہی دعوے ہیں کمالات اُن کے تھے۔

(ملفوظ ۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مالی انتظام کیلئے تھوڑے سے بخل کی ضرورت ہے

بدون بخل کے انتظام غیر ممکن ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جسقدر منتظم ہیں کیا سب بخیل ہیں واقعی بخیل ہیں گو وہ بخل شرعی نہیں مگر بخل لغوی ضرور ہے مولانا خوب فرماتے ہیں ؎

اے بسا امساک کز انفاق بہ مال حق را جز بامر حق مدہ

(ملفوظ ۸۵) فرمایا کہ ایک طالب علم کا خط آیا ہی لکھا ہے کہ علم کی محبت بڑھانیکے لئے کوئی تعویذ یا دوا تحریر فرمادیں۔ میں نے صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اس عقل پر۔ پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ذہن میں دُعا ہو گی لیکن دوا لکھا گیا مگر میں نے تو دوا ہی کی بناء پر جواب لکھا ہے۔

(ملفوظ ۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مال حرام کی بڑی ہی نحوست ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ عمارت میں حرام مال مت لگاؤ یہی وجہ ہے کہ آجکل کی عمارتیں جلدی منہدم ہو جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کے مال حلال تھے اُن کی عمارتیں اب تک بجنسہ موجود ہیں۔

(ملفوظ ۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل اسکی سخت ضرورت ہے کہ شیخ کامل کو تلاش کرے بدون شیخ کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔ ہزاروں دشوار گذار گھاٹیاں اس راہ میں ہیں اور شیخ کامل سے مراد ولی اور بزرگ نہیں ماہر فن مراد ہے جو اس راہ کا واقف کار ہو ورنہ بہت سی غلطیوں کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ غلطی کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کبھی تکبر بشکل تواضع ہوتا ہے۔ اسیطرح کبھی ریا بشکل اخلاص ہوتی ہے۔ سو ان چیزوں میں فرق کرنے اور پہچاننے کیلئے شیخ کامل کی ضرورت ہے اور ان سب میں زیادہ باریک اور نازک چیز اخلاص ہے۔ بزرگوں نے تصریح کی ہے کہ بعض اوقات اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کہیں اخلاص میں تو کمی نہیں ہو گئی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ جب پتہ نہیں چلتا تو ہم اسکے مکلف بھی نہیں ہوں گے۔ جواب یہ ہے کہ مُراد یہ ہے کہ بدون تدقیق نظر کے پتہ نہیں چلتا اور بعد تدقیق پتہ چل جاتا ہے اور تدقیق فعل اختیاری ہے۔ ایک تابعی بزرگ کی حکایت ہے کہ دوسرے تابعی بزرگ کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں نیت درست کر رہا تھا۔ اتنے میں نماز سے فراغت ہو گئی۔ نیت درست کرنے کی تفصیل ایک مثال سے معلوم ہو گی۔ مثلاً یہاں جنازے آتے ہیں بعض کی نماز میں خود پڑھاتا ہوں اور بعض کیلئے دوسروں کو کہدیتا ہوں سوچنے کی بات ہے

کہ اس تفاوت کی بناء کیا ہے وہ ایک وجدانی اور ذوقی بات ہے وہ یہ کہ جنازہ کی نماز میت کے حقوق اسلام میں سے ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ سب مسلمانوں کے جنازہ کی ساتھ یکساں معاملہ ہو مگر پھر فرق ہونا کیا وجہ۔ پس وہی اخلاص اور عدم اخلاص کا مسئلہ ہے۔ جہاں بجز حق اسلام کے اور کوئی بھی داعی ہو جیسے قرابت دوستی وجاہت وہاں تو خود پڑھاتا ہوں ورنہ بعض اوقات دوسروں سے کہہ دیتا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف حق اسلام ہی سبب نہیں بس یہی کمی ہے اخلاص کی۔ پس اس معیار سے پہچاننا بوجہ عادت نہ ہونے کے مشکل ہے۔ چنانچہ آجکل لوگ ان چیزوں سے واقف تک بھی نہیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی سب کچھ بن سکتا ہے۔ بزرگ قطب غوث ابدال۔ لیکن انسانیت کا پیدا ہونا اور انسان بننا مشکل ہے اور جب تک یہ نہیں اہل نظر کی نظر میں کچھ بھی نہیں۔ ایک بار عبداللہ ابن مبارک مسجد سے باہر آئے تو نمازیوں کا مجمع نماز پڑھکر جا رہا تھا آپ نے دیکھکر فرمایا کہ بحمد اللہ یہ سب جنت کی بھرتی ہیں مگر آدمی اس مجمع میں دو تین ہی ہوں گے۔ بس یہی آدمیت وہ چیز ہے جسکی بدولت میں بدنام ہوں۔ میں نہ بزرگی تقسیم کرتا ہوں نہ کرامت نہ قطبیت نہ غوثیت اگر کسیکو انکی ضرورت ہو تو کہیں اور جاؤ میں تو صرف انسان بناتا ہوں اگر انسان بننا ہو یہاں آؤ۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ ایک روز خواب میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں فرمایا کہ صاحب نسبت تو ہو لیکن اصلاح کراؤ اور وہ بھی اپنے ماموں سے (میں مراد ہوں) تب مولوی ظفر احمد نے اس طرف رجوع کیا تو آخر باوجود صاحب نسبت ہونیکے جو پھر اصلاح کی طرف توجہ دلائی وہ اصلاح کیا ہے مراد اس سے وہی انسانیت ہے مگر لوگ اسکو بھلا کر اپنی ہی بگھارتے پھرتے ہیں۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب تک آدمی فکر سے کام نہیں لیتا اکثر غلطیوں کا شکار بنا رہتا ہے۔ فکر سے کام لینے میں غلطیوں کا بہت کم صدور ہوتا ہے مگر فکر میں بھی غلو نہ ہو ایسے فکر سے بھی اللہ بچائے۔ ایک حافظ صاحب تھے اُن میں بیفکری کا مرض زیادہ تھا اُن سے میں نے کہا کہ سوچ کر کام کیا کرو اور سوچ کر بات کہا کرو۔ لیکن جب گھر کی ہی عقل نہو تو کوئی دوسرا ساتھ

ساتھ تھوڑا ہی پھریگا آپنے اول بسم اللہ فکر اور سوچ کی ریل سے شروع کی۔ یہاں سے روانگی ہوئی
بیوی بچے ساتھ۔ جب انکو ریل میں سوار کر چکے چنوں کو جی چاہا ریل سے اُتر کر چنے خریدنے کا ارادہ
کیا۔ اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ منشا اس خریدنے کا حظ نفس تو نہیں خریدوں یا نہ خریدوں اسی
میں ریل نے سیٹی چلنے کی دیدی لیکن ان کا مراقبہ ختم نہوا تھا حتی کہ ریل چلدی اب یہ اسٹیشن پر
اور بیوی بچے ریل میں سخت پریشان مجھکو یہ قصہ معلوم ہوا میں نے کہا کہ عقلمند یہ مراقبہ اسطرح کرنا چاہئے تھا
کہ چنے خرید کر اور ریل میں بیٹھکر سوچتے کہ داعی اسکی ضرورت ہی یا محض حظ نفس سبب ہے اگر ضرورت
نہ سمجھتے تو کسی کو دیدیتے یا بیوی بچوں کو ہی دیدیتے سو اس طرح کی فکر غلو ہے۔ اسی طرح ہر فکر
میں اعتدال چاہئے مثلاً بعضے لوگ اخلاص کی فکر میں اتنا غلو کرتے ہیں کہ اصل عمل ہی رہ جاتا ہے اسی اصل
پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر ریا سے بھی کوئی عمل کرتا ہو تو اُسکو کرتا رہے
ترک نہ کرے اول اول ریا ہوگی پھر عادت ہو جائیگی اور عادت سے عبادت ہو جائیگی کیسی حکیمانہ
تحقیق ہے۔ مایوسی کا کہیں نام ونشان نہیں۔ سو بعض اوقات شیطان ریا کا اندیشہ دلا کر ساری
عمر کیلئے عمل سے روکدیتا ہے جو بڑا خسارہ ہے بس عمل کر لو چھوڑو مت۔ تو اخلاص کے فکر میں بھی
اتنا غلو نہ چاہئے۔ کام میں لگے رہو اگر کوتاہی مظنون یا محتمل ہو استغفار سے اُس کا تدارک کر لو
غرضکہ کام میں لگو۔

(**ملفوظ** ۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر ضروری چیز کا قلب میں جواب کہدیا ہے
میں اس نعمت پر حق تعالیٰ کا بڑا شکر گذار ہوں اُنکی عطا ہے رحمت ہی نعمت ہے۔ یہاں ایک غیر مقلد
آئے تھے۔ سماع موتی اور فیوض اہل قبور کے مسئلہ پر میری تقریر سنکر بہت خوش ہوئے اور
بیعت کی درخواست کی میں نے کہا کہ تعجیل سے کام نہ لیجئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں کہا کہ میں ایک غیر مقلد
عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر اب تو اور بھی ضرورت نہیں دوسری جگہ بیعت ہونیکی
کہا کہ کیا یہ مسئلہ حدیث میں ہے کہ ایک جگہ بیعت ہو کر دوسری جگہ بیعت نہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا
کہ ہاں حدیث میں ہے۔ عالم آدمی تھے بڑے چونکنے ہوئے کہ حدیث میں کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ
حدیث شریف میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ یعنی من اینداءہ المسلمین
ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔ دوسرا مقدمہ مشاہدہ ہے کہ بعض شیوخ کو اس سے تکدر اور اذیت ہوتی ہے

دوسرے حب فی اللہ مامور بہ ہے اور اس تکدر سے حب فی اللہ میں کمی ہو جاتی ہے۔ نیز تجربہ سے بھی یہ مضر ہے اسلئے کہ کبھی اس تکدر کی وجہ سے باہم عداوت ہو جاتی ہے تو یہ بواسطہ مفضی ہو جائیگا ضرر کا اور خود اسکی بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے آنکھیں کھل گئیں کہ لے اللہ یہاں تو ہر بات حدیث سے ثابت ہے۔ اور اسپر عمل ہے۔ کہنے لگے ہمارے جماعت کے لوگ تو حدیث حدیث کرتے پھرتے ہیں مگر سمجھتے خاک بھی نہیں۔ اسپر بڑا ناز ہے کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور کہنے لگے کہ ہماری جماعت بھول میں ہے یہاں پر تو بالکلیہ حدیث ہی پر عمل ہے۔

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے صانع حقیقی پر نظر ہونے میں میری یہ حالت ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسے بچہ کے ہاتھ میں قلم دیکر اور باپ اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کریما کی ایک سطر لکھے تو یہ بچہ خوش ہے کہ میں نے لکھا حالانکہ باپ کی شفقت ہے کہ اپنے فعل کی نسبت اسکے خوش ہونیکے لئے اُسکی طرف کر رکھی ہے۔ میں کیا عرض کروں واللہ اپنا ایمان بھی پورا اختیاری نہیں معلوم ہوتا اسلئے اپنے ایمان پر بھی اعتماد نہیں اور عمل گو اختیار میں ہے مگر اختیار تو اختیار میں نہیں وہ کسی ایسے کے ہاتھ میں ہے جو نہایت رحیم کریم اور شفیق ہے ان باتوں سے اچھی طرح نظر آئے گا کہ ایمان بھی پورا اختیاری نہیں اسی طرح کوئی کمال کوئی حال۔ ارشاد ہے۔ لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا ؀

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علوم تو فقہاء اور صوفیا ہی کے ہیں سبحان اللہ۔ چنانچہ جن چیزوں میں غامض اور دقیق علوم کی ضرورت ہے وہاں اجمالی سکون تو ہوا نصوص سے اور تفصیلی تسلی ہوئی صوفیہ کے کلام سے۔ اور ہمیشہ سکون اور راحت ان کے ہی کلام سے ہوتی ہے اور سب وساوس کا دفعیہ ان ہی حضرات کے کلام میں ہے۔ یہ عمق تک پہونچتے ہیں۔ راہ کو بے غبار کر دیتے ہیں طالب کو کھلی آنکھوں نظر آنے لگتا ہے کہ یہ حقیقت ہے یہ دوسروں کے کلام میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔

۱۰ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان اپنی یاد اور ذہن و حافظہ و ایمان اور عمل پر کیا ناز کرے۔ اسکی ہستی اور وجود ہی کیا ہے یہ جو کچھ بھی ہے سب اُن کا فضل اور عطاء اور رحمت ہے بندہ پر کہ تمام نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ کیرانہ کا میرا واقعہ ہے کہ ایک کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا جس سے عصر کی اذان نہ سنائی دی اور بادل تھا روشنی کا بھی اندازہ نہ ہوا اور اس بنا پر عصر کی نماز کا بھی وقت نکل گیا۔ مغرب کے وقت اپنے گمان میں عصر سمجھکر مسجد میں گئے تو آذان ہوتے ہی اور حسب عادت فوراً جماعت کھڑی ہو گئی تعجب ہوا کہ کچھ بھی توقف نہ کیا آخر جب امام نے جہر کیا تب معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت ہے۔ خود تھانہ بھون ہی کا میرا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت گھر کا راستہ بھول گیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیں خود سنا ہے ورنہ یقین بھی نہ آتا فرماتے تھے کہ ایک روز ایک خط کا جواب لکھا اور جب دستخط کرنے لگا اپنا نام بھول گیا یہ حقیقت ہے انسان کی جسپر یہ اسقدر نازاں ہے۔

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بصیرت فی العلم کیلئے کسی بزرگ کی صحبت کی ضرورت ہے یعنی پہلے صحبت ہو اور اسکے بعد علوم حاصل کرے تو بیحد نافع ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے معدہ اگر اپنی اصلی حالت پر نہ ہو تو وہ لطیف سے لطیف غذا اور دوسری چیزوں کو باہر پھینکدیتا ہی اسلئے ضرورت ہے کہ پہلے طبیب سے معدہ کی اصلاح کرائے تب غذا کھائے تو نافع ہے۔

(ملفوظ ۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں علاوہ اعمال کے جسقدر چیزیں ہیں اشغال و مراقبات سب کا درجہ تدابیر کا ہے اور یہ سب اعمال مقصودہ ہی کی معین سمجھکر اختیار کیجاتی ہیں۔ انکو بدعت کہنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص طبیب جسمانی کی تدابیر کو اسلئے بدعت کہے کہ یہ تدابیر قرآن و حدیث میں وارد نہیں حالانکہ محل بدعت کا افعال ہیں کہ تدابیر۔ ایک نوعمر خانصاحب یہاں آئے تھے چند روز یہاں رہکر وطن واپس ہو گئے اور مجھکو لکھا کہ مجھ میں کبر کا مرض ہے۔ یہاں کے زمانہ قیام میں میں نے اُنکی حالت و سلامت طبع کا اندازہ کر لیا تھا۔ آدمی فہیم اور سمجھدار ہیں۔ میں نے اُنکو لکھا کہ اس ہی مضمون کو پانچ خطوط میں لکھکر میرے پاس بھیجدو میں نے یہ سمجھ لیا کہ اُنکے لئے یہ پانچ مرتبہ لکھنا بڑا مجاہدہ ہے اس سے مرض کا ازالہ ہو جائیگا ایسا ہی ہوا کہ اُنہوں نے پانچ مرتبہ سے بھی کم لکھا تھا مرض کا ازالہ ہو گیا۔ اب اس میں بدعت

کی کونسی بات ہے کیونکہ یہ مثل دیگر تدابیر طبیہ کے ایک تدبیر تھی جس سے ایک اتنے بڑے خبیث مرض سے ایک مسلمان کو نجات مل گئی جو برسوں کے مجاہدے اور ریاضات سے بھی میسر ہونا مشکل ہوتا ہے جو ایک سہل تدبیر سے حاصل ہو گئی۔

(ملفوظ ۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہر مجلس میں شاگردوں کا ایسا افادہ فرماتے تھے کہ جیسے شیخ اپنے مریدوں کا افادہ کیا کرتا ہے اکثر باتیں اُسیوقت کی دل میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مولانا کی عجیب شان تھی بڑا جامع علم تھا۔ ایک مرتبہ کو مولانا نے شیطان کے کافر ہونیکی وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ اُسنے اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دی اور حق تعالیٰ کے حکم کو خلاف حکمت بتلایا اسطرح سے کہ افضل کو حکم دینا کہ مفضول کو سجدہ کرو اسکو خلاف حکمت بتلایا۔ سبحان اللہ کیسے کام کی بات فرمائی۔ یہ اسپر فرمایا تھا کہ اسوقت وقف علی الاولاد کا مسئلہ بعض نیچریوں نے شائع کر کے اُسکی مصلحت اور میراث کی مضرت کہ اُس میں جائداد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے بیان کر کے وقف کرنے کی رائے دی تھی۔ اور نواب صاحب چھتاری نے اُسکی نقل بھیجکر استفتاد کیا تھا کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اسپر ارشاد فرمایا تھا کہ فی نفسہ تو یہ وقف جائز ہے لیکن اس وقت جو اس محرک کے نزدیک اس کا منشا ہے کہ میراث کے حکم شرعی کو مضر اور خلاف حکمت کہا جاتا ہے اسکے اعتبار سے اُسپر عمل جائز نہیں اب میں کہتا ہوں کہ اگر شریعت نے اسی مصلحت سے یہ مسئلہ میراث کا مقرر کیا ہو کہ جائداد کے ٹکڑے ہو جائیں اور کوئی طاغی اور باغی دنیادار نہ بنے تو آگے کلام کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

(ملفوظ ۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک روز میں نے شرح اسباب اس قصد سے دیکھی کہ اپنی کم خوابی کی کوئی تدبیر اس سے سمجھکر اُس کا استعمال کروں مگر جتنے اسباب اُسمیں لکھے تھے سبکو اپنے اندر پایا اسلئے مقصود حاصل نہ ہوا۔ غور سے یہ سمجھ میں آیا کہ ہر سبب ہر درجہ میں مرض میں مؤثر نہیں بلکہ جو معتدبہ درجہ میں ہو اور اُسکی تشخیص صرف ماہر فن کر سکتا ہے۔ اُسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ آجکل جو مدعیان عقل قرآن و حدیث کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ فضول سرگردانی کرتے ہیں اور اپنی حماقت اور جہل کا اظہار کرتے ہیں ہر فن کے کچھ مبادی اور اصول ہوتے ہیں

بدون اُنکی سمجھ میں آنا کارے دارد - حالانکہ یہ کتابیں خود بھی محتاج دخل ہیں چنانچہ شرح اسباب میں
غالباً لکھا ہے کہ ایک دن کے بخار سے ایک سال کی قوت جاتی رہتی ہے اب اس میں ایک بات یہ بھی
لکھنے سے رہ گئی کہ اسی طرح بعد صحت ایک دن میں ایک سال کی قوت آ بھی جاتی ہے یہ میرے نزدیک
شرح اسباب میں کمی ہے - اسی طرح کتب طبیہ میں قوت قلب کیلئے اموال کا مالک ہونا اور بچوں
سے دل بہلانا قابل اضافہ ہے - ایک طبیب مجلس میں بیٹھے تھے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ
نے مال کے مالک ہونے کو تو لکھا ہے - فرمایا چلو ایک بات رہی بچوں سے دل بہلانیکی اسکو بھی
کہیں سے نکالو یہ بھی ضروری چیز ہے اور شرح اسباب میں ہونا چاہئے - جب کتب طبیہ کہ
اُن میں دخل کی گنجائش ہے غیر ماہر کی سمجھ میں نہیں آتی تو جس شریعت میں کسی کے دخل کی
بھی گنجایش نہیں اُس میں کوئی محققیت کا دعوی کرے بجز نادانی کے کیا کہا جاوے -

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نرا ترجمہ مقصود سمجھنے کیلئے کافی نہیں ہوتا
انگریزی میں ایک شخص نے لفظ عبداللہ کا ترجمہ کیا تھا او بے ڈلا اور اخبار میں چھپا کرتا تھا -
ایک انگریز کا بچہ بیمار ہوا ڈاکٹر نے انگریزی میں گدھی کا دودھ بتلایا اُسنے خانسامان کو سمجھانے کیلئے
ڈکشنری دیکھی اُس میں اُس لفظ کا ترجمہ گدہا لکھا تھا اُسنے خانساماں سے کہا کہ ایک گدہا لاؤ وہ ایک خرید کر لیگیا
ہیں کہ یہ نہیں یہ تو صاحب کا موافق ہے - ہمارا موافق لاؤ یعنی گدھی لاؤ - میں ایکمرتبہ ڈھاکہ گیا
نواب سلیم اللہ خانصاحب نے مدعو کیا تھا اُنہوں نے میری تفسیر بیان القرآن کو منگانے کیلئے میری معرفت
سہارنپور تار دیا وہاں اُس کا ترجمہ کیا گیا لوہے کا کنواں - سہارنپور والوں نے مجھکو لکھا کہ کیا
لوہے کے کنویں سے مراد نل ہے اور کتنا عرض اور طول ہو - ایک انگریز حاکم کے پاس ایک
مسلمان پیشکار تھے یہ دفتر پہونچے وہ انگریز انکو دیکھکر کہنے لگا کہ تم آج موٹا فکیر ہے - اُنہوں نے
کہا کہ نہیں حضور نہ میں موٹا ہوں پتلا دُبلا ہوں اور نہ فقیر ہوں اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے
تو کہتا ہے کہ ہم یہ کہتا ہے کہ تم موٹا فکیر معلوم ہوتا ہے اُنہوں نے پھر وہی جواب دیا جھلا گیا کہ تم نہیں سمجھتا
اور ایک کتاب اُٹھا کر لاکر اور وہ مقام کھول کر اُنکے سامنے رکھا کہ ہم یہ کہتا ہے اُس میں متفکر
لکھا تھا تو متفکر کی یہ گت بنی کہ موٹا فکیر ہو گیا تب اُنہوں نے کہا کہ حضور یہ تو متفکر ہے کہ ہاں ہاں
ہم یہی کہتا تھا تم سمجھا نہیں وہ بیچارے سمجھتے ہی کیا۔

ایک انگریز کے اجلاس میں ایک گائے کا مقدمہ پیش ہوا دو شخصوں میں اُسپر جھگڑا تھا وکلاء نے انگریز کو معاملہ سمجھایا۔ انگریز نے کہا کہ اُس گائے کو عدالت کے سامنے حاضر کرد اجلاس دو منزلہ پر تھا۔ وکلاء نے کہا کہ وہ یہاں پر نہیں آسکتی کہا کیوں نہیں آسکتی جب سب آتے ہیں وہ کیوں نہیں آسکتی تب وکلاء نے اُسکو اوپر سے دکھلایا بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تم گائے گائے کہتا ہے یوں کیوں نہیں کہتا کہ بیل صاحب کا میم صاحب۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حکومت والی قوم کی عالی ظرفی حوصلہ خداداد ہوتا ہے کسی کے بنائے تھوڑا ہی بنتی ہے یا نصیب ہوتی ہے۔ ایک ترک طواف کر رہے تھے ایک شخص نے جیب کاٹ لی۔ ہاتھ پکڑ کر ایک چپت رسید کیا اور گنی چھین لی اور پھر طواف شروع کر دیا اور ایک حرف زبان سے نہیں کہا یہ عالی ظرفی تھی۔ آخر کوئی بات تو اُنکے اندر ہوتی ہے کہ حکومت کی خدمتیں اُنکے سپرد ہیں اور ہم اُن سے محروم ہیں۔

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حرم شریف میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ ہر وقت حاضر رہتے ہیں غالباً مُراد اکثر اوقات ہوں گے پھر حضرت نے خود اپنی ایک حکایت بیان فرمائی کہ مجھکو ایک بار کوئی باطنی اشکال پیش آیا جس سے میں پریشان ہو گیا آخر میں حرم شریف میں گیا وہاں پہونچکر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ تم تین سو ساٹھ کسی مرض کی دوا بھی ہو یہ خیال آنا تھا کہ ایک شخص آئے اور مجھپر نظر کی اور وہ اشکال رفع ہو گیا۔

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فن کے امام تھے مجتہد تھے مجدد تھے محقق تھے۔ حضرت کی ذات بابرکات سے عالم کو بڑا فیض ہوا۔ بیشمار گم کردہ راہوں کو راہ مل گئی حضرت کی بدولت فن سلوک کی درسگاہیں کھل گئیں آپکی دعا کی برکت سے صدیوں کا مُردہ طریق زندہ ہو گیا اب صدیوں ضرورت نہیں اور جب ہو گی حق تعالیٰ اور اپنے کسی خاص بندے کو پیدا فرما دیں گے۔

(ملفوظ ۲۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھک مارتے ہیں جو ایسا کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت دو چیزیں ہیں۔ ایک ہی چیز ہے مگر سہولت تعبیر کیلئے اصطلاحاً اعمال ظاہرہ کی احکام کو

شریعت کہتے ہیں۔ اور اعمال باطنہ مامور بہا کے احکام کو طریقت - یہ صوفیہ کی اصطلاح ہے جو محض سہولت تعبیر کیلئے الگ الگ نام رکھ لیا ہے اس اعتبار سے دو کہہ سکتے ہیں لیکن ان جاہلوں کی جو مراد ہے کہ دونوں میں تنافی بھی ہو سکتی ہے یہ جہل محض ہے یہ تو جاہلوں کی غلطی تھی اور آجکل ایک غلطی میں اہل علم تک بتلا ہیں کہ اوراد اور وظائف کو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات کو ثمرہ جو محض غلط ہے نہ اوراد و وظائف طریق ہیں اور نہ کیفیات ثمرہ بلکہ اعمال تو طریق ہیں اور مقصود رضا حق ہے اس سے آگے تحریف ہے ان ہی باتوں کی بدولت تو طریق بدنام ہوا اور اس میں لوگوں کو شبہات پیدا ہوئے۔

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۷۵) حضرت والا نے اپنے ملازم سے فرمایا کہ دوات میں ڈالنا ہے حوض سے پانی لے آؤ وہ کٹورا بھر لائے اسپر فرمایا کہ دوات کے تناسب سے پانی لانا چاہئے تھا اسپر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سفر میں ایک حسین لڑکی پر ایک باوجاہت آدمی نے دعوی کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور تھی وہ ایک غریب قوم کی لڑکی - وزیر کے یہاں مقدمہ آیا اُس نے طرفین کا بیان سُنکر عجیب فیصلہ دیا - اسلئے کہ شہادت دونوں طرف نہ تھی دونوں مسافر تھے سفر کا معاملہ تھا - وہ فیصلہ یہ کیا کہ وزیر نے لڑکی سے کہا کہ ہم دوات میں پانی ڈالیں گے وہ ایک بڑا کٹورا بھر کر لائی وزیر نے کہا کہ یہ لڑکی اس غریب کی ہے اسلئے کہ یہ دوسرا شخص لکھا پڑھا آدمی ہے کیا اسنے کبھی دوات کیلئے لڑکی سے پانی نہیں مانگا ہوگا اگر یہ اسکی لڑکی ہوتی تو بقدر ضرورت پانی لاتی عجیب فیصلہ ہے - اور گو صرف اتنا شرع میں کافی نہیں لیکن اسکے بعد جھوٹا آدمی بالضرور اقرار کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اقرار شرع میں حجت ہے

(ملفوظ ۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان عورتوں کا بھی عجیب طبقہ ہے - انکی باتوں کے نہ کہیں سر ہوتا ہے نہ پیر ہانکنے سے غرض - میں نے ایک بار دیوبند میں عورتوں کے جلسہ میں عورتوں کے عادات و رسوم کے متعلق بیان کیا بعد وعظ ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ عورتیں بہت ہی

حیرت میں ہیں کہ انکو ہمارا کچا چٹھا کس طرح معلوم ہو گیا کہ یہ ایسا کرتی ہیں ایسا کرتی ہیں۔ میں نے کہا کہ اُنکو یہ جواب دینا کہ میں بھی تو گھر والا ہوں اور گھر میں عورتیں ہیں اگر میں بے گھرا ہوتا تو تعجب کی بات تھی۔ کچھ رسوم دیکھنے سے معلوم ہوئیں کچھ تجربہ کار بیبیوں سے پوچھکر اسی سے اصلاح الرسوم مُرتّب ہو گئی۔ ایک شخص نے اصلاح الرسوم کے متعلق تماشا کیا کہنے لگے کہ مجھکو پہلے رسوم کے ادا کرنے میں بڑی دقت ہوتی تھی عورتوں سے پوچھنا پڑتا تھا اور اب اصلاح الرسوم دیکھکر سب رسوم کو پوری کر لیتے ہیں۔ عجیب ذہین آدمی تھے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جوان متکبرین کیساتھ ایسا ضابطہ کا برتاؤ کرتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ مُلّانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں میں ان سے اکثر پوچھا کرتا ہوں کہ حکام کیساتھ بھی تم ایسا برتاؤ کر سکتے ہو۔ کہتے ہیں کہ نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیوں۔ کہتے ہیں کہ وہاں ڈر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں محبت کا دعویٰ ہے۔ محبت میں تو اور بھی رعایت کی ضرورت ہے محبت کی حقوق تو سب سے بڑھکر ہیں۔ نیز ڈر کے موقع پر تو بے احتیاطی کرنے سے اپنے ہی کو تکلیف ہو گی اور محبّت کے موقع پر محبوب کو۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال جواب میں فرمایا کہ تعجب ہے تاجر کو تجارت کا معاملہ کرکے کوئی حقیر نہیں سمجھتا اور نوکر کو نوکری کے معاملہ میں حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ مقتضا انصاف اور عقل کا یہ ہے کہ جب ہم تاجر کو حقیر نہیں سمجھتے تو نوکر کو کیوں حقیر سمجھیں تاجر کی ساتھ بھی عقد معاوضہ ہے اور نوکر کیساتھ بھی عقد معاوضہ صرف فرق یہ ہے کہ تجارت میں معقود علیہ اعیان ہیں اور نوکری میں منافع۔ سو اسکو تحقیر میں کیا دخل پھر اسکو حقیر سمجھنے کا حق کیا ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ملانوں کے ذلیل سمجھنے کی وجہ کچھ نہ پوچھو یہ خود بھی ذلیل ہوئے انہوں نے دنیاداروں کی چاپلوسی اور خوشامد میں بھی حد ہی کر دی اُن لوگوں سے اپنی اغراض کو وابستہ سمجھکر یہ طرز تملق کا اختیار کیا اسلئے ذلیل ہوئے اب تو ذلیل ہی ذلیل آدمی بھی انکو ذلیل سمجھتے ہیں۔ یہ تمامتر خرابی حُبِّ دنیا کی ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ احکام کی چند قسمیں ہیں۔ ایک دیانات جیسے نماز ہے روزہ ہے۔ زکوۃ ہے۔ حج ہے۔ دوسری معاملات جیسے لین دین ہے بیع وشرا ہے

اور یہ سب احکام خداوندی ہیں مگر لوگوں نے انکو فہرست سے نکال ہی دیا حالانکہ جزو دین ہے لیکن اسکی لوگوں کو قطعاً پرواہی نہیں۔ نہ اسپر عمل ہے نہ اسکا احساس ہے صرف چند چیزوں کا نام دین رکھہ لیا ہے کسقدر ظلم کی بات ہے کہ گویا شریعت مقدسہ میں کتر بونت شروع کردی اور یہ سب نیچریت کے غلبہ کا اثر ہے خدا اسکو نابید کرے اسکی بدولت بڑی گمراہی پھیلی۔

(ملفوظ ۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزی خوان کثرت سے بدتہذیب ہوتے ہیں۔ ایک ایسے ہی صاحب مجھکو لکھتے ہیں کہ فلان مسئلہ کی اگر اس طرح تحقیق بیان کیجاتی تو بہت زیادہ مناسب تھا۔ میں نے لکھا کہ اس میں دو ہی صورتیں ہیں یا تو آپکے نزدیک میں اس تحقیق کو جانتا ہوں یا نہیں جانتا اگر جانتا ہوں تو آپنے اپنی تحقیق کا اظہار کیوں کیا اور اگر نہیں جانتا تو میں تحقیق ہی کیا بیان کرسکتا ہوں جبکہ جانتا ہی نہیں کیونکہ دوسرے کی مجملاً بتلانے سے مہارت و بصیرت نہیں ہو سکتی لہذا جو جانتا ہو اُسکے پاس یہ خط بھیجو اسکے بعد ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بدفہم سے پیچھا چھوٹا۔ اعتراض کرنا کون مشکل ہے مشکل تو کام کرنا ہے اعتراض کرنے میں تو صرف زبان ہلانی پڑتی ہے ان بدفہموں کو تو ایسے ہی خشک جواب دینے چاہییں تاکہ انکی روشن دماغی ڈھیلی ہو۔ آجکل علماء نے انکو رعایتی جواب دے دیکر ان کے دماغ خراب کردئے حالانکہ ان میں سوال کرنے کی بھی تو قابلیت نہیں سوال کرنے کیواسطے بھی تو نصف علم کی ضرورت ہے۔ پھر اپنے کو عقلمند اور دوسروں کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ ایسے خرد ماغوں پر میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ طالب علموں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ ایک شخص نے باوجود ہندوستانی ہونے کے بلاضرورت انگریزی میں خط لکھا۔ میں نے جوں توں پڑہوا کر عربی میں جواب لکھا جسکا پڑہنے والا بھی انکو میسر نہیں ہوا۔ دماغ ٹھیک ہو گیا پھر اُردو میں خط آیا اور معذرت چاہی۔ اور یہ مرض لیاقت بگھارنے کا تو اب عربی طلباء میں بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ایک عربی خواں نے بلاضرورت مجھکو عربی میں خط لکھا میں نے اسکی مصلحت پوچھی۔ جواب دیا کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے میں نے لکھا کہ کیا اگر تم یہاں آؤ گے تو قسم کھا کر لکھو کہ تب بھی عربی ہی میں گفتگو کروگے۔ بس سیدھے ہو گئے

یہ کمبخت مرض جاہ کا عالمگیر ہوگیا ہے۔ کثرت سے ہر طبقہ کے لوگوں کو اس میں ابتلاء ہوگیا ہے مگر الحمد للہ یہاں پر تو اچھی طرح خبر لے لیجاتی ہے۔ اور دوسری جگہ یہ بات نہیں۔ بس یہی وجہ ہے کہ مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔ اب دیکھئے یہ حُبِّ جاہ ہی کے تو کرشمے ہیں کہ مخلوق الکشنوں اور ممبریوں کیلئے ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کرتے ہیں زکوۃ کا ایک پیسہ دیتے ہوئے دم نکلتا ہے۔ نیز علاوہ روپیہ کے وقت بھی صرف کرتے ہیں راتوں اور دنوں کا آرام وچین جاتا رہتا ہے دربدر ذلیل وخوار ہوتے پھرتے ہیں سو یہ مرض واقعی بڑا ہی سخت مرض ہے۔ ایکمرتبہ میرے پاس قصبہ کی سرپنچی کے متعلق کلکٹر کا خط آیا جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانہ میں اسکے لئے ہندو مسلمانوں میں اختلاف تھا ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر نے کلکٹر کو یہ رائے دی کہ اُسکو (یعنی مجھکو) تجویز کردو کسی کو اختلاف نہ ہوگا چنانچہ اُسنے فریقین کی رضا لیکر خط بھیجدیا۔ میں نے لکھدیا۔ میں آپکی عنایت کا شکر گذار ہوں لیکن میرا نشو ونما مذہبی فضا میں ہوا ہے مجھکو ایسی چیزوں سے مناسبت نہیں اسلئے معذور ہوں۔

(ملفوظ ۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دین کا کام دین کی غرض سے نہ کرے بلکہ راحت کی غرض سے کرے تب بھی راحت ضرور ملے گی گو یہ نیت خلاف اخلاص کے ہے بخلاف دنیا کے کہ اسمیں کسی صورت سے بھی راحت اور چین نصیب نہیں ہوتی۔ مشاہدہ ہے کہ شریعت پر عمل کرنے سے قلب میں قوت ہوتی ہے اور شریعت کے خلاف کرنے سے قلب میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ زمانہ غدر میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار ہوئے تو بہت سخت پہرہ تھا ایک روز ننگی تلواروں کے پہرہ کا حکم ہوا تو خادموں کو بہت تشویش ہوئی فرمایا کہ پہلے جو نیام میں تھی ایک منٹ میں اُس سے باہر ہوسکتی تھی تو اس میں اور اُس میں فرق کیا ہے۔ حضرت کے قلب پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا یہ صرف شریعت مقدسہ پر عمل کرنے کی برکت ہے۔

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون تعلق حق کے راحت کا میسر ہونا مشکل ہے۔ اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

گر گریزی بر اُمید راحتے ہم ازانجا پیشت آید آفتے

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

دنیادار کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوسکتی اور اس راحت سے مراد حقیقی راحت ہے یہ اہل اللہ ہی کو نصیب ہوتی ہے دنیادار تو اگر ساری عمر بھی سر ٹپک پٹک کر مر جائے تب بھی یہ چیز کہاں نصیب۔ اس کا راز یہ ہے کہ یہ حضرات اہل اللہ ہر بات پر راضی رہتے ہیں اسلئے انکو کوئی کلفت نہیں ہوتی اور دنیادار کو یہ ہمت نہیں ہوتی۔

(**ملفوظ**) ایک مولوی صاحب زمانہ تحریک میں پانی پت میں ملے۔ تحریک خلافت پر کچھ گفتگو کرتے رہے مجھسے محبت کرتے ہیں اور اُس طرف بھی نہایت سرگرم ہیں سو اُن کا معاملہ درجہ اختلاف ہی تک ہے خلاف کا درجہ نہیں اسلئے مجھکو بھی اُن سے ذرہ برابر خلش نہیں۔ کہنے لگے کہ آپ اخبار وغیرہ نہیں دیکھتے اسلئے واقعات سے بیخبری ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے تو آپ اخبارات سے واقعات کا اقتباس کرکے میرے پاس بھیجدیا کریں مجھکو معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ خبردار ہو جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ لکھکر بھیجنا احتیاط کے خلاف ہے۔ میں نے کہا کہ میری احتیاط یا آپکی احتیاط۔ کہنے لگے کہ آپ کی۔ میں نے کہا کہ میری احتیاط کے کچھ خلاف نہیں اگر ایسا خط پکڑا گیا میں کہدوں گا کہ میں نے کسیکو تھوڑا ہی کہا تھا کہ میرے پاس بھیجا کرو میری دشمنی میں بھیجدیا۔ اس جواب کے بعد میرا کچھ نقصان نہیں ہوگا اور آپکو جو خطرہ ہے سو آپ اُسکے لئے تیار ہیں پھر وہ احتیاط کسکی رہی۔ بس رہ گئے۔ تمام شجاعت ختم ہوگئی۔ اسی طرح اسی سلسلہ میں فلاں مولوی صاحب دہلی سے آئے مجھسے کہا کہ میں تنہائی میں کچھ کہوں گا۔ میں نے کہا کہ تنہائی میں گفتگو کرنے میں میرے لئے خطرہ ہے کہ میں مشتبہ ہو جاؤں گا اور میں اسکے لئے آمادہ نہیں اور جلوت میں گفتگو کرنے میں آپکے لئے خطرہ ہے اسلئے کہ آپ خلاف حکومت باتیں کرینگے مگر اُس خطرہ کیلئے آپ تیار ہیں۔ بس رہگئے اللہ کا شکر ہے کہ ہر چیز کا ضروری جواب قلب میں پیدا فرما دیا ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں کی شان کے بالکل خلاف ہے کہ وہ دوسری قوموں کی روش اختیار کریں یا اُنکی تدابیر ترقی کو اپنا ذریعہ ترقی بنائیں یا اُن سے کسی قسم کی امداد کے خواہاں ہوں۔ بڑے غیرت کی بات ہے انکو تو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

مشروع تدابیر کو اختیار کرنا چاہئے اپنے سلف کے کارناموں کو پیش نظر رکھنا چاہئے اسی میں انکی خیر اور فلاح و بہبود ہے جو سبق مسلمانوں کو تعلیم دیا گیا ہو اُسمیں قوت بھی ہے شجاعت بھی ہے سب کچھ ہے۔ اُس میں ہمکو یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ سامان سے غلبہ نہیں ہوا کرتا بلکہ غلبہ ہوتا ہے قوت قلب سے اور قوت قلب میسر ہوتی ہے خدا کے ساتھ تعلق بڑھانے سے اور خدا کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے اُنکے احکام کے اتباع کرنے سے اُن کی بتلائی ہوئی تدابیر عمل کرنیسے وہ سبق یہ ہے مگر مسلمانوں کے قلوب میں اس چیز کو کیسے اُتار دوں میں خدا کی ذات پر بھروسہ کرکے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بالاتفاق سب مسلمان احکام حق پر عمل پیرا ہو جائیں اور اُنکے راضی کرنے کی سعی اور کوشش میں لگجائیں تو چند روز میں انشاءاللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائے اور اگر بہ نیت اتباع ایسا نکریں تو ایک تدبیر ہی کا درجہ سمجھکر کرکے دیکھ لیں آخر اور بھی تو تدابیر کر رہے ہو ایک یہ بھی سہی تمہارا مقصود تو یہ ہے کہ مقاصد میں کامیابی نصیب ہو سو جبکہ تمہاری خود ساختہ پرداختہ تدابیر میں ابتک کامیابی نہیں ہوئی تو اللہ اور رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر کو تدابیر ہی کی نیت سے کرکے دیکھ لو کہ کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اگر کامیابی نہ ہوگی تو چھوڑ دینا پھر بھی تو اختیار میں ہوگا کوئی امر محال نہ ہوگا لیکن کرکے دیکھو تو کرنے سے پھانسی کیوں لگتی ہے مرے کیوں جاتے ہو کوئی پکڑ کر تھوڑا ہی تمکو بٹھلا لیگا۔ بہت دنوں تک بتوں کی پرستش کرکے تجربہ کر لیا اب ذرا خدا کو بھی پوجکر دیکھ لو اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دلخراش آزموں را یک زمانے خاک باش

اُنکی رحمت کی تو اپنے طرف متوجہ ہونیوالوں کی ساتھ وہ شان ہے کہ ایک شخص عرصہ طویل سے بُت کے سامنے بیٹھا ہوا صنم صنم پکار رہا تھا ایک روز بھولے سے منہ سے صمد نکل گیا فوراً آواز آئی لبیك یا عبدی لبیك یعنی کیا کہتا ہے میرے بندے میں موجود ہوں اُسنے جوش میں ٹھکر بُت کے ایک لات رسید کی اور کہا کمبخت عمر کا ایک بہت بڑا حصّہ تجھکو پکارتے میں گذر گیا لیکن ایک دن بھی نہ جواب دیا آج اُس سچّے خدا وحدہ لاشریک لہ کا نام بھولے سے زبان سے نکل گیا فوراً جواب ملا سو وہ تو بڑی رحیم اور کریم ذات ہے جسکو تم بھلا رہے ہو اور اُس سے تعلق

کو کم کر رہے ہو۔ کوئی انگریزوں کی بغل میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے پاس ہماری فلاح اور بہبود کے اسباب ہیں اُنکی سی بول چال اُن کا سا لباس اُنکی سی معاشرت اختیار کرتا ہے کوئی ہندوؤں کی بغل میں جا کر گھستا ہے کہ ان کے ساتھ رہنے میں ہماری فلاح اور بہبود ہے اُنکے ساتھ شریک ہو کر احکام اسلام تک کو پامال کر لینے کو تیار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایمان تک اُنکی نذر کر دیا مگر رہے کورے کے کورے نہ انگریزوں سے کچھ ملا اور نہ ہندوؤں نے کچھ دیا۔ اس چودہویں صدی میں ایک اور طاغوت ظاہر ہوا اسکو کہتے ہیں کہ بہت بڑا عاقل اور بیدار مغز ہے بدعقل بدفہم بددین کو عاقل سمجھتے ہیں۔ ہوا کیا تجربہ اور مشاہدہ نہیں ہوا کہ کتنا بڑا عاقل ہے اور کیسا بیدار مغز ہے مُلک کو تباہ کرا دیا مخلوق کو خراب اور برباد کر دیا۔ لوگوں نے چالاکی کا نام عقل رکھا ہے تم بھی تو بڑے عاقل ہو کہ اُس کی آواز پر لبیک کہکر ساتھ ہو لئے افسوس مسلمانوں میں شرم و حیا غیرت بھی تو نہ رہی اور عوام کی شکایت ہی کیا جبکہ انکے راہبر جو انکی سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں جنکے ہاتھ میں انکی نکیل ہے یعنی لیڈر وہی پھسل گئے اُنہوں نے بھی اُس کا وظیفہ رٹا اور اُنکے ساتھ ملکر اُنکے ہم خیال مولویوں نے اُسکی ہر بات کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنا شروع کر دیا جتے کہنے بمعنی فتح کے ہو گیا یہ دین ہے اللہ بچائے جب غرض سامنے آجاتی ہے پھر ثابت قدم رہنا بڑا ہی مشکل ہے۔ اللہ کا جنپر فضل تھا وہ تو ان خرافات سے محفوظ رہے حق تعالیٰ مسلمانوں کو فہم سلیم اور عقل کامل عطا فرمائیں

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علم بھی خداداد عطا ہے اور اس علم سے مراد علم حقیقی ہے اللہ تعالیٰ جسکو بھی یہ علم حقیقی فرما دیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور وہ اس علم ظاہری مکتسب کے بھلا دینے کے بعد عطا ہوتا ہے جسکی یہ شان ہے ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء ۔۔۔ بے کتاب و بے معید و اوستا

اور بھلانے سے مراد اُسکے دعوے کا ترک کر دینا۔

(ملفوظ ۷۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علم ظاہر کیا کچھ کم نعمت ہے یہ بھی بڑی نعمت ہے ظاہر ہے کہ تمام احکام شرعیہ اسی پر موقوف ہیں اور یہ آجکل کے علوم معاش جنکو علوم کہا جاتا ہے یہ تو صنعتیں ہیں علوم نہیں نہ انکو علوم کہنا جائز ہے علوم سے تو کبھی کسی غیر مسلم اقوام کو مناسبت نہیں ہوئی۔ علوم سے مناسبت تو ہر زمانہ میں مسلمانوں ہی کو رہی اور اب بھی یہی بات ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ زمانہ قریب میں ہندوستان میں جیسے علماء گذرے ہیں خیال یہ ہے کہ ممالک اسلامیہ میں بھی ایسے علماء نہ گذرے ہوں ۔ فرمایا کہ تم تو پہلا ذکر کر رہے ہو۔ میں اب کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک مولوی صاحب بردوانی حج کو گئے تھے بعض علماء نجد سے ملاقات ہوئی تو کسی حدیث کا ذکر آیا۔ نجدی عالم نے پوچھا کہ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ آئی ہے تو ان بردوانی مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ سات جگہ آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ انکو پہلے سے کیا معلوم تھا کہ کس حدیث کا ذکر آئیگا تاکہ احتمال ہو کہ پہلے سے تلاش کر رکھا ہوگا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بخاری کے حافظ تھے۔ نجدی عالم کو حیرت ہوگئی کہ ہندوستان میں بھی ایسے ایسے علماء موجود ہیں۔ ایک سلسلہ میں ان ہی بردوانی مولوی صاحب کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے مجھکو ایک خط میں لکھا تھا کہ مجھکو سب سے زیادہ محدثین سے محبت ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیہ سے اسکے بعد حج کو گئے وہاں اہل نجد کی سختی کو دیکھکر مجھکو لکھا اُس میں بڑی بڑی شکایتیں لکھیں میں نے لکھا کہ اُن میں جس چیز کی کمی سے سختی ہے یہ وہی ہے جسکو آپنے تیسرے درجہ میں رکھا ہے یعنی صوفیت اور میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اپنا اپنا مذاق ہے۔ میرا مذاق بالکل اسکے برعکس ہے مجھکو سب سے زیادہ محبت صوفیہ سے ہے۔ دوسرے درجہ میں فقہاء سے تیسرے درجہ میں محدثین سے۔ یہ مولوی صاحب صوفیوں کے معتقد نہ تھے یہانتک اس باب میں سخت تھے کہتے تھے کہ میں کسی کا معتقد نہیں۔ محض حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد ہوں وہ بھی اسلئے کہ اشرف علی اُن کا معتقد ہے ورنہ اُنکا بھی معتقد نہ ہوتا صرف مجھسے حُسن ظن رکھتے تھے بلکہ اس حُسن ظن میں یہانتک غلو تھا کہ کہا کرتے تھے دنیا میں کوئی اور ایسا شخص نہیں۔ اپنا خیال ہے جو چاہے جمالے۔ اسی خیال پر ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ بھوپال میں میرا وعظ ہوا تھا۔ اس میں وہاں کے کالج کا پرنسپل جو ہندو مرہٹہ تھا اور ولایت سے بڑی بڑی ڈگریاں

حاصل کر چکا تھا شریک ہوا۔ وعظ کو سنکر اپنی رائے ظاہر کی کہ تعجب ہی کہ بیان کے وقت نہ کوئی نوٹ ہاتھ میں تھا سب بیان ازبر تھا جیسے کوئی کتاب سامنے رکھی ہو۔ دوسری تمام مضمون مرتبط تھا اور کوئی دعوی ایسا نہ تھا جسپر دلیل نہ قایم کی ہو۔ پھر اتنے گھنٹے تک بیان کرنا۔ میں نے ولایت میں بڑے بڑے فلاسفروں اور لیکچراروں کی تقریریں سنیں بڑے بڑے ارکان سلطنت کو بیان کرتے دیکھا مگر نوٹ سب کے ہاتھ میں دیکھے انکو دیکھکر بیان کرتے تھے۔ یہ بات میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ میں نے سنکر کہا کہ یہ سب اللہ کا فضل ہی اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہی۔ ہم کیا اور ہمارا وجود اور ہستی کیا مگر اس سے یہ ضرور کہو کہ انکو معلوم ہوا کہ علماء کیا چیز ہیں اور میں تو محض ایک ناقص الاستعداد طالب علم ہوں اگر یہ کسی عالم کو دیکھے تو معلوم ہو۔ پھر اپنے بزرگوں کے برکات کے متعلق بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم چند طلبہ سے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ تم لوگ جہاں جاؤ گے انشاء اللہ تم ہی تم ہوگے میدان خالی ہے وہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا تو یہ سب کچھ اُن ہی بزرگوں کی دعاؤں کی برکت ہے۔ ایک جگہ میں محض آرام کرنے کیلئے گیا تھا۔ لوگوں نے وعظ کی درخواست کی میں نے کسل کا عذر کیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ بیچارہ وعظ کہنا کیا جانے اسکے جو وعظ چھپے ہیں خواجہ صاحب لکھکر دیدیتے ہیں اور یہ چھپوا دیتے ہیں مگر دوسرے بعض خاص دوستوں کے اصرار سے بیان ہوا اور یہ بات وعظ کے بعد مجھکو معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہو جاتا تو میں وعظ ہی نہ کہتا تاکہ لوگ اپنے اسی خیال میں رہیں۔ غرض وعظ ہوا اور یہ وعظ خواجہ صاحب کے بڑے بھائی نے اصرار کرکے کہلوایا تھا۔ وعظ میں ایک ہندو انجنیر بھی جو اُن کا دوست تھا شریک تھا۔ وعظ کے بعد اُس ہندو سے اُنہوں نے سوال کیا کہ بیان کے متعلق کیا رائے ہی اُسنے کہا کہ رائے تو ہر سننے والا قائم کر سکتا ہے مگر میں تو شروع وعظ سے ایک ہی چیز میں محو حیرت رہا اور کسی چیز پر نظر ہی نہیں ہوئی وہ یہ کہ رمضان کی وجہ سے روزہ کا بیان تھا جو خاص ایک مذہبی چیز ہے نہ سیاست ہی نہ کوئی فلسفہ ہے۔ پھر بیان کرنیوالا بھی ایک مذہبی آدمی ہے سننے والے بھی مذہبی مگر بیان ایسا جامع تھا کہ اگر تمام دنیا کے اہل مذاہب مجلس میں جمع ہوتے اور بیان کرنے والے کی صورت نہ دیکھتے جس سے اُس کا مسلمان ہونا معلوم ہو جاتا محض آواز سنتے تو ہر

مذہب والا یہ سمجھتا ہے کہ اسمیں ہمارے ہی مذہب کی تحقیق بیان ہو رہی ہے اُس ہندو نے یہ بیان کیا۔

(ملفوظ ۸۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فن تصوّف محض تحقیقات سے نہ آجتک کسی نے حاصل کیا اور نہ یہ قاعدہ ہے یہ آتا ہے کام کرنے سے محض زبانی جمع خرچ اور سنانے سے نہیں آیا کرتا یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ ہاں اُصول و قواعد کے حاصل کرنیکے بعد پھر یہ تحقیقات اور سننا سنانا مناسبت میں معین ہو جاتا ہے اسلئے میں اپنے دوستوں کو ہمیشہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ کام میں لگو کام کرو سب ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ ہر کام کا ایک طریقہ ہے۔ قاعدہ ہے۔ اصول ہیں۔ شرائط ہیں۔ آخر دوسرے علوم بھی تو طریقہ ہی سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس میں اور اُن میں فرق کیا ہے۔

(ملفوظ ۸۹) ایک صاحب یورپ کی تحقیقات اور ترقی اور اُسمیں تغیّر و تبدّل کا ذکر کر رہے تھے اسپر فرمایا کہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ کُن چیز صرف وحی ہے ورنہ اور چیزیں تو اس رنگ کی ہیں کہ آج کچھ کل کچھ ظلمات ہی ظلمات ہیں جنمیں حقیقت مستور رہتی ہے دیکھئے اتنا زمانہ گذر گیا وحی میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہوا۔

(ملفوظ ۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک عالم بزرگ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ بھولا پن بھی مضر ہے وہ جیسے صدور شر سے محفوظ رکھتا ہے کہ وہاں تک ذہن نہیں پہونچتا ایسی ہی بعض خیر سے بھی محروم رکھتا ہے کہ اُس کا ادراک نہیں ہوتا دونوں میں عقل ہی کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اولاد کے ثمرات جو بھگتتے ہیں وہ جانتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمت اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھسے فرمایا کہ تمہاری خالہ تمہارے لئے اولاد کی دعا کرنے کو کہتی تھیں۔ میں نے کہدیا کہ میں دعا کروں گا لیکن میں تو تمہارے لئے اُسی حالت کو پسند کرتا ہوں کہ جیسا میں خود ہوں یعنی بے اولاد۔ سامان سب کچھ ہوئے مگر جاہا ہوا بڑے میاں ہی کا ہوا اللہ تعالیٰ کا اُنکے ساتھ خاص معاملہ تھا وہ کہاں ٹل سکتا تھا۔

(ملفوظ ۹۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کونسی ایسی غامض اور باریک بات تھی جسکا تم جواب نہ دے سکے۔ میں یہی تو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کے روز قیام رہیگا اسپر تمنے

اسقدر اینچ پینچ کیا اور صاف نہ بتایا۔ اب کہانتک صبر کروں اور کب تک مزاج میں تغیر نہ ہو مجھکو تو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت گیر ہے۔ بد خلق ہے۔ اپنی نرم گیری اور خوش اخلاقی کو کسی سے ظاہر نہیں کرتے۔ پھر سننے والے ایسے انصاف پسند اور منصف مزاج مل گئے ہیں کہ ایکطرفہ بیان سنکر فیصلہ دیدیتے ہیں۔ میں تو خود اپنے اس طرز سے لرزاں اور ترساں ہوں ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ اے اللہ میرے ساتھ ایسے مناقشہ کا معاملہ نہ ہو لیکن مجبوری آنے والوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ ان میں آدمیت اور انسانیت پیدا ہو انکو جہل عظیم سے نجات ملے ان کے کانوں میں اصولی باتیں پڑیں جسکے مجموعہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف نہ پہونچے اذیت نہ پہونچے اسپر لوگوں کو ناگواری ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ اُنکی بے تمیزی کے سبب میں بھی ناگ وار ہو جاتا ہوں (یعنی سانپ کے مشابہ)۔

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو فیض زیادہ ہوا وہ حضرت کی شفقت کی وجہ سے ہوا آپکی شفقت کی حالت اسکی مصداق تھی ؎

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست　　زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

حضرت کی ذات کچھ عجیب وغریب تھی وہ بات کسی میں بھی نہ دیکھی جو حضرت میں تھی۔ مایوسی اور پریشانی تو وہاں تھی ہی نہیں ہر پریشان کی وہاں تسلی ہی تسلی تھی اور ہر برے سے برے شخص کی ساتھ حسن ظن رکھتے تھے جسکی وجہ غایت تواضع تھی۔ مشکل سے کسی کی ساتھ حضرت کو بدظنی ہوتی تھی حتی الامکان سب کے افعال میں اقوال میں توجیہ اور تاویلات ہی فرمادیا کرتے تھے

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر جو لوگوں سے میری لڑائی ہوتی ہے اُسکی وجہ صاف بات کا نہ کہنا ہے۔ ابہام سے میرا جی بڑا گھبراتا ہے افہام کو جی چاہتا ہے چاہے چھوٹی ہی سی بات ہو مگر صاف اور منظم ہو۔ بس یہی بات اکثر لوگوں میں نہیں رہی میں اسکے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں اسپر لوگ گھبراتے ہیں چاہتے ہیں کہ گول مول بات پر معاملہ ختم ہو جائے جیسے جاہل اور فقیر رموز اور اسرار ہانکا کرتے ہیں لوگ اگر ایسی ہی باتیں کرتے ہیں مجھکو وحشت ہوتی ہے میں روک ٹوک کرتا ہوں اس سے آنیوالوں کو وحشت ہوتی ہے بس یہی لڑائی ہے اگر سیدھی اور صاف بات کہیں کچھ بھی شکایت نہیں +

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ مجھکو اپنے طرز اصلاح پر کچھ ناز نہیں البتہ یہ ضرور ہی کہ تجربہ سے اسکو مفید سمجھتا ہوں مگر میں اسپر بھی دعا کیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے اس انتظام پر میرے ساتھ انتظام کا معاملہ نہ فرمائیے رحمت کا فضل کا معاملہ فرمائیے اسلئے کہ انتظام کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر ہر عمل پر باز پُرس ہو۔ میں کسی پر عین مواخذہ کرنے کے وقت ڈرتا ہوں کہ اے نفس دیکھ سنبھال کر کام کرنا کبھی یہ مواخذہ تیرے مواخذہ کا سبب بنے واللہ اُسوقت ایک حالت ہوتی ہے خوف کی۔ مگر آنیوالوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں اور کیا اپنی کسی چیز پر انسان ناز کر سکتا ہی وہاں تو یہ شان ہے کہ ہمارا تقوی بھی قابل پیش کرنیکے نہیں اور غیر تقوی تو کسی طرح قابل پیش کرنے کے ہو ہی نہیں سکتا خود تقوی بھی پیش کرنیکے قابل نہیں اگر تقوی ہی کے متعلق یہ سوال ہوا کہ یہ سڑیل چیز کیوں پیش کی تو کیا جواب ہوگا۔ بس زندگی رحمت پر ہے اور رحمت یہ ہے جسکے باب میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

اور یہ رحمت ہی تو منشا ہوا ہے وجود عالم کا یہی راز ہے عالم کے بقا کا۔ ورنہ جسقدر نافرمانیاں اور سرکشیاں عالم میں حق کے خلاف ہو رہی ہیں ایک دم میں ایک چشم زدن میں سبکو درہم برہم کردیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

(ملفوظ ۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسپر گذرتی ہے وہی جانتا ہے کسی کو کیا خبر جو لوگ اس غم میں مبتلا ہیں اُن سے پوچھو کہ اس میں کیا حظ ہے اور کیا لذت ہے وہ ہزاروں خوشیوں کو اور بے غمی کو اسپر قربان کرنیکو تیار ہیں اور وہی غم آئندہ کسی وقت میں محبوب سے وصل کا سبب بنے گا اسلئے وہ اس غم پر جانیں قربان کر دینے کو تیار ہیں جن لوگوں نے اس غم کی بدولت خودکشیاں کرلی ہیں مولانا انکی تسلی اپنے مشاہدہ سے فرماتے ہیں کیونکہ محققین مغموم بھی ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں اسی تجربہ پر تسلی فرماتے ہیں۔ اس حالت غم کو قبض کہتے ہیں مولانا تسلی دیکر اس غم کو گھٹاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں ؎

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو آں صلاح تست آیس دل مشو

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

اور اس راہ میں جو طبعاً حالت ہوتی ہے اسکو بھی مولانا فرماتے ہیں ؎

بر دل سالک ہزاراں غم بود　　چوں ز باغِ دل خلالے کم بود

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۹۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جمہوریت متعارفہ کیا ہے ایک لڑکیوں کا کھیل ہے اگر روٹی پکانے میں بھی جمہوریت ہو ایک روٹی بھی نہ پکے اگر نسخہ تجویز کرنے میں بھی جمہوریت ہو تو مریض کبھی اچھا نہ ہو آخر یہ جمہوریت معلوم نہیں کہاں سے نکالی ہے اسکے نتائج بھی بھگت رہے ہیں اپنی آنکھوں مشاہدہ کر رہے ہیں مگر جو زبان سے ایک دفعہ نکل گیا ہے قیامت آجائے مگر اُس سے نہ ہٹیں اس قدر نفس پروری کا زمانہ ہے کہ تجربہ ہو گیا مشاہدہ ہو گیا لیکن اڑے ہوئے ہیں۔

(ملفوظ ۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے بزرگوں کو دیکھا کیسی کیسی ہستیاں تھیں اسقدر بے نفسی اللہ اکبر اپنے کو بالکل مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے کسی فعل اور کسی قول سے یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ ہیں یا کچھ جانتے ہیں اُن حضرات کو اب آنکھیں ڈھونڈتی ہیں وہ حضرات سب کچھ تھے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے اور آجکل یہ حالت ہے کہ کچھ نہیں اور اپنے کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں اور اسکے متمنی ہیں کہ دوسرے بھی ہمکو کچھ سمجھیں۔ اسکی ایک شاخ یہ مرض ہے جو عام بلا کی طرح پھیلا ہے کہ اپنے لئے لمبے چوڑے القاب تجویز ہونے لگے۔ کوئی امام التفسیر کہلاتے ہیں کوئی امام الشریعت کہلاتے ہیں۔ کوئی امام الھند بنے ہیں کوئی شیخ الحدیث یہ سب نئی فضا سے ناشی ہیں۔ ایک لقب ان میں پرانا ہے شیخ الاسلام یہ تو ناگوار نہیں ہوتا اور اسکے علاوہ سب میں وہی جدت کی جھلک ہے مجھکو تو سُن سنکر وحشت ہوتی ہے کہ اللہ ایکدم کایا پلٹ ہو گئی کسقدر زبردست انقلاب ہوا ہے اور یہ اسقدر جلدی انقلاب ان تحریکات کے اثر سے ہوا ورنہ انقلاب ہونیکے لئے بھی ایک وقت کی ضرورت ہوا کرتی تھی ہمنے تو یہ دیکھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے فرمایا کرتے تھے

کہ بھائی میں ادھورا ہوں اور میں نے ان دونوں سے کئی مرتبہ کہا کہ بھائی مجھکو بھی کچھ بتادو مگر دونوں نے بخل سے کام لیا مراد دونوں سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور فرماتے کہ اگر میں ایسا ہوتا جیسے کہ یہ دونوں تو بالدیوں (یعنی مواشی چرانے والوں) کو ایسا بنا دیتا جیسے یہ دونوں ہیں معلوم ہوتا ہے میں ادھورا ہی مرجاؤنگا۔ اپنے تلامذہ اور مریدوں کے سامنے یہ بات۔ اس بے نفسی کو ملاحظہ کیجئے۔ اسکے بعد اتفاق سے مکہ معظمہ کا سفر ہوا اور حضرت کی خدمت میں پیاس بجھ گئی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیباکی کی ساتھ پوچھا کہ حضرت آپ بولتے بہت ہیں حالانکہ بزرگوں نے زیادہ بولنے کی ممانعت کی ہے۔ نہایت بشاشت سے جواب میں فرمایا کہ میاں کم بولنا فی نفسہ مقصود نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ فضول باتیں اور مضر باتیں نکرے اور اسکی صورت مبتدی کیلئے یہ ہے کہ ابتدا میں بہت ہی زیادہ کمی کی جاوے۔ پھر اسپر کاغذ کی مثال فرمائی کہ جس کاغذ کو چند روز موڑ کر یعنی لپیٹ کر رکھا گیا ہو پھر جب اسکو سیدھا کرنا ہو تو اس کا عکس کرتے ہیں یعنی دوسری طرف کو اسی طرح موڑتے اور لپیٹتے ہیں تاکہ سیدھا ہو جائے عجیب مثال ہے۔ مثال پر ایک اور ارشاد حضرت مولانا کا یاد آیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ کام اتنا کرنا چاہیے کہ شوق بالکل ختم نہ ہو جاوے تھوڑا سا شوق رہ جائے اس سے پھر کام کرنے کی خواہش قوی ہو جاتی ہے اسپر ایک مثال فرمایا کرتے تھے کہ بچے جب چکی کو پھینکتے ہیں تو اس میں کچھ ڈورا باقی رہنے دیتے ہیں تاکہ اس سے پھر آسانی سے واپس آجائے ورنہ دوبارہ چڑھاتے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی عجیب مثال ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو ہمیشہ سب کی رعایت رکھتا ہوں مگر میری کوئی رعایت نہیں کرتا اور وہ بھی بیفکری سے اگر مجھکو یہ معلوم ہو جائے کہ اس شخص نے میری رعایت کی۔ ذرا سی بھی کوشش کی پھر چاہے اس سے بدعنوانی اور غلطی بھی ہو جائے اس سے رنج نہیں ہوتا۔ خدانخواستہ آنیوالوں سے کوئی بغض نہیں عداوت نہیں۔ میں تو سچ عرض کرتا ہوں اور اس پر قسم کہا سکتا ہوں کہ میں آنیوالوں کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو لوگوں کو اس نیت سے مُرید کرتا ہوں کہ اگر پیر مرحوم ہو گا مریدوں کو جنت میں لیجائیگا اور اگر مرید مرحوم ہو گا تو پیر کو جنت میں کھینچ لیجائیگا تو جس شخص کا آنیوالوں کے ساتھ یہ خیال ہو وہ کیا اُنکو حقیر اور ذلیل سمجھ سکتا ہے اور کیا اُنسے بغض ونفرت رکھیگا۔ سو میں بھی اُسی ذات کا زلہ ربا ہوں الحمد للہ یہی مذاق میرا ہے۔

(ملفوظ ۱۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری تقریر یا کوئی بات مبہم اور مہمل نہیں ہوتی اور اسی صفائی کی بدولت میں بدنام ہوا ہوں اور اسی پر لوگوں سے لڑائی رہتی ہے اور اس کثرت سے کہ شاید ہی کوئی اس لڑائی سے بچا ہو پھر بھی لوگ باز نہیں آتے اور میں بھی جب تک اصلاح کا کام اپنے ذمہ سمجھ رہا ہوں اُسیوقت تک لوگوں سے لڑتا ہوں اور ترکِ اصلاح کے بعد پھر مجھکو بھی کوئی غرض نہ ہو گی اور یہ تو میرے لئے آسان ہے کہ میں اصلاح کا کام چھوڑ دوں لیکن یہ مشکل ہے کہ اصلاح کا کام کرتے ہوئے لوگوں پر روک ٹوک کروں یہ مجھسے نہیں ہو سکتا۔ نیز میں اسکو خیانت سمجھتا ہوں یہ تو ایسا ہے کہ طبیب کے پاس مریض آئے اور وہ اُسکے ساتھ خوش اخلاقی کی بناء پر اُسکو کڑوی دوا نہ بتلائے جو اُسکے مرض کیلئے ضروری ہے تو اُس طبیب کا ایسا کرنا ظاہر ہے کہ خیانت ہو گا اور مریض کیساتھ دشمنی ہو گی تو مجھسے لوگ ایسا کرانا چاہتے ہیں مگر میں صاف کہتا ہوں کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ اس حالت میں اگر یہ میرا طرز پسند نہ ہو تو میرے پاس مت آؤ یہاں تو وہی برتاؤ ہو گا جو مناسب ہو گا

(ملفوظ ۱۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ صوفیہ محققین اہل حق کی بدولت عالم میں حقائق کا انکشاف ہوا۔ انہیں کے فیوض سے ایسی رسوم کا قلع قمع ہوا جن کے رسم ہونے کا احتمال بھی نہ ہوتا تھا۔ ان ہی حضرات کی بدولت گمراہی کا پھاٹک بند ہوا پھر بھی لوگ انہیں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کسقدر ظلم کی بات ہے۔ اور خصوص بعضے مدعیانِ اجتہاد یہ تو بڑے ہی بیباک اور گستاخ ہیں الا ماشاء اللہ کسی کو نہیں دیکھتے کہ کس درجہ کا ہے جسکو چاہتے ہیں جو جی میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہیں۔ ان کو کام کی بات کرتے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔ سوائے دوسروں پر اعتراض کرنے اور کافر اور مشرک بنانیکے انکو اور کوئی کام ہی نہیں یہ دین ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

(ملفوظ) ۱۴۸ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس اظہار حق اور تبلیغ حق کی بدولت تو انبیاء علیہم السلام نے ہزارہا تکالیف برداشت کیں آج تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں اور پھر لوگ کتمان حق کرتے ہیں اور پھر مدعی ہیں کہ ہم نہ توپوں سے ڈرتے ہیں اور نہ ہمکو مشین گنوں کا خوف ہے فرضاً اگر خوف نہ ہوا مگر جو غایت تھی عدم خوف کی یعنی اظہار حق وہ بھی نہ ہوا تو کون کمال ہوا بلکہ یہ کمال تھا کہ ڈر کی چیزوں سے ڈرو اور پھر اظہار حق کرو - یہ کیا بات کہ ان چیزوں سے تو ڈرتے نہیں حق کا اظہار کرتے ہوئے ڈرتے ہو چنانچہ ان تحریکات میں دیکھ لو کہ ہندوؤں کی وجہ سے کسقدر کتمان حق کیا گیا دین کو اور مسائل کو صاف بیان نہ کر سکے - انبیاء علیہم السلام نے اور انکے صحابہ نے تو کام کر کے دکھلا دیا گو تکلیفیں پہونچیں لیکن پرواہ نہیں کی اور اب بھی اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں کہ حق کے مقابلہ میں وہ تمام عالم کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور انبیاء جیسی تو تکالیف کوئی برداشت بھی نہیں کر سکتا - اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

زاں بلاہا کانبیاء برداشتند سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

17

(ملفوظ) ۱۴۹ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو یہ حالت ہے کہ محبت کا دعوی کرکے آتے ہیں اور آکر اصلاح کرانے کو کہتے ہیں لیکن خلاف طبع ذراسی بات کی بھی برداشت نہیں ہوتی وہ سب دعوے ہباءً منثورا ہو جاتے ہیں اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ) ۱۵۰ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ظلم بڑی سخت چیز ہے آجکل جدھر دیکھو یہی آفت ہے کہ اہل قدرت کسی کے پرسان حال نہیں ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ اکثر ظالم کی طرفداری کیجاتی ہے مظلوم کی کوئی نہیں سننے والا مسلمانوں پر ابھی پچھلے دنوں کیا کچھ تھوڑے مظالم ہوئے لیکن کسی نے بھی دادرسی نہ کی اور الٹا مسلمانوں ہی کو بدنام کیا گیا - اہل تجربہ نے لکھا ہے کہ کفر سے تو زوال سلطنت نہیں ہوتا مگر ظلم سے زوال سلطنت ہو جاتا ہے -

۱۳ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۰۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پہلے بھی ان کے بہت لمبے چوڑے خطوط آئے مگر کوڑ مغزی سے بھرے ہوتے تھے میں نے انکو لکھا تھا کہ تمکو سمجھ نہیں تم میرے تشو وعظ دیکھو اس سے اُمید ہی کہ دین کی سمجھ پیدا ہو جاویگی آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے بموجب ہدایت حضرت والا کے تشو وعظ کا مطالعہ کیا الحمد للہ حضرت کی دعا اور توجہ و برکت سے مجھے اپنے امراض معلوم ہو گئے میں سراپا امراض ہوں۔ اور اب کے کوئی بے ڈھنگی بات نہیں لکھی اب اصلاح شروع ہو جاویگی۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہی کہ کیا کیا امراض معلوم ہوئے لکھو۔ یہ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ اس طریق میں دو غلطی ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ کوئی مریض ہو مگر اپنے کو مریض نہ سمجھے۔ دوسری غلطی یہ ہوتی ہے کہ غیر امراض کو امراض سمجھ بیٹھے۔ سو غلطیاں لکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ جنکو امراض سمجھا آیا حقیقت میں بھی وہ امراض ہیں یا نہیں۔ دیکھئے کیا لکھتے ہیں۔ یہ اصلاح کا کام بڑا ہی نازک ہے ہیچے کرانے پڑتے ہیں۔ لوگ میرے اسی طرز کو بدخلقی اور سخت گیری سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب اگر اس طرح اصلاح نہ کروں تو کیا کروں چنانچہ اس ہی ایک واقعہ سے کہ ان سے غلطیاں لکھنے کی فرمایش کیگئی اس طرز کا مُفید ہونا ثابت ہو گیا۔ اب معترضین فیصلہ دیں کہ اسکے علاوہ اور وہ کونسا طرز ہے جو اصلاح کے باب میں مُفید ہے۔

(ملفوظ ۱۰۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا رائپوری پہلے ایک اور بزرگ سے بیعت تھے اور اُن پہلے پیر کے خلیفہ بھی تھے۔ پھر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور یہ بیعت ہونا بھی عجیب طریق سے ہوا۔ حضرت مخدوم صاحب رح نے حضرت رائپوری کو خواب میں فرمایا کہ گنگوہ میں مولانا سے بیعت ہو جاؤ اُنہوں نے کچھ التفات نہیں کیا اسکے بعد حضرت رائپوری حج کو تشریف لیگئے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رائپوری سے فرمایا کہ مخدوم صاحب نے جو فرمایا تھا اُسپر عمل نہیں کیا تب حج سے واپس آکر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے (اشرف علی عرض کرتا ہے مجھکو یاد نہیں کہ یہ روایت میں نے بیان

کی ہو ممکن ہے جامع نے کسی اپنے معتمد سے سنکر درج کردی ہو اور اپنی طرف منسوب کرنا یاد نہ رہا ہو واللہ اعلم) اس بیعت پر حضرت رائے پوری سے بہت سے پیر بھائی خفا ہو گئے اور اعتراض کیا اور کہا کہ لٹیا ہی ڈبودی سلسلہ کو بدنام کیا۔ خیر یہ تو بیہودہ لوگ تھے جنھوں نے اس قسم کا اعتراض کیا۔ اور جو ہوشیار تھے اُنھوں نے ایک عجیب توجیہ کی اور کہا کہ ہر شخص کو کمالات اور درجات کی ترقی کی ضرورت تو ہر وقت ہے یہ حضرت گنگوہی کے کمالات لینے گئے تھے جیسے جاذب کاغذ پر حرف آجاتے ہیں یہ عقلیں ہیں اور یہ فہم ہے۔ کیا ان باتوں سے طریق اور سلسلہ بدنام نہیں ہوتا۔ لوگ سنکر یہ نہ کہیں گے کہ بڑے ہی فہیم اور عقیل لوگ داخلہ سلسلہ ہیں جنکی یہ خرافات اور یہ تحقیقات ہیں۔

(ملفوظ ۱۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایمان جسقدر اور جتنا کامل ہوتا ہے وتنی ہی فراست قوی ہوتی ہے۔ سلاطین اور شاہان سلف ہی میں دیکھ لیجئے جو سلاطین جسقدر متبع سنت ہوئے ہیں اُنکی حکومت کے کارنامے موجود ہیں دیکھ لیجئے کس درجہ کے ہیں۔ منجملہ ایسے بادشاہوں کے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو دیکھ لیا جائے کہ ان کی شجاعت بہادری دلیری سیاست فراست کی کیا انتہا ہے۔ یہ سب قوت ایمان کی برکت اور اتباع سنت کے کرشمے ہیں۔ ان ہی چیزوں کو تو مسلمانوں نے چھوڑ دیا اسلئے ذلیل وخوار ہیں۔ دوسروں کے یہاں کی گداگری کرتے پھرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں۔ اسلام کے اندر تو ہر طبقہ کی ضرورت کی چیز موجود ہے خواہ امیر ہو یا غریب۔ بادشاہ ہو یا فقیر۔ اپنے گھر میں سب کچھ دولت بھری ہے اور دوسروں کی طرف دیکھ دیکھ منہ میں پانی بھر بھر آتا ہے یہ سب علم دین نہ ہونیکی بدولت ہو رہا ہے

(ملفوظ ۱۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر اعمال میں اتباع ہو اور قلب میں قوت ایمانیہ ہو تو اُسکی ہر بات کا ہر کام کا رنگ ہی جدا ہوتا ہے اُسکی ہر ادا سے تعلق مع اللہ کا پتہ چلتا ہے اُنکے چہروں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی	نیک بین باشی اگر اہل دلی
یعنی ؎ مرد حقانی کے پیشانی کا نور	کب چھپا رہتا ہے پیش ذیشعور

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خوف حق اور خوف آخرت اگر دل میں ہو تو پھر عدل وانصاف اور سب کچھ خود بخود ہونے لگتا ہے۔ یہاں سرے ہی سے جڑ ہی مفقود ہے۔ پھر عدل و انصاف کی اُمید لاحاصل۔ ایک ثقہ شخص مجھ سے حکومت کابل کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے امیر عبدالرحمن خانصاحب کے زمانہ کا کہ امیر عبدالرحمن خانصاحب کی بیوی نے کسی قصور پر ایک ماما کو پستول سے مار ڈالا اُسکے ورثاء نے حکومت میں دعوی کیا۔ امیر عبدالرحمن خانصاحب کو خیال ہوا کہ کہیں لڑکے ماں کی محبت کی وجہ سے کوئی گڑبڑ نہ کریں ایک تنہا مکان میں اپنی بیوی کو بند کرا دیا اور اسپر فوجی پہرہ لگا دیا اور قاضی کے یہاں مقدمہ بھیجکر کہلا بھیجا کہ ہرگز اس کا خیال نہ کیا جائے کہ فلاں کی بیوی ہے اور فلاں کی والدہ جو حکم شرعی ہو اُسکے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے۔ یہ بات بدون قوت ایمان و خوف حق و خوف آخرت کے کبھی نہیں ہو سکتی غرض مقدمہ ہوا اور قصاص کا حکم ہو گیا۔ امیر عبدالرحمن خانصاحب کے صاحبزادوں نے آکر عرض کیا کہ کیا والدہ کیلئے ایسی کارروائی ہو گی۔ فرمایا جو شریعت کا حکم ہو گا وہی کیا جاویگا اور افسوس تمکو اپنی والدہ پر تو رحم آتا ہے مگر اپنے بوڑھے باپ پر رحم نہیں آتا کہ اگر عدل اور انصاف کے خلاف ہوا تو قیامت کے روز فرشتے خدا کے سامنے کھینچے کھینچے پھریں گے رسوائی اور ذلت گلوگیر ہو گی۔ جہنم کا کُندہ بنا دیا جاؤں گا کیا باپ کی اتنی بڑی تکلیف گوارا ہے۔ صاحبزادوں نے عرض کیا کہ اگر ہم ورثہ کو راضی کر لیں اور وہ معاف کر دیں۔ فرمایا کہ بدون جبر حکومت کے اگر وہ راضی ہو جائیں اور بطیب خاطر معاف کر دیں کچھ حرج نہیں چنانچہ راضی کر کے معافی ہو گئی اور جان بچی یہ شان ہوتی ہے اسلام اور ایمان والوں کی۔ دیکھئے ایک حکومت یہ بھی تھی۔ یہی صاحب جنہوں نے یہ واقعہ مجھ سے روایت کیا یہی صاحب ایک دوسرا واقعہ اپنے ساتھ گذرا ہوا بیان کرتے تھے کہ میں نے سلطنت کے مفید شب کو تنہائی میں چند نوٹ لکھے کہ صبح انکو امیر عبدالرحمن خانصاحب کی خدمت میں بطور مشورہ پیش کروں گا کہ یہ ملک کی ترقی اور فلاح اور بہبود کے اسباب ہیں انکو اختیار کر لیا جائے۔ بیان کرتے تھے کہ میں حسب معمول امیر عبدالرحمن خانصاحب کے دربار میں حاضر ہوا ہنوز پیش نہیں کیا تھا کہ امیر صاحب نے خود ہی فرمایا کہ بعض لوگ ملک کی اصلاحات اور ترقی کیلئے ایسا ایسا مشورہ دینا چاہتے ہیں لیکن اُسمیں اگر یہ مفاد ہیں تو فلاں فلاں مضرات بھی ہیں۔

کہتے تھے کہ وہ نوٹ کا پرچہ میری جیب میں ہی رہا اور امیر صاحب سبکو بیان کر گئے۔ میں حیرت میں تھا کہ اللہ انکو میرے نوٹ لکھے ہوئے کیا معلوم۔ کہتے تھے کہ منجملہ اور تمام نوٹوں کے میرے بے لکھے ہوئے نوٹ میں یہ بھی تھا کہ یہاں سے کچھ نوعمر لڑکے باعقل باسلیقہ انتخاب کر کے غیر ممالک مثلاً جرمن جاپان وغیرہ بھیجے جائیں تاکہ وہ صنعت وحرفت سیکھ کر واپس آکر اپنے ملک والوں کو سکھا لیں اس سے بہت جلد ملک ترقی کر جائیگا اس کا یہ جواب دیا کہ مشورہ تو نیک اور مفید ہے لیکن طریق کار غلط ہے اسلئے کہ یہاں کے لوگ دوسرے ممالک میں جاکر وہاں کے خیالات اور جذبات لیکر آئیں گے اور پھر اُن جذبات اور خیالات کا اثر دوسروں پر ہوگا جو قطعاً مناسب نہیں۔ اسکی مناسب صورت یہ ہے کہ دوسرے ممالک سے ماہرین فن بلائے جائیں جو بحیثیت ملازم کے ہونگے اُنکی نگرانی بھی ہو سکتی ہے اور بسہولت ہو سکتی ہے وہ آکر کام سکھائیں اس میں یہ اندیشہ نہ ہوگا اسلئے کہ وہاں آزادی ہوگی یہاں آزادی نہ ہوگی۔ واقعی کیسی کام کی بات فرمائی یہ سب نور ایمان کے برکات ہیں۔ کہتے تھے کہ میں نے موقع پاکر دریافت کیا کہ امیر صاحب یہ نوٹ تو میں شب میں لکھکر لایا تھا آپکو کیسے معلوم ہو گیا کیا آپکو کشف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے مجھکو کیا کشف ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے مجھکو اُس سے معلوم ہو گیا۔ میں نے عرض کیا عقل کی رسائی ایسے امور تک کیسے ممکن ہے۔ فرمایا کہ جہاں کشف کی رسائی ہوتی ہے وہاں عقل کی بھی ہوتی ہے مگر دونوں میں اتنا فرق ہے جیسے ایک تو ٹیلیگراف ہوتا ہے اور ایک ٹیلیفون۔ ٹیلیگراف میں تو خاص اصطلاحیں ہیں کہ حرکات کو ادھر منطبق کر کے جو ایک قسم کا استدلال ہے مقصود کو سمجھتے ہیں اور ٹیلیفون میں صاف صاف الفاظ معلوم ہو جاتے ہیں۔ پس عقل کی مثال تو ٹیلیگراف کی سی ہے اور کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی۔ تو ہم ٹیلیگراف سے کام لیتے ہیں۔ عجیب بات بیان کی کہ جہانتک کشف پہونچتا ہے وہیں تک عقل بھی پہونچتی ہے۔ میں اور توسُّع کر کے کہتا ہوں کہ اس سے عقل اور کشف کی برابری کا شبہ نہ کیا جاوے۔ عقل کے سامنے کشف بیچارا کچھ بھی چیز نہیں اور نہ اسکی کچھ حقیقت۔ اصل چیز عقل ہے جسکا تعلق قوت ایمان سے ہے۔ فراست بھی اسیکا ایک شعبہ ہے جسکو یہ دولت عطاء فرما دی جائے تو کشف کیا چیز ہے +

(ملفوظ ۱۱۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کشف کیا کسبی ہے۔ فرمایا کہ جی کسبی تو پھر بھی کسبکی مطلوب ہے اور نکاح کر لو تو بے خطرہ بھی ہو گئی۔ یہ تو نرا طبیعی ہے اور ہمیشہ پُر خطر۔ مگر لوگوں نے خواہ مخواہ اسکو بزرگی کے لوازم میں سے سمجھ لیا۔

(ملفوظ ۱۱۲) ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے۔ سلام مسنون اور مصافحہ کے بعد ایسی جگہ بیٹھے کہ پہلے سے جو ایک صاحب مجلس میں بیٹھے تھے اُنکی طرف پشت ہو گئی۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ آتے ہی عقلمندی کے کام شروع کر دئے۔ کیا ہو گیا تم لوگوں کو کیا تمکو اتنی بھی تمیز نہیں کہ ایک مسلمان کی طرف بلا ضرورت پشت کرنا نہیں چاہئے۔ معلوم بھی ہے ایسی حرکتوں سے دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اول تو اُسکے ہی دل میں نفرت اور اعراض پیدا ہوتا ہے جسکی طرف پشت کر کے بیٹھتا ہے وہ دل میں کہتا ہے کہ یہ نہایت بیہودہ اور بد تمیز شخص ہے اور دیکھنے والوں کو بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ باتیں بھی میرے ہی تعلیم کرنیکی ہیں عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیے۔ فرمایا معاف کو معاف ہی ہے۔ خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں۔ مگر کیا آگاہ بھی نہ کروں۔ آئندہ ایسی بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کبھی کسی مسلمان کی طرف بلا ضرورت پشت کر کے نہیں بیٹھنا چاہئے بُری بات ہے۔ اور اگر ایسی ہی بیخبری اور بیہوشی ہے تو میری ہی کیوں رعایت کیگئی۔ میری طرف بھی پشت کر کے بیٹھ جانا تھا۔ آخر فرق کیا ہے وہ بھی مسلمان ہیں۔ میں بھی مسلمان ہوں۔ قطعاً تمیز نہیں رہی۔ کسقدر بے ادبی کا بازار گرم ہے۔ معاشرت تو بالکل ہی خراب اور برباد ہو گئی۔

(ملفوظ ۱۱۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل مدارس میں اساتذہ نے ایک طرز اختیار کیا ہے کہ طلباء کی مرضی پر اسباق رکھے جاتے ہیں۔ یہ بالکل ہی غلط طرز ہے اس طرز میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ اساتذہ کو چاہئے کہ طالب علم کی استعداد اور قوت کو دیکھکر کتاب انتخاب کریں تاکہ آئندہ کیلئے محنت کار آمد ہو۔ دوسرے طلباء کے دماغ اور اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ ایسے برتاؤ سے اساتذہ کو اپنا محکوم سمجھتے ہیں ایسی ہی باتوں کی بدولت مدارس میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔

۲۴ ر جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۱۷۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نے میرا مکان دبا لیا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ تم کیا کیا کر سکتے ہو سب لکھو تب میں بتلاؤنگا کہ یہ کرو۔ اسپر فرمایا کہ بہت لوگ لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں نے یہ جرم کیا اسکو کیا سزا دینا چاہئے میں لکھدیتا ہوں کہ تم کیا کیا سزا دیسکتے ہو سب لکھو تب میں بتلاؤنگا کہ یہ سزا دو اسکے بعد پھر کوئی جواب نہیں آتا۔ آخر ایسے فہیم لوگوں کو اور کیا لکھوں۔ اب دیکھئے یہی عقلمند کیا جواب لکھتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۷۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ موت کا اسقدر خوف غالب ہے کہ نہ شب کو نیند آتی ہے نہ کسی وقت بھوک لگتی ہے ہر وقت بےچینی رہتی ہے۔ اس کا کیا علاج ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ گناہ کے احتمال سے علاج چاہتے ہو یا تکلیف کے خیال سے۔ دیکھوں کیا لکھتے ہیں۔ ایک جملہ بھی لکھا ہے جسپر مجھکو گناہ سمجھنے کا شبہ ہوا۔ یہ لکھا ہے کہ اسقدر خوف محمود نہیں۔ عجیب بات ہے کہ بزرگ لوگ تو اسدرجہ کے پیدا کرنیکے لئے مراقبات بتلاتے ہیں اور یہ شخص پیدا ہوئی حالت کو کھونا چاہتا ہے۔ کسقدر بیقدری کی بات ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ میرے جواب سے کیا سمجھتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۷۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھکو مرید کر لیا جائے اور قصد السبیل کی عبارت تائید میں لکھی ہے کہ بیعت ہونا اسلئے چاہتا ہوں کہ مرید کے حال پر شیخ کو توجہ اور مرید کو اتباع کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ بالکل ٹھیک ہے مگر دلائل سے باہم مناسبت ہونا بھی شرط ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اب جب مناسبت پیدا کرنے کی تدبیر پوچھیں گے جب بتلاؤنگا۔

(ملفوظ ۱۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل نیچریت کا غلبہ دینداروں پر بھی کم و بیش ہو گیا ہے محض دینداروں ہی پر نہیں جہلک سب میں مارتے لگی ہے اور جو معدودے چند اپنے بزرگوں کے مسلک اور طرز پر قایم ہیں انکو لکیر کا فقیر جامد الطبع اور خدا معلوم کیا کیا خطاب دئے گئے ہیں اور

کن کن القاب سے یاد کئے جاتے ہیں - فلاں مولوی صاحب جنکو میں مولویوں کا سید احمد خاں کہا کرتا ہوں یہاں آئے تھے اُنہوں نے دہلی میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا اس میں نئے روشنی کے اصول سے - بی - اے - والوں کو تفسیر پڑھاتے تھے - یہاں جب آئے میں نے کہا کہ اسکی ضرورت ہی کیا ہے - کہنے لگے کہ قدیم طرز کی تفسیر سے ان لوگوں کی تشفی نہیں ہوتی اسلئے جدید طرز پر تفسیر پڑھاتا ہوں اور اس جدید طرز کے متعلق وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جو محض غلط ہے - میں نے اُن سے کہا کہ یہ محض غلط خیال ہے کہ قدیم طرز کی تفسیر سے تشفی نہیں ہو سکتی - آپ دو طالب علم بی اے لیجئے جنکی طبیعت ایک سی ہو - علم یکساں ہو اور ایک ہی مسئلہ ہو - ایک کو آپ جدید طرز پر سمجھائیے اور ایک کو میں پُرانے طرز پر سمجھاتا ہوں اور پھر اُن کا تقابل کرائیے معلوم ہو گا کہ کون سمجھا اور کون نہیں سمجھا - کہنے لگے کہ آپ تو سمجھا سکتے ہیں - میں نے کہا کہ جب میں سمجھا سکتا ہوں تو تم یہ کام چھوڑ دو میرے سپرد کر دو - کہنے لگے بہتر - دہلی چلکر رہو اور وہاں رہکر پڑھاؤ - میں نے کہا اسکی کیا ضرورت ہے - انگریزی خواں طلبہ کو یہاں بھیجدیجئے نہ کسی چندہ کی ضرورت ہوگی نہ طالب علموں کا زیادہ خرچ ہو گا اور کام ہو جائیگا - پھر کچھ نہیں بولے خاموش ہو گئے - اور کوئی بات نہیں صرف وہی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کمبخت منحوس نیچریت کا اثر اور جھلک اب سب میں نظر آنے لگی اسکا بڑا زہریلا اثر ہے جیسے کسی زمانہ میں ہوا میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے بس وہ حالت اسکی ہو رہی ہے

(ملفوظ ۱۱۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ عین وقت پر حق تعالیٰ مدد فرماتے ہیں - ضرورت کی چیز دل میں ڈالدیتے ہیں - میں اُن کا بڑا ہی فضل اور رحمت سمجھتا ہوں ایک مرتبہ میں گھر کی چند بچیوں کو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا رہا تھا وہ بھائی اکبر علی مرحوم کی بچیاں تھیں جب یہ آیت آئی وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ - قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ پر بچیوں نے سوال کیا کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اُنکے اہلاک پر قادر ہیں پھر قاتلہم اللہ کہکر بددعا کیسی - کسی دوسرے کا کلام ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اُنکی ہلاکت کی بددعا کرتا - مجھکو خیال ہوا کہ جواب کی تقریر اُنکے مذاق اور استعداد

کی رعایت کرتے ہوئے ہونا چاہیے تاکہ یہ سمجھ سکیں۔ میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں کے جذبات کی رعایت فرماتے ہوئے ایسا فرمایا اسلئے کہ ظاہر ہے کہ جسوقت حق تعالیٰ کا کسی کو بیٹا بتایا جائیگا تو ایک ایمان والیکو ضرور غصہ آئیگا اور غصہ میں بیساختہ جی چاہیگا کوسنے کو آگے دو ہی صورتیں تھیں یا تو کوسنے کی اجازت ہوتی یا نہ ہوتی اگر نہ ہوتی تو جذبات مضمحل ہوجاتے اور اگر ہوتی تو غیر قرآن کا قرآن کے اندر تخلل ہوتا ہے تو جذبات کی رعایت کرکے اُسکو جزو قرآن بنا دیا تاکہ بیساختہ قرآن ہی میں اسکو بھی پڑھ دے۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون۔ اب جزو قرآن شریف ہونے سے ثواب بھی ملا اور جذبات کی بھی رعایت ہوگئی یہ تقریر سنکر بچیاں نہایت آسانی سے خوب سمجھ گئیں میرا جی بھی خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی پہلے سے بالکل خالی الذہن تھا۔

(ملفوظ ۱۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میاں اب تو بوڑھے ہوگئے اب کیا کسی کے بدنام کرنے سے ڈریں گے جسکا جی چاہے بدنام کرے اور الزام اور بہتان لگائے۔ ہوتا کیا ہے۔ آخر بیچارے اگر یہ بھی نہ کریں تو اور کیا کریں۔ باقی جو حلوے مانڈوں میں کھنڈت پڑگئی ہے اُنکی واپسی تو ذرا اب مشکل ہے اس ہی لئے زیادہ خفا ہیں۔ عام لوگ جسطرح پہلے بہکائے میں آجاتے تھے اللہ کا شکر ہے کہ اب وہ بات نہیں رہی۔ یوں تو بدفہم بدعقل لوگ ہر زمانے میں رہے اور ہیں لیکن سمجھدار اب پھندوں میں نہیں آسکتے۔ مُرغے انڈے حلوے مانڈے سب ختم ہوگئے تو کیا بُرا بھلا بھی نہ کہ لیں۔ خصوص یہ بدعتی تو مجھسے بیحد خفا ہیں انکو ہی زیادہ نقصان پہونچا۔ آئے دن ایک نئی بات اور اعتراضات لیکر کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن تاڑنے والے تاڑ لیتے ہیں کہ حقیقت اسکی ہے کیا۔

(ملفوظ ۱۲۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا حضرت بوڑھاپے میں کسی کا خوف نہیں رہتا۔ فرمایا کہ مومن کے قلب میں تو ہمیشہ ایک ہی کا خوف رہتا ہی۔ چاہے جوانی ہو یا بوڑھاپا ہو۔ اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی بوڑھاپے میں خصوصیت کی ساتھ طبعًا بھی دوسروں کا خوف کم ہوجاتا ہے اور اسکے متعلق بھائی اکبر علی مرحوم نے عجیب بات کہی تھی جو میرے ذہن میں بھی کبھی نہیں آئی تھی وہ یہ کہ بڑھاپے میں طبعی خاصیت ہی کہ اسپر کسی کا رعب نہیں ہوتا نہ اثر

25

ہوتا ہے۔ اسکو سب بچے نظر آتے ہیں اور اس کا سب پر اثر ہوتا ہے۔ بھائی مرحوم تھے بڑے ذہین۔ ذہانت ہی سے جذبات کی پہچان ہوسکتی ہے۔ بات کام کی کہی واقعی بوڑھاپے کا یہ اثر ضرور ہے۔

(ملفوظ ۱۲۱) ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت میں نے چماروں کے کنویں سے پانی پی لیا۔ فرمایا توبہ کرلو۔ اور آئندہ ایسا مت کرنا جب وہ شخص چلا گیا فرمایا کہ یہ میں نے اسلئے کہا کہ تاکہ دل میں اسکی رکاوٹ ہو آگے نہ بڑھے نفرت پیدا ہو۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص لایا گیا مع اپنے کنبہ کے وہ خانساماں تھا اُسنے انگریز کی بچی ہوئی چاء پی لی تھی۔ اُسکے تمام متعلقین نے اُس سے نفرت ظاہر کی کہ تو تو کرشٹان ہوگیا یہ شخص بہت پریشان تھا۔ حضرت شاہ صاحب کے پاس سب مسئلہ پوچھنے آئے۔ شاہ صاحب کے پاس اہل علم کا اُن کے شاگردوں وغیرہم مجمع رہتا تھا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اتنی بڑی بات اتنی جلد طے نہیں ہوسکتی کل آنا کسی بڑی کتاب میں مسئلہ دیکھیں گے اور بیوی بچوں سے کہا کہ اس سے الگ رہنا۔ کئی روز دق کرکے فرمایا کہ آج ایک روایت نکلی ہے۔ بہت بڑی بات ہوگئی تمسے۔ اتنے مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ اتنی نفلیں پڑھو غسل کرو۔ غرض بڑا بکھیڑا بتلادیا۔ شاگردوں نے باہم چرچا کیا کہ نہ معلوم حضرت شاہ صاحب نے یہ مسئلہ کہاں سے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے سنکر فرمایا کہ تم کیا جانو یہ انتظامی بات ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ دلیر ہو جاتے اور کرشٹان بننا شروع ہو جاتے۔ حضرت شاہ صاحب کا طرز نہایت حکیمانہ تھا عجیب باتیں ہوتی تھیں۔

(ملفوظ ۱۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عوام تو طریق کو کیا سمجھتے اُنہوں نے سمجھا ہی کس زمانہ میں یہ بیچارے تو اتباع محض کرنیوالے ہوتے ہیں۔ خود اہل علم ہی طریق کو کم سمجھے خصوص اسوقت تو طریق سے اسقدر بیخبری ہے کہ اُسکو احکام شرعیہ اور اعمال کے علاوہ ایک چیز سمجھنے لگے۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ علماء اہل حق نے اسطرف توجہ نہیں کی۔ جُہلاء اور اہل باطل کے ہاتھوں اُسکی یہ گت بنی کہ جو چاہا من گھڑت گھڑتے رہے اور تصوف کے نامزد کرتے رہے اب ان خرافات کا تو ثمرہ یہی ہوتا کہ لوگوں کو اس سے نفرت کا درجہ پیدا ہوگیا گو افراط اور تفریط سے دونوں طبقے خالی نہیں مثبتین بھی نافین بھی۔ مگر اب بحمداللہ تعالیٰ مدتوں کے بعد طریق کی حقیقت واضح ہوئی اب ہر بات صاف ہے۔ بے غبار ہے۔ روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہے۔ آپ

مخالفین طریق کو کسی معتد بہ اعتراض کی گنجائش نہیں رہی اور یوں تو اعتراض سے خود قرآن پاک اور حدیث شریف بھی بچے ہوئے نہیں۔ سوال تو معقول اور غیر معقول کا ہے۔ میں ایک مسئلہ کی حقیقت بطور مثال کے عرض کرتا ہوں کہ اعمال کے علاوہ جتنی چیزیں طریق میں ہیں جنکی شیخ طریقت تعلیم کرتا ہی ان کا درجہ طبیب جسمانی کی تدابیر سے زیادہ نہیں۔ مقصود نہیں محمود ہیں اور معین ہیں مقصود کی۔ اور طریق صرف اعمال ہیں اور اُن سے مقصود رضاء حق ہے۔ یہ ہے حقیقت طریق کی اور جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہہ سکتے ایسے ہی ان تدابیر اصلاح کو بھی بدعت نہیں کہہ سکتے۔ بدعت تو اسوقت کہا جاسکتا ہے جبکہ انکو دین اور مقصود سمجھکر ان پر عمل کیا جائے اور انکو اختیار کیا جائے۔ رہا یہ کہ ایک طبقہ ایسا بھی ہو جو اسکو دین سمجھکر اور مقصود سمجھکر عمل کرتا ہے تو اہل باطل اور جہلاء کے کسی ایسی بات کے کرنے یا کہنے سے حقیقت تو نہیں بدلی۔ پھر بتلاؤ کہ اس میں بدعت کی کیا بات ہے اور کس طرح اسکو بدعت کہا جاسکتا ہے پس حقیقت ظاہر ہوگئی کہ اعمال طریق ہیں اور رضاء حق مقصود ہے اور غیر اعمال کسی درجہ میں بھی مقصود نہیں۔ میں اس مسئلہ کو اس سے بھی زیادہ سہل عنوان سے اہل علم کے سمجھنے کیواسطے دو جملوں میں ادا کرتا ہوں کہ انفعالات طریق میں مقصود نہیں افعال مقصود ہیں۔ اور افعال ہی کی ساتھ رضاء حق کا وعدہ ہے۔ اس سے آگے ذکر و شغل مراقبہ غرضکہ جو کچھ پیرانِ طریقت اہل حق تعلیم کرتے ہیں سب تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ اب میرے کان مشتاق ہیں کہ اس حقیقت کے معلوم ہونیکے بعد طریق کو بدعت کہنے کے دلائل کیا ہیں اور یہ بدعت اُسوقت ہو سکتا ہے جبکہ طبیب جسمانی کی تدابیر کو بھی بدعت کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فہم سلیم اور عقل کامل عطاء فرمائیں تاکہ دین کو سمجھیں

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض سیاحوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اسلام کی جو شان ہندوستان میں ہے وہ ممالک اسلامیہ میں بھی نہیں اور اپنے بزرگوں سے بھی ایسا ہی سنا جنہوں نے دوسرے ممالک دیکھے ہیں۔ شاید یہ وجہ ہو کہ وہاں پر تو مسلمان بیفکر ہیں کہ حکومت اسلامی ہے وہ ہر بات کی ذمہ دار ہے اس ہی لئے وہاں کے علماء بھی بیفکر اور عوام مسلمان بھی بیفکر۔ اور ہندوستان میں حکومت اسلامی تو ہے نہیں عوام ہوں یا علماء سب دین کی

ذمہ داری اپنے اوپر سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(**ملفوظ** ۱۲۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے باوجود بے سروسامانی کے یہاں پر جسقدر کام ہورہا ہے دوسری جگہ سامان ہونے پر بھی اُتنا کام نہیں ہورہا اور یہ میں فخر کی راہ سے نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کی ایک نعمت اور رحمت سمجھکر اُسکا اظہار کررہا ہوں۔ نہ یہاں پر ترغیب ہے نہ ترہیب اور پھر جس چیز کو جی چاہتا ہے حق تعالیٰ پورا فرما دیتے ہیں یہ اُن کا فضل ہی تو ہے کہ کام سب برابر ہورہے ہیں۔ اب اعلاء السُّنن کی بعض جلدیں چھپوانیکا ارادہ ہے تخمینہ جو کیا گیا تو کچھ کم وبیش غالباً چار ہزار روپیہ کا صرفہ بیٹھیگا۔ اُمید ہے اُنکی ذات سے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام بھی پورا ہو جائیگا۔ یہ اعلاء السُّنن مذہب احناف کی نُصرت میں لکھی گئی ہے اس سے پہلے ایسی کتاب اس ترتیب سے نہیں لکھی گئی حق تعالیٰ اسکو نافع فرمائیں +

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(**ملفوظ** ۱۲۵) ایک صاحب کئی یوم سے خانقاہ میں مقیم تھے اُنہوں نے مجلس خاص میں آکر بیٹھنے کیوقت حضرت والا سے مصافحہ کیا۔ اسپر حضرت نے مواخذہ فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ آپ تو کئی روز سے یہاں پر مقیم ہیں پھر اسوقت مصافحہ کرنیکی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا کہ دوسرے صاحب مصافحہ کررہے تھے اسوجہ سے مجھکو بھی خیال ہوا مصافحہ کرنے کا۔ فرمایا کہ یہ تو تمکو بھی معلوم ہوگا کہ یہ نئے آدمی ہیں جو ابھی آئے ہیں اور کیا جس روز سے تم مُقیم ہو اس درمیان میں اور کسی نے مصافحہ نہیں کیا۔ یہاں روزانہ لوگوں کی آمد برآمد رہتی ہے تو اُنکو دیکھکر کیوں نہیں مصافحہ کیا اُنہوں نے بھی تمہارے ہی سامنے مصافحہ کیا تھا۔ کیا انکو عذر کرنیکا کچھ شوق ہے۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیے۔ فرمایا کہ آپنے تو ایک چھوٹا سا لفظ کہدیا کہ غلطی ہوئی اور دوسرے کو جو اذیت ہوئی تکلیف پہونچی وہ کس مد میں گئی۔ آپ آنیوالوں کے سامنے مزاج میں تغیر دلانے ہیں وہ سمجھیں گے کہ بہت سخت مزاج ہے انکو افسوس ہوگا کہ کہاں آکر پھنسے۔ بڑا

افسوس ہے سخت افسوس ہے۔ نہایت افسوس ہے۔ لیکن اگر سخت مزاجی کی بدنامی سے بچنے کیلئے خاموش رہتا ہوں تو اصلاح نہیں ہوسکتی اور جب اتنی موٹی موٹی باتوں کی بھی اصلاح نہ ہوئی تو تعلق رکھنے سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ اور آگے دقیق باتوں کی اصلاح کی کیا اُمید ہوسکتی ہے۔ لوگ اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں لیکن میں نہ خود کسی کا تابع بنتا ہوں اور نہ دوسرونکو اپنا تابع بنانا چاہتا ہوں۔ میں خود بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرتا ہوں دوسروں کو بھی اصول صحیحہ کا تابع بناتا ہوں۔ اگر یہ پسند نہیں تو ایسی جگہ جائیے۔ جہاں آنیوالوں کی غلامی کیجاتی ہو۔ ایسی بہت جگہ ہیں۔ ان ہی رعایتوں نے آپ لوگوں کے دماغ خراب کر دئے مگر مجھ سے غلامی نہیں ہوسکتی جواب دیجئے کہ اس غلطی کا منشا کیا ہے جبکہ آپنے اس سے پہلے ایسی ہمت نہیں کی آج کیوں یہ نیا جوش اُٹھا عرض کیا اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔ دریافت فرمایا اب کیوں ہوا جبتک منشا نہ بتلاؤ گے تو اصلاح کیسے ہوگی میری تو اس میں کچھ مصلحت نہیں تمہاری ہی مصلحت ہے۔ یعنی اصلاح کی آپ لوگوں کو فکر ہی نہیں جو جی میں آیا کر لیا اور فکر ہی خرچ ہے تمام چیزوں کی۔ بھلا ایسے آنے سے کیا فائدہ۔ اپنا پیسہ خرچ کیا وقت صرف کیا گھر بار چھوڑا سفر کی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں اور اُسپر خود بھی محروم اور دوسرے کو بھی اذیت اور تکلیف پہونچائی۔ ان رعایتوں کی بدولت تم لوگوں کا ستیاناس ہوگیا تم کسی کام کے نہ رہے تم خراب اور برباد ہوگئے تمہاری معاشرت برباد۔ تمہارے اخلاق خراب تمہیں کچھ خبر نہیں کہ کون بات راحت کی ہے اور کون اذیت کی۔ مثل بہائم کے ہو۔ میں تمکو بتلائے دیتا ہوں کہ یہ بات اس طریق میں نہایت خطرناک بات ہے کہ معلّم کو مکدّر کیا جائے اس سے زیادہ خسارہ کی دوسری چیز نہیں۔ مگر اسکی پرواہی نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ابتو مشائخ کے یہاں اپنی اصلاح کی نیت سے یا غرض سے جاتے ہی نہیں۔ دوسری ہی اغراض لیکر جاتے ہیں کہ جائینگے اول تو آؤ بھگت ہوگی تعظیم و تکریم ہوگی خاطر مدارات ہوگی۔ جاتے ہی مرید ہونیکو کہیں گے مرید کر لیا جائیگا۔ لنگر سے کھانا ملتا رہیگا۔ روپیہ دو روپیہ چلتے وقت بطور نذرانہ دیکر رخصت ہونگے۔ چلو چھٹی ہوئی سب ارکان پیری مریدی کے ادا ہوگئے اور یہ دینا ایسا ہے جیسے سرائے میں جاکر ٹھیرے اور چلتے وقت کچھ کرایہ مکان اور کچھ کھانے پینے کا حساب لگا کر اور آنہ دو چار آنہ اور زائد

بھٹیارے کو دیکر چلتے بنے یہ نقشہ تو مرید کا تھا۔ اب پیر صاحب کا نقشہ سُنئے کہ قبلہ رُخ ایک مصلّی
پر آنکھیں بند کئے بیٹھے ہونگے ہاتھ میں ایک لمبی موٹے موٹے دانوں کی تسبیح ہوگی دنیا و مافیہا
سے بیخبر بُت کی طرح بیٹھے ہونگے چاہے کوئی لڈو پیڑے چڑھا جائے تب کچھ خبر نہیں یا کوئی بدتمیزی
کر جائے تب کوئی خبر نہیں تو ایسے بھی بہت ہیں وہیں جاؤ۔ ایسے بدفہموں کو وہیں سے فیض
ہوگا۔ ایک صاحب نے کہا تھا کہ ہم فلاں شاہ صاحب کے یہاں جاتے تھے تو صبح کو حلوا اور چاء
ملتی تھی اور یہاں تو کوئی کسیکو بھی نہیں پوچھتا باوجود اسکے میں نے یہ خیال کر کے کہ اُن حضرت
کے معتقد ہیں میں نے ان صاحب کی ایک وقت کی دعوت بھی کر دی تھی مگر خود اُن حضرت کی
باوجود اسقدر اخلاق اور حلم کے آخر میں یہ رائے ہو گئی تھی (یہ رائے مجھکو ایک صاحب سے جو
ثقہ ہیں پہنچی) کہ سخت ضرورت ہے ایسے قواعد کی جو اشرف علی نے جاری کر رکھے ہیں۔ پھر
اُن صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ باہر جا کر مجھکو
بدنام کریں کہ ایسا بدخلق ہے مجھکو بحمد اللہ اسکی پرواہ نہیں۔ لوگ یہ نظیر پیش کرتے ہیں کہ
فلاں بزرگ کے ایسے اخلاق تھے لیکن اُن کے اصحاب کے اخلاق کا بھی تو ذکر کرنا چاہئے
کہ کیا حالت تھی اور ان بزرگ کے اخلاق سے انکی کیا اصلاح ہوئی مگر اب تو اصلاح کا کوئی طالب ہی نہیں
بس یہ سمجھتے ہیں کہ برکت کیلئے بیعت ہو گئے تو صاحب برکت تو اسطرح بھی حاصل ہو سکتی ہے
کہ قرآن شریف گھر میں موجود ہے صبح ہی اُٹھے اُسکو ادب سے اُٹھا کر سر پر رکھ لیا سینے سے لگا لیا
چوم لیا برکت ہو گئی اور اس سے آگے اور بتلاتا ہوں بڑے بڑے بزرگ مُردہ موجود ہیں کہ
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اُن کے پاس ہو آیا
برکت ہو جاویگی مگر مُردوں کے پاس تو اس ہی لئے نہیں جاتے کہ وہاں اصلاح نہ ہوگی۔ تعلیم نہ ہوگی
اور زندوں سے تعلق اسلئے کرتے ہیں کہ وہاں روک ٹوک ہوگی اصلاح ہوگی۔ پھر جب اصلاح
ہی ہوئی تو مُردے زندے سب برابر ہیں اب اسپر نظر کر کے اگر روک ٹوک کرتا ہوں تو بزرگوں کے
اسدرجہ مروجہ اخلاق نے لوگوں کے ذہنوں کو خراب کر دیا ہے کہ انکو وحشت ہوتی ہے اور اسکو
برداشت نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ خیر نہ کریں برداشت میری جوتی سے۔ میں کسیکو کیا بلانے جاتا ہوں
خود ہی آتے ہیں سو نہ آؤ میری غرض ہی کونسی ہے مجھے غلامی نہیں ہوئی۔ تمسے جنکی اغراض ہوں

ضرورتیں وابستہ ہیں وہ تمہاری غلامی کریں گے وہیں جاؤ وہ بھی منہ کھولے انتظار میں بیٹھے ہیں ایسے فہیم اور عقیل لوگوں کی وہیں کھپت ہے۔ میرے یہاں گنجائش نہیں اور نہ ایسوں کیلئے میرے یہاں جگہ ہے۔ میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی　　　جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

ع۱۲۶ (ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک معاملہ میں حضرت سے مشورہ اور رائے لینا چاہتا ہوں یہ صاحب نووارد تھے۔ فرمایا کہ میں رائے نہیں دیا کرتا ہوں ساری عمر میں نے یہ کام نہیں کیا۔ میری ساری عمر طالب علمی میں گذری ہے۔ یہ بھی اسوقت کے بزرگوں کے اخلاق مروجہ کا ثمرہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کی وجہ سے معاملات میں رائے اور مشورہ دیدیتے ہیں تو لوگ یہ سمجھ گئے کہ بزرگ اس کام کے بھی ہیں کہ وہ معاملات میں رائے دیا کریں۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ کبھی مشورہ دیدیا اور اس میں نقصان ہوا تو وہ نقصان میرے ذمہ لگا دیا کہ اُنکے کہنے پر عمل کر لیا اسوجہ سے یہ ہوا جتنے کہ اگر کسیکو فرائض نکالکر دیدیئے تو کہا کہ میں تو اُنکے کہنے سے مان گیا ورنہ عدالت کرتا۔ لوگوں نے خود ہوشیار بنا دیا۔ اب ہر بات ہر کام کے یہاں قواعد اور اصول منضبط ہیں اُسکے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ کسی وجہ سے مستثنے ہیں وہ اور بات ہے اسکو میں ہی سمجھتا ہوں۔

ع۱۲۷ (ملفوظ) ایک نووارد شخص حاضر ہوئے سلام مسنون و مصافحہ کے بعد عرض کیا کہ حضرت میں ڈیڑھ مہینہ کا پیدل سفر کر کے حاضر ہوا ہوں اور بیعت ہونیکی غرض سے آیا ہوں۔ آپ کا نام سنا تھا۔ دریافت فرمایا کہ کس سے سُنا تھا عرض کیا کہ ایک مولوی صاحب نے اپنے وعظ میں آپ کا نام لیا تھا تب معلوم ہوا تھا۔ فرمایا کہ اگر تم مجھسے بذریعہ خط کے معلوم کر لیتے تو میں تمکو مناسب مشورہ دیتا اور صحیح طریقہ بتلاتا اب اسطرح آنیکا جسکو تمنے ظاہر کیا مجھپر کیا احسان خیر جو کچھ ہوا گذر گیا وہ تو ہو چکا اب آیندہ کیلئے میں بتلاتا ہوں کہ یہ سب کام خط و کتابت سے ہو جائیگا وطن پہونچکر خط لکھو اُس سے سب معاملہ طے ہو جائیگا۔ اب یہ بتلاؤ کہ کتنے قیام کی نیت سے آئے ہو۔ عرض کیا کہ جتنا حکم ہوگا تعمیل کروں گا فرمایا کہ پچاس برس تک رہو۔ اگر میں اور تم زندہ رہے تو اسکے بعد پھر بات کرنا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا پچاس برس رہو گے عرض کیا کہ جی رہوں گا۔ فرمایا کہ کیوں ایسی باتیں کرتے ہو دیوانوں کی سی۔ ایسی بات کیوں کہتے ہو

جو نہیں کر سکتے - صاف کہو جو دل میں گھر سے سوچ کر چلے ہو - عرض کیا کہ دو ماہ رہونگا - فرمایا کہ پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں کہدی تھی - پھر دریافت فرمایا کہ ان دو ماہ میں کھاؤ گے کہاں سے اسپر خاموش رہے فرمایا کہ کیا یہ نیت کر کے چلے ہو کہ میں پکا پکا کر کھلاؤں گا - عرض کیا کہ کھانیکو میرے پاس ہے - فرمایا کہ میں تمکو خیر خواہی اور ہمدردی کی بناء پر مشورہ دیتا ہوں کہ اتنا طویل قیام یہاں پر مت کرو یوں دس پانچ روز کیلئے اگر جی چاہے مضائقہ نہیں وطن پہنچکر خط و کتابت سے معاملہ طے کر کے کام میں لگو - یہی صورت زیادہ بہتر ہے اور اس قیام کے زمانہ میں بھی مجھسے مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت نہیں مجلس میں خاموش بیٹھے رہنا ہوگا جو میں کہا کروں اُسکو بغور سنا کرو - پھر دریافت فرمایا کہ جو میں نے کہا سُن لیا اور اچھی طرح سمجھ لیا - عرض کیا جی سُن لیا اور سمجھ لیا اسی پر عمل کروں گا - فرمایا کہ یہ شخص اتنی دور سے آئے انکی ٹانگیں دُکھیں میرا دل دُکھا اور ٹانگیں تو جلدی اچھی ہو جائیں گی اور جلدی ہی دُکھن جاتی رہیگی دل کی دُکھن ذرا دیر سے جائیگی - عام پیروں کے یہاں تو یہ قصہ ہو رہا ہے کہ آتے جاؤ اور پھنستے جاؤ - میں یہ چاہتا ہوں کہ جس کام کی نیت سے سفر کیا خرچ کیا وقت صرف کیا اُس میں لگو اور جو کام بھی ہو سمجھ سے ہو اور جس غرض سے کوئی آیا ہے وہ کام ہو - نری مجلس آرائی سے کیا ہوتا ہے - میں سچ عرض کرتا ہوں کہ پریشان تو یہ شخص ہوا اور دل دکھ رہا ہے میرا خواہ مخواہ اُن واعظ مولوی صاحب نے بیچارے کو پریشان کیا کیا خاک وعظ کہتے ہونگے - جیسا اس غریب کو بہکایا اسی طرح اوروں کو بہکاتے ہونگے - میں کیا عرض کروں تکلیف بھی کسی کی نہیں دیکھی جاتی اور غلام بھی نہیں بنا جاتا اور ساتھ ہی جی چاہتا ہے کہ رعایت اصل مقصود کی ہر حال میں ہو اور وہ اصل مقصود کام ہے مگر آجکل ان رسمی پیروں کی بدولت ایسی رسمیں بگڑی ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء کو ان میں ابتلاء ہے - ابتو اللہ کے فضل سے بہت کچھ لوگوں کو معلوم ہو چکا لیکن پھر بھی زیادہ طبقہ بیخبر ہی نظر آتا ہے -

۳۲

ع ۱۲۵

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو تو بڑا شوق ہوتا ہے کہ سفر میں ناشتہ لیکر جاتے ہیں - بڑا اہتمام ہوتا ہے اور میرا اصلی مذاق یہ ہے کہ جب میں سفر کیا کرتا تھا تو ناشتہ لیکر نہیں چلتا تھا کیونکہ ہر ضروری چیز اسٹیشن پر ملتی ہے - ہاں اوروں کیلئے اہتمام ضرور کیا کرتا کیونکہ

بازار کی چیز بعض کو پسند نہیں آتی۔

(ملفوظ ۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسوقت کوئی شخص میرے پاس کسی کام کو آتا ہے اور ڈھنگ سے آکر پوری اور صاف بات کہتا ہے میں اُسکو فارغ کرنے کی بہت جلد کوشش کرتا ہوں۔ یہ میرا معمول ہے مجھکو اس سے تنگی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان میری وجہ سے محبوس ہے اسلئے سب کام چھوڑ کر اُسکا کام پہلے کر دیتا ہوں۔ پھر فرمایا جب میں دوسروں کا یہانتک خیال کرتا ہوں تو دوسروں کو بھی مجھے تکلیف نہ پہونچانا چاہیئے اور کہنے کی تو بات نہ تھی مگر بضرورت تعلیم کہتا ہوں کہ اوروں کو تو مجھسے کیا تکلیف پہونچتی جو خاص میرے محکوم ہیں یعنی گھر والے انتک کو میری وجہ سے بحمد اللہ کوئی تکلیف نہیں پہونچتی گھر والوں کا یہ معمول تھا کہ جب میں گھر جاتا تب میرے لئے تازی اور گرم روٹی پکاتیں مجھکو اس سے تنگی ہوئی اور تکلیف ہوئی کہ انکو میری وجہ سے تکلیف ہے۔ میں نے کہا کہ میں گرم روٹی نہ کھاؤں گا ایک گھنٹہ کی رکھی ہوئی ٹھنڈی روٹی کھاؤں گا۔ تب گھر والوں نے وہ عادت چھوڑی گو بلا التزام اب بھی ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک کم کبھی وقت پر کھانا نہ کھایا اور دوسرے وقت کیلئے رکھدیا گیا تو کہدیتا تھا کہ تم بیفکر ہو جاؤ اور معین جگہ رکھکر بتلاؤ میں خود اپنے ہاتھ سے لیکر کھالوں گا۔ تم ایک جگہ رکھدینے کا انتظام کردو جگہ کے مقرر ہونے پر مجھکو ڈھونڈنیکی کلفت نہ ہوگی غرض اُنکو ہر طرح پر فارغ کر دیا۔ اسی طرح اسکے متعلق بہت سے معمولات ہیں۔ یہ ایک آدہ نمونہ کے طور پر ذکر کر دیا۔

۳۳

۱۵ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۳۰) ایک دیہاتی شخص آیا ہاتھ میں ایک پرچہ لئے ہوئے تھا حضرت والا کے قریب بیٹھکر اُس پرچہ کو حضرت کے اوپر پھینکدیا اسپر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ ایسی بدتمیزی کی حرکت کیوں کی۔ عرض کیا کہ جی ہم گنوار ہیں۔ فرمایا کہ ایسے گنواروں کا یہاں کام نہیں۔ پہلے گنوار پن اتار و جب یہاں آنا۔ جاؤ اسوقت تمنے جی برا کر دیا اسلئے تمہارا کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آدمی کی طرح پرچہ دینا چاہیئے۔ اسوقت جاؤ اور ایک گھنٹہ کے بعد آکر پرچہ دینا

مگر دیندار آدمی کی طرح جب کام ہوگا۔

(ملفوظ ۱۳۱) ایک شخص نے پرچہ پیش کیا اُس میں تعویذ کی درخواست تھی حضرت والا نے تعویذ لکھکر دیا اور اُسکی ترکیب بتلائی اُس شخص نے ترکیب سننے کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔ اسپر دریافت فرمایا کہ جو میں نے ترکیب بتلائی سُن لی یا نہیں۔ عرض کیا سُن لی۔ دریافت فرمایا کہ پھر ہاں۔ نہ کا جواب کیوں نہیں دیا۔ یہ تو کہدیا ہوتا کہ بہت اچھا۔ عرض کیا کہ میں کم سنتا ہوں دریافت فرمایا کہ تم کہتے تھے کہ ترکیب سُن لی تو کیا بلا سُنے ہوئے ہی کہدیا تھا اول یہی کہنا تھا کہ میں کم سنتا ہوں۔ جواب دو کیا میری بات سنی نہ تھی عرض کیا کہ تھوڑی سی سنی تھی۔ فرمایا کہ جو کچھ سنی تھی اُس کا ہی جواب دیا ہوتا۔ جواب سے دوسرے کو تو یکسوئی ہوجائے کہ سُن لیا عرض کیا کہ کہتا (خطا) ہوئی۔ فرمایا کہ اب ایسی کہتا (خطا) نہ کرنا کبھی اُسکی کتھا (داستان) ہوجائے جیسے اب ہورہی ہے۔ اسپر فرمایا کہ ان بیچاروں کا بھی قصور نہیں۔ قصور تو بڑوں کا ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں کرتا۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ اجی تم پیر ہو جو چاہے کہہ لو تمہارے کہنے کا کون بُرا مانے۔ فرمایا کہ بندہ خدا ایک تو آدمیت کہہ رہا ہوں اور اوپر سے ظالم بتلا رہا ہے کہ جو چاہو کہہ لو یعنی گو بیجا ہو۔ میں کچھ ظلم کر رہا ہوں۔

(ملفوظ ۱۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ ہی اگر چاہتے ہیں تو حفاظت کا سامان حفاظت کا کام دیتا ہے ورنہ جو سامان حفاظت ہے وہی سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت بیوہ تھی اور شہر میں ایک بڑی پختہ حویلی میں جسکو قلعہ کہنا چاہیے رہتی تھی اُس عورت کے ایک بچہ تھا۔ شہرت ہوئی کہ شہر میں بھیڑیا اُتر آیا ہے وہ غایت احتیاط کی غرض سے ایک کوٹھری میں اُس بچے کو لیکر لیٹی اور اندر سے زنجیر لگالی۔ گرمی کا زمانہ تھا پنکھا جھلتی رہی جالانکہ وہاں احتمال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ بھیڑیا اُس مکان میں آسکتا ہے اسلیئے کہ اونچی اونچی دیواریں تھیں۔ غرض تمام شب پنکھا جھلتی رہی۔ آخر شب میں نیند آگئی۔ چوروں کا کسی وجہ سے خیال تھا کہ اس کوٹھری میں مال ہے اس خیال کی بنا پر چوروں نے اُس میں نقب لگایا۔ جسوقت پار کرکے اندر داخل ہوئے آدمی کا سانس محسوس کرکے چور بھاگ گئے

وہ نقب کی جگہ کھلی رہی اُس میں بھیڑیا داخل ہوا اور بچہ کو لیکر چلتا ہوا۔ جب وقت آتا ہے کچھ عقل وغیرہ کام نہیں کرتی اسکے دل میں یہ ڈالا۔ چوروں کے دل میں یہ ڈالا۔ بھیڑئے کے دل میں یہ ڈالا۔ خود اسباب حفاظت سبب ہلاکت کا بن گئے۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک صاحب نے بذریعہ خط چند تعویذوں کی فرمائش بھیجی اُسپر فرمایا کہ اتنا کام ایکدم نہیں لینا چاہئے جسکو دوسرا آدمی نہ کر سکے جسکو زیادہ تعویذ لینے ہوں اُسکو چاہئے کہ یہاں پر رہنے والوں میں سے کسی سے ملاقات پیدا کرے اور ایک پرچہ فہرست کا لکھکر اُسکو دیدے وہ ایک تعویذ روز لے لیا کرے پھر چاہے ساری عمر لیتا رہے کام سے انکار نہیں مگر قاعدہ اور طریقہ سے۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک بزرگ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ خواہ مخواہ یہاں کے متعلق لوگ تشدد تشدد کہتے ہیں اور اُن بزرگ کو خلیق وحلیم بتلاتے ہیں۔ مجھکو اُن بزرگ سے سابقہ پڑا ہے خلوت میں رہتے ہیں اور اُن مولوی صاحب نے اُن بزرگ کی بہت سی حکایتیں تادیب وسیاست کی بیان کیں مجھکو اسوقت ایک حکایت یاد ہی کہ اُن بزرگ کے پاس ایک شخص آیا وہ نفلیں پڑھ رہے تھے اور اندر سے زنجیر لگا رکھی تھی۔ اُسنے کھٹ کھٹ کی وہ سلام پھیر کر آئے دروازہ پر۔ یہ شخص چلدیا۔ اُنہوں نے جاکر پھر نیت باندھی اسنے آکر پھر کھٹ کھٹ شروع کی یہ سلام پھیر کر پھر گئے پھر ندارد۔ پھر نفلوں کی نیت باندھ لی پھر کھٹ کھٹ وہ پھر باہر نکلے اور اُس مرتبہ وہ شخص ملگیا۔ ایک چیت رسید کیا۔ یہ تشدد ہے۔ اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے۔ دوسروں کی ہر بات بدخلقی پر مبنی ہے اور خود بڑے با اخلاق ہیں کہ ایذا پہونچاتے ہیں۔

(ملفوظ ۱۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے کبھی کوئی کام بدون اپنے بزرگوں کی اجازت کے نہیں کیا حتےٰ کہ نوکری چھوڑی وہ بھی اپنے بزرگوں کے ارشاد سے۔ یہی میں اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ جو کام کرنا ہو ہمیشہ پہلے اپنے بزرگوں سے اُس میں پوچھ لیا کرو۔ یہ بڑی برکت کا سبب ہوتا ہے۔ یہ جو آجکل خودرائی پیدا ہو گئی ہے اسکی بدولت لوگ زیادہ تباہ اور برباد ہیں۔ اسنے تو بڑوں بڑوں کو خراب اور برباد کر دیا اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔

۱۳۶

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فیوض اور برکات ہیں۔ اُنہیں کی دعاؤں کے ثمرات ہیں میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں۔ حضرت ہی کے فیض باطن کی برکت سے یہ مدتوں کا مُردہ طریق زندہ ہوگیا۔ حضرت اپنے زمانہ کے اس فن کے مجتہد تھے محقق تھے مجدد تھے امام تھے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت کی شان ہی جدا تھی۔ حضرت کے یہاں جمعیت قلب کا بہت بڑا اہتمام تھا یہ تعلیم تھی کہ اس جمعیت میں اگر تعلقات مخل ہوں تو اُنکو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر عدم تعلقات مخل ہوں اُنکو چھوڑ دینا چاہئے مریدوں پر حضرت باپ سے زیادہ شفیق تھے حتے کہ اس شفقت کے آثار خواب تک میں نمایاں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدر آبادی ماموں صاحب کے پاس جاکر بیٹھنے کے متعلق حضرت نے خواب میں فرمایا کہ میاں اُنکے پاس جاکر بیٹھنے سے خارش پیدا ہو جائیگی۔ پھر میں نہیں گیا اسپر ماموں صاحب مجھسے خفا ہو گئے۔ معبرین کے یہاں خارش یا جذام کی تعبیر بدعت ہے ماموں صاحب کا مسلک ہملوگوں کے خلاف تھا۔ صاحب سماع تھے اور اس میں بھی غلو کا درجہ پیدا ہو گیا تھا۔ مگر باتیں ماموں صاحب کی بڑی حکیمانہ ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ مجھسے فرمایا کہ میاں کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اُٹھوا دینا۔ مجھکو تو یہ بات بڑی پسند آئی۔ ایک بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جواب سے شفا ہو جاتی تھی۔ اور ماموں صاحب کے جواب سے شفا نہ ہوتی تھی۔ ویسے بڑے ذہین ذکی تھے اور آجکل کے رسمی پیروں کی طرح دکاندار نہ تھے لیکن سماع وغیرہ میں غلو کا درجہ تھا۔ یہاں پولیس میں ایک تھانہ دار تھے وہ بھی ماموں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک روز ماموں صاحب کے یہاں سماع کا سامان تھا۔ تھانہ دار سے کہا کہ آپ بھی آئیں انہوں نے کچھ مری ہوئی آواز سے کہا کہ بہت اچھا۔ ماموں صاحب نے فرمایا کہ کیا تمکو اس میں کچھ کلام ہے اُنہوں نے کہا کہ میں پولیس کا حاکم ہوں میرے ہاتھ سے ظلم بھی ہوتا ہے رشوت بھی لیتا ہوں تو سماع تو اس سے کم ہی درجہ کا ہے اُس میں کیا کلام ہوتا۔ ماموں صاحب شرمندہ ہو گئے۔ ایکبار ان تھانہ دار نے ماموں صاحب سے عرض کیا تھا کہ علماء کے مقابلہ میں آپکی بات اسلئے نہیں مانی جاتی کہ آپ جو کہتے ہیں مشاہدہ سے کہتے ہیں اور ہمکو مشاہدہ ہے نہیں نہ آپ مشاہدہ کرا سکتے ہیں

اور علماء جو کہتے ہیں دلائل سے کہتے ہیں اور وہ دلائل ہم بھی سمجھ سکتے ہیں تو اگر آپ ہمکو بھی مشاہدہ کرادیں تو پھر اُنسے اُنکے دلائل کا مقابلہ کریں۔ اسپر اُن تھانہ دار کو ماموں صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن باوجود اسکے پھر اُس زمانہ میں سلامتی تھی۔ آجکل کے جیسے بدعتی ہیں وہ ایسے نہ تھے۔ چنانچہ علماء میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بیحد معتقد تھے اور بدعتیوں کو بُرا کہا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے تمام عمر خدمت دین کی حتیٰ کہ اسی میں جان تک دیدی کیا وہ ہستی ایسی ہے کہ اُسپر اعتراض کئے جائیں عجیب بات ہے کہ مدّاح ہوئے تو حضرت شہید رحمۃ اللہ کے جو سب میں زیادہ بدنام ہیں۔

(ملفوظ ۱۳۷) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آئرلینڈ سے آیا ہے لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنیوالا ہوں اور میرا روپیہ بنک میں جمع ہے اُسکے سود کو لیکر کہاں خرچ کرنا چاہئے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ اُسکو لیکر ہندوستان آجاؤ اور پھر آکر مسئلہ پوچھو۔ ایسا جواب اسلئے لکھا کہ نازک مسئلہ ہے معلوم نہیں تحریر سے کچھ غلط فہمی ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ بہت ہی دور جگہ ہے لیکن ان جہازوں اور ریل کی بدولت کچھ بھی دور نہیں۔

(ملفوظ ۱۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ لوگ باتیں زیادہ بناتے ہیں۔ زبانی جمع خرچ چاہے جتنا کرالو اور جب کام کرنیکا وقت آتا ہے یا کرنا پڑتا ہے اسوقت بغلیں جھانکنے نظر آتے ہیں اور جو لوگ کام کرنیوالے ہیں اُنپر اعتراضات کی بھرمار رہتی ہے کہ یہ کمی ہے یہ نہ کیا وہ کردیا۔ تو ان لوگوں کے نام کی شرم بھی تو نہ رہی خود تو کچھ نکرنا نہ دھرنا اوروں پر اعتراض یہی وجہ ہے کہ لوگ دین کی کوئی خدمت نہیں کرسکتے اگر کوئی ارادہ کرتا بھی ہے تو یہ آفت ہی۔ میں تو ایسے موقع پر یہ پڑھا کرتا ہوں خوب ہی کہا ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ ضروری کام کرنا چاہئے خواہ دنیا میں اُس کا ثمرہ مرتب نہ ہو ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن ۔۔۔ بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز ۔۔۔ اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہ ہو سکا

(ملفوظ ۱۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگ علاج یا اصلاح کرانے تھوڑا ہی آتے ہیں کیونکہ مریض بنکر آنے میں تو سُبکی ہوتی ہے طبیب آتے ہیں فن کے متعلق سوالات کرنا شروع

کر دیتے ہیں اور یہ مرض لکھے پڑھے لوگوں میں زیادہ ہے اور یہ سب جاہ کا مرض ہے تا کہ معلوم ہو کہ بڑے فن کے جاننے والے ہیں۔ محقق ہیں مجتہد ہیں گو سراپا امراض ہیں مگر اپنے کو تندرست سمجھتے ہیں اور یہ حالت نہایت خطرناک ہے کہ مریض ہو کر اپنے کو مریض نہ سمجھے مگر ایسی رسمیں بگڑی ہیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا اور یہ سب ان دُکاندار پیروں کی بدولت خرابیاں پیدا ہوئی ہیں کہانتک لوگوں کی اصلاح کیجائے اور چونکہ یہاں پر یہ باتیں چلتی چلاتی نہیں اسلئے کہ میں انکی نبضیں پہچانتا ہوں اُسپر روک ٹوک کرتا ہوں اور یہ بددماغ اُسکو برداشت نہیں کر سکتے اسلئے خفا ہو کر چلدیتے ہیں باہر جا کر بدنام کرتے ہیں۔ بدنام کیا کریں اور خفا ہوا کریں میری جوتی سے۔ ایک دفعہ کو تو مزاج درست ہو جاتے ہیں۔ اس سے بھی جی خوش ہوتا ہے کہ ایسے بدفہموں کو سبق تو ملا مجھکو تو اذیت اور تکلیف پہونچتی ہی ہے مگر انکو بھی چھٹی تک کا دودہ یاد آجاتا ہے۔ آخر کب تک تغیر نہ ہو کہانتک صبر کروں۔ اس طرح آتے ہیں جیسے کوئی نواب صاحب ہوتے ہیں۔ بدفہم بدعقل آج جنکو نکالا ہے انکی کتابیں ختم ہو گئیں۔ عالم فاضل مولانا مولوی کہلائے جانے لگے اور تمیز ابھی تک ایک دیہاتی کی برابر بھی پیدا نہ ہوئی۔ اب ساری عمر کیلئے کان کھل گئے اب کبھی ایسی حرکت تو کرینگے نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض گورنمنٹیں بھی بڑی ہوشیار ہیں۔ شاہان سلف کی طرح کچھ لینا دینا تو ہے نہیں کارگذاریوں پر یا آیندہ کی بعض مصلحتوں کی بناء پر کچھ خطابات عطا کر دیتی ہے۔ ایک واعظ صاحب بڑے ہی ظریف اور ذہین تھے۔ کہتے تھے کہ خطاب بھی گورنمنٹ نے عجیب تجویز کیا ہے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ کہنے لگے کہ سیدھا یوں ہی نہ کہدے عیسائی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عشق ہی وہ چیز ہے کہ تمام اُن چیزوں کو جو بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہیں آسان کر دیتا ہے۔ قلب میں اسکے آجانیکے بعد سب قیل وقال چوں وچرا ھباء منثورا ہو جاتے ہیں۔ اسیکو فرماتے ہیں ؎

عشق آمد عقل او آوارہ شد   صبح آمد شمع او بیچارہ شد

اسپر ایک حکایت یاد آئی ایک بڑھیا سندھ کے علاقے میں بکریاں چرانی ہوئی جا رہی تھی

کو حج کو جاتے ہوئے دیکھکر حج کو چل پڑی۔ حاجیوں کی بہلیوں کے پیچھے ہولی۔ بکریاں بھی جنگل ہی میں چھوڑ دیں۔ حاجیوں نے رحم کر کے گاڑی میں بٹھلا لیا۔ اس میں تو کسیلئے کچھ دام خرچ نہیں ہوئے مگر کراچی پہونچکر جہاز پر سوار ہونیکے لئے تو مستقل کرایہ کی ضرورت تھی وہاں یہ غیبی سامان ہوا کہ بادی بنگلہ والوں نے کہا ہم الگ الگ ٹکٹ نہ دینگے۔ پورا بنگلہ کرایہ کرنا ہوگا اس طرح سے بڑھیا کرایہ سے بچی اب جہاز کے بعد تو خرچ کی ضرورت لازم ہے وہاں یہ سامان ہوا کہ وہاں جہاز کے اندر حجاج کے بچوں میں بیماری شروع ہوگئی۔ بڑی بی سے دم کرانا شروع کیا جسپر دم کیا وہی اچھا کسی نے روپیہ کسی نے دو روپیہ دیا۔ اونٹوں کے کرایہ کا کام ہوگیا۔ مکہ معظمہ پہونچکر بعد الفراغ حج مدینہ شریف کا سفر شروع ہوا۔ بڑی بی پیادہ چل کھڑی ہوئیں۔ قافلہ میں ایک رئیسہ بیگم صاحبہ بھی جارہی تھیں ایک منزل پہونچکر اُنکی شریک سواری بی بی کا انتقال ہوگیا اُنہوں نے اپنے حشم کو حکم دیا کہ کوئی نیک بی بی سواری کی شرکت کیلئے تلاش کرو چنانچہ یہ بی بی ملیں اس طرح سے وہ انکو ہمراہ لیگئیں۔ دیکھئے وہ اس طرح خود کھینچ لیتے ہیں۔ خوب کہا ہے ؎

خود بخود آں شہ ابرار بہر می آید ۔ نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

جسکو وہ چاہتے ہیں وہ اس طرح پہونچ جاتا ہے مگر اُنکے چاہنے کیلئے شرط ہے طلب صادق ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ اپنے بالاخانہ پر بیٹھے تھے۔ یہ بزرگ چلے جارہے تھے بادشاہ نے انکو بلایا۔ اُن بزرگ نے کہا کہ کس طرح آؤں۔ دروازہ بہت دور۔ بادشاہ نے کمند ڈالدی اُسکو پکڑ لیا اور یہ اوپر کھینچ لئے گئے۔ بادشاہ نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپکو اسلئے تکلیف دی ہے کہ ایک مسئلہ پوچھنا ہے وہ یہ کہ آپ کی خدا تک کس طرح رسائی ہوئی۔ فرمایا جسطرح تم تک رسائی ہوئی۔ میرے پاس کون ذریعہ تھا تم تک پہونچنے کا تمنے چاہا کمند ڈالکر کھینچ لیا۔ پہونچگیا عجیب جواب ہے۔

۱۲۲ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدون طلب صادق اور خلوص کے کچھ نہیں ہو سکتا نہ منزل مقصود ہاتھ آسکتی ہے۔ طلب صادق اور خلوص ہی وہ چیز ہے کہ بظاہر بڑے بڑے اہم کاموں کو سہل کر دیتا ہے اور منزل مقصود تک پہونچا دیتا ہے پس ان دونوں چیزوں

کے پیدا کرنیکی ضرورت ہے۔ پھر انکے پیدا ہونیکے بعد منزل مقصود بالکل قریب ہے۔

(ملفوظ ۱۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگی اور ولایت الگ چیز ہے اور ان کا حاصل ہونا بھی آسان ہے اسلئے کہ اس کا واسطہ ایک بہت بڑے کریم اور رحیم سے ہے بندہ کی ادنیٰ توجہ سے فضل ہوجاتا ہے۔ مشکل تو آدمیت اور انسانیت کا پیدا ہونا ہے کیونکہ اسکا تعلق مخلوق سے ہے۔ اسیکے متعلق حقوق العباد ہیں اسلئے اسکا بہت اہتمام ضروری تھا مگر آجکل اسکو دین کی فہرست سے خارج سمجھتے ہیں

(ملفوظ ۱۴۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محض صورت بنانے سے کیا ہوتا ہے بڑی چیز سیرت ہے مگر فلاح کامل ہیں صورت اور سیرت دونوں کے ٹھیک ہونیکی ضرورت ہے ورنہ اگر محض صورت ہی صورت ہو تو اسکے متعلق مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فیصلہ فرماتے ہیں

گر بصورت آدمی انساں بُدے ❊ احمد و بوجہل ہم یکساں شدے

(ملفوظ ۱۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نہایت خلاف اصول اور بالکل لغو طریق ہے کہ سب کے سب ایک ہی کام میں لگ جائیں اور ایک ہی طرف متوجہ ہو جائیں۔ دنیا کی متمدن تو میں سب اسپر متفق ہیں کہ تقسیم عمل ہونا چاہئے اگر تمام ملک فوج ہی بنجائے یا پولیس ہی بن جائے یا سب کے سب دفتری ہی بنجائیں تو ہو چکا کام اور ہو چکا ملک کا انتظام یہ لوگ جو ایسا کرتے ہیں عقلاء کہاں ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آجکل کے عاقل آکل ہیں عقل کی ایک بات نہیں صرف اکل کی فکر ہے۔

(ملفوظ ۱۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکبر حسین جج الہ آبادی کا کلام بھی عجیب ہے مالوی نے جسوقت سنا وجد ہوگیا کہتے ہیں ؎

ساغر اُن کا ساقی اُن کا ❊ آنکھیں میری باقی اُن کا

۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا اصلی مذاق یہ ہے کہ میری طرف سے کسی پر گرانی نہو اگر دونوں شق مباح ہوئے تو میں کسی کو ایک پر مجبور نہیں کرتا بالکل آزادی دیدیتا ہوں۔

(ملفوظ ۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حُبّ جاہ کا مرض بھی بڑا ہی خبیث اور منحوس مرض ہے اسکی بدولت یہانتک تو نوبت آگئی ہے کہ لوگ حسب نسب تک بدل دینے کو تیار ہیں آجکل اکثر قومیں جا بجا کانفرنسیں منعقد کر رہی ہیں کہ ہم فلاں ہیں فلاں ہیں۔ میں بھی اُن دلائل کا مُشتاق ہوں کہ وہ دلائل کیا ہیں جن سے خاص قوم سے ہونا ثابت کریں گے ان لوگوں کو خبط سوار ہوا ہے۔ عزت اور ذلت تو کمال اور عدم کمال پر موقوف ہے باقی حسب نسب کی بعض خاصیتیں فطری چیزیں ہیں۔ نسب بدلنے سے بھی وہ نہیں بدلتیں اُن خاصیتوں کو بیان کرنے سے بُرا ماننا محض عبث ہے۔ ایک راجپوت بیان کرتے تھے کہ ایک پیر کے مُرید ایک راجپوت تھے۔ اُسنے اپنے پیر سے کہا کہ اپنے لڑکے کو جو آپ وصیتیں کر رہے ہیں ایک وصیت یہ بھی کر دیجئے کہ کسی راجپوت کو مُرید نکرے۔ پیر نے کہا یہ کیا بات دیکھو تم راجپوت ہو اور کیسے مخلص ہو۔ کہنے لگا بارہا میرے دل میں آیا کہ تمہاری بھنبیں کھول لے جاؤں۔ میں تو ضبط کرتا رہا لیکن سب ضبط نہیں کر سکتے۔ ایک رئیس خانصاحب بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک پٹھان بزرگ کی تعریف کی۔ مخاطب نے کہا کہ بے دیکھے ہم نہ مانیں گے چنانچہ دونوں اُنکی خدمت میں گئے اور اس مخاطب نے اُنکو جوش دلانے کیلئے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں جہاں شیر بھیڑیے رہتے ہیں۔ آپکو بہت ڈر لگتا ہوگا۔ بزرگ کو جوش آگیا کہ بُزدلی کی نسبت اُنکی طرف کی۔ کہنے لگے میں شیر بھیڑیئے سے تو کیا ڈرتا۔ میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں۔ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بسبیل گفتگو فرمایا کہ یہ شیخزادہ کی قوم بڑی خبیث ہے ایک شخص نے اُسی مجلس میں کہا کہ حضرت آپ بھی تو شیخزادہ ہیں۔ بیساختہ فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں۔ اور میں یہ کہا کرتا ہوں کہ یہ شیخ کی قوم فطرتی ہوتی ہے اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ہر قوم میں ضرب المثل کے طور پر ہیں۔ خدا معلوم ان نئے مدعیوں کو کیوں اسقدر جوش ہے۔ ادھر تو یہ کہ عالی النسل بننے کو پھرتے ہیں اور اُدھر کہتے ہیں حسب نسب اور شرافت کوئی چیز نہیں۔ اگر کوئی چیز نہیں تو تم کیوں قدیم نسب چھوڑ کر جدید قوم بننے چلے کہتے ہیں کہ سب نسل آدم ہیں۔ ٹھیک ہے پھر کس لئے یہ کانفرنسیں ہو رہی ہیں اور کیوں سرگرداں

اور بدحواس ہوئے پھرتے ہو جو کچھ بھی ہو گھر بیٹھو۔ جب حسب نسب اور شرافت کوئی چیز نہیں قوم کوئی چیز نہیں سب نسل آدم ہیں تو آخر یہ نئی قوم بننے کو کیوں جی چاہتا ہے۔ یوں ہی ہڑبونگ مچا رکھا ہے نہ کسی بات کا کوئی سر نہ پیر۔ متضاد باتیں کرتے پھرتے ہیں اور اوپر سے دھمکیاں دیتے ہیں۔ اور یہ شرفاء تو خواہ مخواہ بدنام ہیں کہ یہ غریب قوموں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ انکی شرافت تو پرانی ہے۔ نئی اور مصنوعی نہیں اسلئے انکو اُسکے اثبات کا اہتمام نہیں۔ اور شرافت نسبی تو وہ چیز ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس پر فخر کیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں کفار کے مقابلہ میں۔ مگر یہ تو ثابت ہوا کہ یہ شرف کی چیز ہے۔ میرے پاس بکثرت ایسے لوگوں کے استفتے آئے ہیں تو کئی جگہ یہ جواب لکھدیا کہ زبانی آکر سمجھ لو۔ یہ اسلئے کہ نہ معلوم کہاں کہاں شائع کریں گے اور کیا معنے عبارتوں کے گھڑینگے فہم اور عقل تو خود ہی ظاہر ہے۔ اسکے مناسب ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک امام تھے جو ولد الحرام تھے۔ بعض لوگوں کو علم تھا اور اکثر بیخبر تھے مگر جنکو علم تھا وہ سمجھدار لوگ تھے۔ فضیحت نہیں کرتے تھے مگر ایک خیر خواہ صاحب پیدا ہوئے۔ اُن امام صاحب کی نصرت کی۔ اور ایک رسالہ چھپایا اُس میں اُن امام صاحب کا نام تک لکھدیا کہ ولد الحرام ہونا جبکہ علمی و عملی کمال رکھتا ہو موجب کراہت امامت نہیں۔ دوستی بیخرد چوں دشمنی است۔ جنکو معلوم نہ تھا اُنکو بھی معلوم ہو گیا اور جو نہ جانتا تھا وہ بھی جان گیا۔ تو اسی طرح یہ نئے مدعی فتوے چھپوائیں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ مستفتی فلاں قوم کا ہے خود تو اپنا نقص ظاہر کرتے پھرتے ہیں پھر دوسروں پر الزام ہے۔

(ملفوظ ۱۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل علم پہلے زمانہ میں جو ہوئے ہیں اُن میں استغنا کی شان ہوتی تھی۔ اب تو جسکو دیکھو امراء کے دروازوں پر نظر آتے ہیں۔ پہلے فقر و فاقہ کو اپنا زیور سمجھتے تھے۔ دُنیا سے نفرت اور دین سے رغبت اور اُس میں مشغولی رہتی تھی۔ اسیکی برکت تھی اور اسی سے عزت تھی۔ اب جب سے اپنے بزرگوں کا یہ مسلک اور مشرب چھوڑ دیا ویسے ہی ذلیل و خوار ہیں۔ باقی جو بڑے بڑے متکبر بنے ہیں وہ اب بھی فقیروں کے دروازہ آتے ہیں اور کوئی سچا فقیر اُنکے دروازوں پر نہیں جاتا۔ اور یہ شان ان کے لئے اس قدر

شایاں ہے کہ دوسرے قوم کے لوگ اُن کیلئے اسکو زیبا بتلاتے ہیں۔ ایک غلام مصطفےٰ نامی کانپور میں مولوی ہیں۔ بڑے دلیر ہیں۔ ایک بڑے انگریز یعنی لفٹنٹ گورنر کے پاس پہونچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپکے یہاں کوئی حق نہیں۔ کیا یہ آپکی رعیت نہیں۔ لفٹنٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے۔ حق کیوں نہ ہوتا آپ فرمایئے بات کیا ہے۔ کہا کہ کوئی نوکری دلوایئے۔ کہا کہ نوکری بہت مگر میں آپکو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں۔ آپکو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے۔ آپ اُنکے بھروسہ پر کسی مسجد میں بیٹھکر درس دیجیئگا آپکی شان کیلئے یہی شایاں ہے۔ ہمارے یہاں کی نوکری آپکی شان علم کے خلاف ہے اللہ آپکے کفیل ہونگے۔ اسکے بعد اپنے خدمتگار کو اشارہ کیا وہ ایک کشتی میں پچاس روپیہ لیکر حاضر ہوا۔ لفٹنٹ گورنر نے وہ کشتی اپنے ہاتھ میں لیکر نہایت احترام اور ادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش کی یہ قبول فرمالیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنیکی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دیگا تو لونگا۔ اُس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اسلئے یہ نہ لونگا کسقدر حوصلہ کی بات ہے۔ میں نے سنکر کہا کہ اتنی ہی کمی نکلی میں اگر ہوتا لے لیتا۔ اسلئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کردی وہ بھی تو اللہ ہی دلوا رہے تھے وہ بیچارا کیا دیتا غرضکہ اہل علم کو استغناء کی سخت ضرورت ہے خصوص امراء کے دروازوں سے تو انکو بالکل ہی اجتناب چاہئے اس میں دین علم دین اہل دین سب کی ذلت ہے سبکی ہے مجھکو تو اس سے بڑی نفرت ہے۔ اور میں جب کوئی واقعہ اہل علم کا امراء کیساتھ تملق کا سنتا ہوں سخت افسوس ہوتا ہے۔ میں تعلق کو منع نہیں کرتا۔ تملق کو منع کرتا ہوں۔ یہ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے مگر کس طرح دل میں دل ڈالدوں۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں طریق ہی کی حفاظت کی وجہ سے کہ اُسکی ذلت نہو ان متکبرین کیساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہوں تاکہ دین کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنانا خود تحقیر اور ذلت کی بات ہے۔ طریق مطلوب ہے اب ایسا برتاؤ کرنا کہ جس سے اُس کا طالب ہونا ظاہر ہو اس سے غیرت آتی ہے۔ اور آجکل کے

رسمی اور دکاندار پیروں نے یہی طرز اختیار کر رکھا ہے کہ طریق کا طالب بنا کر دکھلایا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے متکبر لوگوں کے دماغ خراب ہوئے۔ یہاں پر بحمد اللہ آ کر اچھی طرح پتہ چل جاتا ہے اور دماغ درست ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ خفا ہیں اور مجھ کو بدنام کرتے ہیں ورنہ میں نے کسی کے کونسے روپے مار لئے ہیں۔ بس یہی لڑائی ہے۔

(ملفوظ ۱۵۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ سرسید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی لوگوں کے عقائد خراب ہوئے۔ فرمایا کہ گڑبڑ کیا معنے اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے۔ ایک بہت بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔ اسکے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔ ہمارے قصبات میں ایک شخص انگریزی خواں وکیل ہیں اُسنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ بہت بڑے قوم کے رفارمر تھے آپنے عرب جیسی جاہل قوم کی اصلاح کی۔ آپ بہت بڑے مصلح ہیں۔ اُس وقت کے مطابق اصلاح فرمائی۔ باقی پیغمبری یہ محض ایک مذہبی خیال ہے اور اس وقت کیلئے وہ اصلاحات کافی نہیں۔ یوں ہی لوگ لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ باقی اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں اس سے آپکی توہین کرنا چاہتا ہوں۔ نہیں نہیں میں اُنکو ایک بہت بڑا رفارمر اور مصلح سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں آپ کی قدر ہے۔ اب ایسے بدفہموں اور بدعقلوں کا کیا علاج اور کیا فتویٰ دیا جائے +

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۱۵۲) ایک صاحب نے اتنی عجلت سے پنکھا کھینچنے کیلئے پکڑ لیا کہ حضرت والا مجلس میں اپنی جائے قیام پر اچھی طرح پر بیٹھنے بھی نہ پائے تھے۔ اس پر فرمایا کہ اگر میں دس منٹ اور کھڑا رہتا تو تم کیا کرتے۔ یہ کوئی انسانیت ہے۔ کیا اور دس منٹ تک اسی میں قلب کو مشغول رکھتے کہ یہ بیٹھیگا تو میں پنکھا کھینچوں گا کیا ایسے انہماک کی ساتھ غیر اللہ کی طرف مشغول رہنا یہ طریق میں مضر نہیں۔ آپ لوگوں کو تعلیم کرنا بھی عبث ہی ہے۔ آخر میں کہانتک چکنے گھڑوں پر

پانی ڈالوں جبکہ تم لوگوں کو خود ہی اپنی اصلاح کا خیال نہیں - ہر کام موقع اور حدود کے اندر کرنا چاہئے مؤمن کا قلب تو ایسا ہونا نہیں چاہئے کہ ہر وقت کسی دوسرے ہی کی طرف مشغول رہے - مؤمن کا قلب تو ایک ہی کی مشغولی کیواسطے بنایا گیا ہے - یہ تو قلب کو تاریک کرنا ہے - مجھکو بھی اسی سے وحشت ہوتی ہے کہ ناموزون حرکتیں کر کے میرے قلب کو بھی لوگ غیر اللہ میں مشغول رکھنا چاہتے ہیں جس سے مجھکو اُلجھن ہوتی ہے - صبر بھی کرتا ہوں مگر پھر تغیر ہو جاتا ہے - اب چُپ بیٹھے ہو اپنی غلطی کو محسوس کیا یا نہیں - ہاں یا نہ کچھ جواب تو ملنا چاہئے - عرض کیا کہ اپنی غلطی کو سمجھ گیا - اب آئندہ خیال رکھوں گا - فرمایا کہ مجھکو تو اس کا افسوس ہے کہ میں تو آپ لوگوں میں دین کے پیدا کرنیکی کوشش کروں اور تم مجھکو افراط فی التعظیم کر کے جو اسوقت کی حرکت کا منشا تھا فرعون بنانیکی کوشش کرو - یہ باتیں اور ہی جگہ چلتی ہیں مجھکو ایسی خدمت سے اور ایسی تعظیم سے نفرت ہے - خدمت سے اُسوقت راحت ہوتی ہے جبکہ روح کو تکلیف نہو تب ہی جسم کو راحت ہوتی ہے - اسکا خیال رکھنے کی سخت ضرورت ہے کہ روح کو تکلیف نہو - ایک صاحب یہانپر آئے تھے مجھپر بھوت کی طرح مسلّط ہو گئے - ذرا اُٹھا جوتے اُٹھا لئے - ذرا بیٹھا پنکھا کھینچنا شروع کر دیا - اذان ہوئی لوٹہ بھر کر رکھدیا میں نے منع کر دیا تو اُسپر ایک پرچہ لکھکر دیا کہ مجھکو سعادت سے محروم کر دیا گیا - میں نے بلا کر کہا کہ جہاں سعادت بٹتی ہو وہاں جاؤ - یہاں تو سعادت سے محروم ہی رکھا جاتا ہے - تب آنکھیں کھلیں - میں نے کہا کہ جس کام کو آئے ہو وہ کرو - میرے پیچھے کیوں پڑ گئے تب اُن سے پیچھا چھوٹا -

(**ملفوظ** ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض چیزیں ذہن میں آتی ہیں اور پھر وہ اکابر کے کلام میں نکل آتی ہیں تو بہت سے لوگ تو اس سے افسردہ ہو جاتے ہیں کہ یہ چیز ہماری طرف منسوب نہیں رہی - اور مجھکو اس سے بحمد اللہ بہت مسرت ہوتی ہے کہ اکابر کے ساتھ توافق ہوا ذہن کو -

(**ملفوظ** ۱۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہندوستان میں بدعت کا قلع قمع حضرت سید صاحبؒ اور مولانا شہید صاحبؒ کی بدولت زیادہ ہوا - مولانا تو برہنہ شمشیر تھے - اور حضرت سیدؒ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی بڑی برکت والی تھی جہاں جہاں کو تشریف لیگئے وہاں اب تک برکات موجود ہیں۔ تھانہ بھون بھی تشریف لائے ہیں۔ باقی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل اور ممتاز شان تھی۔ آپکی بڑی حکیمانہ باتیں ہوتی تھیں۔ ہر بزرگ کا رنگ جدا ہوتا ہے۔ جیسے باغ میں ہر قسم کے پھول ہوتے ہیں۔ رنگ جدا۔ خوشبو جدا۔ پتی جدا۔ ایسے ہی یہ حضرات ہوتے ہیں۔ خود حضرات انبیاء علیہم السلام جسقدر ہوئے ہیں سب مختلف الاحوال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی اُنکے غلام بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں۔ مگر باوجود احوال کے اختلاف کے ایک چیز ان سب میں مشترک ہے وہ طلب رضاء حق ہے یہ سب کے اندر ہوتی ہے۔

(ملفوظ۱۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل مدعیان محبت نبوی نے بدعات کا رواج دیکر لوگوں کے ایمان برباد کرنیکا بیڑا اُٹھا رکھا ہے ہر وقت شرارت کا شغل ہے۔ اور ان لوگوں کو ذرا خوف خدا نہیں۔ ان لوگوں کا شب و روز کا یہی مشغلہ ہے کہ اہل حق کو ستاتے ہیں۔ بے بنیاد الزامات اور بُہتان لگاتے ہیں +

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ۱۵۶) ایک نووارد صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ میں کلام اسپر کر رہا ہوں کہ آپنے اپنے سفر کی بناء تعلیم کا حاصل کرنا بتلایا ہے۔ سو اسپر کلام ہے۔ کیا آپ میری بات کو سمجھتے نہیں جو اِدھر اُدھر کی ہانکتے ہو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آٹھ روز کا قیام تعلیم کیلئے کافی نہیں۔ اسکی حقیقت معالجہ کی سی ہے۔ ایک دو روز یا دس پانچ روز میں تعلیم نہیں ہو سکتی۔ یہ سلسلہ تو ایک مدت دراز تک رہتا ہے۔ آپنے بڑی غلطی کی۔ آپکو خط کے ذریعہ پہلے مشورہ کر لینا چاہیئے تھا تاکہ اس سفر کی صعوبت سے بچ جاتے۔ یہ کام تو خط کے ذریعے بھی ہو سکتا تھا اب یہ سفر بیکار ہی رہا۔ مجھکو تو اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کا روپیہ صرف ہوتا ہے وقت خرچ ہوتا ہے۔ سفر کی تکالیف اور صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ان چیزوں کا

اثر بھی ہوتا ہے کہ آپکی پوری خدمت کروں۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ کام تو کام ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے۔ اُس میں کوئی رعایت نہ ہو سکتی ہے۔ نہ کر سکتا ہوں۔ اگر لوہار لوہے کی رعایت کرے اُسکو بھٹی میں نہ دے اور اُسپر گھن نہ بجائے تو پھر اُسکے کھرپے پھاوڑے اور گنڈاسہ پھالی کیسے بن سکتے ہیں۔ یا اگر سُنار چاندی کی ساتھ رعایت کرے اور جنتری میں دیکر نہ کھینچے اور کٹھالی میں رکھکر نہ دھونکے تو کیسے زیور بن سکتا ہے۔ رعایت کا بھی تو کوئی محل ہونا چاہئیے۔ تم لوگ تو اسکو ٹالنا سمجھتے ہو حالانکہ حقیقت اسکے خلاف ہے۔ اب آپ وطن واپس پہونچکر خط ہی کے ذریعہ معاملہ طے کریں۔ مجھکو خدمت سے آدھی رات انکار نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ قاعدہ اور طریقہ سے خدمت لیجائے۔

(ملفوظ ۱۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص پختہ قبر بنانا چاہتا تھا۔ میں نے سوال کیا کہ زمین ملک کسکی ہے۔ کہا کہ وقف ہے۔ میں نے کہا کہ وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں۔ اگر کسی ایک شخص کی ملک ہوتی تو جگہ اُسکی اجازت سے گھیر سکتے ہیں لیکن پختہ قبر بنانا پھر بھی ایک فعل زائد ہوتا۔ اسپر وہ صاحب خوش نہیں ہوئے۔ یہ حالت آجکل لوگوں کی دین کیساتھ ہو رہی ہے۔ دین کو بھی اپنے تابع بنانا چاہتے ہیں۔ ایسا کچھ دماغوں میں خناس بھرا ہے۔ اگر کسی عُرفی پیر کا دربار ہوتا اور وہاں یہ سوال ہوتا تو اس شخص کی خوشنودی مزاج کیلئے خدا معلوم کیا مسئلہ بتایا جاتا۔ یہاں سے تو بیچارے مایوس ہی گئے۔

(ملفوظ ۱۴۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہندوؤں کو اسقدر قوت محض مسلمانوں کیوجہ سے ہوئی۔ یہ بے سمجھ لوگ اس بات کو اور اس راز کو نہیں سمجھے اُنکے ساتھ شرکت کرلی۔ اُنہوں نے انکی ہر قسم کی قوت کا اور ہر قسم کے کام کا بات کا بھید معلوم کرلیا دلیر ہو گئے۔ حالانکہ اسکے علاوہ بھی مسلمانوں میں ایک اور قوت ہے جسکا پتہ آجتک حکومت کو تو چلا ہی نہیں۔ ہندو بیچارے تو کیا اندازہ کر سکتے ہیں وہ قوت قوت ایمانیہ ہے۔ وہ وقت پر جوہر دکھلاتی ہے اب اس گئے گذرے زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کی قوت ایمانیہ بھی کمزور ہے جہاں کہیں دو دو ہو کر مقابلہ ہوا مخالف کو شکست ہوئی۔ ویسے چھپ چھپا کر یا کوٹھوں سے اینٹیں پھینک کر مسلمانوں کو نقصان پہونچا دیا۔ یہ دوسری بات ہے۔ اب دیکھ لیجئے

ہندوؤں کی پچاس برس کی مُردہ کانگریس مسلمانوں ہی کی بدولت زندہ ہوئی جب تک مسلمانوں نے شرکت نہ کی کسی نے کانگریس کا نام بھی نہ سنا تھا مسلمانوں کی شرکت سے ہر کام میں رونق ہو جاتی ہے اسلئے کہ یہ زندہ دل ہیں اور انکے دل زندہ ہونیکی ایک یہی پہچان ہے کہ اگر انپر حوادث بھی آتے ہیں تب بھی ایمانی قوت کی وجہ سے انکی زندہ دلی نہیں جاتی اور باقی جتنی اور قومیں ہیں وہ بوجہ محبت دنیا کے مُردہ دل ہیں انکے مُردہ دلی کی ایک یہی پہچان ہے کہ حوادث کیوقت بدحواس ہو جاتے ہیں۔ گھبرا جاتے ہیں۔ اگلی پچھلی سب بھول جاتے ہیں یہ تو مشاہدہ ہے کہ ان تحریکات کو قوت مسلمانوں کی وجہ سے ہوئی یہی راز تھا کہ ہندوؤں نے انکو ساتھ شریک کیا۔ خصوص انکے بعض افراد تو بڑے ہی چالاک اور مکار ہیں وہ اس راز کو سمجھ گئے کہ یہ قوم زندہ دل ہے بدون اسکی شرکت کے کامیابی مشکل ہے۔ اپنی چالاکیوں اور مکاریوں سے مسلمانوں کو پھنسا کر آگے کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی قوم بھولی ہے اُن کے دام کید میں آگئے۔ ہزاروں مسلمانوں کی جانیں تلف ہو گئیں۔ اور مسلمان اپنی سادگی اور بھولے پن سے اُنکو اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے رہے۔ مگر اسکی خیر خواہی اسلام اور مسلمانوں کیساتھ ہمدردی کا راز گول میز کانفرس پر کھلا تب مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں کہ یہ تو مسلمانوں کے دشمن جان بلکہ دشمن ایمان ہیں۔ مگر اسوقت جنہوں نے ان لوگوں کی چالاکی اور مکاری ظاہر کی اُنکو خود مسلمانوں نے ہی بدنام کیا مسلمانوں میں افسوس تو یہ ہے کہ دوست دشمن کی بھی پہچان نہیں یہی وجہ ہے کہ آئے دن مصائب کا شکار بنے رہتے ہیں۔ خصوص اُنپر زیادہ افسوس ہے کہ جو مسلمانوں کے راہبر اور مقتدا کہلاتے اور جنکے ہاتھ میں اُنکی نکیل ہے جو انکی کشتی کے ناخدا بنے ہوئے ہیں جو انکے سیاہ اور سفید کے مالک ہیں وہ ان کے لیڈر ہیں لیکن ایسے لوگ کیا خاک رہبری کرینگے جب خود گم کردہ راہ ہیں تو دوسروں کو کیا راہ بتلائیں گے انہوں نے کافروں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر مسلمانوں کو پسوا دیا۔ اور مسلمانوں ہی کو کیا خود بھی اُن چیزوں کا ارتکاب کیا جو ایمان اور دین کو خراب اور برباد کرنیوالی تھیں۔ ۔۔۔ کے نعرے لگائے۔ پیشانیوں پر قشقے لگائے۔ ہندوؤں کی ارتھیوں کو کندھا دیا۔ رام لیلا وغیرہ کا انتظام مسلمان والنٹیریوں نے کیا۔ بیہودہ اور کفریہ کلمات زبان سے بکے کہ اگر

نبوت ختم نہ ہوتی تو فلاں ہندو نبی ہوتا - کیا خرافات واہیات ہے - میں نے اس ہی شباب تحریک کے زمانہ میں کہا تھا کہ جو شخص توحید اور رسالت کا منکر ہو اور وہ اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد ہو یہ معما سمجھ میں نہیں آتا مگر اسوقت چڑھی ہوئی تھی - کون سنتا تھا - اب دیکھ لی اسلام اور مسلمانوں کیساتھ اسکی خیر خواہی اور ہمدردی - ادھر تو حکومت کے مقابلہ میں مسلمانوں کو آگے کر دیا - ادھر بعض بدفہم اور بے سمجھ مسلمانوں سے جو راہبر تھے انکو بہلا پھسلا کر ہجرت کا سبق پڑھایا - ادھر شدھی کا مسئلہ جاری کرا دیا غرضکہ ہر طرح پر مسلمانوں کے جان ایمان جائداد مال زر زمین گھر سب کا مالک اپنی قوم کو بنانا چاہتا تھا - یہ تھی اسلام اور مسلمانوں کیساتھ اسکی خیر خواہی اور ہمدردی لیکن یہ لیڈر نہ سمجھے اور نہ انکے ہم خیال مولوی - ہندؤں کو تو قوت ہوئی مسلمانوں کی شرکت سے اور مسلمانوں کی شرکت ہوئی مولویوں کی شرکت سے ورنہ لیڈران قوم تو قریب قریب ڈیڑھ سال سے چیخ رہے تھے عوام مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی - جسوقت مولویوں نے شرکت کی تب بیچارے عوام مسلمان بھی پھنس گئے - اور اگر وہ ہندو ایسا ہی تھا جیسا کہ بعض بداندیش سمجھے ہوئے تھے یا ابتک بعض سمجھے ہوئے ہیں تو محمد علی تو پاس ہے ہیں انکا فیصلہ دیکھ لو کہ وہ کس طرح الگ ہو گئے تھے - مسلمانوں کو بھی اگر سیاسی ضرورت ہوتی تو مسلمانوں ہی سے کسی نہ کسی کو اپنا بڑا بنا لیتے - ہندؤں نے تو ایک کو اپنا بڑا بنا لیا تھا اور یہ شخص تو دنیا میں اس وجہ سے آیا ہے کہ دنیا کو چین سے نہ بیٹھنے دے - مولانا نے چرواہے کے قصہ میں مثنوی کے اندر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا ؎

تو برائے وصل کردن آمدی　　نے برائے فصل کردن آمدی

اس شخص کے متعلق اس کا عکس ہونا چاہئے بالکل مطابق حال ہو جائیگا ؎

تو برائے فصل کردن آمدی　　نے برائے وصل کردن آمدی

اسکی ساری عمر ان لڑائی جھگڑوں ہی میں گذری - آئے دن جہاں رہتا ہے فساد پھیلاتا رہتا ہے - ایک صاحب نے اس شخص کی نسبت مجھسے دریافت کیا کہ ہندو تو بالاتفاق اور کچھ مسلمان بھی جو ان تحریکات کے حامی ہیں اسکی پیروی کرتے ہیں اسکی کیا وجہ - میں نے کہا کہ جس چیز کی طرف وہ دعوت دے رہا ہے وہ تو لوگوں کے قلوب میں پہلے ہی سے ہے اور اسکی طلب

قریب قریب سب ہی کو ہے یعنی دُنیا۔ اُسنے اُس طرف بُلایا لوگ ساتھ ہو لئے۔ اور آپکو اسیر تو شبہ ہوا مگر اسیر کبھی شبہ نہ ہوا کہ شیطان کے متبعین کسقدر کثرت سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام مامور من اللہ ہو کر دنیا میں تشریف لائے اُن کا اتباع کتنوں نے کیا۔ بعض نبی قیامت کی میدان میں ایسے ہونگے جنکا ایک بھی اُمتی نہ ہوگا۔ صحیح مسلم کتاب الایمان کے باب اخر سے پہلے باب میں صریح حدیث ہے۔ یہ کوئی حق کا معیار تھوڑا ہی ہے۔ ہاں ایک اور معیار ہے کہ جس طرف عوام الناس ایکدم چل پڑیں سمجھ لو کہ دال میں کالا ہے کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے اسلئے عام طور پر اس سے گھبراتے ہیں۔ جیسے نماز خالص دین ہے۔ کتنے پڑھنے والے ہیں۔ روزہ خالص دین ہے کتنے رکھنے والے ہیں حالانکہ اُس میں بہت تھوڑی سی مشقت جسمانی ہے ورنہ نہ اُس میں جان کا اندیشہ اور نہ مال صرف ہو اور ایسی نفس کی مطلوب چیزوں میں جان مال سب کا اندیشہ تو یہ حظوظ نفسانی کی بدولت آسان نظر آتا ہے۔ ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر صاحب نے مجھسے سوال کیا کہ کیا مسلمانوں میں ایسی کوئی ہستی نہیں کہ سب مسلمان اُس کا اتباع کر سکیں جیسے ہندوؤں میں ہیں۔ میں نے کہا کہ ہستی تو ایسی مسلمانوں میں بحمد اللہ بہت زیادہ ہیں مگر یہ اتباع نہ کرنیوالوں سے پوچھو۔ یہ سوال ہمسے کرنیکا نہیں۔ نہایت بے محل سوال ہے۔ جیسے ایک مسجد میں ایک عالم مستحق امامت ہیں جو ہر طرح پر نماز پڑھانیکے اہل ہیں مگر مقتدی اُنکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو اگر کوئی اُن سے سوال کرے کہ یہ مقتدی آپکے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے آخر وہ یہی جواب دیں گے کہ جو نہیں پڑھتے یہ سوال اُن سے کرنیکا ہے مجھکو کیا خبر کہ میرے پیچھے کیوں نہیں نماز پڑھتے۔ ایسے ہی ہماری طرف سے یہ جواب ہی کہ اتباع نہ کرنیوالوں سے پوچھو کہ جو لوگ مسلمانوں میں اسکے اہل ہیں کہ اُن کا اتباع کیا جائے یا اُنکو اپنا بڑا بنا لیا جائے اُنکے اتباع سے تمکو کیوں عار ہے وہی اس کا جواب دیسکتے ہیں ہمیں کیا خبر کہ اتباع نہ کرنے کے کیا اسباب ہیں۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ ایسوں کا اتباع کرتے ہیں جنکی عداوت کی یہ حالت ہے کہ ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا۔ مگر باوجود اسکے انکی عداوت کا علاج اُنکے اتباع سے کرتے ہیں اور حقیقی علاج نہیں کرتے وہ علاج یہ ہے کہ ان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا، اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب کی وقعت خود ان مذہب والوں کے

دل میں نہیں بلکہ مذہبی لوگوں کی نسبت کہتے ہیں کہ تاریک دماغ ہیں۔ پست خیال ہیں۔ سو مسلمانوں کی اس بدنصیبی اور بدبختی کا کسی کے پاس کیا علاج۔ غیروں کے اتباع کی حالت دیکھئے کہ دہلی میں جامع مسجد کے ممبر پر ایک کافر مذہبی شخص کو بٹھلا کر مسلمانوں کا مرکز بنایا اب یہ باتیں ان لوگوں کی فلاح اور بہبود کی ہیں۔ یا تباہ اور برباد ہونیکی۔ جو کوئی سمجھاتا ہے یا آگاہ کرتا ہے اُس کو دشمن قوم دشمن ملک۔ گورنمنٹ سے ساز باز رکھنے والا۔ سی۔ آئی۔ ڈی سے تنخواہ پانے والا۔ دشمن اسلام۔ فاسق فاجر القاب سے یاد کیا گیا جب آخر میں نتیجہ ظاہر ہوا تب آنکھیں کھلیں۔ تب عقل آئی۔ جن لوگوں نے اُسوقت مجھسے اختلاف کیا بحمد اللہ تعالیٰ مجھکو اُنکے در پر جانیکی ضرورت پیش نہیں آئی وہی بکثرت یہاں آئے اور معافیاں چاہیں۔ میں نے کہا کہ میں سبکو معاف کر چکا میرا کونسا نفع ہے کہ ایک مسلمان کو میری وجہ سے قیامت میں سزا ہو۔ معاف کرنے میں تو اُمید ثواب اور نفع کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں کو معاف فرمادیں اور کیا کہوں جی تو سب کچھ چاہتا ہے کہنے کو مگر وہ معاملہ ہی ختم ہو چکا۔ بقول غالب ؎

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب   خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے

(ملفوظ ۱۵۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک مرتبہ دھلی میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک ولایتی مولوی صاحب نے قرآن پاک کی ایک آیت پر میرے وعظ کے دوران میں ایک شبہ کیا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان الارض یرثھا عبادی الصلحون اور یہ وہ وقت تھا کہ جنگ بلقان ہو رہی تھی۔ ایڈریانوپل بلقانیوں نے فتح کر لیا تھا۔ شبہ یہ کیا کہ وعدہ تو حق تعالیٰ آیت میں صالحین کو زمین کے مالک بنانیکا فرما رہے ہیں اور مالک ہوتے جاتے ہیں کافر۔ اور بعض نے عقلمندی کی کہ اس شبہ کو پوری شہرت دیدی۔ اور اسی کثرت سے انگریزی خواں مذبذب ہو گئے اور دھلی شہر میں ہل چل پڑ گئی۔ قریب تھا کہ بعضے لوگ اسلام کو چھوڑ دیں۔ دھلی سے اسکی خبر آئی اور ایک صاحب نے اطلاع کی کہ یہاں پر بہت گڑبڑ ہو رہی ہے بہت جلد دھلی آجانیکی ضرورت ہے۔ میں گیا۔ مجھسے بیان کی درخواست کی گئی۔ میں نے کہا کہ میرے بیان کے چند شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ میں تقریر میں کسی کا پابند نہیں ہوں گا جو وقت پر ذہن میں خدا تعالیٰ ڈالیگا بیان کر دونگا۔ ایسے ہی وقت کی پابندی بھی میں نہیں کروں گا۔ جب تک

جی چاہے گا بیان کروں گا۔ دوسرے صدر اُس جلسے کا میں خود ہوں گا اور مجھکو یہ اختیار ہوگا کہ نہ قبل از بیان اور نہ بعد از بیان کسیکو بیان کرنیکی اجازت نہ دوں گا۔ اگر یہ شرائط منظور ہوں تو میں بیان کر سکتا ہوں۔ سب شرائط منظور ہو کر جلسہ قرار پایا۔ بطور جملہ معترضہ کے دہلی ہی کا ایک جلسہ کا واقعہ یاد آگیا کہ اُس جلسہ میں محمد علی بیان کر چکے تھے کہ ترکوں کی طرف سے قرض کی درخواست ہے مگر میری رائے میں، بجائے قرض کے ویسے ہی فی سبیل اللہ انکی امداد کی جائے اس جلسہ میں اسکے متعلق مجھسے بھی امام جامع مسجد نے بیان کی فرمائش کی۔ میں نے بیان کیا کہ بعض صاحبوں کا یہ خیال ہے کہ اس موقع پر بجائے قرض دینے کے ترکوں کی امداد فی سبیل اللہ کیجائے مگر میری رائے اسکے خلاف ہے اور اسکے وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ حکومت ترکی مسلمان ہے دوسری سلطنتوں کی نظروں میں اسکی تحقیر ہو گی کہ بھیک مانگنا شروع کر دیا۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ مسلمان امداد کر دیں گے۔ دو مرتبہ کر دیں گے۔ تین مرتبہ کر دیں گے یا لآخر کہاں تک پھر یہ ہوگا کہ میاں یہ تو روز روز کا قصہ ہو گیا۔ اُکتا کر امداد کرنا بند کر دیں گے تو وہ صورت اختیار کرنی چاہئے کہ جس سے نہ حکومت اور سلطنت ترکی کی تحقیر ہو اور مداومت کیساتھ امداد ہوتی رہے مسلمان امداد سے نہ اُکتائیں وہ صورت یہی ہے کہ اُنکو قرض دیا جائے اور جسوقت سلطنت ترکی میں وسعت اور گنجائش ہو جائے وہ سب کا قرض ادا کر دے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر ویسے کوئی شخص مثلاً دس روپیہ امداد میں دیتا تو بشرط گنجائش سَو روپیہ دینے پر بطور قرض آمادہ ہو جائیگا کہ یہ رقم تو مجھکو واپس ہی ملجائیگی۔ حکومت ترکی کا اس میں نفع یہ ہے کہ اُسکو کافی امداد وقت پر پہونچ جائیگی اور اُسکا وقار بڑھے گا اور ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہ سکیگا۔ میری اس رائے اور مشورہ کو سب نے پسند کیا۔ محمد علی مرحوم نے بھی مخالفت نہیں کی۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں اپنے جلسہ وعظ کی طرف عود کرتا ہوں جسمیں آیت ان الارض یرثھا عبادی الصالحون پر شبہ کیا گیا۔ اور حقیقت میں اُنکو شبہ ہی پیش آگیا کوئی نفس کی آمیزش یا شرارت نہ تھی غرض اُنہوں نے کہا کہ آیت میں صالحین کے متعلق زمین کا مالک بنایا جانا بیان فرمایا گیا ہے اور اسوقت معاملہ اسکے عکس ہے کہ غیر صالحین کو زمین کا مالک بنایا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ قضیہ باعتبار جہت کے

کونسا ہے - دائمہ ہے یا مطلقہ عامہ - کہا کہ مطلقہ عامہ ہے دائمہ تو نہیں - میں نے کہا کہ جب دائمہ نہیں مطلقہ ہے تو وہ ایک دفعہ کے وقوع سے بھی پورا ہو چکا - اب کیا شبہ ہے کہا کہ کچھ بھی نہیں - اور اس میرے جواب پر بہت مسرور ہوئے - اور الحمد للہ لوگوں کے ایمان بچے ورنہ ارتداد ہی کا دروازہ کھلنے والا تھا - اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ضرورت کے وقت دل میں ضرورت کی چیز ڈالدیتے ہیں - یہ سب اُن کا فضل اور رحمت ہے - اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے - خصوص بڑے میاں کی توجہ اور دعاء کی برکت ہے جنکا نام امداد اللہ ہے - حقیقت یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات مخلوق کیلئے رحمت تھی - حضرت کے فیض باطن وظاہر سے بڑا ہی نفع مخلوق کو پہونچا - آخر کوئی چیز تو حضرت میں تھی کہ جسکی وجہ سے باوجود حضرت کے اصطلاحی عالم نہ ہونیکے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام وقت حضرت سے تعلق ارادت رکھنے کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے - میں کسی فخر کی راہ سے نہیں بلکہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ یہ سب کچھ جو نظر آرہا ہے یہ سب حضرت ہی کی دعاؤں اور توجہ کی برکت ہے ورنہ میں کیا اور میرا وجود اور ہستی کیا -

(**ملفوظ** ۱۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ ایک شخص ولیسرائے کے دفتر میں تھے - بڑے آدمی تھے - اُنہوں نے مجھسے اجازت چاہی کہ تنہائی میں مجھکو ملاقات کیلئے پانچ منٹ ملجاویں - میں نے اجازت دیدی - اُنہوں نے کچھ شبہات پیش کئے - میں نے اُنکے جواب دئے - سمجھدار آدمی تھے سمجھ گئے - اسکے بعد اُنہوں نے کہا کہ ان ہی جوابوں سے میری ساری عمر کا ذخیرہ شبہات کا ختم ہو گیا - میں ملحد تھا - دہری تھا - نیچری تھا - آج مسلمان ہو گیا - دعائیں دیتے چلے گئے - اب یہ انسان کا کام تھوڑا ہی ہے جب تک اُس طرف سے امداد اور فضل نہ ہو -

(**نوٹ**) نظر اصلاحی کیوقت یہ واقعہ مجھکو یاد نہیں آیا - مگر جب راوی ثقہ ہیں اُن کا یاد میرے نسیان پر حسب اصول محدثین راجح ہے - اشرف علی ۱۲

(**ملفوظ** ۱۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ کفار جو ہم پر

سلطنت کررہے ہیں۔ ان میں کوئی لیاقت ہے۔ نہیں بلکہ ہمارے اندر نالائقی ہے اس وجہ سے مُسلّط کردئے گئے اگر وہ نالائقی دور ہوجائے تو پھر وہی معاملہ ہو۔

(ملفوظ ۱۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب تھے ندوہ کے فاضل۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر کوشش کیجائے تو تدبیر سے مسلمانوں میں اتّفاق ہو سکتا ہو۔ میں نے کہا کہ نری تدبیر سے مسلمانوں میں اتّفاق نہیں ہو سکتا۔ اور میں نے یہ آیت پڑھی۔ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین والف بین قلوبھم۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مُدبّر۔ اور تدبیر کا اتنا بڑا سامان کہ تمام ما فی الارض کا انفاق۔ مگر ان سب تدبیروں کا نتیجہ اور حاصل دیکھئے کیا ارشاد ہو کہ مَا اَلَّفْتَ بَیْنَ قلوبھم۔ وہ فاضل بیحد مطمئن ہوئے۔ کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ آیت کبھی میری نظر سے نہ گذری تھی۔ اور چونکہ اتّفاق کا تعلّق تدابیر سے نہیں اسی لئے میں نے اس اتّفاق کا بیان آجتک وعظوں میں مستقلاً بیان نہیں کیا اسلئے کہ بیکار ہو۔ جو چیز اصل ہے اتّفاق کی وہ اعمال صالحہ ہیں اگر مسلمان اُنکو اختیار کریں خود بخود اتّفاق ہو جائیگا۔

(ملفوظ ۱۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان دوسروں کے شاکی ہیں کہ مذہب اسلام کی شعائر کی وقعت نہیں کرتے اہانت کرتے ہیں۔ لیکن خود مسلمانوں ہی میں ایسے ہیں کہ اتنی بھی وقعت دین کی اُنکے قلوب میں نہیں کہ جتنی حکومت کے قانون کی ہے۔ یہ شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ وُکلاء کے پاس جاتے ہیں۔ مقدّمات لڑاتے ہیں۔ لیکن کبھی کوئی شبہ قانون پر نہیں کرتے اور مولویوں کے پاس آکر احکام اسلام پر شبہات کی پوٹ کھلجاتی ہیں۔ کیا احکام شعائر میں سے نہیں۔ کیا یہ معاملہ وقعت ہے۔ ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ یہ حکم شرعی ہے کہ جہاں دوسری جگہ طاعون ہو وہاں نہیں جانا چاہئے یہ تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ کہ جہاں خود رہتا ہے اگر وہاں طاعون ہو جائے تو وہاں سے بھی نہیں جانا چاہئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسباب ہلاکت سے بچنے کی ممانعت کے کیا معنے۔ اس کا جواب ضابطہ کا تو اور تھا مگر میں نے تبرعًا کہا کہ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجئے تب میں اسکا جواب دوں گا۔ وہ یہ کہ بادشاہ مجازی مثلاً حکومت برطانیہ کے یہاں یہ قانون ہے کہ میدان جنگ سے اگر کوئی سپاہی عین قتال

کے وقت بھاگے تو اسکو گولی سے ماردو۔ تو یہ سپاہی کا بھاگنا کیوں جرم ہے اسلئے جو شبہ یہاں ہے کہ جان کا اندیشہ وہی وہاں پر بھی ہے۔ جو اس کا جواب آپ مجھکو دیں گے وہی میری طرف سے سمجھ لیا جاوے اسلئے کہ یہ تو عقلا کا قانون ہے۔ اسپر تو کوئی شبہ عقلی نہیں ہو سکا۔ بس رہ گئے کہنے لگے کہ اب سمجھ میں آگیا۔ میں نے کہا کہ اب کیوں نہ سمجھ میں آتا ابتو آنا ہی چاہئے تھا۔ ان لوگوں کی یہ عقلیں ہیں جسپر ناز ہے کہ ہم بھی عقلاء میں سے ہیں۔ ہر وقت تو اکل کی ٹکریں ہیں اور عقل کے مدعی ہیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ویسے تو ہر موقع پر سرسید احمد خاں کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں اور اُن کی بیدار مغزی بیان کیجاتی ہے مگر یہ سب بیدار مغزی احکام اسلام ہی پر اعتراض کرنیکے لئے رہ گئی ورنہ ان ہی سرسید احمد خان نے کانگریس کی مخالفت میں تقریریں کیں اور مخالفت کی مصلحتیں بھی بیان کیں۔ چنانچہ ایک تحصیلدار مجھسے بیان کرتے تھے کہ میں نے سرسید سے کہا کہ اس میں تو ہندوستانیوں کا نفع ہے۔ بڑے بڑے عہدے ملیں گے۔ اُسوقت کانگریس کے مقاصد محدود تھے۔ سرسید احمد خاں نے کہا کہ تم بچے ہو۔ اگر اس تحریک کی پاداشں میں پامال کرنیکا کوئی قانون ہو گیا تو مسلمان پامال ہو جاویں گے اور اگر کامیابی ہو گئی تو مسلمان بھی اُس میں حصہ دار ہوں گے تو اسلم علیحدگی ہی ہے۔ اُنکی یہ بھی رائے تھی کہ قلت نہ ہوتے ہوئے حکومت سے مخالفت نہیں کرنا چاہئے اور یہ بھی نہ تھا کہ وہ انگریزوں سے دبتے ہوں بلکہ حقیقت میں اُنکی مصالح کی بنا پر یہ ایک رائے تھی تو ان معتقدین نے اسپر عمل نہ کیا۔ ہاں جہاں قرآن و حدیث پر اعتراض ہیں وہ بیدار مغزی پر مبنی کئے جاتے ہیں اور اسکو اسکا عکس کہو گے۔ بس یہ سب غرض کی باتیں ہیں۔ جو نفس کی موافق ہوا اسکو لے لیا نام دوسرے کا کر دیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں جس معمول کو ترک کر دیتا ہوں اُس میں حق تعالیٰ ہی کی رحمت ہے کہ حفاظت فرماتے ہیں کہ پھر اُسکی طرف مضطر ہونا نہیں پڑتا۔ میں نے مدرسہ دیوبند والوں سے مولانا حبیب الرحمن صاحب کے انتقال کے بعد ایک مرتبہ مدرسہ کی حاضری کا وعدہ کر لیا تھا اس بنا پر مدرسہ والوں نے کئی مرتبہ مطالبہ کیا۔ میں نے کہا کہ

وہ وعدہ ایک شرط پر تھا کہ اگر تمہاری پریشانی کم نہ ہوئی۔ اب اللہ کا شکر ہے وہ پریشانی نہیں رہی اس سفر سے بھی اللہ نے جان بچالی۔ اور اگر جاتا بھی تو یہ خیال تھا کہ نہ یہاں خبر کروں گا نہ وہاں۔ چپکے سے مدرسہ میں جا کھڑا ہوں گا۔ اسلئے کہ اطلاع پر وہ مشتہر کرتے۔ قرب وجوار کے لوگ آپہونچتے ایک اچھا خاصہ ہجوم ہوجاتا اور ہجوم سے اب طبیعت گھبراتی ہے

(ملفوظ ۱۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عرب میں دیکھا کہ تہذیب، اور تمدن بہت زیادہ ہے اور پھر بے تکلفی کیساتھ ہے۔ اور یہاں جو آجکل تہذیب ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ تعذیب ہے اس میں نیچریوں کی تہذیب کا حصہ زیادہ شریک ہوگیا ہے۔ اور انکی جتنی باتیں ہیں سب میں تکلیف ہے۔

(ملفوظ ۱۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے لطف کی بات ہے کہ چھوٹے تو یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں۔ اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے نہیں۔ کیسے لطف کی بات ہے۔ اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت رہے۔ اب جو بے لطفی اور بے مزگی ہے اُس کا سبب یہی ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے اُنکو چھوٹا سمجھتے ہیں۔ اور پھر لطف کہاں۔ بے لطفی ہی ہوگی

(ملفوظ ۱۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بار مجھکو بدعت کا شبہ ہوا عید کو روز شیر پکانے کے متعلق۔ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو لکھا۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہئے۔ لوگ بدنام کرتے ہیں اور عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت ہونیکا شبہ ہو۔ یہ جواب حضرت نے فرمایا۔ یہی میری رائے ہے کہ اس میں تنگی نہیں کرنا چاہئے۔ آجکل اعتدال بہت کم ہے۔ افراط و تفریط بہت زیادہ ہے۔ اگر خیال نہیں تو بڑی بڑی مصیبتوں کا اور بدعتوں کا نہیں ہوتا اور خیال ہوتا ہے تو مباح تک پر ہاتھ صاف کرنیکو اور اُس کو معصیت میں داخل کرنے کو تیار رہیں۔

(ملفوظ ۱۶۹) ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کونسی عقلمندی اور تہذیب کی بات ہے کہ کسی بات کا جواب ہی نہیں یہ کسنے تعلیم دی ہے کہ کہیں جاؤ تو چُپ بیر کا روزہ رکھکر جانا۔ یا کم سُنتے ہو۔ ارے بھائی کچھ تو بولو۔ کیوں پریشان کرتے ہو

اسپر بھی وہ صاحب خاموش رہے - فرمایا جب بولتے ہی نہیں تو تمہارا آنا ہی بیکار ہے - اچھا چلو اُٹھو یہاں سے خبردار جو کبھی یہاں آ کر قدم رکھا - یہ بات جو پوچھی گئی ایسی کونسی غامض بات ہے کہ جسکا جواب ہی تم نہ دیسکتے تھے - عرض کیا کہ قصور ہوا معاف فرمادیں - اب آیندہ ایسا نہ ہوگا - فرمایا کہ اب کہاں سے زبان لگ گئی - پہلے تو گنگ شاہ بنے بیٹھے تھے - اوروں کو غلام یا نوکر ہی سمجھ رکھا ہے - نوّاب بنکر آتے ہیں - اب دماغ پر زد پڑی تو آنکھ کھلی - اللہ کے بندہ کیا پہلے سے سو رہا تھا یا کوئی نشہ پی کر آیا تھا اُسکی بیہوشی تھی - چند بار کی دریافت کرنے اور کہنے پر بھی نہ بولا - جب ایسے ایسے کوڑمغزوں سے واسطہ پڑے تو کہاں تک مزاج میں تغیر نہ ہو - چلو جاؤ تمنے بہت ستایا اور اذیت پہونچائی - تم سے آیندہ ہی کیا اُمید ہو سکتی ہے ایسے بدفہموں کا یہاں کیا کام - عرض کیا کہ للہ معاف کر دیجئے آیندہ ایسی غلطی نہ ہوگی - فرمایا کہ اچھا معاف ہے - لیکن یہ بتلاؤ کہ اس غلطی کا منشا کیا تھا - کیوں نہیں جواب دیا تھا اور کیوں نہیں بولے تھے - عرض کیا کہ میرے دل میں حضرت کے سوال کے بعد ایک خوف طاری سا ہو گیا اور ہولدلی سی معلوم ہوئی - فرمایا کہ میں شیر ہوں - بھیڑیا ہوں - اور اگر ہوں تو اب بھی تو میں ہی ہوں - اب کیوں بولے اور میں تو نہایت نرم گفتگو کر رہا تھا لیکن پھر بھی اگر یہی ہولدلی ہے تب بھی مجھسے تعلق رکھنا بیکار ہے اسلئے کہ میں جب کوئی بات پوچھوں گا یہی حالت تمپر طاری ہوگی تو کون تمسے بیٹھا ہوا خوشامدیں کیا کریگا - اچھا جاؤ اسوقت مجلس سے اُٹھ جاؤ اور کل بعد نماز ظہر اگر جی چاہے تو آکر بیٹھنا - اسوقت تمہاری صورت دیکھکر تکلیف ہوتی ہے تمنے بہت ستایا اسوقت مجھکو تغیر ہے - یہ غصّہ ٹھنڈا ہو جائیگا ذرا بات ہلکی پڑ جائیگی - اُسی وقت مجلس میں بیٹھنے سے نفع بھی ہوگا - اب ایسی حالت میں بیٹھنے سے کوئی نفع بھی نہ ہوگا کیونکہ اس طریق میں یہ بات سم قاتل ہے کہ معلّم کو مکدر کیا جائے اُس حالت میں خاک نفع نہیں ہوتا بلکہ پہلا نفع بھی برباد ہو جاتا ہے -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ خواہ مخواہ دین کو بدنام کرتے ہیں کہ دنیا کیلئے دین مخل ہے - سخت غلطی ہے - اگر اُمور دنیا میں مُعین نہیں تو مخل بھی نہیں - دین کا ایسا حصّہ جسمیں اخلال دنیا کا شبہ ہے زیادہ تر وہ ہے جسمیں یہ حکم ہے کہ یہ کام نہ کرو - گناہ ہوگا وہ نکرو گناہ ہوگا

مگر وہ چیزیں تو ایسی ہیں جو عقلاً بھی قابل ترک ہیں۔ مثلاً جھوٹ ہو۔ فریب ہے۔ غیبت ہے۔ علیٰ ہذا
تو انکے ترک میں کوئی وقت صرف نہیں ہوتا جو کسب دُنیا میں مُخل ہو بلکہ ارتکاب میں تو کچھ وقت
صرف ہوتا بھی ہے۔ اُسی قدر وہ دُنیا میں مُخل ہو سکتا ہے۔ ترک میں کچھ بھی صرف نہیں ہوتا
ہاں جن چیزوں کا حکم ہے۔ مثلاً نماز ہے اسکی پابندی ہے بعض کاموں میں مزاحمت ہوتی ہی
تو جو کر نیوالے ہیں وہ کرتے ہیں۔ اور اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو اُس میں بھی کوئی مزاحمت
نہیں اسلئے کہ آخر اور بھی تو ایسی چیزیں ہیں جو طبعاً ضروری ہیں اور اُنکو انسان کرتا ہی تو دین
ہی کو کیوں تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔ اُنکو بھی چھوڑ دو۔ مثلاً کھانا ہے پینا ہے اور حوائج
ضروریہ ہیں انکی پابندی کیوں کرتے ہو۔ یہ سب شبہات دین سے عدم تعلق اور اعتقاد عدم
ضرورت کی وجہ سے سوجتے ہیں ورنہ ضرورت کی چیز کے متعلق امر فطری ہے کہ کبھی شبہ نہیں ہوا کرتا
سو اگر دین کو بھی ضروری سمجھتے تو اُس میں بھی شبہ پیدا نہ ہوتا۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء اہل حق اگر شروع ہی سے
طریق باطن کی طرف متوجہ رہتے اور ظاہری احکام شرعیہ کی طرح باطنی احکام کا اہتمام بھی
انکے ہاتھ میں رہتا تو اس درجہ طریق کے بدنام ہونیکی نوبت نہ آتی مگر علماء اہل حق نے اس طرف
توجہ نہ کی۔ جُہلاء اور اہل باطل نے جو چاہا اُس میں تصرف کیا اور جو چاہا اسکو اس کی وہ سب طریق
کے سر تھوپا گیا اور اُسیکو طریق سمجھ لیا گیا۔ اور یہانتک نوبت آگئی کہ طریق کو خود بعض علماء نے بھی
شرعی احکام سے ایک جدا چیز سمجھ لیا۔ اور جو چیزیں ان جہلاء اور رسمی پیروں کی بدولت طریق کی
نامزد ہوئیں وہ کسی طرح اس قابل نہیں کہ اُنکو طریق کی طرف نسبت کیا جائے۔ جاہل لوگوں نے
اُسمیں وہ تحریفات کیں کہ سمجھدار لوگوں کو اُس سے وحشت ہوگئی اور واقعی وہ وحشت کی
باتیں ہی تھیں۔ ورنہ حق سے کبھی وحشت نہیں ہوتی گو دہشت ضرور ہوتی ہے۔ مگر اب بحمد اللہ
طریق مثل آفتاب کے روشن ہوگیا۔ کوئی غبار نہیں رہا۔ واضح ہوگیا کہ شریعت مقدسہ ہی کے دو
شعبے ہیں۔ ایک احکام ظاہرہ جسکو اصطلاح میں شریعت کہنے لگے۔ اور دوسرے احکام باطنہ
جسکو اصطلاح میں طریقت کہنے لگے۔ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اہل فن نے سہولت تعبیر کیلئے
اپنی اصطلاح میں باطن کے احکام کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔ میرا ایک وعظ ہے الظاہر

اس میں اسکی پوری تحقیق موجود ہے۔ اُسکو دیکھ لینے کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی شبہ نہ رہیگا اسکو دیکھ لیا جاوے۔ یہ بات مدتوں کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئی کہ طریق احکام شرعیہ ہی کا ایک جزو ہے اور وہ جزو ایسا ہے کہ بدون اُسکے نجات بھی مشکل ہے جیسے احکام کی شان ہوتی ہے اب میں طریق کی حقیقت اور اُس طریق سے جو مقصود ہے بیان کرتا ہوں کہ اعمال ماموربہا طریق ہیں۔ اور رضا حق مقصود ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ مشائخ تعلیم کرتے ہیں اذکار و اشغال وغیرہ وہ اعمال ماموربہا کے رسوخ کیواسطے ہیں جنکا درجہ تدابیر سے بڑھکر نہیں۔ جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر مریض کیواسطے ہوتی ہیں۔ اسی لئے جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہا جاسکتا ایسے ہی اسکو بھی بدعت نہ کہیں گے۔ یہ ہے حقیقت طریق کی۔ اب دیکھئے اس میں کونسی بات وحشت کی ہے۔

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۷۲) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرے یہاں دو بیبیاں ہیں اُن میں نااتفاقی رہتی ہے۔ ایسا تعویذ دیدیجئے کہ دونوں میں باہم اتفاق رہا کرے۔ فرمایا کہ اتفاق کیلئے عقل کی ضرورت ہے۔ عقل سے کام لو یہ تعویذ کا کام نہیں۔ میرے یہاں بھی دو بیبیاں ہیں اُن میں بھی رنجش تھی۔ اب کچھ عرصہ سے بحمد اللہ بالکل نہیں۔ اگر یہ تعویذ کا کام ہوتا یا کوئی ایسا تعویذ ہوتا تو پہلے اپنے واسطے کرتا جس سے چندروزہ رنجش بھی نہ ہوتی۔ مگر میں نے ایک تعویذ بھی نہیں کیا۔ اسلئے کہ اس کام کا کوئی تعویذ ہے ہی نہیں اور ہوگا بھی تو عاملین کو معلوم ہوگا۔ میں عامل نہیں ہوں۔ عرض کیا کہ حضرت دعاء فرمادیں۔ فرمایا کہ دعاء سے کیا انکار ہے دعاء کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۷۳) ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ۔ اسپر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ پوری بات کہہ چکے۔ عرض کیا کہ جی۔ فرمایا کہ ہم نہیں سمجھے تم لوگ سمجھدار ہو۔ بڑے لوگ ہو۔ عاقل ہو فہیم ہو۔ میں ایک گنوار بے سمجھ بدعقل بدفہم چھوٹا

آدمی ہوں۔ میں تمہاری باتوں کو کہاں سمجھ سکتا ہوں۔ جاؤ چلو اٹھو یہاں سے۔ جو تمہاری بات سمجھ سکے اُس سے کام لو۔ میں تمہاری خدمت کرنیکا اہل نہیں ہوں۔ عرض کیا کہ اوپرے اثر کا تعویذ دیدو۔ فرمایا کہ اب کہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ بات جو میں نے پہلے کہی تھی وہ ادھوری تھی اور کہنا یہ تھا کہ میں پوری بات کہہ چکا۔ تم لوگ جیسے ہو میں خوب سمجھتا ہوں تمہاری نبضیں میں خوب پہچانتا ہوں۔ اب ہوگیا دماغ درست۔ ہونے لگی آمد ورنہ آورد سے بھی کام نہ چلتا تھا۔ اچھا اسوقت جاؤ آدھ گھنٹہ کے بعد آکر پوری بات کہنا تب تعویذ ملیگا۔ وہاں تو اُسکو اوپرا اثر جمٹ رہا ہے۔ تو مجھکو اوپرے اثر کی طرح آچمٹا۔ اب ایک تعویذ مجھکو اپنے لئے کرنا چاہئے۔ وہ شخص مجلس سے اُٹھکر چلا گیا۔ فرمایا دُور کا رہنے والا شخص ہے۔ مجھکو تو اس کا بھی قلق اور افسوس ہوتا ہے کہ نہ یہ کام والس گیا اور اصلاح بھی ضروری چیز ہے اُسکی یہ تدبیر کیگئی کہ آدھے گھنٹہ کے بعد کام بھی ہو جائیگا اور اب آئندہ بھولیگا بھی نہیں ہمیشہ یاد رکھیگا کہ پوری بات کہنی چاہئے۔ اگر اسی وقت تعویذ دیدیتا تو سمجھتا کہ پیروں کے یہاں تو ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں سبق حاصل نہ ہوتا۔

(ملفوظ) ایک شخص نے آکر متوحشانہ لہجہ میں کھڑے کھڑے عرض کیا کہ ایک گنڈا بنا دیجئے یہ کہکر خاموش ہو گیا۔ فرمایا کہ میاں بیٹھکر پوری بات کہو۔ گھبرائے ہوئے اور بدحواس کیوں ہو۔ کیا چوری کر کے بھاگے ہو۔ یہ کوئی طریقہ ہے کسی سے خدمت لینے کا۔ اب جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ یہ تیسرا واقعہ ہے۔ اب بتلائیے کہ جسکو ہر وقت ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہو وہ کہانتک صبر کرے اور کہانتک اُس میں تغیر نہ ہو۔ خدا معلوم بدفہمی کا کوئی خاص مدرسہ ہے جسمیں یہ لوگ تعلیم پا پاکر آتے ہیں۔ یا سارے بدفہم میری ہی حصہ میں آگئے ہیں کہ خوب اچھی طرح مجھکو بدنام کرائیں۔ اب اگر مجھکو اور کام نہ ہوں تو بیٹھا ہوا ان ہی کی باتوں کا کھل کئے جاؤں۔ مجھکو تو اسقدر کام ہیں کہ اُنکی ہی مشغولی میرے لئے کافی ہے۔ اور سب سے بڑا کام جو ہے وہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قلب خالی رہے اُسکے شغل کیلئے تو ایک ہی کافی ہیں۔ یہ لوگ ادھوری اور الجھی ہوئی بات کہکر قلب کو اپنی طرف مشغول کرنا چاہتے ہیں۔ مجھکو وحشت ہوتی ہے یہی سبب لڑائی کا ہے۔ غرض وہ

شخص بیٹھ گیا اور بیٹھکر بھی یہی عرض کیا کہ اجی مولوی جی گنڈا بنوانے آیا ہوں۔ فرمایا سُن تو
لیا بہرا نہیں ہوں مگر سمجھا نہیں۔ دیکھ لیجئے اسقدر میرے کہنے پر بھی نہیں سمجھا۔ ارے بھائی
میں سمجھوں کیسے۔ پوری بات ہو تو سمجھوں۔ عرض کیا کہ جی بخار آوے ہے اور رات کو ڈرے
ہے۔ فرمایا یہ پہلے ہی کیوں نہیں کہا تھا۔ جب گھر سے چلا تھا تو جو ذہن میں لیکر آیا تھا وہ آتے
ہی صاف کہدینا تھا۔ مگر خواہ مخواہ اُس میں کتر بیونت لگائی اور پریشان کر کے کہا۔ بھلا میں
بدون تیرے بتلائے کیسے سمجھتا۔ کیا مجھکو علم غیب ہے۔ آخر میں کس چیز کا گنڈا بنا کر دیتا جبکہ
مجھکو معلوم ہی نہ تھا اور معلوم ہوتا بتلانے سے اور تو نے بتلایا تھا نہیں۔ جاؤ اب سے پانو
گھنٹے میں آنا اور پوری بات آکر کہنا کبھی اسوقت کے کہنے کے بھروسہ رہے مجھکو یاد نہ رہیگا
اب تو تو نے جی بُرا کر دیا۔ اور جی بُرا ہو تیکے وقت کام نہیں ہوا کرتا اور اگر کر بھی دیا تو کوئی نفع
نہیں ہوتا وہ شخص چلا گیا +

(ملفوظ ۱۴۶) فرمایا کہ ایک انگریزی خوان کا خط آیا ہے کہ اس منحوس تعلیم انگریزی کا یہ اثر ہے کہ
اس میں بجز کبر کے اور کچھ نہیں آپکو بڑا سمجھتے ہیں۔ دوسروں کو چھوٹا سمجھتے ہیں یہ خلاصہ ہے
اس تعلیم انگریزی کا۔ یہ صاحب بی۔ اے ہیں جنکا یہ خط آیا ہے۔ انہوں نے پہلے خط میں چند
بے اصول باتیں لکھی تھیں۔ میں نے جواب میں متنبہ کیا اسپر بھی تنبہ نہیں ہوا۔ آج پھر وہی خرافات
لکھی ہوئی آئی ہے۔ ان بی۔ اے والوں کو چاہئے کہ بی اے کی ڈگری حاصل کر کے کسی مُلّا کے
پاس رہیں تاکہ آدمیت آجائے اور حیوانیت دور ہو۔

(ملفوظ ۱۴۷) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ آذان ہونے پر میرے قلب میں ایک
کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کبھی تو اپنے کسی کام میں لگ جاتا ہوں اور کبھی اُسی جگہ سر بسجود
ہو جاتا ہوں۔ اور کبھی مسجد چلا جاتا ہوں تو بلا وضو ہی نماز پڑھ لیتا ہوں مگر وہ کیفیت ایسی ہوتی
ہے کہ دل تمام چیزوں سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اسپر فرمایا کہ انکو اسپر فخر ہے کہ کیفیت ہو۔ چاہے
نماز نہ ہو۔ دین سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں کسی کو ستاتا نہیں۔ اگر مجھکو
کوئی ستائے درگذر کرتا ہوں۔ غرض درویشانہ اخلاق کی فہرست لکھی ہے کہ مجھ میں یہ باتیں ہیں
لیکن نماز کو جواب۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مجھکو کوئی ستائے نہیں۔ ترش روئی سے کلام نہ کرے

اسکی دعا کر دیجئے۔ میں نے لکھا ہے کہ جب مخلوق کی ترش روئی و ناخوشی سے اسقدر بچتے ہو تو خدا تعالیٰ کی ناخوشی کی چیز سے تو اور بھی زیادہ ڈرنا چاہئے اور وہ چیز گناہ ہے جسمیں ترک نماز بھی ہے جسپر حق تعالیٰ کا غضب اور قہر متوجہ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے اسپر کیا جواب آتا ہے۔ اب کی مرتبہ اُنکے فہم اور عقل کا اندازہ کر کے صاف لکھوں گا۔ تبلیغ میں اسکی بڑی سخت ضرورت ہے کہ غلطی کا منشا معلوم کر کے اصلاح کرے۔ ایسی غلطیوں میں اکثر لوگوں کو ابتلاء ہے کہ اخلاق کو ارکان پر ترجیح دیتے ہیں۔ اب اگر یہ شخص اپنی یہ حالت کہیں اور لکھتا تو نہ معلوم کسقدر اُسکی مدح کیجاتی اور نہ معلوم جواب میں کیا اڑنگ بڑنگ ہانکتے۔ بس ہمیشہ بیچارے کو جہل ہی میں ابتلاء رہتا۔ ایک صوفی شاعر کی حکایت ہے کہ صاحب دل آدمی تھے۔ تصوف میں کلام اچھا ہوتا تھا ایسا ہی کوئی کلام ایران پہونچا۔ کسی ایرانی نے سنا قدر کی اور یہ سمجھا کہ جس شخص کے جذبات کلام میں یہ ہیں وہ خود کس حالت میں ہوگا۔ ایسا شخص قابل زیارت ہے۔ یہ خیال کر کے ایران سے سفر کیا اور ہندوستان پہونچا۔ یہ شاعر جہاں رہتے تھے وہاں لوگوں سے پتہ معلوم کر کے پہونچے دیکھا تو اُسوقت شاعر صاحب حجامت بنوا رہے تھے اور داڑھی پر اُسترہ چل رہا تھا۔ یہ شخص اس حالت کو دیکھکر ششدر کھڑا رہگیا اور شاعر سے سوال کیا کہ **آغا ریش می تراشی** آغا کہتے ہیں۔ بلے ریش می تراشم ولے دل کسے نمی خراشم۔ اُسنے فوراً برجستہ جواب دیا۔ آرے دل رسول اللہ می خراشی۔ مطلب یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے خلاف کر رہا ہے جس سے حضور کو تکلیف پہونچ رہی ہے۔ یہ کہنا تھا آخر صاحبدل شخص تھا فوراً ایک حالت طاری ہوگئی اور بیساختہ زبان قال یا حال پر یہ جاری تھا

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ۔۔۔ مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

اُسی وقت اس خبیث فعل سے توبہ کر لی تو ایسی غلطیوں میں ابتلاء ہو جاتا ہے کہ بعضی باطنی چیزوں کو اعمال ظاہرہ سے مستغنی سمجھ جاتے ہیں۔ مگر اطلاع پر بعض اوقات نفع بھی ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ان صاحب کی حالت ہے۔

(ملفوظ ۱۱۱) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب تم لوگ ستاتے ہو۔ رنج پہونچاتے ہو تو کیا خاک نفع ہو۔ رنج کی حالت میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ رنجیدہ دل سے

کوئی کام کر نہیں سکتا - تم لوگوں کو تو خدمت لینا بھی نہیں آتی - خدمت لینے کا بھی طریقہ ہے پہلے آدمی سلیقہ سیکھے تب آگے قدم رکھے - کیا یہ موٹی موٹی باتیں بھی میرے ہی اصلاح کرنے پر موقوف ہیں - یہ تو فطری چیزیں ہیں اور اسے بھی جانے دیجئے اگر کوئی بات نہ معلوم ہو تو آدمی کسی سے معلوم ہی کر لے آخر خدا نے عقل دی - زبان دی - آخر یہ چیزیں کس کام کی ہیں - اس وقت دو فرقے زیادہ ترقابل علاج کے ہیں - متکبر اور بدتمیز - اور میں متکبروں کو تو حقیر بھی سمجھتا ہوں - بدتمیزوں کو حقیر تو نہیں سمجھتا لیکن اُن سے دل بھی خوش نہیں ہوتا اور یہ سب خرابی ان بااخلاق بڑوں کی بدولت ہے - انکے اخلاق نے ان لوگوں کے اخلاق کو خراب اور برباد کیا - اب میں اکیلا کہانتک سبکی اصلاح کروں - میں تو اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں تاکہ کسی کو دھوکہ نہ ہو اور اسکی ساتھ صاف کہتا ہوں کہ اگر میں اُصول کے خلاف کروں تو ایک بچے کو حق ہے کہ وہ مجھکو روکدے اور پھر دیکھے کہ میں رُکتا ہوں یا نہیں اور یہ تو ایک معمولی وقتی چیز ہے - میرے یہاں تو بفضلہ تعالیٰ ترجیح الراجح کا ایک مستقل اور مستمر ایسا باب ہے جو اہل علم کے نزدیک ایک نہایت سُبکی کی بات ہے - بطور مزاح فرمایا مگر یہ سُبکی سُبکی نہیں صرف میری ہی ہے جسپر میں راضی ہوں - میں اُس سلسلہ میں برابر اپنی غلطیوں سے رجوع کرکے شائع کرتا رہتا ہوں - اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قلب میں دین کی محبت اور عظمت پیدا فرمادی - حق کے قبول کرنے میں اپنی کوئی مصلحت نظر میں نہیں رہتی - اور ہماری مصلحت ہے ہی کیا چیز - اصلی مصلحت تو احکام شرعیہ ہی کی ہے اور اصل چیز یہی احکام ہیں اور ہم محض اُنکے تابع ہیں -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بحمد اللہ میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے افراط تفریط نہیں - خیر الامور اوسطہا کا صحیح راستہ ہے - میں ایک مرتبہ کگرولی گیا - یہ ضلع مظفرنگر میں ایک گاؤں ہے - وہاں پر شیعہ زمیندار رئیس ہیں - اُن میں لکھنؤ کے تعلق سے تہذیب کا کافی اثر ہے - اُن لوگوں نے میرے ساتھ بڑی ہی تہذیب کا برتاؤ کیا - سو جیسے اُنہوں نے میرے ساتھ تہذیب برتی ہیں نے بھی تہذیب کا جواب تہذیب سے دیا - چنانچہ اُن لوگوں نے بعد مغرب کہ میں اُسی وقت پہونچا تھا کہلا کر بھیجا کہ ہم لوگ زیارت کے مشتاق ہیں اگر

اجازت ہو تو حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہوں - ایک تو رعایت کیساتھ رعایت ہوتی ہے - دوسرے میں یہ بھی سمجھا کہ یہ اپنی تہذیب کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ بلا اجازت ملنے نہیں آئے - میں ایک غریب سُنی قصائی کے مکان پر ٹھیرا تھا اور یہی غریب سُنی لوگ داعی تھے میں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ اگر اجمالی ملاقات مقصود ہو تو میں اسوقت بھی حاضر ہوں اور اگر تفصیلی ملاقات مقصود ہو تو صبح کیوقت مناسب ہے - اُنہوں نے اسیوقت ملنا چاہا - میں نے جواب دیا کہ آجائیے - اور ساتھ ہی یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر آپ چاہیں میں ملاقات کیلئے تخلیہ کا انتظام بھی آسانی کر سکتا ہوں - اس کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے میزبان غریب میلے کچیلے اُن کے رعایا کے لوگ تھے - شاید ان کے دوش بدوش بیٹھنا یہ رئیس لوگ بھی گوارا نہ کریں اور اسی ہی مجھکو اُنکی تہذیب کا جواب بھی دینا تھا جسکی طرف اُن کا ذہن بھی از خود نہ جا سکتا تھا اس کہلا کر بھیجنے پر اُن رئیس شیعوں پر بیحد اثر ہوا کہ کیا انتہا ہے اس شخص کی وُسعت نظر اور رعایت حدود اور تہذیب کا کہ کہاں نظر پہونچی اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم اسیوقت آنا چاہتے ہیں اور غریبوں کی ساتھ بیٹھنا فخر سمجھتے ہیں - چنانچہ انکو اجازت دیگئی اور اُنہوں نے آکر ملاقات کی - ایک غریب شخص لکڑولی ہی کے رہنے والے مجھسے محبت رکھتے ہیں وہ بیان کرتے تھے کہ میرے پاس آپکے مواعظ ہیں اور رسالہ النُّور وغیرہ بھی منگا تا رہتا ہوں تو یہ شیعہ رؤسا منگا کر دیکھتے رہتے ہیں - اور یہی شخص یہ بھی بیان کرتے تھے کہ اُن میں کے ایک صاحب یہ کہتے تھے کہ اگر شیعوں میں ایسا ایک مجتہد بھی ہوتا تو شیعوں کا مذہب زندہ ہو جاتا اور اُس میں روح پیدا ہو جاتی - میں نے سنکر کہا کہ چلو اپنی زبان سے یہ تو اقرار کر لیا کہ ہمارا مذہب مُردہ ہے - شب کی مذکورہ ملاقات میں بعض شیعوں نے بیعت کی درخواست کی - میں سوچ میں پڑا کہ بدون تشیع چھوڑے بیعت کیسے ہو سکتی ہے اور تشیع کے چھوڑنے کو خصوص جب میں اُس درخواست کو محض رعایت مہانداری سمجھتا ہوں کیسے کہوں - آخر میں نے کہا کہ بیعت کے کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مُفصّل بیان نہیں ہو سکتے - اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ میں جب وطن پہونچ جاؤں - اسوقت آپ مجھسے اسکے متعلق خط و کتابت فرمائیں - میں جواب میں شرائط سے اطلاع دوں گا - خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے

٢٤

وطن پہونچنے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کیلئے مناسبت شرط ہے۔ بدون مناسبت نفع نہیں ہو سکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا صورت ہے۔ خلاصہ یہی نکلتا کہ سُنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو مگر اسکے بعد کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ یہ حضرات اکثر بڑے مہذب ہوتے ہیں اور اکثر دیکھا ہے کہ دوسرے فرقے جسقدر ہیں اُن میں ظاہری اخلاق اور تہذیب بہت ہوتی ہے۔ ایک شیعہ نے اُن ہی میں سے ایک سوال کیا جو بالکل نیا سوال تھا اس سے قبل مجھ سے یہ سوال کسی نے نہ کیا تھا۔ میں بالکل خالی الذہن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مدد فرمائی وہ سوال یہ تھا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے میں نے کہا کہ تقلید کہتے ہیں اتباع کو۔ اور بیعت کہتے ہیں معاہدہ اتباع کو۔ یہ جواب سنکر وہ شخص بیحد محظوظ ہوا۔ اور یہ سب ہر وقت کے مناسب معاملہ یا جواب سمجھ میں آجانا اللہ کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ جوش کی حالت میں ہم چند خادموں سے یہ فرمایا تھا کہ جہاں تم جاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں تم ہی تم ہو گے تو یہ میرا کمال تھوڑا ہی ہوا یہ تو حضرت کی دعاء کی برکت ہے۔ اسی لئے بزرگوں سے تعلق بڑی دولت ہے۔ بڑی نعمت ہے۔ لوگ اسکی قدر نہیں کرتے۔ مجھکو تو اسلئے بھی اسکی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دعاء کے اور کچھ ہے ہی نہیں نہ علم ہے نہ عمل ہے اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کیا اپنی کسی بات پر ناز یا فخر کر سکتا ہے اور ناز و فخر تو کسی حالت میں بھی انسان کو نہیں کرنا چاہئے جبکہ سر تا سر نقائص و عیوب سے بھرا ہوا ہے۔ اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد ۔۔۔ چوں نداری گرد بد خوئی مگرد

نیاز پیدا کرکے نیکی سعی اور کوشش میں لگا رہنا چاہئے۔ اُسی وقت تک خیر ہے ورنہ آگے خیر نہیں یہ بات تو اپنے بزرگوں میں دیکھی کہ سب کچھ تھے اور اپنے کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے چونکہ یہ طرز اپنے بزرگوں میں دیکھا اسلئے یہی پسند ہے۔ آجکل کے ڈھونگ نظروں میں سماتے نہیں اور کوئی کتنا ہی بڑا ہو نظروں میں جچتا نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ ہمارے بزرگ ہمکو بگاڑ گئے اور کسی کام کا چھوڑا ہی نہیں۔ صرف ایک ہی کام کا بنا گئے۔ مٹنا۔ فنا ہونا۔

(ملفوظ ۱۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک منٹ اور ایک سکنڈ کیلئے بھی میری وجہ سے کسی کا قلب گرانی میں مشغول ہو۔ یہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو کہ جس سے میرے قلب کو دوسری طرف مشغولی ہو۔ یہ آنیوالے بدتمیزیاں کرتے ہیں مجھکو اُلجھن ہوتی ہے اسکی بناء پر تغیر ہوتا ہے۔ پھر لڑائی ہونا کون تعجب ہے۔

(ملفوظ ۱۸۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر بدتمیزی کا سبب بے تعلیمی نہیں ہے بلکہ تعلیم ناقص ہے ورنہ یہ سب امور فطری ہیں اگر تعلیم بھی نہ ہو تب بھی ان بدتمیزیوں کا صدور نہ ہونا چاہئے۔ یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بدتمیزیاں کرتے ہیں مگر ہے وہ تعلیم ناقص۔ آپ دیکھ لیجئے کہ بعضے تعلیم یافتہ لوگ کسقدر بدتمیز اور بدتہذیب ہوتے ہیں حالانکہ وہاں تعلیم ہے۔

(ملفوظ ۱۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سرسید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی۔ یہ نیچیریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی اسی سے یہ شاخیں چلی ہیں۔ یہ قادیانی اس نیچیریت ہی کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ اُستاد یعنی سرسید احمد خاں سے بھی بازی لیگیا کہ نبوت کا مُدّعی بن بیٹھا۔ غلام احمد ایسا بچہ نہ تھا۔ قصداً ایسا کیا۔ شروع میں گو ممکن ہے کہ دھوکا ہوا ہو۔ لیکن آخر میں تو اپنی بات کی پچ اور اُسپر ہٹ اور ضد ہوگئی تھی۔ غرضکہ ہے یہ نیچیریت ہی سے ناشی۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب مدرسہ دیوبند قائم ہوا اور بُنیاد پڑی تو سرسید احمد خاں نے کہا تھا کہ کیا ہوگا اور دو چار قُل اعوذ یئے بڑھ جائیں گے۔ یہ معلوم نہ تھا کہ تمہارے جادو کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ھباءً منثوراً کرنیوالی جماعت یہی ہوگی۔ دیکھئے اگر ہندوستان میں حق تعالیٰ اس جماعت کو پیدا نہ فرماتے تو چہار طرف سے الحاد اور دھریت کی چشمے ہندوستان میں اُبل پڑتے اور ابھی اُبلنے میں کونسی کسر رہگئی لیکن قانون قُدرت کیمطابق ہر فرعونے را موسیٰ کا مصداق یہ جماعت ہوگئی جسکے متعلق مُخبر صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماگئے ہیں کہ لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم۔ ورنہ ان کا مکر اور اُنکی چالاکیاں ایسی تھیں جیسے ارشاد ہے وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال۔ ان کے تمام مکر اور کید اسلام کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے۔ لیکن حق تعالیٰ

وعدہ فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون تو اسکے ماتحت یہی ایک جماعت پیدا فرمائی گئی۔ اسلئے کہ عادۃ الٰہیہ کیموافق انسان کے وجود کو بھی اسباب حفاظت دین میں واسطہ بنایا گیا ہے۔ ایسا ہی وعدہ ایک دوسری جگہ خداوند جل جلالہ فرماتے ہیں کلام پاک میں۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون ۝ یہی سلسلہ مضلین اور ہادین کا برابر چلا آتا رہا حتے کہ اب اس زمانہ پر فتن اور پر آشوب میں جبکہ اسلام پر چہار طرف سے نرغہ ہے تمام بدخواہ اسلام اسلام پر دانت پیس رہے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ چودھویں صدی کا ایک طاغوت نکل آیا۔ اسنے اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرادینے اور ختم کرادینے کی کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی۔ اللہ ہی نے حفاظت فرمائی۔ باوجود عوام مسلمان اور لیڈروں اور اُنکے ہم خیال مولویوں کے اُسکے دام میں آجانے کے بھی بڑی حق تعالیٰ کی رحمت مسلمانوں پر ہوئی ورنہ معاملہ ہی درہم برہم ہوجاتا۔ اسکی چالاکیاں اور مکروفریب کو سمجھنے والی بھی ایک جماعت حق تعالیٰ نے پیدا فرمادی جو لوگوں کو آگاہ کرتی رہی گو اُسپر ہر قسم کے الزامات اور بہتان باندھے لیکن وہ جماعت لا یخافون لومۃ لائم پر عمل کرتے ہوئے اظہار حق کرتی رہی۔ ایسے اسباب کا پیدا فرمادینا یہ بھی رحمت ہے ورنہ ان لیڈروں اور اُنکے ہم خیال مولویوں نے تو آنکھیں بند کر کے مسلمانوں کے تباہ اور برباد کرنیکا بیڑا اٹھا ہی لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ اور فہم عطاء فرمائیں اور محفوظ رکھیں ۔

ملفوظ ۱۸۳ ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک بات حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے جوش کیساتھ فرمائی تھی کہ مجھسے میری درخواست پر وعدہ ہوگیا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے پڑھے ہوئے کو دس (۱۰) روپیہ ماہواری سے کم آمدنی نہ ہوگی۔ مگر اُسوقت اتنی گرانی نہ تھی ورنہ اگر یہ زمانہ ہوتا تو درخواست میں کہتے کہ پچاس (۵۰) روپیہ سے کم میں کام نہیں چلتا اُس زمانہ میں دس بہت تھے۔ اکثر اہل علم کی پانچ دس روپیہ ماہوار تنخواہ ہوتی تھی۔ علاوہ ارزانی کے پہلے کچھ تھی بھی متوکلانہ شان اہل علم کی۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ مکہ معظمہ میں سلطان عبدالحمید خاں نے کچھ مقرر کرنا چاہا منظور نہیں کیا اور لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا۔ نہ بھائی پھر کام نہ ہوگا۔ اب تو کارگذاری دکھلانے پر چندہ ملتا ہے اسلئے سب کوشش سے

کام کرتے ہیں۔ پھر وہاں سے آتا مستقل طور پر۔ چاہے کام ہوتا یا نہ ہوتا۔ اب تو مدرسہ میں سرمایہ نہیں۔ روپیہ نہیں۔ لیکن کام ہے اور جب یہ سب کچھ ہوتا مگر کام نہ ہوتا۔ بیفکری ہو جاتی۔ اب ہی دیکھ لیجئے اسوقت جو علماء ریاستوں سے وظائف پا رہے ہیں وہ بیفکر پڑے ہوئے اینڈا کرتے ہیں۔ پھر کام کہاں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہونگے وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائیگی اسلئے کہ انکو تو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہیگی نہیں اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی۔ اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔

(ملفوظ ۱۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی ایک ممتاز ہستی تھی۔ مولانا جیسا باکمال شخص اب نظروں سے نہیں گذرتا۔ یہ مولانا ہی کی تربیت اور اصلاح کا اثر ہے کہ ہر چیز میرے یہاں اپنی حد پر ہے۔ خود درس کیوقت ایسی اصلاح فرماتے تھے کہ جیسے بہت بڑا شیخ وقت استقلالاً اصلاح کیا کرتا ہے اور ماشاء اللہ تعالیٰ تھے ہی شیخ وقت۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے اساتذہ اور پیر سب کے سب کامل تھے یہی اتنی بڑی دولت حق تعالیٰ نے نصیب فرمائی کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ ۱۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس جیسی تھی اسکا پتہ اسطرح چل سکتا ہے کہ حضور کی متعدد بیویاں تھیں جنپر شوہر کا کچا چھٹا عیاں ہوتا ہے اگر حضور میں کوئی کمی بھی ہوتی تو بیویاں سب سے پہلے غیر معتقد ہوتیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ حضور کی معتقد تھیں۔ اس سے آپ کی شان کا پتہ چلتا ہے۔ جماعت ازواج مطہرات اور جماعت صحابہ کرام نے حضور کی تمام سوانح اندرونی خانگی اور بیرونی معاملات واقعات سب عالم میں بہانگ دہل آشکارا کر دئے اور ہمکو اسپر فخر ہے کہ سارا کچا چٹھا حضور کا موجود ہے بتلاؤ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے +

(ملفوظ ۱۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے دل میں اللہ کا شکر ہے کہ باوجود بہت لوگوں کے ستانے کے اور بدنام کرنیکے نہ کسی کی طرف سے کینہ ہے نہ کپٹ نہ بغض نہ عداوت۔ یہ تو غیر معتقدین کیساتھ معاملہ ہے۔ اور معتقدین کی ساتھ یہ معاملہ ہے کہ میں

یہاں کے رہنے والوں تک کو اپنے معاملات میں ایسا دخل کبھی نہیں دیا کہ جس سے چاہا راضی کر دیا جس سے چاہا ناراض کر دیا۔ اور بہت سے درویشوں کے یہاں یہ آفت ہے۔ ایک مرتبہ میرے بڑے گھر میں سے ایک شخص کی شکایت کی۔ اور وہ شخص بھائی مرحوم کے یہاں کارندہ تھے۔ میں نے انکو دروازہ پر بلا کر کہا کہ یہ تمہارے متعلق یہ کہتی ہیں۔ انہوں نے اپنا تبریہ کیا۔ میں نے گھر میں سے کہا کہ ثبوت تمہارے ذمہ ہے۔ ثبوت دو۔ کہنے لگیں تو بہ تم تو ذرا سی دیر میں آدمی کو نصیحت کرتے ہو میں نے کہا کچھ بھی ہو مگر اب سے کسی کی چغلی مت کرنا۔ بس شرمندہ ہو کر رہ گئیں۔ تو میرے یہاں یہ چیزیں نہیں ہیں اللہ کا شکر ہے۔

۱۹ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۱۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات بڑی ہی کریم ذات تھی۔ ایک مرتبہ تھانہ بھون کا ایک مجمع حج کو گیا جب حضرت کی خدمت میں باریاب ہوئے حضرت سب سے بغلگیر ہو کر ملے اور فرمایا کہ بھائی اپنے باپ دادوں کے نام بتلاتے رہو۔ میں نوجوانوں میں سے کسی کو نہیں پہچانتا۔ ایک تھانہ بھون کے رہنے والے کہتے تھے کہ میں جب مکہ معظمہ حاضر ہوا۔ حضرت کے پاس مجمع زیادہ تھا۔ میں خاموش ایک گوشہ میں بیٹھ گیا کہ جب حضرت فارغ ہوں گے اسوقت ملوں گا۔ حضرت نے خود فرمایا کہ اس مجلس میں سے بوئے وطن آرہی ہے تب انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضرت میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں فرمایا کہ میاں غیروں کی طرح دور جا بیٹھے آؤ یہاں آؤ سینے سے لگایا۔ پیار کیا۔ کیا ٹھکانا تھا حضرت کی شفقت کا۔ مولوی معین الدین نانوتوی بیان کرتے تھے کہ میں نے تھانہ بھون کے زمانہ قیام میں ایک ہرن شکار کیا اور اسکی کھال درست کرا کر ایک شخص حج کو جاتے تھے اُن کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت نے فرمایا اس کھال میں سے بوئے وطن آتی ہے۔ عرض کیا کہ حضرت یہ تھانہ بھون کے جنگل کا ہرن تھا۔ یہ حالت تھی لطافت ادراک کی۔ ندوہ والوں نے مدرسہ جامع العلوم کانپور کو اپنے تحت میں کرنا چاہا تھا۔ میں نے اُن کی راؤں سے اختلاف کیا

اور بعض باتیں جو مضر تھیں اُنکو ظاہر کیا۔ اُن صاحبوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ اُسکو لکھدیں۔ حضرت نے مجھکو تحریر فرمایا کہ تم وہاں کی مصلحتوں کو خوب سمجھتے ہو جو مناسب ہو کرو یہ ہے شان شیخیت کی کہ ہر بات اپنے مرکز پر رہے۔ پھر خود ندوہ کا جو حشر ہوا سبکو معلوم ہے کہ وہ ایسوں کے ہاتھ میں مدت تک رہا جنکی طبیعت ہی بالکل نیچریت تھی وہی سرسید احمد خاں کی قدم بقدم اُنکی رفتار رہی۔ وہی جذبات۔ وہی خیالات۔ کوئی فرق نہ تھا

(ملفوظ ۱۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ جائے بزرگاں بجائے بزرگاں اس سے برکت مُراد ہے۔ ایسی جگہ میں برکت ضرور ہوتی ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت مجھکو پہونچی ہے۔ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا شیخ محمد صاحب رح نے فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج کو تشریف لیگئے تو میں نے اُس جگہ بیٹھکر ذکر کیا جس جگہ حضرت ذکر کیا کرتے تھے تو انوار معلوم ہوئے۔ اب آنکھیں اُن بزرگوں کو ڈھونڈتی ہیں۔ اُن ہی بزرگوں کو دیکھا۔ اب طبیعت بھی۔ دل بھی۔ کان بھی اُنکی ہی چیزوں کے خوگر ہو گئے۔ اسکے خلاف پر وحشت ہوتی ہے اب طبیعت کو کیسے بدل دیا جائے۔ غیر اختیاری بات ہے۔

(ملفوظ ۱۸۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایسی طبیعت کے بھی لوگ موجود ہیں جنکو امامت کا شوق ہے لیکن اہل امامت کے نہیں۔ لمبے لمبے رکوع اور خطبے پڑھنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہمارے حضرات بہت ہی مختصر خطبہ پڑھتے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے وہ بہت ہی مختصر اور جامع ہے مگر اس میں سے بھی ایک حصہ حذف کر دیتے تھے۔ میں نے جو مجموعہ خطب لکھا ہے کوئی خطبہ اُس میں سورہ ھل سلت سے بڑا نہیں اور تعجب ہے کہ میرے اس مجموعہ خطب کو غیر مقلدوں نے اسلئے نہیں خریدا کہ میں نے اُس میں لکھدیا ہے کہ اُردو میں خطبہ پڑھنا خلاف سُنت ہے اسپر خفا ہو گئے حالانکہ یہ ادفق بالحدیث ہے یہ فرقہ بھی عجیب ہے۔ کہیں تو عامل بالحدیث ہونیکا اسقدر زور شور اور کہیں یہ حالت کہ حدیث ہوتے ہوئے اور پھر عمل ندارد۔

(ملفوظ ۱۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدی بھی عجیب چیز ہے کثرت سے ان لوگوں میں تدیُّن بہت کم دیکھا اور عامل بالحدیث ہونیکا دعوی ہی دعوی ہے۔ عملی صورت میں نہایت ہی پیچھے ہیں

احتیاط کا تو ان میں نام ونشان نہیں۔ بس گھر میں بیٹھے ہوئے اسے بدعتی کہدیا اُسے مشرک کہدیا۔ اور خود اپنی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں نے استواء علی العرش کے مسئلہ کو تفسیر بیان القرآن میں اسطرح ترتیب دیا تھا کہ متن میں تو متاخرین کے قول کو رکھا تھا۔ اور حاشیہ پر متقدمین کے قول کو۔ اور متاخرین کے قول کو متن میں رکھنے کی بجز سہولت فہم عوام کے کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اعتراض ہی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایک غیر مقلد صاحب نے عنایت فرما کر اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے خاص جذبات کا ثبوت دیا۔ اگر حدود کے اندر مشورہ دیتے تو میں قبول کر لیتا۔ لیکن متاخرین کے طرز اور مسلک کو اور اُنکے قول کو سراسر جہل اور اعتزال تبلایا۔ محض گستاخی اور بیباکی ہے اسلئے مجھکو واقعی ناگوار ہوا۔ مگر میں نے پھر بھی انکی بلکہ انصاف کی رعایت سے متقدمین کا قول متن میں رکھ دیا۔ اور متاخرین کا قول حاشیہ میں کر دیا مگر یہ پھر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان بزرگ نے متاخرین کے مسلک کا تو ابطال کیا اور سلف کا مسلک جو بیان کیا تو بالکل مجسمہ اور مشبہ کے طرز پر اور مجھسے بھی اسی پر اصرار کیا۔ یہ ان متعصبین کا علم ہے۔ یہ قابلیت ہے یہ دین ہے اور پھر علمی مبحث میں قدم۔ ایک دفعہ مجھکو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصانیف دیکھا کریں۔ میں نے کہا تمنے تو دیکھیں ہیں۔ تمہارے اندر بڑی شان تحقیق پیدا ہو گئی۔ میں ہمیشہ ایسے مباحث میں پڑنے سے بچا اور یہی مسلک اپنے بزرگوں کا رہا۔ مگر ضرورت کو کیا کروں۔ جسوقت یہ بحث لکھ رہا تھا تو ہر جاہل شخص کو دیکھکر رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا۔ تو اس مبحث پر ذہن نہ چلتا تو اُسوقت جاہل ہونیکی تمنا کرتا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی فضل ایزدی نے دستگیری فرمائی اور یہ خیال آیا کہ یہ تمنا بھی تو علم ہی کی بدولت ہوئی تو جہل کو کسی حالت میں علم پر ترجیح نہیں۔ تب جا کر قلب کو سکون ہوا۔ ایسے دقائق میں صوفیہ کی توجیہ سب میں زیادہ اقرب دیکھی گئیں۔ اُن سے بڑی تشفی ہوئی۔ مگر یہ معترض صاحب صوفیہ ہی کے مخالف ہیں۔ پھر راہ کہاں۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ استواء علی العرش صفت ہے یا فعل۔ ان اہل ظاہر میں مشہور یہ ہے کہ صفت ہے لیکن اگر صفت ہے تو عرش حادث ہے اور صفت ہے قدیم تو قبل حدوث عرش جو استواء علی العرش کی صورت تھی وہی اب بھی تسلیم کر لو ورنہ صفت میں تغیر لازم آویگا۔ یہ عجیب وغریب الزامی حجت ہے

جو حق تعالیٰ نے ذہن میں ڈالی - اور اس بحث میں لکھنے کیوقت جو اقوال نظر سے گذرے اُنکے تزاحم سے ذہن میں عجیب کشمکش ہوئی - مگر خیر جس طرح سے ہو سکا اُسکے متعلق ایک رسالہ تیار ہو گیا جس کا نام تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ذات وصفات کی کُنہ کون معلوم کر سکتا ہے اسلئے آگے بڑھتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے - اور واقعی کیا کوئی ادراک کر سکتا ہے اسی لئے منع فرما دیا کہ ذات صفات کی بحث میں نہ پڑنا چاہئے - یہی امر معقول ہے اسلئے کہ بحث سے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا جیسے اندھے مادرزاد کو کہا جائے کہ لون کی حقیقت میں خوض نکر - منع کرنا یقیناً معقول ہے اسلئے کہ وہ اُسکی حقیقت کو باوجود خوض کرنیکے بھی نہیں سمجھ سکتا -

(**ملفوظ** ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت پر ضرورت کی چیز دل میں ڈالدیتے ہیں اور یہ ثمرہ اور برکت اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی ہے - نیز ضرورت کی قریب قریب تمام چیزیں اپنے بزرگوں سے کانوں میں پڑ چکی ہیں اسلئے بحمد اللہ زائد کتابوں سے بھی مستغنی ہوں - اور اوّل تو شروع ہی سے کتب بینی کا کچھ اہتمام نہیں رہا ویسے ہی فضل ایزدی ہوا کہ وہ مدد فرما دیتے ہیں کام چل جاتا ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی -

۳۲

میں ایک مرتبہ جلسہ سہارنپور میں شرکت کیلئے ریل میں سوار ہوا - اسی گاڑی سے ایک طالب علم دہلی سے آکر اُترے - کہنے لگے کہ میں تو آپ ہی سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تھا - میں نے کہا کہ میں اسوقت تو سہارنپور جا رہا ہوں - یا تو تھانہ بھون ٹھیرے رہو اور اگر جی چاہے بشرط گنجائش ساتھ چلنے کی بھی اجازت ہے دونوں شقوں پر عمل کر سکتے ہو وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے لیکن باوجود سعی کے اُسوقت ٹکٹ نہ حاصل کر سکے - میں نے کہا گارڈ سے کہکر سوار ہو جاؤ - چنانچہ وہ اسی طرح سوار ہو گئے - میں نے کہا کہ نانوتہ پہنچکر یہاں تک کے پیسے گارڈ کو دیکر رسید لیلو اور آگے سہارنپور کا ٹکٹ خرید لو - غرضکہ اسٹیشن نانوتہ پہونچکر اُنہوں نے سہارنپور کا ٹکٹ خرید لیا اور نانوتہ تک کا محصول گارڈ کو دینا چاہا اُسنے انکو غریب دیکھکر کہا کہ یہ ہم تمکو معاف کرتے ہیں اُنہوں نے آکر یہ قصہ بیان کیا - میں نے اُن طالب علم کی جواب میں کہا کہ گارڈ کو کوئی حق معاف کرنیکا نہیں ہے - وہ ریلوے میں بحیثیت ملازم کے ہے

بحیثیت مالک کے نہیں اسلئے یہ کرایہ تمپر ادا کرنا واجب ہے اور یہ جبتک ادا نہ کروگے ریلوے کے قرضدار رہوگے۔ پھر میں نے ادا کرنے کی صورت بتلائی کہ واپس آکر نانوتہ اور تھانہ بھون کے درمیان کا ٹکٹ خرید کر چاک کر دینا۔ جسوقت میں یہ گفتگو کر رہا تھا چند آریے بھی قریب بیٹھے تھے۔ اُن میں ایک شخص لکھا پڑھا تھا اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انگریزی تعلیم یافتہ اور لکچرار تھا۔ میری اس گفتگو پر وہ لکھا پڑھا آریہ کہنے لگا کہ میں اسوقت اپنی ایک کمزوری ظاہر کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ جسوقت ان صاحب نے آپ سے آکر یہ کہا کہ گارڈ نے معاف کر دیا۔ میں خوش ہوا کہ ایک غریب آدمی کا بھلا ہوا مگر آپکے فرمانے پر معلوم ہوا کہ میری یہ خوشی بے ایمانی پر مبنی تھی۔ واقعی اسکو معاف کرنے کا کیا حق تھا۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کی خوبی کی بات ہے کہ آپ سمجھ گئے۔ دوسرا چپکے سے اپنے ساتھیوں سے بولا جسکو میرے ساتھیوں نے سنا کہ معلوم نہیں کیا بات ہے ان کی معمولی باتوں میں بھی دل کو کشش ہوتی ہے۔ ایک نے کہا کہ سچ ہونیکی یہی دلیل ہے۔ پھر اُس ہی لکچرار آریہ نے مجھسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں آپسے ایک اور سوال کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ خوشی سے اجازت ہے۔ اگر مجھکو جواب معلوم ہو گا عرض کر دونگا اور اگر نہ معلوم ہوا عذر کر دوں گا۔ کہا کہ دو شخص ہیں۔ دونوں نے ایک نیک کام کیا۔ نیت ایک کام ایک۔ نفع دونوں کے کاموں سے ایک سا پہونچا۔ غرض سب حالات ایک۔ لیکن صرف فرق اتنا ہے کہ ان دونوں میں ایک مُسلم ہے اور ایک غیر مُسلم۔ تو کیا دونوں کو اجر اور ثواب برابر ملیگا یا نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ یقیناً یہی کہیں گے کہ ایک کو اجر اور ثواب ملیگا جو مُسلم ہے اور دوسرے کو نہ ملیگا جو غیر مسلم ہے تو اس جواب پر اسکو گنجایش گفتگو کی ہوگی کہ یہ بجز تعصّب کے کیا ہے کہ ایک ہی سا کام لیکن صرف غیر مسلم ہونیکی وجہ سے وہ ثواب سے محروم ہے۔ حالانکہ جب دلائل سے ثابت ہے کہ اسلام شرط قبول اعمال ہے تو یہ فرق ضروری ہے۔ لیکن اگر اس اعتراض کی گنجائش ہی نہ دی جاوے تو زیادہ بہتر ہے اسلئے کوئی ایسا جواب ہونا چاہئے کہ جو اسکی سمجھ سے بھی باہر نہ ہو اور ہو مختصر جس سے سلسلہ جلدی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی فوراً ایک صورت جواب کی ذہن میں آگئی۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے اور آپ کی دانشمندی سے بہت بعید ہے کہ آپ مجھسے ایسی بات کا سوال کر رہے

۲۳

اور پوچھ رہے ہیں کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں ہے - اسپر کہا کہ یہ آپکو کیسے معلوم ہوا کہ اس سوال کا جواب میرے ذہن میں ہے - میں نے کہا کہ اس جواب کے مقدمات آپکے ذہن میں ہیں اور مقدمات کیلئے نتیجہ لازم ہے اسلئے وہ جواب بھی ذہن میں ہے - کہا کہ یہ آپکو کیسے معلوم ہوا کہ اسکے مقدمات میرے ذہن میں ہیں - میں نے کہا میں ابھی بتلائے دیتا ہوں - سُنیئے یہ ظاہر ہے کہ مذاہب موجودہ میں سب تو حق ہو نہیں سکتے - ایک حق ہو سکتا ہے اور باقی باطل - اور مذہب حق والیکی مثال مطیع سلطنت کی سی ہے اور باطل والیکی مثال باغئی سلطنت کی سی ہے آپ اسکو تسلیم کرتے ہیں - کہا ٹھیک ہے - میں نے کہا فرض کیجئے ایک شخص ہے جو بہت بڑا فلاسفر ہے - ڈاکٹری پاس کئے ہوئے اور بہت سی ڈگریاں حاصل کرچکا ہے لیکن باوجود ان تمام خوبیوں کے وہ باغی ہے - اسپر گورنمنٹ اسکو دوام حبس یا پھانسی کا حکم دے تو کیا عقلاء اسکو ظلم کہیں گے یا عقلاء اسکی تصویب کرینگے - کہنے لگا تصویب کرینگے - میں نے کہا جواب ہو گیا - دیکھئے یہ سب مقدمات آپکے ذہن میں تھے - باوجود اسکے پھر سوال کرنا اس کا منشا صرف یہ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی زبان سے آپکو کافر کہوں - کہا کہ واقعی یہی منشا تھا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی زبان سے لفظ کافر سننے سے بھی کانوں کو لذت حاصل ہوتی ہے - میں نے کہا کہ یہ آپکی خوبی کی بات ہے مگر میری اسلامی تہذیب اسکی اجازت نہیں دیتی کہ میں بلا ضرورت آپکو کافر کہوں - اور ضرورت کی قید میں نے اس وجہ سے لگائی کہ بضرورت تو کافر کہتے ہی ہیں - بیحد خوش ہوا اور میرا وطن پوچھا اور معلوم ہونے پر کہا کہ میں لیکچر کیلئے وہاں جایا کرتا ہوں - ابکی بار آنا ہوا تو آپکے پاس ضرور آؤں گا مگر پھر آیا نہیں - اس قسم کے جوابوں سے عوام سمجھ بھی جاتے ہیں اور نفع بھی زیادہ ہوتا ہے اور وقت بھی زیادہ صرف نہیں ہوتا مگر علماء نے یہ طرز چھوڑ دیا - جواب ہمیشہ اصولی ہونا چاہئے مثلاً ایک آریہ نے میرے ایک عزیز انسپکٹر کے واسطہ سے ایک اعتراض کیا تقدیر کے مسئلہ میں کہ اس میں تو جبر لازم آتا ہے - اور یہ مسئلہ ہے عقلی - اہل اسلام کے ذمہ اُن اعتراضوں کا جواب ہی جو منقول ہے - میں نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ مسئلہ اگر اہل اسلام کا نقلی ہوتا تو واقعی اسکے ذمہ دار صرف اہل اسلام ہوتے مگر یہ مسئلہ عقلی ہے اور مقدمات عقلیہ سے تمکو بھی اس کا قایل ہونا پڑیگا تو اس صورت میں یہ مسئلہ

تم میں اور ہم میں مشترک ہو گیا تو دونوں سے سوال ہوگا۔ سو اگر تمہاری سمجھ میں آجاوے تم ہمیں بتلادو اور ہماری سمجھ میں آجاوے تو ہم تمکو بتلادیں۔ اور اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے دونوں صبر کر کے بیٹھ جاؤ اور اسکی حل کی فکر میں رہو۔ تمکو اہل اسلام سے سوال کرنے کا کیا حق ہے۔ جیسے بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی آریہ یہ اعتراض کرے کہ ایک آنکھ کافی تھی پھر دو کیوں ہیں۔ ہم کہیں گے تم ہی بتلادو۔ کیونکہ یہ تو تمکو بھی تسلیم ہے کہ دونوں آنکھیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں تو اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ کس قاعدہ سے ہے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ مجھکو آجکل کے مناظرہ مروجہ سے نفرت ہے کہ وہ اصول صحیحہ کے ماتحت نہیں ہوتا۔ اور وجہ یہ ہے کہ کمال تو آجکل پیدا ہوتا نہیں۔ نہ پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ ویسے ہی جوڑ۔ بے جوڑ۔ معقول۔ غیر معقول ہانکتے رہتے ہیں۔ نہ کسی بات کا سر ہوتا ہے نہ پیر۔ اور مجھکو بے اصولی بات سے اُلجھن ہوتی ہے اور عبث کلام سے نفرت ہے اور مناظروں میں یہی کچھ باقی رہگیا ہے۔ ایک وجہ انقباض کی یہ ہے کہ چاہے منہ سے حق بات نکلے یا غیر حق وہ معقول ہو یا غیر معقول کہے جانے سے غرض۔ جسکا اصلی مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی بات مان لینے سے ہیٹی نہو۔ سُبکی نہ ہو۔ مزاحاً فرمایا کہ حق کے مان لینے سے تیری سُبکی ہوتی ہوگی۔ سَنکی تو نہیں ہوتی۔ ریل میں ایک پادری نے مجھسے دریافت کیا کہ تصویر کی ممانعت کیوں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ مسئلہ اصول کا ہے یا فروع کا۔ کہا کہ فروع کا میں نے کہا اگر یہ فرعی مسئلہ حل بھی ہو گیا تو نفع کیا ہوگا کیونکہ اصول میں اختلاف باقی رہتے ہوئے تم تو پھر عیسائی رہو گے۔ کہنے لگا یہ صحیح ہے مگر ایسی گفتگو سے ذرا تفریح ہوتی ہے میں نے کہا کہ ہمارا مذہب اس سے منزہ ہے کہ ہم اُسکو آلہ تفریح بنائیں۔ تلعب بالمذہب تم ہی کو مبارک ہو۔ ایک بار دو ہندو کہ اُس میں ایک تو جوان رئیس زادہ۔ دوسرا بوڑھا اُس کا گرو تھا میرے پاس آئے نوجوان نے ایک سوال کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دیدی۔ کہنے لگا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کلام اللہ خدا کا کلام ہے اور کلام ہوتا ہے زبان سے جو ایک عضو ہے۔ اُسکے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جوارح اور اعضاء سے منزہ ہے خدا تعالیٰ نے کلام کیسے کیا میں نے سنکر کہا کہ ہم جو زبان سے کلام کرتے ہیں تو ہم تو متکلم بواسطہ زبان کے ہوئے اور اصل متکلم زبان ہوئی تو اب اگر تکلم کیلئے زبان کی ضرورت ہے تو زبان جو متکلم ہے اُسکے

لئے ایک زبان ہونا چاہئے مگر اُسکے زبان نہیں اور وہ پھر بھی متکلم ہے اس سے ثابت ہوا کہ زبان کو تکلم کیلئے زبان کی ضرورت نہیں تو تعجب ہے کہ زبان جو کہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ تو اسپر قادر ہو کہ وہ بدون زبان کے متکلم ہو سکے اور خدا کو اتنی بھی قدرت نہ ہو کہ بدون زبان کے متکلم ہو سکیں۔ ایسے ہی آنکھ جو دیکھ رہی ہے اس آنکھ کے کونسی آنکھ ہے تو جب یہ آنکھ بلا آنکھ کے دیکھنے پر قادر ہے تو کیا خدا کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ بدون حاسہ بصر کے دیکھ سکے۔ ایسے ہی کان کو لیجئے۔ ان کان کے کون سے کان ہیں جس سے یہ سنتے ہیں۔ جب یہ کان اسپر قدرت رکھتے ہیں کہ بلا کان کے سن سکتے ہیں تو کیا خدا کو اتنی بھی قدرت کہ وہ بدون حاسہ کان کے سن سکیں۔ وہ نوجوان بہت خوش ہوا اور اپنے گروہ سے کہا کہ دیکھئے علم اسکو کہتے ہیں اور خوش ہو کر کچھ سنگترے پھل مجھکو ہدیۃً دئے۔ میں نے دل میں کہا کہ میں نے دماغ سے کام لیا ہے اور یہ دماغ خدا کی مشین ہے اسکی قوت کیواسطے وہ دلوا رہے ہیں۔ میں نے لیلئے۔ ایسے ہدیہ کیلئے کوئی شرط نہیں۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ بلا شرط قبول کرانا چاہے اُسکی تدبیر بہت سہل اور آسان یہ ہے کہ وہ مخالف ہو جائے۔ پھر اُسکا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی شرط نہ ہوگی۔ اسلئے کہ مخالف پر دھوکے کا شبہ نہیں رہتا دوستوں پر دھوکے کا شبہ ہوتا ہی کہ شاید وہ بزرگ سمجھکر دیتے ہوں اور میں بزرگ نہیں اسلئے خاص شرطیں لگاتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی وضع پر نہیں رہے۔ ہم اپنے بزرگان سلف کی سوانح دیکھتے ہیں کہ اُن کا برتاؤ دیکھ دیکھکر لوگ مسلمان ہوتے تھے بھائی اکبر علی مرحوم نے ایک موقع پر اسی اصل پر جواب دیا تھا واقعہ یہ ہوا کہ ایک زمانہ میں میونسپل بورڈ کے سکرٹری تھے۔ اُس زمانہ میں بریلی میں آریوں کا ایک جلسہ ہوا اُسوقت وہاں پر ایک ڈپٹی کلکٹر مسلمان تھے جو جلسہ کے انتظام اور نگرانی پر مامور ہوئے۔ خدا معلوم کیا سوجھی۔ اُنہوں نے آریہ پنڈتوں کی دعوت کر دی۔ تمام شہر بریلی میں ایک دم شہرت ہو گئی کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے۔ ایک صاحب مسلمان بھاگے ہوئے بھائی مرحوم کے پاس آئے کہ سکرٹری صاحب آپکو معلوم بھی ہے کہ ڈپٹی صاحب آریہ ہو گئے۔ بھائی مرحوم بڑے ذہین اور خوش مزاج تھے۔ نہایت متانت سے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو تمہارا کیا حرج ہوا

ایسا بدفہم تو اسلام سے جسقدر جلد نکلجائے بہتر ہے ایسا شخص تو ننگ اسلام ہے اسلام کو ایسوں کی ضرورت نہیں۔ اور بھائی مرحوم نے جوش میں آکر یہ بھی کہا کہ تمکو دوسروں کی کیا فکر پڑی تم خود تو مسلمان ہو جاؤ اور اگر تمام بریلی میں ایک مسلمان بھی ہوتا تو سارے بریلی کے کافر مسلمان ہو جاتے۔ کہا کہ کیا بریلی میں کوئی مسلمان نہیں۔ فلاں مولوی خانصاحب بھی مسلمان نہیں۔ بھائی مرحوم نے کہا کہ میرے نزدیک تو جیسا مسلمان ہونا چاہئے ایسے مسلمان وہ بھی نہیں اُس شخص کو تو یہ جواب دیدیا مگر دوسرے وقت بھائی مرحوم جاکر اُن ڈپٹی صاحب سے ملے اور اس کا ذکر کیا کہ اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے۔ سنا ہے کہ آپ آریہ ہونیوالے ہیں۔ ڈپٹی صاحب بولے کہ کون حرام زادہ کہتا ہے۔ بھائی مرحوم نے کہا کہ تمام حلال زادے بریلی کے یہی کہہ رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ کیا کہوں آریہ پنڈتوں کی دعوت کرنیکی مجھسے غلطی ہوگئی۔ یہ بلا اس سے سر پڑی۔ اور بھائی مرحوم سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں بڑی بدنامی ہوئی مجھکو اسکی کیا خبر تھی۔ بھائی مرحوم نے کہا کہ آریہ پنڈتوں کی دعوت کرکے آریہ مشہور ہوئے۔ اب مولویوں کی دعوت کرکے مسلمان مشہور ہو جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مولویوں کا مجمع کرکے توبہ کا اعلان کیا تب یہ شہرت بند ہوئی۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمان کا اصل مذہب تو تعلق مع الحق ہے۔ اسی تعلق سے اُسکا اُسی پر بھروسہ ہوتا ہے اور یہی کامیابی کی جڑ ہے۔ محمد ابن قاسم نے جسوقت ہندوستان پر چڑھائی کی تو راجاؤں کی متعدد بیٹیاں جو نہایت ہی حسین تھیں اسیر ہوئیں۔ فتح کر لینے کے بعد اُن لڑکیوں نے خود محمد ابن قاسم کی طرف رغبت ظاہر کی مگر اُنہوں نے التفات بھی نہیں کیا اور اُنکو صاف انکار کر دیا اور انکو دارالخلافہ میں بھیجدیا گیا کہ خلیفۂ وقت کو اختیار ہے کہ وہ جسکے چاہے سپرد کر دیں۔ اسوقت عمر محمد ابن قاسم کی سترہ سال کی تھی۔ یہ ایک بڑی چیز تھی۔ اگر ان میں بے محل شہوت ہوتی تو یہ شجاعت نہیں ہو سکتی تھی۔ اور ان محمد ابن قاسم کے ساتھ بڑے بڑے پُرانے تجربہ کار فن جنگ کے ماہر موجود تھے۔ مگر سب انکی اطاعت کرتے تھے اس شہوت پر یاد آیا کہ جسوقت راجہ داہر سے مقابلہ کا اہتمام ہو رہا تھا۔ اسوقت محمد ابن قاسم کو معلوم ہوا کہ راجہ داہر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے۔ یہ سنکر بیفکر ہو گئے

اور یہ کہا کہ اب کے مقابلہ میں ہم لوگ ضرور انشاءاللہ تعالی کامیاب ہونگے اسلئے کہ وہ کافر ہی نہیں ملحد بھی ہے وہ شہوت سے مغلوب ہے۔ کفر کیساتھ تو شجاعت جمع ہو سکتی ہے مگر شہوت کیساتھ شجاعت نہیں ہوسکتی۔ یہ محمد ابن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے۔ خود حجاج باوجود اتنے بڑے ظالم ہونیکے کفار کے مقابلہ میں بہت جوشیلا تھا۔ خود ظلم تک مسلمانوں پر کرتا تھا لیکن حمیت اسلام اور غیرت اسلام بھی قلب میں بیحد تھی۔ دوسرے مسلمانوں کو ستائیں اسکی برداشت نہ کرسکتا تھا۔ اور عبادت کی رغبت میں اس شخص کی یہ حالت تھی کہ شب میں تین سو نفلیں پڑھتا تھا۔ دیکھئے اسوقت کے ظالم بھی ایسے ہوتے تھے۔ حیرت ہوتی ہے تین سو نفلیں پڑھنے میں تو تمام شب بیداری ہی رہتی ہوگی۔

(ملفوظ[۱۹۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بہادری کی ایک نئی قسم نکلی ہے۔ مار کھانا ذلیل ہونا۔ بھوک ہڑتال کر کے مرجانا۔ یہ سب کچھ اسلئے کہ حکومت ملجائے۔ ایسے ذلیلوں اور کم حوصلہ لوگوں کو تو حکومت کا نام بھی نہ لینا چاہئے۔ پٹتے تو خود ہی پھرتے ہیں کیا بد نصیبوں کو حکومت اور ملک کا مزہ ملیگا۔ یہ ایک طاغوت اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔ پیدا ہوئے تو بہت دن ہوئے اب ظاہر ہوا ہے جسکے عقل اور فہم کی دنیا مداح ہے۔ یہ بہادرانہ تدابیر اُسکی ساختہ پرداختہ ہیں۔ ایک صاحب مجھسے کہنے لگے کہ ہندوں میں بڑی شجاعت ہے پھانسی تک کیلئے تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ شجاعت تو عورتوں کی سی ہے کہ جان کھونے کیلئے کنوئیں میں جا پڑتی ہیں۔ اس سے آگے بھی انکی بہادری کا کوئی درجہ دیکھا ہے۔

(ملفوظ[۱۹۵]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر اللہ سے محبت کے یہ معنے تھوڑا ہی ہیں جو تم سمجھے ہو بلکہ جو چیزیں محبت حق میں معین ہوں اُنکی محبت حق ہی کی محبت کہلائیگی۔ اسی طرح جنکی ترغیب حق تعالی نے دی ہے مثلاً حور کی محبت اور رغبت محبت حق کے منافی نہیں کیونکہ جنت کی نعمتوں میں سے ہے اور حق تعالی اُن نعمتوں کے حق میں فرماتے ہیں وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون۔ اور خدا سے محبت بلا واسطہ ہو بھی کیسے سکتی ہے اس کا حوصلہ کسکو ہے۔ اسی واسطے محققین متادبین نے فرمایا ہے کہ اگر۔۔۔۔ کوئی تم سے پوچھے کہ خدا کیساتھ تمکو محبت ہے تو کوئی جواب نہ دو اسلئے کہ اگر کہو کہ ہے تو اپنے منصب سے بڑا دعوی ہے اور اگر کہو کہ نہیں تو حق سبحانہ

اعراض ہے۔ اسلئے ادب یہی ہے کہ کچھ مت کہو۔ نیز محبت موقوف ہے معرفت پر اور معرفت تامہ مقدور بشر نہیں تو محبت کا یہ درجہ بھی غیر مقدور رہے۔ اسیکو کسی مجذوب نے خوب کہا ہے کہ عقل وہ ہے جو خدا کو پاوے اور خدا وہ ہے جو عقل میں نہ آوے۔ بس یہاں تو یہ حالت ہے ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من ۔۔۔ خاک بر فرق من و تمثیل من

کیا کوئی ذات باری کی کنہ کو پا سکتا ہے اور کیسے پا سکتا ہے۔ یہی محل ہے اس کا کہ ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ۔۔۔ کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

(ملفوظ ۱۹۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ وہ رویت حق جس سے تشنگی کم ہو وہ جنت ہی میں ہوگی اور یہاں تو یہ کیفیت ہے جیسا کسی نے کہا ہے ؎

کنار و بوس سے دونا ہوا عشق ۔۔۔ مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

اور یہ عشق ہے ہی ایسی چیز کہ اسکے ہوتے ہوئے عاشق کو کہاں راحت اور کہاں چین۔ ؎

مریض عشق پر رحمت خدا کی ۔۔۔ مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی

۱۹ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۹۷) ایک شخص حاضر ہوئے۔ بعد سلام مسنون و مصافحہ کے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ آپکو کچھ کہنا ہے۔ عرض کیا کہ کچھ کہنا نہیں۔ فرمایا کہ سمجھ لو۔ اگر کوئی کام ہو یا کہنا ہو اب بھی اجازت ہے کہہ لو۔ عرض کیا کہ جی مجھے کچھ کہنا نہیں۔ حضرت والا ڈاک کے جوابات تحریر فرمانے میں مشغول ہو گئے۔ کچھ تھوڑی دیر کے بعد اُس ہی شخص نے ایک پرچہ پیش کرنا چاہا فرمایا کہ اسکو تو اپنے پاس رکھو جہاں سے نکالا ہے وہیں رکھ لو مگر اس کا جواب دو کہ میں نے ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی پوچھا تھا کہ کچھ کہنا ہے تم نے صاف کہا کہ کچھ کہنا نہیں۔ میں نے اُسپر پھر دوبارہ اور پہلے سے زیادہ تاکید سے کہا کہ اگر کچھ کہنا ہے کہہ لو اجازت ہے اُسپر بھی انکار ہی رہا۔ اور اب وہ کام لیکر بیٹھے۔ میرے اس اہتمام کی وجہ یہ تھی کہ جب آدمی کہیں جاتا ہے تو

ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ بلاغرض یا بلا کام کہیں جاوے۔ اکثر اغراض اور کام ہی لیکر آتے ہیں میں یہی سمجھا تھا کہ جب یہ شخص آیا ہے صاف ظاہر ہے کہ کچھ کام ہوگا۔ مگر تماشہ یہ ہے کہ بلا پوچھے ہوئے تو یہ شخص کیا بتلاتا۔ دریافت کرنے پر بھی اور وہ بھی مکرّر انکار ہی کیا اب وہ کام کہاں سے نکل آیا۔ یاد رکھو تمہارا کوئی کام نہ ہوگا اور یہ تمہارا اسوقت کا جو آنا ہے وہ پانی کی برابر بھی نہیں اسلئے پانی کا اثر نہ ہوا کہ کوئی چیز پائی نہیں (یہ آنہ پائی ظرافت سے فرمایا) اب جو حرکت اس شخص نے کی کیا اسکی کوئی تاویل ہوسکتی ہے۔ کوئی محمل صحیح ہوسکتا ہے۔ آپ ہی انصاف سے کہئے کہ کون ستاتا ہے کون بد اخلاق ہے مجھکو بدنام کیا جاتا ہے۔ اب بتلائیے کس طرح غلامی کروں کہ وہ پہلی بات کہی تھی میں اُسپر راضی ہوتا اب جب پرچہ دینا چاہا تو اسپر راضی رہوں۔ میں خدمت کیلئے تو تیار ہوں۔ ضرورت کے وقت آدھی رات بھی انکار نہیں لیکن تمیز اور سلیقہ کیساتھ اگر خدمت لیجائے کتنی بڑی بدتمیزی کی بات ہے کہ جب یہ میرے قلمرو میں آئے تو میں نے انکی قدر کی اور جب میں انکے قلمرو میں گیا تو میری بیقدری کی۔ بڑی اہانت کی بات ہے کہ ایک شخص تمہاری ہی درخواست پر اپنا کام چھوڑ کر تمہاری طرف متوجہ ہو اور اُسکو اسطرح پر ٹال دیا جائے۔ اور اُس سے جھوٹ بولا جائے عذر گناہ بدتر از گناہ اور سنئے کہ اب پوچھنے پر کہتے ہیں کہ یاد نہیں رہا تھا یہ ایک اور دوسرا جھوٹ بولا۔ دو جھوٹ تو ہو چکے ایک اور سوچ ساچ کر بول دے تو تین جھوٹ ہو جائیں تو جھوٹوں کا بادشاہ ہو جائے۔ جاؤ چلو یہاں سے نکلو ایسے کوڑ مغز اور بدفہموں کا یہاں کچھ کام نہیں جاؤ باہر جاکر مجھے بدنام کرتے پھرو۔ دیکھوں میرا کیا بگڑے گا۔ کیا یہ سمجھ میں آنیوالی بات ہے کہ گھر سے پرچہ لکھوا کر لیکر چلا اور جس کام کو آیا اسکو بھول گیا

۴۰

(ملفوظ ۱۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں قدم رکھنے سے پہلے ضرورت اسکی ہے کہ رہبر کامل کی تلاش کرے بدون سرپرستی کامل کے ہوئے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں اور وہ خطرہ غلطیوں میں مبتلا ہونا ہے جو منزل مقصود میں راہزن ہوتی ہیں اسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو — بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

اور اسکے ساتھ ہی اسکی بھی ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے کہ پختہ ہوکر قدم رکھے اور جو کچھ پیش آئے اُسپر صبر کرے۔ برداشت کرے۔ تحمل کرے۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان — شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھکو برا بھلا کہا قسم قسم کے الزامات اور بہتان لگائے اُن سے کینہ نہیں ہاں طبعاً رنج ہے انقباض ہے اور میں اس میں معذور ہوں کیا کروں غیر اختیاری چیز پر کیا اختیار۔ آخر بشر ہوں۔ اثر کا ہونا امر فطری ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں سادگی تھی اب چالاکی ہے۔ یہاں پر ایک شخص تھے زمیندار جنکا کاشتکار اُنکو نوے من غلہ دے رہا تھا۔ وہ اسی من مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اسی من سے ایک دانہ کم نہ لوں گا کیا ٹھکانا ہے اس سادگی کا گنتی بھی معلوم نہ تھی اب جسقدر خود غرضی ترقی بیدار مغزی بڑھ رہی ہے اُسی قدر پریشانی اور بے برکتی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے تو میری یہ عادت تھی کہ جہاں جاتا تھا وہاں کے علماء اور مشائخ سے ملتا تھا چاہے کسی مشرب کا ہو اور اب تجربہ کے بعد یہ عادت نہیں رہی اور اب تو میں خود اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ یہ طرز خطرناک ہے۔ پہلے لوگوں کی طبائع میں سلامتی تھی اب شرارت ہے۔ آجکل بجائے کسی نفع کے مضرت کا اندیشہ ہے اور جو ایسا کرتے ہیں انکو اکثر الجھن ہی میں دیکھتا ہوں۔ بکثرت اس قسم کے خطوط آتے ہیں کہ جسمیں یہ لکھا ہوتا ہے کہ فلاں سے ملا۔ فلاں سے ملا اور اب فساد قلب کی یہ کیفیت ہے۔ مبتدی کو مختلف لوگوں سے ملنا نہیں چاہئے۔ اس سے انتشار ہوتا ہے۔ طبیعت میں یکسوئی رہتی نہیں اور اس طریق میں ضرورت ہے یکسوئی اور جمعیت قلب کی اور جب یہ اس صورت میں نہیں رہتی تو پھر نفع کہاں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ الہ آباد گیا وہاں پر ایک مشہور معقولی مولوی تھے اُن سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے مجھسے قدرۃ علی الاخبار عن خلاف الواقع میں گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ یہ امتناع بالذات کلام نفسی میں ہے یا کلام لفظی میں۔ کہنے لگے دونوں میں۔ میں نے کہا کہ جب زید قائم نہ ہو تو کیا قضیہ زید قائم کا خلق ممتنع بالذات ہے کہ اُسپر قادر نہیں کہا کہ ہاں قادر نہیں ممتنع بالذات ہے۔ میں نے کہا کہ اگر قایم ہو جاوے تو اگر اب قادر ہو تو ممتنع ممکن کیسے ہو گیا۔ اور اگر اب بھی پر قادر نہیں تو صدق پر بھی قادر نہ ہوا۔ پھر اسکو چھوڑ کر ما یبدل القول سے استدلال کرنے لگے۔ میں نے کہا ما یبدل فرمایا ہے ما نقدران یبدل نہیں فرمایا۔ پھر کوئی جواب نہیں بن پڑا یہ ان مدعی لوگوں کی تحقیقات ہیں۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت کو نہ معلوم لوگ فرض و واجب کیوں سمجھتے ہیں۔ اصل چیز تعلیم ہے۔ مگر اس سے سب گھبراتے ہیں۔ یہ سب طریق سے ناواقفیت کی دلیل ہے حتے کہ اہل علم تک اس بلا میں مبتلا ہیں۔ بیعت کیمتعلق ایسا عقیدہ ہو گیا کہ غیر واجب کو واجب لوگ سمجھنے لگے تو یہ بدعت اور فساد عقیدہ نہیں اور کیا یہ قابل اصلاح نہیں۔ میں بعضے آنیوالوں سے پوچھتا ہوں کہ بیعت ہونا چاہتے ہو۔ یا تعلیم کا حاصل کرنا۔ کہتے ہیں کہ بیعت کر لیجئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیعت کو ضروری اور تعلیم کو جو کہ اصل ہے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ علماء کو اس طرف متوجہ ہونیکی ضرورت ہے تاکہ فساد عقیدہ جاتا رہے۔ ہر چیز کو اُسکی حد پر رکھنا یہی دین ہے اور یہی شریعت مقدسہ کی تعلیم ہے اس سے آگے افراط و تفریط ہے۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا آجکل یہ مرض عوام اور خواص سب میں نظر آتا ہے کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی فکر نہیں۔ دوسروں پر اگر مکھیاں بھنک رہی ہیں اُس پر اعتراض ہے اور اپنے کیڑے پڑ رہے ہیں اُسکی بھی پروا نہیں۔ ماموں صاحب نے مجھسے ایک مرتبہ بڑے کام کی بات فرمائی تھی وہ یہ کہ بھائی کہیں دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گٹھڑی نہ اٹھوا دیجو۔ آجکل تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اپنی فکر نہیں دوسروں کی فکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصلاح نہیں ہوتی اگر ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے تو بہت جلد اصلاح ہو جائے۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دوسرے علماء کا خیال ہے کہ دیوبندیوں کو معقول نہیں آتی مگر دیکھا یہ جاتا ہے کہ دوسروں کو فن نہیں آتا گو کتابیں آتی ہوں اور فن دیوبندیوں کا حصہ ہے پانی پت میں ایک معقولی ملے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ آپکو معقول سے مناسبت ہے میں نے کہا الحمد للہ ہماری تمام جماعت کو معقول سے مناسبت ہے۔ میں کیا چیز ہوں کہنے لگے کہ یہ آپ کہیں مگر میں تو آپ ہی کے متعلق سنا ہے۔

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو بات ہمارے حضرات میں تھی وہ کسی میں بھی نہ دیکھی اپنے کو مٹائے ہوئے فنا کئے ہوئے تھے اور جامع ہونے کی وجہ سے اسکے مصداق تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ باوجود شغل علم کے اور ساری

عمر پڑھنے پڑھانیکے گو علوم تو حاصل نہیں ہوئے مگر اپنے جہل کا علم ضرور ہو گیا کہ تمکو کچھ نہیں آتا جاتا۔

(ملفوظ ۲۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا دار الکدر و دار الفناء ہے اس میں ایمان والیکو راحت کہاں۔ مومن کو تو راحت دار الاخرۃ دار البقاء ہی میں نصیب ہوگی۔ یہاں تو ایسی ہی کشمکش اور اُلجھنوں میں گذرے گی۔ آجکل لوگ دنیا ہی کو جنت بنانا چاہتے ہیں کیونکہ یہ تو جنت ہی کے اندر بات نصیب ہوگی کہ راحت ہی راحت ہو۔ یہاں یہ چیز کہاں۔ یہاں تو یہ حالت ہے ؎

گر گریزی بر امید راحتے ہم ازاں جا پیشت آید آفتے

اور اگر یہ بات کسی کو کسی درجہ میں نصیب ہے تو وہ صرف اُنکو جنہوں نے اُنکی یاد میں لگا رہنا اپنا شعار سمجھ لیا اور مخلوق سے بے تعلقی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ورنہ کہاں چین اور کہاں راحت اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اور یہ نہیں کہ اہل اللہ اور خاصانِ حق کو حوادث پیش نہیں آتے ضرور آتے ہیں۔ مگر قلب کو سکون اور اطمینان ہوتا ہے جسکو پریشانی اور بدحواسی کہتے ہیں انکو وہ نہیں ہوتی وہ قضاء کیسا ہی چلتے رہتے ہیں۔ میں اسپر ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ آپریشن کیوقت تکلیف بھی ہوتی ہے۔ بیقراری بھی ہے لیکن یہ خیال رہنے پر کہ مقدمہ ہے صحت کا ہرگز ہرگز قلب میں پریشانی اور بدحواسی پیدا نہ ہوگی۔ یہی کیفیت اہل اللہ کی حوادث کیوقت ہوتی ہے کہ پریشانی نہیں ہوتی گو احساس ہوتا ہے اور احساس نہ ہونا یہ کوئی کمال نہیں جیسے کسی کا بیہوش کرنے کے بعد آپریشن ہو رہا ہے اور وہ حرکت نہیں کرتا۔ ناواقف کہتا ہے بڑا بہادر ہے۔ جی ہاں بڑے بہادر ہیں بڑے شجاع ہیں معلوم بھی ہے انکو کلورافارم سنگھار کہا ہے۔ اسی طرح وہاں بھی ایک کلورافارم ہے جو بعض ضعفا کو سنگھا دیا جاتا ہے اس سے احساس نہیں ہوتا سو یہ کیا کمال ہے۔ اہل کمال کی شان یہ ہے کہ احساس ہے مگر پھر پریشانی نہیں جیسے انبیاء اور کاملین کہ احساس کی ساتھ بھی رضا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ بعض آدمی آپریشن کیوقت روتا ہے چلاتا ہے مگر بعد میں خوش ہو کر فیس دیتا ہی لوگ کہتے ہیں کہ میاں جب تو چلا رہا تھا تو خوش نہ تھا پھر انعام کیسا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ چلانا یا رونا دل سے تھوڑا ہی تھا۔

(ملفوظ ۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس تنبیہ و سیاست ہی میں ہی سب کی طرف سے وقایہ بنا ہوا ہوں۔ سب پیر پھیلا کر سوئیں۔ لوگوں کو اس کا بڑا خطرہ ہے کہ ایسا کرنے سے کوئی برا بھلا نہ کہے کوئی غیر معتقد نہ ہو جائے۔ میں تو اسکو مخلوق پرستی سمجھتا ہوں۔ حق پرستی تھوڑا ہی ہے۔ الحمد للہ میں تو اس کا عادی ہو گیا ہوں۔ مجھکو برا بھلا کہا کریں اور مجھکو بدنام کیا کریں اور غیر معتقد ہو جاویں۔ بحمد اللہ میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں اسکے عکس کے برتاؤ میں میں اپنا دینی نقصان سمجھتا ہوں اسلئے کہ یہ طرز اور مسلک مخلوق پرستی ہے اور اغراض کی وجہ سے ہے۔

(ملفوظ ۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب کوئی چیز قلب میں گھر کر لیتی ہے اُس کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے۔ میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں بیٹھا ہوا پڑھا رہا تھا۔ ایک شخص چھوٹا سا قد خوبصورت اور نازک میرے پاس آیا۔ میں نے پوچھا کیسے آنا ہوا کہا کہ میں مسلمان ہونے آیا ہوں۔ میں نے مسلمان کر لیا۔ اسلام لاتے ہی ایسا ہو گیا کہ جیسے تانبے میں کوئی اکسیر ڈالدے اور وہ کندن بن جاوے اسکے بعد اُسکی ہر بات میں اور ہر کام میں ایک نور اور برکت معلوم ہوتی تھی حقیقت میں اسلام جیسی بابرکت تعلیم تو دوسرے مذاہب کی ہو ہی نہیں سکتی مگر قابلیت شرط ہے پھر تو وہ فوراً دل میں گھر کر لیتی ہے۔

(ملفوظ ۳۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ اس میں بیعت کی درخواست کے بعد ایک خواب لکھا ہے کہ ایک صاحب ہیں اُنکے دونوں طرف صف ہیں اور وہ مخلوق کو مرید کر رہے ہیں۔ میرے بھائی بھی اُن سے مرید ہوئے۔ میں نے بھائی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں جو مرید کر رہے ہیں اسپر میرا (یعنی اشرف علی کا) نام لیا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ یہ خواب کیوں لکھا اس کا جواب دو۔ لوگ ان قصوں میں مبتلا ہیں اگر باز پرس نہ کیجاوے تو عمر بھر ان ہی فضولیات میں ابتلا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام تو کرنے سے ہوا کرتا ہے مگر آجکل یہ مرض عام ہے کہ تحقیقات اور تدقیقات تو بہت کچھ ہیں مگر کام کا نام نہیں فن حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہر کام اور بات کا خاص طریقہ ہے بس اسکے سیکھنے اور حاصل کرنیکا جو طریقہ ہے اس طرح سیکھو اور بعض چیزیں ذوقی اور وجدانی ہیں جو کام کرنے ہی پر معلوم ہو سکتی ہیں ویسے معلوم ہونا دشوار کیا بلکہ عادۃً محال ہے۔ یہ سب اُسکے اصول ہیں مگر خدا معلوم لوگ اصول اور قواعد سے

کیوں گھبرا لیتے ہیں

(ملفوظ ۲۱۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری بیوی بیمار تھی۔ میں نے آپکو دعاء کو لکھا تھا وہ مر گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ایسے بیہودہ خطوط بھی آتے ہیں۔ آج لکھا ہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ہفتہ تک برابر دعاء کر دو۔ میں نے لکھا ہے کہ اگر نکاح نہ ہوا تو پھر وہی الزام دو گے کہ توجہ نہیں کی۔ میں محنت کروں۔ دعاء کروں اور اوپر سے الزام اپنے سر لوں۔ ایسی حالت میں نہ تمکو مجھسے دعاء کرانا چاہئے اور نہ مجھکو کرنا چاہئے۔ اور میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعاء کرتا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی۔ یہ جن کا خط ہے ایک غیر مقلد صاحب ہیں حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں اور خود یہ عقیدے ہیں اِن کی توحید بھی ملاحظہ ہو۔ بس باتیں ہی بناتے ہیں آگے صفر ہے کچھ خبر نہیں۔

(ملفوظ ۲۱۳) فرمایا کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا۔ میں نے اُنکی چند بدعنوانیوں پر متنبہ کیا تھا آج پھر خط آیا ہے جسمیں تاویلیں کی ہیں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ میں بے سمجھ ہوں کہ آپ کی باتوں کو سمجھا نہیں سو ایسے بے سمجھ سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے لہذا ایسے بے سمجھ کو چھوڑ دو کسی سمجھدار سے تعلق پیدا کرو جو تمہاری باتوں کو سمجھ سکے۔ ایسے پُر مغز اور غامض کلام کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں۔ اَب بتلائیے ایسے کوڑ مغزوں سے پالا پڑتا ہے۔ اب کہانتک انکی بیہودہ حرکتوں پر صبر کروں اور اگر صبر کر بھی لوں اسلئے کہ اختیاری ہے تو ان کا کیا نفع یہ تو جہل ہی میں مبتلا رہے۔

(ملفوظ ۲۱۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کیا ان انگریزی خواں لوگوں کی سب کی ایک ہی حالت ہے اور ایک ہی محاورات کیا اِن کی ساری ہی باتیں بیہودہ ہوتی ہیں اور یہ سب اسی سے ناشی ہے کہ یہ اپنے کو بڑا عقلمند اور بیدار مغز اور روشن دماغ سمجھتے ہیں مگر بحمد اللہ یہاں آکر انکو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ روشن دماغ اور بیدار مغز ہیں یا تاریک دماغ اور بے مغز۔ اس کمبخت منحوس تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بدعقلی بدفہمی کوڑ مغزی خردماغی بڑھ جاتی ہے اور میں انکو یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ تم تو ہو ہی خردماغ مگر ملانوں میں بھی اسپ دماغ ہیں۔ یہاں ایسے بیہودہ اور متکبروں کا اچھی طرح علاج ہوتا ہے اور خناس دماغ سے نکالا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے

میری بدنامی کی۔ اسپر کہتے ہیں کہ مزاج میں درشتی ہے میں کہا کرتا ہوں کہ تین۳ نقطے الگ کر دو یعنی درستی ہے۔ بے اُصول باتیں کرتے ہیں۔ میرے یہاں چلتی چلاتی نہیں اسلئے خفا ہوتے ہیں۔ بدنام کرتے ہیں کہ بد خلق ہے۔ سخت گیر ہے کوئی پوچھے کہ جناب بڑے خوش خلق اور نرم گیر ہیں دوسروں کو تکلیف پھونچا اذیت دینا فرائض میں سے سمجھ رکھا ہے۔ مگر میں بحمد اللہ ان باتوں سے نہیں گھبراتا اور اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا ۔۔۔ اور جو خود ناکام ہو اسکو کسی سے کام کیا

اگر یہ طرز پسند نہیں مت آؤ بلانے کون جاتا ہے۔ یہاں تو یہی برتاؤ ہوگا ایسے موقع پر یہ بھی پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی ۔۔۔ جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

اور یہ بھی پڑھا کرتا ہوں ؎

در کوئے نیک نامی ما را گذر نہ دادند ۔۔۔ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ہی بدفہمی اور بے عقلی کا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فہم و ذہن تو عرصہ ہوا کہ زمانہ سے مفقود ہو چکا کچھ تھوڑا سا حافظہ باقی ہے وہ بھی اندھوں میں۔ واقعی بات تو یہی ہے کہ فہم تو بہت ہی کم نظر آتا ہے۔

(ملفوظ ۲۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب ٹاؤن کا اسٹیشن بن گیا تو یہاں پر چھوٹی لائن ریلوے کا مینیجر جو معاشرۃً ولساناً بالکل انگریز ہے آیا تھا اور میرے ایک عزیز کے مردانہ مکان میں ٹھہرا اور اُن ہی کی معرفت مجھسے ملنا چاہا اور آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے کہا کہ میں خود وہیں جاکر مل لوں گا اور اس میں مصلحت یہ سمجھی کہ اگر وہ یہاں آیا تو مجھکو اُسکی تعظیم کرنا پڑیگی اور میں وہاں گیا تو اُسکو تعظیم کرنا پڑیگی۔ دوسرے میں اپنے اور اُسکے لئے تو کرسی کا انتظام کرلوں گا۔ لیکن اگر میری وجہ سے دوسرے صلحاء اور نیک لوگ آکر بیٹھنے لگے تو میں اتنی کرسیوں کا کہاں سے انتظام کروں گا اور یہ کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتا کہ ایک غیر مسلم تو بیٹھے کرسی پر اور اللہ والے صلحاء اور اولیاء کا طبقہ بیٹھے زمین پر یہ بھی گوارا نہ تھا۔ اسلئے میں نے ہی وہاں جانے کا عزم کرلیا وہاں اطلاع پھونچی کہ وہ خود ملنے آرہا ہے۔ اُس بیچارے نے کہلا کر بھیجا کہ یہ تو میرے لئے سخت گستاخی ہے کہ میں حاضر نہ ہوا

اور آپ تشریف لاویں - میں نے کہلا بھیجا کہ مجکو اسی میں راحت ہے - غرض میں وہیں جاکر ملا - مجھکو بحمد اللہ ہر موقع اور محل پر حدود کا خیال رہتا ہے - اللہ کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر رہتی ہے - گڈ مڈ معاملہ نہیں ہے - اسی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ طلبہ اور اہل علم کی جو میرے قلب میں محبت اور عظمت ہے وہ کسی کی نہیں

(ملفوظ [۲۱۶]) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کیوقت آنکھ نہیں کھلتی - کوئی چیز پڑھنے کو بتلا دیجئے - یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں بزرگ سے بیعت ہوں اُن کا انتقال ہو گیا اب آپکے سوا کس سے عرض کروں - میں نے جواب میں لکھا ہے کہ یہ آنکھ کا کھلنا نہ کھلنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری - اس کے جواب آنے پر آگے چلوں گا بچوں کی طرح ایک ایک حرف کی پہچان کرا کر سبق پڑھانا پڑتا ہے اور اس طرز میں دو نفع ہیں - ایک تو فہم کا اندازہ ہو جاتا ہے - دوسرے فکر اور غور کی عادت ہو جاتی ہے جسپر اصلاح کا انحصار ہے -

(ملفوظ [۲۱۷]) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل بزرگوں کی کمی کیا ہے کثرت سے بزرگ ہی بزرگ ہیں - بزرگ ہی لوگوں کے پاس جاکر لوگ بیعت ہوتے ہیں جس میں نہ کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا - بزرگی ملجاتی ہے - اور یہ ایسی ہی اختراعی بزرگی اور ولایت ہی کی بدولت انسانیت اور آدمیت آئی گئی ہوئی - خبر نہیں کہ ایسے بزرگ بنکر کیا لینا چاہتے ہیں -

۲۰ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ [۲۱۸]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس بیفکری کے مرض میں عام ابتلاء ہو رہا ہے الا ما شاء اللہ جو غلطیاں بیفکری سے ہوتی ہیں وہ قابل تسامح نہیں ہوتیں -

(ملفوظ [۲۱۹]) ایک صاحب جو عرصہ سے خانقاہ میں مقیم تھے اور قصبہ میں ایک مسجد کے اندر اذان دینے پر اُن کا تقرر تھا مجلس میں آکر بیٹھے - حضرت والا نے بیٹھ جانیکے بعد اُن سے سوال فرمایا کہ ایک شخص تمہاری نسبت یہ کہتے تھے کہ تمنے کوئی مسئلہ ان کو بتایا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں نیت کے اندر یہ کہنا کہ خاص واسطے اللہ کے یہ بُری بات ہے - عرض کیا کہ یہ تو نہیں کہا کہ یہ بُری

بات ہے۔ ہاں یہ ضرور کہا تھا کہ جب اُسکے سامنے کھڑے ہیں تو اب یہ الفاظ کیوں کہے جاویں۔
دریافت فرمایا کہ تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم مفتی ہو یا مؤذن۔ عرض کیا کہ مؤذن ہوں۔ فرمایا کہ جاہل ہو کر
مسئلہ میں دخل کیوں دیا۔ تجھے حق کیا تھا مسئلہ بگھارنیکا جا دور ہو یہاں سے کبھی مت آنا جب تک
کہ آدمیت نہ سیکھے۔ یہاں پر کوئی تھیٹر کا تماشہ ہے جو آکر اور بیٹھکر روزانہ سنتا اور دیکھتا ہے
جب اتنی بھی تمیز نہیں آئی حالانکہ اتنا عرصہ یہاں پر رہتے ہوئے اور پاس بیٹھتے ہوئے ہو گیا
تو پھر بیٹھنے سے فائدہ ہی کیا۔ چل اُٹھ خبردار جو یہاں آکر کبھی قدم بھی رکھا جبتک کہ آدمیت نہ آجائے
یہ صاحب اُٹھکر چلے گئے۔ فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ نری صحبت سے بھی کچھ نہیں ہوتا جبتک کہ
خود طلب نہ ہو اپنی اصلاح کی۔ یہاں تو خیال کرنے سے اور فکر اور ہمت سے کام چلتا ہے۔ نرے
وظائف اور صحبت سے کیا ہوتا ہے اور اس سے کیا کام چل سکتا ہے اور یہ جو احتساب اور تبلیغ ہے
یہ خود ایک فن مستقل ہے اسکے قیود و حدود و شرائط ہیں۔ بڑی بڑی کتابیں اس فن میں لکھی ہوئی ہیں
جاہل کو حق نہیں احتساب کا صرف عالم کو حق ہے وہی اُسکے حدود کی رعایت کر سکتا ہے۔ مگر اسوقت
قیود و حدود سے نفس کو دبانا جانتے ہی نہیں بالکل آزاد رہنا چاہتے ہیں بہت ہی آزادی کا اثر ہو گیا ہے
جسکو دیکھئے حدود سے نکلا ہوا۔ جب ایسے ایسے جاہل آزاد ہو کر مسائل شرعیہ میں دخل دینے لگے
جب ہی تو گمراہی کا پھاٹک کھل گیا۔ جدھر دیکھو اور جس طبقے کو دیکھو اور جسکو دیکھو دین کے مسائل کا
مدعی تحقیق اور تفسیر کا دعویٰ نہ ان لوگوں کے قلوب میں آخرت کا خیال نہ خدا کا خوف۔ خصوص
بعض نیچریوں نے تو بیڑا اُٹھا رکھا ہے قرآن و حدیث میں تحریف کرنے کا اور یہ ان کا شعار ہو گیا ہے

(ملفوظ ۲۳۰) ایک نو وارد اہل علم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک مسئلہ فقہیہ دریافت کر سکتا ہوں
فرمایا کہ اپنے اساتذہ سے دریافت کیجئے۔ عرض کیا کہ اُن سے معلوم کیا تھا مگر اختلافی صورت پیدا ہو گئی
اور میرے متعلق فتاویٰ کا کام ہے اسلئے تحقیق کی ضرورت ہوئی۔ فرمایا کہ میرا علم تو اُن صاحبوں سے
بھی کم ہے جن سے آپ تحقیق کر چکے ہیں۔ مجھکو عرصہ ہوا اس شغل کو چھوڑے ہوئے اور میرے اس کہنے کو
آپ تواضع پر مبنی نہ فرماویں۔ میں نے تواضع متعارف کبھی اختیار ہی نہیں کی بلکہ میرے اندر جو کمال
ہے اُسکو بھی ظاہر کر دیتا ہوں اور جو نقص ہے اسکو بھی۔ ہاں پہلے الحمد للہ میری نظر وسیع عمیق تھی
اب وہ بھی نہیں رہی۔ باقی مہارت اور مناسبت جسکا نام ہے وہ مجھکو فقہ سے کبھی ہوئی ہی نہیں۔

البتہ تفسیر اور تصوف سے مجھے مناسبت ہے اور یہ بھی اسلئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی تھی کہ تجھکو تفسیر اور تصوف سے مناسبت ہوگی اسوقت اگر اور علوم کیلئے بھی دعا کرالیتا تو اوروں سے بھی مناسبت ہوجاتی۔ اور صاحب اپنے اس نقص کو ظاہر کرنے میں بدنامی ہے اور اپنی بدنامی کو کون گوارا کرتا ہے مگر بات وہی کہی جاتی ہے کہ جو حقیقت ہے اسلئے میں نے جو بات تھی صاف عرض کردی اور اب تو عمر کے اعتبار سے بھی زمانہ دوسرا ہے قوی بھی ضعیف ذہن بھی ضعیف حافظہ بھی ضعیف۔ یہ بھی اللہ کا احسان اور فضل ہے کہ وہ آرام دینا چاہتے ہیں ہر چیز میں انحطاط ہوگیا خصوص فقہیات میں تو دخل دیتا ہوا بہت ہی ڈرتا ہوں۔ ہمت نہیں ہوتی اور اکثر لوگوں کو میں اسی میں زیادہ دلیر پاتا ہوں۔ البتہ تصوف سے سہل کوئی چیز نہیں گو آجکل خیال عام اسکے عکس ہے کہ مشکل کو سہل سمجھتے ہیں اور سہل کو مشکل۔ اور صاحب سچ تو یہ ہے کہ میں تو صرف ایک ہی کام کا ہوں یعنی مجھسے اللہ کا نام پوچھ لیا جائے۔ اُن تک پہونچنے کا راستہ معلوم کرلیا جائے اپنے امراض باطنی کی اصلاح کا مشورہ لیا جائے۔ اس خدمت کیلئے میں حاضر ہوں پھر اُس میں بھی یہ ہے کہ اگر اُس مشورہ کو دل قبول کرے عمل کرلیا جائے۔ نہ قبول کرے اسکو بھی چھوڑ دیا جائے۔ بس میں سوائے اس کام کے اور کسی کام کا نہیں رہا اور ابتو میں اتنا قاصر اور عاجز ہوگیا ہوں کہ مجھکو ایک رسالہ تیار کرانا ہے وہ رسالہ آجکل کی ضروریات اور خاص کر مفقود الخبر کے متعلق ۲ در رسالہ ہے مگر ایک سال ہوگیا اگر مجھ میں قابلیت ہوتی تو کیوں اس قدر وقت صرف ہوتا۔ اس سے میرے علم و استحضار کا اندازہ کرلیا جائے اسلئے مجھکو فقہ سے مناسبت اگر اور مہارت ہوتی تو خدانخواستہ کیا خدمت دین سے انکار ہوسکتا تھا جو کہ عین دین ہے اور اس فقہ کی کمی پر بھی جو کچھ اللہ نے عطاء فرمایا ہے گو اُس میں مناسبت اور مہارت کا درجہ نہ ہو مگر اتنی خدمت کی بھی ہے اور کرتا بھی رہتا ہوں بقدر ضرورت اللہ نے ہر بات عطا فرما رکھی ہے جسکو میں ایک بہت بڑی نعمت اور رحمت اور فضل سمجھتا ہوں اور اُسکو اپنے بزرگوں کی دعاء کا ثمرہ متصور کرتا ہوں۔ لیکن مجھسے فقہ کی خدمت لینے میں ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس خدمت لینے والے سے بے تکلفی ہو۔ یعنی معذوری میں ایک استثناء بھی ہے وہ یہ کہ جو حضرات مسئلہ مسائل کی خدمت مجھسے لینا چاہیں وہ پہلے بے تکلفی پیدا کریں جو آپسے (اسکے مخاطب وہ مولوی صاحب ہیں جن سے گفتگو ہونا شروع ملفوظ میں مذکور ہے) اتفاق سے نہیں ہوئی۔ عرض کیا کہ حضرت بے تکلفی کی

حقیقت کیا ہے فرمایا بے تکلفی کے معنے ہیں کثرت انبساط۔ عرض کیا کہ حضرت اسکی تدبیر کیا ہے فرمایا کہ یہی تدبیر ہے کہ اکثر اوقات کسی کے پاس رہنا ہنسنا بولنا ملے جلے رہنا اس سے بے تکلفی ہو جاتی ہے۔ دل کھلجاتا ہے۔ بس یہی تدبیر ہے اور یہ میرے اور آپکے اختیار میں ہے لیکن اب یہ سوال رہا کہ اسکی ابتداء کون کرے تو اس کا معیار صاحب غرض ہوتا ہے سو جسکی غرض ہوگی وہ اس کی سعی کرے گا کہ بے تکلفی حاصل ہو نہ غرض ہوگی نہ کرے گا۔

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کیلئے مناسبت شرط ہے جب تک یہ نہ پیدا ہوگی نفع کا ہونا مشکل ہے۔ عدم مناسبت اس طریق میں سم قاتل ہے اور ایک چیز اس عدم مناسبت سے بڑھکر مضر طریق ہے اور وہ معلم کے قلب کو مکدر کرنا ہے اس تکدر کی ساتھ اگر ساری عمر بھی سر ماریگا کچھ نہیں ہوگا۔ بس یہ دو چیزیں اس طریق میں نفع کیلئے شرط لازم ہیں کہ مناسبت ہو اور معلم کے قلب کو مکدر نہ کیا جاوے اور اس کا اہتمام فکر اور غور سے کام لینے سے ہو سکتا ہے مگر آجکل بیفکری اور بے پروائی شیر و شکر بنے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غلطیوں کا بہت زائد صدور ہوتا ہے اگر فکر اور غور سے کام لیا جائے تو گو غلطیاں اسوقت بھی ہونگی مگر بہت کم۔ نیز اسکا اسقدر قلب پر بھی برا اثر نہیں ہوتا اس خیال کے سبب کہ اسکو فکر اور اہتمام تو ہے اسلئے قلب قلیل صدور سے درگذر کر دیتا ہے۔ یہ فرق ہے فکر یا عدم فکر کی حالت میں غلطیوں کے صدور کی۔

(ملفوظ ۲۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب دو صاحبوں کو جن میں ایک ندوہ کی فاضل دوسرے ایک فلسفی بزرگ تھے لیکر یہاں آئے۔ مجھسے کہا کہ انکو بیعت کر لیجئے میں نے کہا کہ آپ ہی انکو بیعت کر لیں۔ کہنے لگے کہ میں اسکا اہل نہیں۔ میں نے کہا اگر اہل کا یہ مطلب ہے کہ انکی اصلاح بھی نہیں کر سکتے تو یہ بات اگر آپ کہیں تب بھی غلط اور میں کہوں تب بھی غلط اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم کہیں کہ شبلی اور جنید نہیں تو ان کی اصلاح کیلئے جنید و شبلی شرط نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھسے انکو اسلئے نفع نہیں ہو سکتا کہ اس طریق میں نفع کی شرط اعظم مناسبت ہے اور انکو مجھسے مناسبت نہیں اور آپ سے مناسبت ہے اسلئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم اور میں نادم قوم ہوں میں نے کوئی قوم کی خدمت ہی نہیں کی۔ اس کہنے کی وجہ

یہ بھی کہ وہ دونوں صاحب تحریکات سے دلچسپی رکھتے تھے جو بات تھی صاف صاف عرض کردی تاکہ دھوکا نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۲۳) ایک صاحب نے ایک دوسرے نو عمر صاحب کے متعلق حضرت والا سے مشورہ لیا اور عرض کیا کہ پہلے یہ انگریزی پڑھتے تھے اب علم دین کی طرف ان کا رجحان ہے اور اسکول وغیرہ میں رہنے سے اندیشہ بھی ہے کہ کہیں ملحد اور دہری نہ ہو جائیں۔ فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایسے نہیں کہ انکے جذبات پر کوئی غلبہ کر سکے تو اگر اسکولی تعلیم ہی کی حالت میں دینی تعلیم کا کچھ شغل رکھیں تو کیا حرج ہے اسکے بعد دریافت فرمایا کہ انگریزی پڑھنے کا کیا اب بھی کیا خیال ہے عرض کیا کہ بالکل نہیں۔ دریافت فرمایا کہ تو پھر جو مصالح انگریزی پڑھنے کیساتھ خیال میں تھے مثلاً نوکری۔ عزت۔ تعلیم دینی میں انکے عدم حصول پر کیا جواب دل میں پیدا ہوا۔ عرض کیا کہ انگریزی پڑھنے سے دنیا میں تو عزت وغیرہ سب ہو جائیگی مگر آخرت کا تو کوئی بھی کام نہ ہوگا فرمایا کہ جزاکم اللہ تعالیٰ اگر تمہارے دل میں یہ خیال راسخ ہے تو مبارک ہو۔ اور اللہ کے بھروسہ پر علم دین کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمکو جلد سے جلد اپنے مقصد نیک میں کامیابی نصیب فرمائیں جب وہ چلے گئے تو حاضرین سے فرمایا کہ یہ خشک گفتگو ان سے اسلئے کی کہ اگر خود ترغیب دی جاتی تو ان کے جواب سے اتنا اطمینان ہوتا جتنا اب ہوا بلکہ اُسوقت اگر یہ نخرے کرتے تو ہمکو برداشت کرنا پڑتے۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم ہی نے تو کہا تھا۔

(ملفوظ ۲۲۴) فرمایا کہ رنگون سے ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت دعا کریں کہ میاں ..... صاحب کے علاج سے مریض کو شفاء ہو جاوے اور اسکی یہ غایت لکھی ہے کہ لوگوں کو اپنے حضرات سے عقیدت بڑھ جائیگی اور دار العلوم کی وقعت لوگوں کی نظروں میں ہو جائیگی۔ اسپر فرمایا کہ مجھکو اس قسم کی باتوں سے بڑی وحشت ہوتی ہے۔ میاں خدا سے تعلق بڑھاؤ یہ ہے کام کی بات۔ کسکی عقیدت اور کسکی وقعت اسلئے میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ خدا تعالیٰ یہ ثمرات بھی مرتب فرماویں اگرچہ مقصود نہیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی معتقد ہو گیا تو کیا اور نہ ہوا تو کیا گو ثواب تو ان نیتوں میں بھی ہے اسلئے کہ نیت اچھی ہے مگر اس سے آگے ایک مقصود اس سے بھی زیادہ

اچھا ہے وہ یہ کہ خدا کے راضی کرنیکی طرف متوجہ ہوں اور انہیں پر نظر رہے ؛

۲۱ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۲۵) ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہو کر سلام و مصافحہ کے بعد دست بوسی کی اور پھر پائے بوسی کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ اسپر حضرت والا نے انکو متنبہ کیا اسپر بھی وہ اصرار کرتے رہے تب بلند آواز سے فرمایا کہ افسوس نرمی کیساتھ کہنے سے سمجھ میں نہیں آیا کیا میری پرستش کرنے آئے ہو مجھکو فرعون بنانا مقصود ہے۔ تم لوگوں کے عقیدے کیوں خراب ہو گئے۔ آخر تم لوگ اسلام اور مسلمانوں کو کیوں بدنام کرتے ہو آخر کہانتک صبر کروں اور کہاں تک تغیر نہ ہو کوئی حد بھی ہے بندہ خدا اسلام اور مصافحہ کیا کچھ کم ہیں کیوں شرکیات اور بدعات میں مبتلا ہو رہے ہو۔ اب دیکھ لیجئے کہ کیا یہ موقع خاموشی اور متعارف خوش اخلاقی کا ہے اگر نہ بولتا تو پائے بوسی سے فراغ کے بعد یہ شخص سجدہ کرتا اور نہ معلوم کہانتک نوبت پہونچتی (اور یہی وجہ تھی پائبوسی سے روکنے کی سد ذرائع کے طور پر) اللہ بچائے بدفہموں سے یہ ساری خرابی تکلفات کی ہے مسلمانوں کی سادگی رہی ہی نہیں۔ فقیروں میں دیکھو تو تکلفات۔ امیروں میں دیکھو تو تکلفات۔ اس کا خیال ہی نہیں کہ یہ بات دین کے خلاف ہے یا موافق ہے اسکے .... علاوہ ہر موقع اور ہر معاملہ کیوقت اس کا خیال رکھنے کی بھی سخت ضرورت ہے کہ اپنے کسی قول یا فعل سے کسی دوسرے پر بوجھ نہ ہو بار نہ ہو گرانی نہ ہو اور یہ پائے بوسی مجھپر سخت گراں ہے گو جائز بھی ہو اور اگر ناواقفی کا عذر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کو چاہیئے کہ جہاں جاوے وہاں کے طریقے کسی سے معلوم کرے۔ ہر جگہ ایک ہی طریقہ برتنا کہانتک مناسب ہے اور مجھکو جو صاحب مشورہ دیتے ہیں کہ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بے ادبی کریں تو اسکی برداشت کروں ادب کریں تو اُسکی برداشت کروں۔ دو جماعتوں نے ان لوگوں کا ناس کر دیا فقیروں نے اور امیروں نے یہ لوگ یا تو امیروں میں گھسے رہتے ہیں وہانکی اُٹھک بیٹھک یا بریڈ سیکھی ہے۔ یا فقیروں کے یہاں جاکر سجدہ کرنا چومنا چاٹنا سیکھا ہے۔ حضور کے یہاں

محبت تھی۔ تکلف کا نام ونشان نہ تھا۔ دیہاتی یا محمد یا محمد کہکر پکارتے تھے رسول اللہ بھی بعض نہ کہتے تھے۔ ہاں جو ہر وقت پاس رہنے والے تھے وہ یا رسول اللہ کہتے تھے۔ مجھکو تو ایسی تعظیم سے جسکی نوبت حالاً یا مآلاً شرک تک پہونچ جاوے سخت نفرت ہے اور یہ نفرت تو سبکو ہونا چاہئے مگر نہ معلوم آجکل کے پیروں کو اس میں کیا مزا آتا ہے نئے نئے طریقے تعظیم کے نکالے ہیں اور ایسی تعظیم کی ایسی مثال ہے جیسے بیحیا عورت کی حیا کی مثال جسکا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے مکان پر اُسکو دریافت کرنے آیا تو اسکی بیوی نئی بیاہی ہوئی تھی۔ زبان سے کیسے بولے اور بتلانا ضرور تھا اسلئے کہا تو ہے نہیں لہنگا اُٹھا کر اور موت کر اور اسپر کو پھاند کر گئی جس سے بتلادیا کہ دریا پار گیا ہے۔ بس یہ شرم کی کہ منہ سے تو نہیں بولی اور شرمگاہ دکھادی۔ یہی حالت ہے آجکل کے ان نئے مہذبین اور ادب والوں کی۔ ساری خرابی یہ ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف کی خبر نہیں اسلئے یہ حرکتیں ہوتی ہیں یہ تو ہوتا نہیں کہ علماء کی صلحاء کی صحبت اختیار کریں جسوقت دنیا کی ضرورت پڑتی ہے تب مولوی صاحب فرائض کیلئے سوجھتے ہیں پھر ادب اور آدمیت والنسانیت کیسے پیدا ہو۔ کوئی چیز بھی اپنے طریقہ پر نہیں رہی ہر چیز میں ایجاد بندہ موجود ہے۔ تنگ کردیا ان موذیوں نے اگر ان کی چیزوں میں موافقت کرے تو انسان فرعون ہو جائے مثلاً بعض لوگ قصداً قبلہ سے منہ پھیر کر میری طرف منہ کرکے بیٹھتے ہیں اگر سکوت کیا جاوے تو پہلے پہلے تو ناگوار ہوگا پھر گوارا ہو جائیگا پھر عادت ہو جائیگی پھر اُسکے خلاف پر ناگواری ہوگی آگے فرعونیت ہی کا درجہ ہوگا اور کیا ہوگا۔ میں جب کانپور تھا تو وہاں پر مہذب لوگ ہیں وہ خطاب میں آپ آپ کہتے تھے جب میں یہاں پر آیا ہوں تو تم کا لفظ مجھکو ناگوار ہوتا تھا تسامح کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ ساری دنیا میں بدتمیزی سیکھ کر آتے ہیں اور مشق مجھپر کی جاتی ہے۔ جب آتے ہیں تو ظاہراً دہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور وہ آداب بجالاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فنافی الشیخ ہیں اور اصلی ادب ندارد اسلئے مجھکو تغیر ہوتا ہے اور مجھے خود ان اعمال پر ناگواری نہیں ہوتی بلکہ اس اعمال کے منشا پر نظر پہونچنے سے ناگواری ہوتی ہے مثلاً کوئی معمولی بات ہے مگر منشا اس کا فساد اعتقاد ہو تو وہاں غصہ کی وجہ خود وہ فعل نہیں بلکہ سوء اعتقاد۔

اس منشاء پر یاد آیا اکثر لوگ تعویذ کی فرمائش کرتے تھے اور یہ نہیں بتلاتے تھے کہ کس چیز کا

تعویذ - اُن سے جھک جھک کرنا پڑتی تھی - ایک دفعہ میں نے اس روزانہ کے جھگڑوں کی وجہ سے
یہ انتظام کیا کہ آنیوالوں کو بھی راحت اور مجھکو بھی راحت وہ یہ کہ ہر کام کیلئے تعویذ میں بسم اللہ لکھکر
دیدی - دو شخص آئے اُنہوں نے تعویذ مانگا - میں نے اُسی طرح بسم اللہ لکھکر دیدیا اور خوش ہوا
کہ اچھی تدبیر سمجھ میں آئی اور ایک عزیز سے بیان کیا کہ ہم نے اپنی راحت کیلئے ایک نئی ایجاد کی
ہے - اُنہوں نے کہا کہ معلوم بھی ہے اس ایجاد کا کیا نتیجہ ہوا وہ دونوں یہ کہتے جا رہے تھے کہ
دیکھو ہمنے کچھ بھی نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ - بے کہے ہوئے دل کی بات کی خبر ہوگئی - میں نے کہا
کہ لاحول ولا قوۃ - یہ تو لڑائی جھگڑے سے بڑھکر بات ہوگئی یعنی عقیدہ کی خرابی آخر اسکو بھی چھوڑا -
اب ان بدفہمیوں اور کم عقلیوں کا کہانتک علاج کیا جائے - اس تکلف کے ذکر میں یہ بات بھی
یاد رکھنے کی ہے کہ جتنا تکلف ہوگا وتنی ہی محبت میں کمی ہوگی اور جتنی بے تکلفی ہوگی وتنی ہی
محبت زیادہ ہوگی - غرض ادب نام ہے محبت کا تعظیم کا نام ادب نہیں - نیز دوسرا عنوان ادب
نام ہے راحت رسانی کا کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پھونچے - نیز یہ فرمایا کہ یہ ایذارسانی ساری
خرابی ہے مصلحین سے کم ملنے کی اگر طلبہ سے مولویوں سے ملتے رہیں تو خبردار ہو جائیں - اور میں تو
یہ کہتا ہوں کہ صلحاء سے ملنے میں اور کچھ فائدہ نہ ہو تو مگر دین کی تو خبر ہوگی - پھر جب دین کی خبر
ہوگی تو بہت سی باتیں خود ٹھیک ہو جائیں گی - ابتو جہل میں کثرت سے ابتلا ہے اور اس
جہل کی بدولت یہ حرکتیں ہیں اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں سے خفا ہوکر جانیوالا بھی
محروم نہیں جاتا مرحوم ہوکر جاتا ہے کچھ لیکر ہی جاتا ہے -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھکو تادیب پر بُرا بھلا کہتے ہیں مجھکو ناگوار نہیں ہوتا
مزاحاً فرمایا کہ اور میں جو ناگ وار ہو جاتا ہوں (مُراد سانپ ہے اشارہ ہی تادیب کی طرف)
یہ صرف آنیوالوں کی مصلحت سے کہ انکی کسی طرح اصلاح ہو باقی دل میں انکو معذور سمجھتا ہوں اسلئے
کہ اُنکو خبر نہیں - ہمارے ہی قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بید نے ایک شخص کی آنکھیں بنائیں
جسوقت آپریشن ہو رہا تھا وہ شخص بید کو گالیاں دے رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ یہ تمکو
گالیاں دے رہا ہے - بید نے کہا کہ یہ معذور ہے - جب روشنی آنکھوں میں آجائیگی تب
گالیاں دے یا بُرا کہے وہ قابل بُرا ماننے کے ہوگا - ایک اور حکایت ہے کہ ایک شخص جنگل میں

درخت کے نیچے پڑا سو رہا تھا۔ ایک سوار کا اس طرف گذر ہوا دیکھا کہ ایک اژدہا درخت سے اُتر کر اُسکو ڈسنے والا ہے اُس سوار نے بڑی عجلت سے گھوڑا آگے کو بڑھا کر اور درخت کے پاس پہونچکر اُس سونے والے شخص کے ایک چابک رسید کیا وہ بلبلا کر ایک دم اُٹھکر بھاگا یہ برابر گھوڑا ساتھ لگائے ہوئے اور چابک مارتا ہوا چلا جا رہا ہے اور وہ بھاگتا جاتا ہے اور گالیاں دیتا ہوا جاتا ہے کہ ارے ظالم میں نے تیرا کون قصور کیا ہے میں ایک مسافر غریب الوطن تو مجھکو کیوں کمزور سمجھکر ستا رہا ہے وہ نہیں سنتا برابر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔ جب سوار نے دیکھا کہ اب اژدہا دور ہو گیا تب ہاتھ روک کر کہا کہ پیچھے دیکھ تجھکو اس سے بچا کر لایا ہوں۔ یہ دیکھکر وہ شخص قدموں پر گر گیا اور ہزاروں دعائیں دیں اور معافی چاہی کہ آپ میرے مُحسن ہیں آپنے میری جان بچائی میں تمام عمر یہ احسان نہ بھولوں گا۔ ایسے ہی میں ان برا بھلا کہنے والوں کو معذور سمجھتا ہوں جب اصلاح سے آنکھیں کھلیں گی اسوقت میری سختی اور نرمی کا پتہ چل جائیگا۔ مگر یہ معلوم اسوقت ہوتا ہے جب برداشت کر لیا جائے اسکے بعد جسوقت نورانیت قلب میں پیدا ہوگی تو ہزار جان سے قربان ہونیکو تیار ہو جائیگا۔ اور میں تو خود مشاہدہ کرتا ہوں کہ باوجود میری ڈانٹ ڈپٹ کے اور سختی کے جسکو عرف میں لوگ سختی سمجھتے ہیں اکثر لوگ مارے نہیں مرتے بھگائے نہیں بھاگتے ٹالے نہیں ٹلتے تو آخر وہ کیا چیز ہے کہ جسکی وجہ سے وہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں اور دوسری جگہ کی نرمی اور آؤ بھگت پر بھی نہیں جاتے اور یہاں کی سب باتیں برداشت کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب کرتے وہی ہیں جو اہل فہم ہیں۔ باقی بد فہم کا ایک منٹ ایک سکنڈ یہاں پر گذر نہیں۔ اور بدفہموں سے تو میں خود ہی گھبراتا ہوں اسلئے کہ بد فہمی نا قابل علاج ہے۔ ہاں بیفکری اور بے پروائی بیشک قابل علاج ہے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے اور چونکہ بد فہمی کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اسلئے ایسوں کو میں خود ہی نکال دیتا ہوں کیونکہ مجھکو کوئی فوج بھرتی کرنا تھوڑا ہی ہے کام کے اگر دو چار دوست ہوں وہی ٹھیک ہیں۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ بات اہل علم کیلئے بیان کرتا ہوں کہ مختلف شقوق کا حکم ایک دم سائل کو نہیں بتلانا چاہئے کہ اگر یوں ہے تو یہ حکم ہے اور یوں ہے تو یہ حکم ہے

تشقیقات کیساتھ جواب نہیں دینا چاہئے بعض اوقات سائل کو اس میں خلط ہو جاتا ہے بلکہ اول واقعہ کی تحقیق کر لینا چاہئے جب ایک شق کی تعیین ہو جاوے اس کا حکم بتلا دیا جاوے۔ پہلے مجھکو شبہ تھا کہ علماء وعظ میں احکام کیوں نہیں بیان کرتے صرف ترغیب و ترہیب پر اکتفا کرتے ہیں اور جو علماء محض واعظ ہیں صرف ان پر یہ سوال نہیں تھا بلکہ حقیقت میں جو علماء ہیں اُنکے متعلق یہ شبہ تھا اور اپنے بزرگوں پر بھی یہی شبہ تھا لیکن پھر خود تجربہ سے معلوم ہوا کہ وعظ میں مسائل بیان کرنا ٹھیک نہیں خصوص اس زمانہ میں جبکہ بدفہمی کا بازار گرم ہے محض ترغیب دینا ہی مناسب ہے ترغیب ہی دینا چاہئے۔ یہ تجربہ مجھکو لکھنؤ کے ایک وعظ سے ہوا۔ میں نے چند مسئلے ربوا کے متعلق ایک دم سے بیان کر دئیے سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا۔ میرے پاس مکرر تحقیق کیلئے آئے معلوم ہوا کہ قلت فہم یا سوء حفظ سے کسی مسئلہ کا مقدم دوسرے کی تالی سے جوڑ دیا اور بالعکس اسلئے گڑبڑ ہو گئی اور جب خود کوئی واقعہ پیش آویگا تو اسکے پوچھنے پر صرف وہی واقعہ نظر میں ہوگا اس میں خلط نہیں ہو سکتا۔

۲۲۰ **ملفوظ** ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو گھڑے پانی سے بھرے ہوئے مسجد میں رکھے ہوئے ہوں اُن سے غسل وغیرہ کرنا جائز ہے جبکہ یہ بھی نہ معلوم ہو کہ رکھنے والے نے کس نیت سے رکھے ہیں۔ فرمایا کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ پینے کیلئے رکھے ہیں تب تو جائز نہیں اور اگر قرینہ سے بھی معلوم نہیں تو کوئی حرج نہیں ایسی نامعلوم چیز کا استعمال جائز ہے جسکے متعلق کوئی قرینہ بھی قائم نہ ہو۔

۲۲۱ **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانۂ تحریک خلافت میں تو بہت ہی زیادہ مسائل میں تحریف کی گئی بس جو مصلحت ہوتی گئی اسکو مسئلہ بناتے گئے کثرت سے عوام کو بدعقیدگی ہو گئی کہ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ ایسوں نے تو حقیقت کو ہی بدل دینا چاہا تھا مگر اللہ نے حفاظت فرمائی کہ ایک ایسی جماعت کو متعین فرما دیا کہ وہ اظہار حق کرتی رہی۔

۲۲۲ **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سمجھداروں کے آنے سے جی خوش ہوتا ہے اور کودنوں کے آنے سے اور توحش ہوتا ہے اور ایسے متکبروں کے دماغوں کو ٹھیک کرنا پڑتا ہے انکو بھی تو معلوم ہو جاوے کہ صرف ہم ہی خردماغ نہیں بلکہ مُلّا بھی اسپ دماغ ہوتے ہیں۔ مجھے تو صرف اتنا ہی دکھلانا ہے اور جی بھی چاہتا ہے کہ انکے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جاوے کیونکہ

یہ لوگ ملانوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اہل علم کی قطعاً انکے قلوب میں عظمت نہیں اسلیئے طرح طرح کی بیہودگیاں ان سے ہوتی ہیں اور گو وہ بات چھوٹی سی ہوتی ہے مگر اس کا منشا یعنی تحقیر اہل علم تو بڑا ہوتا ہے اسلیئے مجھکو تغیر زیادہ ہوتا ہے کہ میری نظر منشا پر ہوتی ہے۔

(**ملفوظ** ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہی بڑی زبردست تبلیغ ہے کہ انسان خود عامل ہو اور دوسروں کو کہنا اور خود عمل نہ کرنا یہی کمزوری کی بات ہے۔ حافظ عبدالکریم نامی ایک شخص آگرہ کے رہنے والے تھے وہ لندن میں ملکہ کے پاس ملازم تھے۔ یہاں اُن کے ذریعہ سے ایک غریب مسلمان جو کلاؤٹی میں تھے مجھسے بھی ملے ہیں پولیس میں جمعدار تھے لندن بلائے گئے اور ملکہ کے سامنے پیش کرنے کے قبل حافظ صاحب نے انکو تعلیم دی کہ آداب شاہی یوں بجالانا اور سلام یوں جھککر کرنا انھوں نے کہا کہ صاحب میں نے علماء سے سنا ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے جھکنا جائز نہیں حافظ صاحب نے کہا کہ بھائی یہاں مسئلہ نہ بگھارو یہ شاہی دربار ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہوگا دربار خدا کے دربار سے بڑا نہیں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ بھائی بدقسمتی تمہاری ایسی بڑی جگہ آیا اور خالی چلا انہوں نے کہا کہ میاں بدقسمت اور کوئی ہوگا۔ میں تو اللہ کا شکر ہے کہ خوش قسمت ہوں اپنے دین وایمان پر قائم ہوں۔ غرضکہ یہ ملکہ کے سامنے پیش نہیں کیئے گئے۔ ایک روز ملکہ نے خود دریافت کیا کہ میاں وہ تمہارے ہندوستانی نہیں آئے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ حضور وہ تو پاگل سے ہیں ملکہ نے دریافت کیا کہ وہ پاگل پنا کیا ہے کہا کہ اُن سے یہ گفتگو ہوئی ہے ملکہ نے کہا کہ یہ پاگل پنا ہے وہ تو بہت اچھا آدمی ہے اپنے مذہب کی عزت کرتا ہے اسکو ضرور پیش کرو۔ دیکھیئے دین کی برکت سے اس شخص کی کتنی رعایت کیگئی۔ درمیان میں ایک اور واقعہ اسی سلسلہ کا یاد آگیا اسی طرح ایک شخص یوسف بیگ لکھنؤ کے ملکہ کے یہاں خان ساماں مقرر ہوئے تھے ملکہ کو معلوم ہوا کہ یہ گوشت نہیں کھاتے اُن سے پوچھا اُنہوں نے کہا کہ یہاں ذبیحہ خلاف شرع ہے ملکہ نے کہا کہ شرع کیموافق کس طرح ہو سکتا ہے اُنہوں نے بے ضرورت بھی بہت سا نخرہ پھیلا دیا ملکہ نے انکے بیان کے موافق حکم دیا کہ انکے ذبیحہ کیلئے ایک مکان الگ تیار کرادیا جائے۔ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو۔ اسکے متعلق برتن چھری کپڑا سب الگ اور صاف ہو۔ یہ قصہ یوسف بیگ نے خود مجھسے بیان کیا یہ تو جملہ معترضہ تھا اب میں جمعدار مذکور کے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ حافظ صاحب نے انکو

پیش کیا یہ پھونچے اور نہ جھکے اور کچھ کیا جاکر السلام علیکم کہا ملکہ نے اپنی دستی گاڑی پر ہوا خوری کی

خدمت پر انکو ملازم رکھ لیا اور ان کی بڑی قدر تھی۔ غرض دینی کمزوری اپنی ہے اور دوسروں پر الزام

اسی طرح مولوی عبد الجبار صاحب وزیر بھوپال کا واقعہ ہے کہ ایک جلسہ میں ولیسرائے خود تقریر کر رہے

تھے کہ ان ہی مولوی عبد الجبار صاحب نے گھڑی دیکھکر اور کھڑے ہوکر ولیسرائے سے کہا کہ ہماری نماز

کا وقت ہو گیا ہے ہم نماز پڑھکر آجائیں تب تقریر کیجیگا ولیسرائے نے ایکدم تقریر بند کر اور بیٹھ گئے

اور وہاں جتنے مسلمان تھے اُنکو بھی نماز کیلئے جانا پڑا اس خیال سے کہ کہیں ولیسرائے یہ نہ سمجھیں کہ

یہ بے نمازی مسلمان ہیں جب سب باہر آئے ایک صاحب نے ان سے کہا کہ آپنے غضب کیا کہ تقریر

بند کرا دی اُنہوں نے کہا کہ کیا نماز فرض نہیں کہا کہ نماز تو فرض ہے لیکن خود چپکے سے اُٹھکر چلے

آتے اعلان کی کیا ضرورت تھی اُنہوں نے کہا اگر اعلان سے نہ کہتا تو تم جیسے کیسے نماز پڑھتے واقعی

کام کا جواب دیا غرض خود ویسا ہو جانا بڑی زبردست تبلیغ ہے یہ واقعات تو پختگی کے ہیں۔ اب

غیرت اسلامی اور حمیت اسلامی اور جوش اسلامی کا ایک واقعہ سنئے۔ ایک راجہ گوالیار کی یہاں

فوجی لوگ داڑھی منڈائیں یا نہ منڈائیں اسکے متعلق کوئی قانون نہ تھا ایک شخص مسلمان نوجوان

فوجی ڈاڑھی منڈایا کرتا تھا سب بُرا بھلا کہتے کہ تو داڑھی منڈاتا ہے وہ جواب میں کہتا کہ میاں

گناہ کرتا ہوں اللہ معاف کر دیگا۔ پھر اتفاق ایسا ہوا کہ راجہ کی طرف سے حکم ہوا کہ فوج میں رہنے والا

شخص کوئی داڑھی نہیں رکھ سکتا جسقدر اس شخص کو تبلیغ کرنیوالے تھے ایکدم سب نے داڑھی منڈا

ڈالی اور اس شخص سے کہا کہ لو میاں مبارک ہو تیرا ہی چاہا ہو گیا کہا کہ کیا ہوا کہا کہ ابتو راجہ کا حکم

ہو گیا کہ کوئی فوجی داڑھی نہیں رکھ سکتا اسلئے بھائی ہم سبکو منڈانی پڑیں۔ اسپر یہ شخص جواب

دیتا ہے کہ میاں ابتک تو جو داڑھی منڈائی اور خدا کی نافرمانی کی تو نفس کے کہنے سے مگر اب خدا

کے ایک نافرمان کا حکم ہے تو اب منڈانا بے حمیتی ہے کہا کہ فوج سے برخاست کر دئے جاؤ گے

کہا کہ اللہ رازق ہے وہ کہیں اور سبیل فرما دیں گے یہ ہے قوت ایمانیہ اور یہ ہے جوش اسلامی

اور غیرت اسلامی اور حمیت اسلامی مگر مسلمانوں نے خود ہی کمزوری اختیار کر لی اُسکے یہ نتائج

ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۴) ایک نو وارد صاحب نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں اپنی اصلاح دین کی چاہتا ہوں اسلئے حاضر

ہوا ہوں۔ فرمایا کہ قیام کتنا ہوگا۔ عرض کیا کہ تین دن فرمایا کہ خدا جانے آپ کے ذہن میں اصلاح دین کا مفہوم کیا ہے اور یہ مدت اصلاح کیلئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اس مدت میں اصلاح تو کیا مناسبت و عدم مناسبت کا بھی پتہ چلنا اور بے تکلفی کا ہونا دشوار ہے۔ اس مدت کو تو محض ملاقات ہی کیلئے رکھیں تو مناسب ہے اگر اصلاح مقصود ہے تو وطن واپس پہونچکر خط و کتابت کریں۔ اگر آپ پہلے ہی خط کے ذریعہ مجھ سے مشورہ کر لیتے تو یہ سفر کی تکلیف بھی آپکو نہ اُٹھانا پڑتی اور نہ پیسہ صرف ہوتا اور نہ وقت صرف ہوتا اب آپ اسکے متعلق خود کوئی سوال نہ کریں ممکن ہے کہ وہ سوال اصول کی خلاف ہو اور بے لطفی پیدا ہو اسلئے کہ آپ بے خبر ہیں یہاں پر ملاقات کر نیوالوں کیواسطے یہی قاعدہ ہے کہ نہ مخاطبت کریں اور نہ مکاتبت کریں۔ اسی میں خیر ہے طرفین کی اور یہی راحت رسانی کی صورت ہے۔ اس میرے طرز کو لوگ روکھا پن اور سوکھا پن سمجھتے ہیں اگر صفائی کی بات کو لوگ روکھا پن سمجھیں تو اسکا میرے پاس کیا علاج ہے میں تو اسقدر رعایتیں کرتا ہوں کہ سب تدابیر خود ہی تبلا دیں اسلئے کہ نو وارد ہیں بیخبر ہیں پھر اگر اب بھی گڑبڑ کریں تو یہ خود ذمہ دار ہیں اور مجھکو خدانخواستہ آنیوالوں سے کیا کوئی عداوت ہے دشمنی ہے مگر صفائی کی بات پر اگر کوئی خفا ہو بُرا مانے اُس کا بُرا ماننا اور اس طرز کو روکھا پن سمجھنا ایسا ہے کہ ایک شخص کوئی کھانیکی چیز خریدے خریدنے کیوقت وہ پوچھتا ہے کہ بھائی اسکے کیا دام ہیں۔ کہتا ہے کہ اجی تم سے کیا دام کھا بھی لو۔ کھا گئے۔ اب دوسرے کو بھیجتا ہے وہ آکر کہتا ہے کہ اسکے دام لاؤ اُنہوں نے تخمینہ کرکے دو روپیہ دیدیئے وہ کہتا ہے کہ اُس چیز کی قیمت تو بارہ روپیہ تھی اب وہ اخلاق نکل رہے ہیں اسلئے میں کہتا ہوں کہ صاف کہدو کہ بارہ روپیہ قیمت ہے دوسرا چاہے لے یا نہ لے خریدے یا نہ خریدے صاف بات عجیب چیز ہے مگر لوگوں کو اسکی قدر نہیں۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ساری خرابی اسکی ہے کہ طبائع میں بیفکری ہے اسلئے کوئی چیز منتظم نہیں اور میں انتظام چاہتا ہوں اس سے اختلاف ہو جاتا ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یا تو مجھکو ہیضہ ہو گیا ہے انتظام کا یا اوروں کے یہاں قحط ہے انتظام کا تو ہیضہ زدہ اور قحط زدہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

(ملفوظ ۳۳۴) ایک صاحب کے متعلق فرمایا کہ پرسوں اس شخص نے بڑا پریشان کیا پہلے تو یہ تھا

کہ دوسروں کے دنیوی قصوں میں دخل دیا کرتے تھے وہ عادت تو چھوٹ گئی اب یہ حرکت کی کہ ایک شخص کو مسئلہ بتادیا۔ عوام سے سُنا سُنایا غلط اور کسی عالم سے بھی سُنکر نہیں اور جاہل کو تو عالم سے سنکر بھی نہیں بتلانا چاہئے اور خیر اگر صحیح طریق سے کسی مستند عالم سے کوئی مسئلہ معلوم ہوا ہو اور وہ اچھی طرح یاد بھی ہو اور کسی کو بتلادے تو بظاہر کوئی حرج نہیں گو اس میں بھی ایک خرابی ہے وہ یہ کہ ایک دو مسئلہ تو ٹھیک بتائیگا لیکن پھر دیکھنے والے اسکو عالم سمجھکر اس سے پوچھنا شروع کر دینگے۔ علم تو ہے نہیں انکار کریگا نہیں اسلئے کہ اس میں اپنی ذلت سمجھیگا کہ لوگ کہیں گے کہ اسے کچھ آتا جاتا نہیں اسلئے اڑنگ بڑنگ ہانکنا شروع کرے گا اور گمراہی پھیلنے کا زیادہ یہی سبب ہے۔ اس بنا پر میں نے اُس شخص کو یہاں آنے سے منع کر دیا اب معافی چاہنے کا پیام آیا ہے مگر ابھی ایک دو دن اور ذرا طبیعت کو ٹھیک ہو جانے دیا جاوے۔ ان خرابیوں پر نظر کر کے میں کہا کرتا ہوں کہ تم گھر چھوڑ کر جس کام کو آئے ہو اس میں لگے رہو دوسروں کے قصوں سے تمہیں کیا غرض مگر لوگ ہیں کہ حدود پر رہتے ہی نہیں اور یہ مرض ایسا عام ہوا ہے اِلّا ماشاء اللہ کوئی اس سے بچا ہوا ہو گا۔ آزاد شخص کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

ملفوظ (۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ان خرابیوں کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں اخلاق عادات کی تعلیم ہی نہیں محض اوراد وظائف کی تعلیم ہے۔ اسکو دین سمجھتے ہیں اور چیزوں کو دین کی فہرست سے خارج سمجھ رکھا ہے اسلئے نہ خود مشائخ اس طرف توجہ کرتے ہیں نہ اُنکے متعلقین۔ اور مرید یا متعلقین تو کیا توجہ کرتے جب خود مشائخ کی یہ حالت ہے۔ اب عام لوگوں کی حالت سنئے وہ بھی ایسے ہی پیروں سے خوش ہیں کہ جو نہ روک ٹوک کریں نہ اُنکے یہاں مواخذہ اور محاسبہ ہو اور ہر نذرانہ قبول کر لیا کریں اسکی ایسی مثال ہے کہ جو حکام رشوت خوار ہوں تو وہ خلیق سمجھے جاتے ہیں یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب لیا ہے تو کام ضرور ہی کریں گے اور جو غریب رشوت نہ لے سمجھتے ہیں کہ یہ خشک ہے جب لیا ہی نہیں تو توجہ ہی کیوں کریں گے ایسا ہی مشائخ کو سمجھتے ہیں کہ جب نذرانہ قبول کر لیا تو ضرور ہی توجہ کریں گے اور قطبیت اور غوثیت بانٹ دیں گے اور جب نہ لیں گے تو توجہ کیوں کرنے لگے اسقدر رسمیں خراب ہو گئی

ہیں کہ جسکی کوئی انتہا نہیں۔

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص یہاں پر جودھپور سے آئے تھے پولیس کے محکمہ سے تعلق تھا۔ یہ لوگ آزاد سے ہوتے ہیں کہنے لگے کہ ہندوؤں میں جیسی شخصیت گاندھی کی ہے کہ اسکی سب پیروی کر رہے ہیں کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی ہستی نہیں۔ میں نے کہا یہ سوال ہمسے کرنے کا نہیں ہے تم خود اسکو دیکھو کہ مسلمانوں میں کوئی ہستی ایسی ہے یا نہیں اور معلوم کرنیکی تدبیر میں تبلاتا ہوں کہ چندروز گاندھی کے پاس بھی رہکر دیکھ لیجئے اور جنکے میں نام تبلاؤں اُنکے پاس بھی چندروز رہئے معلوم ہوجائیگا کہ کوئی ہستی اور کوئی شخصیت مسلمانوں میں ایسی ہے یا نہیں اور اُن میں کون زیادہ اہل ہے اور کون نہیں مگر بات یہ ہے کہ ہندوؤں کو دنیا کی عقل ہے اُنہوں نے دیکھا کہ اختلاف میں ہماری دنیا کا نقصان ہے اسلئے بالاتفاق گاندھی کو بڑا بنا لیا۔ مسلمانوں کو اس کی پروا نہیں اسلئے انکو اس مصلحت کا اہتمام نہیں ہوا۔ اسکے بعد ہمسے یہ سوال کرنا اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک مسجد میں ایک عالم امام ہیں جو ہر طرح پر نماز پڑھانے کے اہل ہیں مگر اہل محلہ اُنکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اب اُن سے یہ سوال کرنا بیہودگی ہے کہ آپکے پیچھے یہ لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ یہ سوال نہ پڑھنے والوں سے کرنا چاہئے کہ تم ایک عالم کے پیچھے جو ہر طرح پر نماز پڑھانیکے اہل ہیں نماز کیوں نہیں پڑھتے وہ امام تو یہی کہیں گے کہ مقتدیوں سے پوچھو مجھے کیا خبر۔ اس عدم اتباع و عدم اجتماع کا افسوس تو مسلمانوں کی حالت پر ہے کہ ان میں نہ قوت رہی نہ اتفاق رہا نہ دین رہا اگر دین ہو تو اتفاق ہو اور اتفاق ہو تو قوت ہو اور اگر مسلمان کسی قابل ہوتے تو پھر نصرت حق ان کے ساتھ ضرور ہوتی کسی نے خوب کہا ہے ؎

اُسکے الطاف تو عام ہیں شہیدی سب پر ۔ تجھسے کیا ضد تھی گر تو کسی قابل ہوتا

بھلا خاص درجہ کے مسلمانوں کا تو گاندھی سے کیا موازنہ ہوتا ہر عامی مسلمان حتے کہ فاسق سے فاسق فاجر سے فاجر خدا کے نزدیک ہر کافر سے افضل ہے۔ مگر جب مسلمان ہی کسی قابل نہوں تو اس کا کیا علاج ہے۔ رات دن کے مشاہدات اور واقعات انکی عدم قابلیت کے پیش نظر ہیں اور پھر اس ناقابلیت کی ساتھ طرہ یہ کہ دوست دشمن کی قطعاً مسلمانوں کو شناخت نہیں۔

تعجب ہے کہ ایک غیر مسلم توحید اور رسالت کا منکر اپنی تدابیر سے اپنی قوم کو نفع پہونچانیکی سعی کرتا رہتا ہے اور فکر میں لگا ہوا ہے اور یہ مسلمان لیڈر اور اُنکے ہم خیال بعض مولوی اسکو اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد سمجھتے ہیں۔ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے۔ اتنی موٹی بات مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو شخص اللہ اور رسول کا دشمن ہے اور توحید اور رسالت کا منکر ہے قیامت آجائے وہ کبھی اسلام اور مسلمانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد نہیں ہو سکتا ہر کافر اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور یہ دشمنی محض مسلمانوں کے مال اور جان ہی تک محدود نہیں بلکہ ایمان سے بھی دشمنی ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم عاقل ہوتا جیسا کہ خیال ہے تو وہ پہلے اپنی آخرت کی فکر کرتا ایمان لاتا جب یہ نہیں تو عقل کہاں چالاک ہے تو چالاکی اور عقل سے کیا واسطہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان کیدکن عظیم عورتوں کے مکر کو عظیم فرما رہے ہیں اور دوسری طرف حدیث میں انکو ناقص العقل فرمایا گیا ہے معلوم ہوگیا کہ عقل اور چیز ہے کید اور چیز ہے وہ یہانتک بڑھ جاتا ہے کہ بعض کی نسبت ارشاد ہے وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال۔

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۲۳۴ (ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ سب خرابی بیفکری کی ہے اگر آدمی فکر سے غور سے کام کرے بہت کم غلطیوں کا صدور ہو اسلئے عقل جو حق تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہے اس سے کام لینا چاہئے۔ عقل بڑی دولت ہے اُسکو بالکل معطل کر رکھا ہے اگر انسان عقل سے کام نہ لے تو پھر جانور اور آدمی میں فرق ہی کیا ہے۔ خدا معلوم کیا ہوگیا لوگوں کو جسکو دیکھو بدعقلی اور بدفہمی کے مرض میں مبتلا ہے۔ یہی وجہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی ہے کہ بے سوچے سمجھے کام کرتے ہیں۔ پریشان اور تباہ حال ہو رہے ہیں نہ دنیا ہی درست نہ دین ہی ٹھیک ہے خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ پھر کسی طرح ہوش نہیں آتا نہ آنکھیں کھلتی ہیں بڑا ہی افسوس ہے۔

(ملفوظ ۲۳۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر یہ رواج ہے کہ لوگ عیدین یا جمعہ کے روز مسجد میں اپنا کوئی رومال یا تہمد یا چادر رکھکر چلے جاتے ہیں کہ اس جگہ پر کوئی دوسرا نہ قبضہ کرسکے - فرمایا کہ جب تک مستقل بیٹھے رہنے کی نیت سے نہ بیٹھ جائے ان صورتوں سے قبضہ کرنا جائز نہیں - ہاں اس نیت سے اگر بیٹھ جاوے وہ قبضہ صحیح ہو گیا پھر اگر کسی ضرورت سے اُٹھنا پڑے تو اُس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ غیبت طویلہ میں تو ایسا کرنا جائز نہیں کہ اپنا قبضہ رکھے ہاں اسکا مضائقہ نہیں کہ مثلاً ناک صاف کرنا ہے یا استنجا کرنا ہے یا پانی پینا ہے اس صورت میں ان ذرائع سے قبضہ رکھنا جائز ہے - یہ صورت غیبت طویلہ کی نہیں ہے پہلے سے بدون بیٹھے ہوئے قبضہ کرنے کے ناجائز ہونیکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ منٰی میں آپ کیلئے خیمہ لگادیں فرمایا لا - منی مناخ من سبق یعنی نہیں بلکہ جو پہلے پہونچ جائے اُسی کا حق ہے - حضور نے خود اپنے لئے اس صورت کو جائز نہیں رکھا -

(ملفوظ ۲۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کہاں تک اُسکی رحمتوں کا اور فضل کا بیان کرسکتا ہوں - اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک دفعہ مجھکو ستر ہ یوم طاعونی بخار آیا غشی طاری رہی مگر نماز ایک وقت کی بھی بحمد اللہ قضا نہیں ہوئی - حالت یہ تھی کہ نہ ہوش نہ کھانا نہ پینا مگر جہاں نماز کا وقت آیا ہوش ہو جاتا تھا اور اتنی قوت ہو تی تھی کہ بدون کسی کے سہارے خود نماز پڑھ لیتا تھا یہ اُن کا ہی فضل ہے رحمت ہے - یہ بخار جلسہ سہارنپور کے وعظ میں ہوا تھا - اُسکے قبل بخار آیا تھا - نقاہت باقی تھی کہ جلسہ میں جانا ہو گیا مگر وعظ کہنے سے عذر کیا - ایک طبیب نے قوت کی دوا دیدی تھی کہ وعظ کہنا ممکن ہو چنانچہ وعظ شروع ہو گیا اور وعظ ہی کے درمیان میں طاعونی بخار ہو گیا - وطن واپس پہونچکر بخار بڑھ گیا غشی ہو گئی - اُسی غشی کی حالت میں بحمد اللہ تعالیٰ ہر بات ٹھکانیکی ہوتی - بحمد اللہ بیان بھی جلسہ میں پورا ہو گیا - کام بھی نہیں رُکا وہ جس سے چاہیں اور جس حالت میں چاہیں کام لے سکتے ہیں

(ملفوظ ۲۳۸) ایک طالب علم نیک صالح دیوبند سے ملنے آئے تھے واپسی میں کرسنی ندی کو عبور کرکے غرق ہو گئے - اس غرقابی سے فوت ہو جانے پر فرمایا کہ بیچاروں کی لاش

تک نہیں ملی نہ معلوم کیا حشر ہوا اور حشر کچھ ہی ہوا مگر اجر تو کہیں گیا ہی نہیں کیونکہ جسقدر بے کسی اور بے لبسی ہوتی ہے درجات بلند ہوتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ ان طالب علم کے متعلق سنا ہے کہ ان کی یہ حالت تھی کہ اللہ کا نام لیکر اُن سے جو چاہو کام لیلو۔ ایک مولوی صاحب مدرس کے بیان کرتے تھے کہ ان کے گھر سے خرچ آتا تو اور طلبہ اللہ کا واسطہ دیدیکر سب خرچ مٹھائی کھانے میں صرف کرادیتے کبھی عذر نہ کرتے۔ اب بھی اللہ کے عاشق ایسے موجود ہیں کہ اُنکو دیکھا تک نہیں اور پھر ایسا عشق اور تعجب ہی کیا ہے۔ مقناطیس لوہے کو پہچانتا نہیں مگر اُسکی طرف کھنچا چلا جاتا ہے وہ ذات ہی ایسی ہے کہ کسی میں ذرا قابلیت ہو وہ بالاضطرار اُدھر کھچتا ہے۔

ملفوظ [۲۴۱] ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چھوٹے لوگوں کی دشمنی اور مخالفت زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ بڑے لوگوں کی دشمنی اور مخالفت اسقدر خطرناک نہیں ہوتی۔ حکومت ہی کو دیکھ لیجئے کہ ملک نے بغاوت کی لیکن حکومت نے اپنا آئین نہیں چھوڑا باقاعدہ مقدمہ چلا کر ثبوت اور صفائی لیکر سزا کی یار ہا کیا۔ اور چھوٹے لوگ فوراً ختم کر دیتے ہیں

۲۴

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

ملفوظ [۲۴۲] فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں بعض مولویوں نے مباح رسوم کو روک کر مسلمانوں کو حرام تک میں مبتلا کر دیا۔ یہانتک نوبت آگئی ہے کہ لوگوں نے ان مانعین کی ضد میں آکر ناچ گانا سب کچھ کرایا۔ اسپر فرمایا کہ یہ عجیب الزام ہے۔ اگر کوئی پیغمبر اپنی رسالت کا اعلان کرے اور کفار لوگ اس اعلان کی بناء پر ضد میں آکر خدا کی شان میں گستاخی کے کلمات بکنے لگیں تو کیا اس کا الزام پیغمبر پر ہوگا کہ پہلے تو تمہاری نبوت ہی کا انکار تھا اور اب تمہاری تبلیغ سے خدا تک نوبت پہونچی تو کیا یہ الزام معقول سمجھا جاسکتا ہے۔ جب نہیں سمجھا جاسکتا تو یہ الزام بھی مولویوں پر اس ہی نوع کا ہے۔

ملفوظ [۲۴۳] ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کے عقائد بہت زیادہ خراب ہوگئے ہیں۔

خصوص ان غالی بدعتیوں نے تو بالکل ہی بدعقیدگی کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ ان لوگوں کے قلوب میں ذرا خوف خدا نہیں۔ کانپور میں ایک بڑھیا مسجد میں مٹھائی لائی۔ ایک طالب علم وہاں رہتے تھے اُن سے کہا کہ اسپر بڑے پیر کی نیاز دیدو۔ یہ طالب علموں کا طبقہ ہوتا ہے آزاد سا وہ تیار ہو گئے۔ دوسرے طالب علم نے منع کیا کہ عوام کا عقیدہ اچھا نہیں۔ نیاز میں بزرگوں کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں پہلے صاحب نے کہا کہ یہ محض بدگمانی ہے اور کہا کہ مقصود یہ ہے کہ نیاز اللہ کی اور ثواب بزرگوں کو دوسرے طالب علم نے امتحان کیلئے بڑھیا سے سوال کیا کہ اللہ کا نام کی نیاز دیدیں اور ثواب بڑے پیر صاحب کو بخشدیں۔ کہنے لگی کہ نہیں بیٹا اللہ کے نام کی تو میں دلوا چکی۔ اسپر بڑے پیر کے نام کی دیدو۔ اُنہوں نے تاویل والے صاحب سے کہا کہ یہ تمہاری تاویل کو نہیں مانتی۔ دیکھیے یہاں تک نوبت پہونچی ہوئی ہے۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصلاح کا کام بڑا ہی نازک ہے اس میں ضرورت ہے شیخ کامل کی کیونکہ بدون مہارت فن نہ یہ خود تشخیص کر سکتا ہے اور نہ مریض کو شفا ہو سکتی ہے۔ طبیب جسمانی کی طرح یہ بھی ہے جب تک طبیب جسمانی فن میں حاذق نہ ہو گا مہارت نہ رکھتا ہو گا مریض کا اللہ ہی حافظ ہے۔ آجکل بزرگوں سے جو بیعت ہوتے ہیں تو محض بزرگ بننے کیلئے مگر یہ چیز جدا ہے اور اصلاح کا فن جدا ہے۔ بزرگی ولایت سب آسان لیکن انسانیت آدمیت کا پیدا ہونا مشکل۔ مولوی ظفر احمد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت ہیں ایک روز انہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت دعا فرماویں کہ میں صاحب نسبت ہو جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحب نسبت تو تم ہو مگر اصلاح کراؤ اور وہ اپنے ماموں سے (میں مراد ہوں) تو یہ چیز ہی جدا ہے اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر بزرگی ولایت کی تلاش ہے تو کہیں اور جاؤ دو چار ہی دن میں سب کچھ ہو جاؤ گے اور اگر انسانیت آدمیت لینا ہے اور انسان بننا ہے تو میرے پاس آؤ۔ یہاں تو انسانیت آدمیت تقسیم ہوتی ہے۔ اسیکو ایک شاعر نے لکھا ہے اُسنے تو ذرا سخت لکھا ہے اس طرح ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ۔۔۔ این جملہ شدی ولے مسلمان نشدی

اس میں یہ جملہ سخت ہے ولے مسلمان نہ شدی۔ میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

(ملفوظ ۴۵۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ فن بالکل ہی دنیا سے مفقود ہو چکا تھا اب اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد زندہ ہو گیا۔ اب جو اس میں نزاکت ہے وہ خفا کی وجہ سے نہیں بلکہ خود باعتبار فن ہی کے ہے۔ میں اسی نزاکت کی بناء پر یہاں تک خیال رکھتا ہوں کہ بعض خاوند اپنی بیوی کی طرف سے اپنی عبارت میں درخواست بیعت کا خط لکھتے ہیں مگر اس سے اُسکے جذبات کا پتہ نہیں چلتا۔ میں لکھد یتا ہوں کہ خود انکی عبارت میں خط لکھو جو وہ کہتی جائیں وہ لکھو اگر کوئی عنوان غیر واضح یا غیر مانوس ہو تو حاشیہ پر تم اُسکی شرح لکھدو مگر اُنکے درخواست کے الفاظ بجنسہ رہنے دو تاکہ میں اُس سے اُنکے فہم کا جذبات کا طلب کا عقل کا اندازہ کر سکوں وجہ یہ ہے کہ کام تو اُنہیں کو کرنا ہے اصلاح تو ان کی ہی مقصود ہے۔ غرض ہر بات میں طالب کی جانچ کرنا پڑتی ہے۔

(ملفوظ ۴۵۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نظرانہ حرف (ظ) سے صحیح ہے اور حرف (ذ) سے غلط ہے اس نظرانہ کے معنے ہیں کہ ہم آپ کی نظر سے گذارتے ہیں۔ اور نذرانہ کے معنے ہیں کہ ہمنے نذر یعنی منت مانی تھی وہ دیتے ہیں سو یہ تو صدقہ ہے جو غریبوں اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔ اور وہ ہدیہ کی شان ہے۔ اس میں لکھے پڑھے لوگ غلطی کرتے ہیں اور بہت سی ایسی ہی باتیں ہیں جن میں لوگ مبتلا ہیں۔

(ملفوظ ۴۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ لوگوں میں فہم نہیں جسکی وجہ سے غلطیوں میں ابتلاء ہے ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ فکر نہیں توجہ نہیں اسی لئے سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے اور مجھکو جو اسدرجہ تغیر ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ باوجود فعل اختیاری ہونیکے پھر یہ لوگ بیفکری سے گڑ بڑ کرتے ہیں۔ اگر فکر اور توجہ کریں تو ان سے ان غلطیوں کا صدور نہ ہو مگر اسکا قصد ہی نہیں کہ ہماری کسی بات سے کسی کام سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو اذیت نہ پھونچے بالکل بیفکرے ہیں جیسے کوئی جانور بیل گائے ہوتے ہیں۔ سو یہ تو جانوروں کی سی زندگی ہوئی۔ میں اسپر روک ٹوک کرتا ہوں تو خفا ہوتے ہیں بُرا مانتے ہیں۔ مگر یہ پھر بھی نہیں ہوتا کہ اپنی اصلاح کریں فکر اور توجہ پیدا کرنیکی سعی اور کوشش کریں۔ بیفکری کا مرض ایسا عام ہوا ہے کہ قریب قریب الاماشاء اللہ کوئی بچا ہو گا جو اس کا شکار نہ ہو چکا ہو مجھکو تو

رات دن سابقہ پڑتا رہتا ہے - اکثر ابتلاء شدہ ہی لوگ آتے ہیں - اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سارا عالم ہی اس مرض میں مبتلا ہے یا چھنٹ چھنٹ کر ایسے لوگ میرے ہی پاس آتے ہیں - غرض مجھکو تو اکثر ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے واللہ اعلم بالصواب

(ملفوظ ۲۸۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ حب دنیا پکارنے والے سب سرسید احمد خاں کے چیلے چانٹے ہیں وہ بھی گیت گاتے گاتے بیچارے مر گئے اور اب انکی باری ہے عمر گذر گئی ان لوگوں کی صدا سنتے ہوئے ترقی ترقی لیکن اس معمے کا حل ہی نہ ہوا کہ آخر ان کا منشا ہے کیا - نصوص کا انکار ہے صاف تو کہتے نہیں مگر قرآن و حدیث میں کتر بونت تحریف کرتا یہ ان لوگوں کا شغل غالب ہے جس سے انکار نصوص کا شبہ ہوتا ہے پھر طرفہ یہ کہ اس ترقی کی باب میں ان لوگوں نے جسقدر تدابیر غیر مشروع اختیار کیں روز بروز اجتماعی طور پر مسلمانوں کا تنزل ہی تنزل دیکھا اور ذلت ہی گلوگیر دیکھی - اور بفرض محال اگر احکام اسلام اور شریعت مقدسہ کو پامال کر کے ترقی ہو بھی گئی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی تو کہلائے جانیکی قابل ہوگی نہیں تو پھر اپنے کو مسلمانوں میں شمار کر کے کیوں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہو - جو دل میں ہے صاف ہی کہہ دو اور جو قوم پہلے سے حکومت یافتہ اور ترقی یافتہ ہے اُس میں کھلم کھلا ہی کیوں نہیں مدغم ہو جاتے - باقی اس کتر بونت سے کیا فائدہ کہ کہیں قرآن کے معنے بدلتے ہیں کہیں حدیث کو جھٹلاتے ہیں - یہ نیچریت بھی زندقہ اور الحاد کا زینہ ہے - پھر اُس ترقی کے نہ حدود ہیں نہ اصول میں نے ایک مرتبہ اپنے بیان کے اندر لکھنؤ میں اسکے متعلق بیان کیا تھا اُس بیان میں نو تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ تھا جسمیں اکثر وکلاء اور بیرسٹر بھی تھے - میں نے بیان کیا تھا کہ ترقی ترقی کے ترانے تو سنے جاتے ہیں لیکن اسکے کچھ اصول حدود بھی ہیں یا نہیں کیا ہر ترقی مطلوب اور محمود ہے اگر کوئی حدود اور اصول نہیں اور ہر ترقی مطلوب ہے تو مرض کی وجہ سے جو جسم پر ورم ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ فربہ نظر آنے لگتا ہے تو یہ بھی تو ترقی کی ایک قسم ہے تو اسکے انسداد یا ازالہ کی تدابیر طبیبوں اور ڈاکٹروں سے کیوں کراتے پھرتے ہو اور کیوں فیس دیتے ہو جو جواب تم اس کا ہمکو دوگے کہ وہ ترقی مطلوب اسکو شامل نہیں وہی جواب تمکو ہم اس کا دینگے کہ جو ترقی حدود شرعیہ سے تجاوز کر کے یا احکام اسلام کو پامال کر کے تم حاصل کرو گے وہ ترقی مطلوب اسکو شامل نہیں اسپر سب

خوش ہوئے اور بہت زیادہ اثر ہوا۔ خدا معلوم تدابیر مشروع اور منصوصہ پر عمل کرتے ہوئے کیوں سر کٹتا ہے۔ ارے بطور امتحان ہی اُن پر عمل کر کے دیکھ لو کوئی زہر تو نہیں ہے کہ گلے سے اترتے ہی ہلاکت ہو جائیگی یا کوئی سانپ تو نہیں کہ ہاتھ لگاتے ہی تمکو ڈس لیگا۔ آخر تم ہی سمجھو کہ ساری عمریں تمہاری بھی کھپ گئیں اب تو تجربہ بھی ہو گیا پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں مشاہدات واقعات کے بعد تو رائے بدل جاتی ہے۔ آخر کیا اب تک دوسروں کی گداگری نہیں کر چکے ہو۔ اب ذرا اُن کے سامنے بھی سر رکھ کر دیکھ لو اور یہ سر رکھ کر دیکھنا اگر اخلاص سے نہیں تو بہ نیت تدابیر ہی سہی بطور امتحان ہی سہی۔ بہت کچھ بتوں کی پرستش کر کے دیکھ لیا۔ اب ذرا خدا کو بھی سجدہ کر کے دیکھ لو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اسیکو فرماتے ہیں ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش آزموں را یک زمانے خاک باش

دیکھئے مولانا بھی آزموں را ہی فرما رہے ہیں از خلوص را نہیں فرمایا۔ ذرا کر کے تو دیکھو پھر یہ ثمرہ ہوگا جسکو مولانا فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

باقی تدابیر غیر مشروعہ پر مسلمانوں کی ترقی کا خواب دیکھنا یہ اس سے کم نہیں جسکو مولانا فرماتے ہیں

ہر چہ کردند از علاج و از دوا رنج افزوں گشت و حاجت ناروا

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند آن عمارت نیست ویراں کردہ اند

بے خبر بودند از حال دروں استعیذ اللہ مما یفترون

خلاصہ یہ کہ تم سب کچھ کر کے دیکھ چکے حکومت میں بھی مدغم ہو کر دیکھ لیا۔ ہندوؤں سے بھی دوستی کر کے دیکھ لی مگر ہر قدم پر وہی قصہ ہوا کہ فر من المطر وقر تحت المیزاب یعنی بارش سے بھاگی اور پرنالے کے نیچے جا کھڑے ہوئے ان باتوں میں کیا رکھا ہے یہ تو اس کا مصداق ہے کہ خسر الدنیا والاخرۃ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ اسیکو کسی نے خوب کہا ہے ؎

بگاڑا دین کو اپنے کہیں دنیا ہی بنجائے نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ دنیا کی مزہ پائے

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تمام اہل مدارس دینیہ کو رائے دیتا ہوں کہ ہر مدرسہ کی طرف سے کچھ مبلغ بھی ہونے چاہئیں یہ سنت نبویہ ہے اور پڑھنا پڑھانا مقدمہ ہے اسی مقصود کا - اصل مقصود تبلیغ ہی ہے اور ایک بات اور تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ مبلغین سے چندہ کا تعلق نہ ہونا چاہئے صرف احکام بیان کرنا ترغیب اور فضائل بیان کرنا ان کا کام ہو اس سے لوگوں کو بہت نفع پہونچتا ہے مگر اہل مدارس اسطرف توجہ ہی نہیں کرتے عرصہ ہوا غالباً ان تحریکات سے چودہ پندرہ برس قبل میں مدرسہ دیوبند والوں کو اس کا مشورہ دیا تھا کہ ملک کے تمام اطراف میں باقاعدہ مبلغین کی جماعت جاتے رہنا چاہئے جنکا کام صرف تبلیغ ہو اور ہر شہر میں اُسکی آبادی کی نسبت سے مبلغ یا اُن کی آمد و رفت رہنا چاہئے مگر کوئی خاص انتظام نہیں ہوا ان مدارس کے متعلق میری ایک یہ رائے ہے کہ مدارس دینیہ میں صنعت و حرفت کا بھی انتظام کیا جائے خواہ طلبہ اس کام کو بعد میں نہ کریں لیکن سکھایا ضرور جائے اسلئے کہ آجکل عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سوائے اسکے انکو اور کچھ نہیں آتا اسلئے اپنا محتاج سمجھتے ہیں اور اس سے تحقیر کرتے ہیں اگر کوئی دستکاری وغیرہ سیکھ لیں اور کسی وقت کسب معاش کی ضرورت ہو تو اپنے کام میں تو لگ جائیں گے اور اس طرح پر چندے کرتے اور مانگتے نہ پھریں گے کہ اس میں غایت تحقیر ہے -

(ملفوظ ۲۴۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مدعی عقلاء کہلاتے ہیں مگر باتیں انکی جسقدر ہیں اُن میں عقل کا نام و نشان بھی نہیں - یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب ایک ہی کام میں لگجائیں - جیسا یہ لوگ چاہتے ہیں - یہ کوئی کام کرنے کا طریقہ نہیں - اب حکومت ہی کی جماعتوں کو دیکھ لیا جائے - پولیس اپنی خدمت پر ہے فوج اپنی خدمت پر - دفتری لوگ اپنے کام پر غرض ہر جماعت اپنے اپنے کام میں مشغول ہے اگر سب سرحد ہی پر پہونچ جائیں تو اندرون ملک کا کیا انتظام ہو اور اگر سرحد کے لوگ دفتروں میں آکر گھس جائیں تو بیرون ملک کا کیا انتظام ہو - سب گڈمڈ ہو جاوے کوئی کام بھی نہ ہو سکے - ایسے ہی ایک شخص مکان بنانا چاہتا ہے اور وہ یہ

چاہے کہ سب کام کرنیوالے ایک ہی کام پر لگ جائیں تو کیسے مکان تیار ہو سکتا ہے۔ مثلاً معمار ہے مزدور ہے لوہار ہے۔ بڑھئی ہے تو اگر سب کے سب لکڑی ہی چیرنے لگیں تو اور کام کون کریگا علیٰ ہذا اسی طرح سبکو سمجھ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ایک کا کام دوسرا اطمینان کی ساتھ کر بھی نہیں سکتا۔ اب معمار لوہار کا کام آسانی کی ساتھ کس طرح کر سکتا ہے۔ بڑھئی کا کام مزدور کیسے کر سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی کام پر اگر سب جمع ہو جائیں تب کام بھی نہیں ہو سکتا اور ایک کا کام دوسرا بھی نہیں کر سکتا جب یہ بات ہے تو یہ ان عقلاء کا یہ کیسے خیال ہے کہ سب جماعتیں مسلمانوں کی ایک ہی طرف متوجہ ہو کر ایک کام پر لگ جائیں۔ جو حجروں کے اندر ہیں اُنکو حجروں میں رہنے دو۔ اُن سے دعاء کا کام لو جو مدارس میں ہیں انکو پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنے دو تاکہ آئندہ کیلئے مسئلہ مسائل بتلانیوالی جماعت تیار ہو جو استفتے کا کام کر رہے ہیں اُن سے وہی کام لو۔ جو جماعت تبلیغ کرنیوالی ہے اُسکو تبلیغ کرنے دو۔ کام کو کام کے طریقہ سے کرو یہ گڈ مڈ کیسی اسطرح سے تو کوئی کام بھی نہ ہو گا۔

(**ملفوظ** ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض کفار پر تو مجھکو بہت ہی غیظ ہے۔ انکی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان پھونچا اور ہزاروں مسلمانوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ ہجرت کا سبق پڑھایا شدھی کا مسئلہ سکھلایا۔ مسلمانوں کو عرب چلے جانیکی آواز اُنہوں نے اُٹھائی۔ قربانی گاؤ پر اشتعال ہندوؤں کو انہوں نے دلایا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں بلکہ ایمان جان مال جاہ مسلمانوں کے سب چیزوں کے دشمن ہیں۔ مگر بھولے بھالے مسلمان خالی الذہن ہو کر دھوکا میں آگئے اور وہ بھی بعض دوست نما دشمن لیڈروں اور اُنکے ہم خیال مولویوں کی بدولت اور اس میں بھی زیادہ تر مولویوں کی وجہ سے۔ پھر جب یہی لوگ پھسل گئے تو عوام بیچارے مسلمان بھی سمجھے کہ مولوی صاحبان تو ٹھیک ہی کہہ رہے ہونگے اسوجہ سے زیادہ دھوکہ ہوا۔ ایک اخبار میں سب اہل کمال کے نام چھپے تھے اُس میں لکھا تھا کہ تواضع میں دنیا کے اندر کون بڑا ہوا ہے وہ فلاں طاغوت ہے۔ یہ چھاپنے والے یا انتخاب کرنیوالے بھی کوئی آج ہی کل کے عقلاء میں سے ہونگے۔ مکر و فریب ذلت و چاپلوسی کا نام تواضع رکھا ہے۔ محض کہیں تواضع کا نام سیکھ لیا ہے اسکے معنے اور حقیقت سے بیخبر ہیں۔ ایک صاحب مجھسے کہنے لگے کہ ہندو بالاتفاق فلاں کا

اتباع کر رہے ہیں۔ کیا مسلمانوں میں کوئی ایسی شخصیت نہیں کہ سب مسلمان اسکا اتباع کریں
میں نے کہا کہ ہندوؤں میں دنیا کی عقل ہے وہ سمجھتے ہیں کہ تفرق میں ہماری دنیا کا نقصان ہے
سب نے ملکر ایک کو بڑا بنالیا۔ دوسرے یہ کہ جس چیز کی اُسنے دعوت دی وہ پہلے سے سب کی
قلوب میں ہے سب اُس طرف دوڑ پڑے اور اس کا اتباع کرنے لگے۔ تیسرے یہ کہ آپکو اس میں
تو شبہ ہوا مگر اس میں شبہ نہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جو مامور من اللہ ہو کر دنیا میں آئے تھے
اُنکے کسقدر لوگ مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور شیطان کے کسقدر۔ حدیث شریف میں آیا ہی
کہ میدان محشر میں بعض نبی ایسے ہونگے کہ اُن کے ساتھ ایک اُمتی بھی نہ ہوگا اس کا کیا جواب ہے
اور یہاں کیا کہوگے۔ اور اگر اس آپکے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں اس کمال کا کوئی نہیں
جیسا فلاں شخص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے پاس بھی چندے رہئے اور میں جنکے
نام بتاؤں اُنکے پاس بھی رہکر دیکھ لیجئے۔ معلوم ہو جائیگا کہ وہ شخص صاحب کمال ہے یا جنکے میں نام
بتاؤں وہ صاحب کمال ہیں اور اگر یہ بات ہے کہ جب مسلمانوں میں ایسی شخصیتیں اور ہستیاں ہیں تو
پھر مسلمان انکو کیوں نہیں تسلیم کرتے تو یہ سوال ہمسے کرنیکا نہیں اُن مسلمانوں سے سوال کیجئے کہ
کیوں تسلیم نہیں کرتے جیسے ایک عالم امام ہو اور اُسکے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے تو ان مقتدیوں
ہی سے سوال کیا جائیگا کہ تم انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور اگر ان عالم سے سوال ہوگا وہ تو یہی
جواب دیں گے کہ مجھکو کیا خبر کہ میرے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔

(**ملفوظ** ۲۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص پوسٹ مین قوم سے برہمن وہ کہتا تھا کہ یہ قوم ہندو
بہت ہی متعصب ہوتی ہے کہ گئو ہتیا سے تو بچتے ہیں مگر آدمی ہتیا کرتے ہیں اور یہ واقع میں
یہی بات

(**ملفوظ** ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بخیل اور جبان آدمی کبھی کسی کی ہمدردی نہیں کرسکتا۔
سخی اور شجاع شخص ہمدردی کرسکتا ہے۔ سخی مال سے ہمدردی کرے گا اور شجاع جان سے۔

(**ملفوظ** ۲۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو اس بات پر شاکرانہ فخر ہے کہ میں نے اللہ کے فضل
سے اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے فن تصوف کو بیحد سہل کردیا مگر ایک ندوی مولوی صاحب
ہیں اُنہوں نے مجھسے مکاتبت کرنے کے بعد بطور نتیجہ کے اسکو سخت بتلایا۔ اس فن کو میں نے

اُس مکاتبت میں سارا فن دو جملوں میں اُنکے سامنے رکھدیا تھا۔ یعنی میں لکھدیا تھا کہ اس فن میں انفعالات مقصود نہیں افعال مقصود ہیں مگر اُنہوں نے اسکی یہ قدر کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر اہل علم میں بھی فہم کی بیحد کمی ہے۔ اصل میں وہ یہ چاہتے تھے کہ توجہ و تصرف سے کام ہو جائے کچھ کرنا نہ پڑے۔ سو ہمتو طالب علم لوگ ہیں۔ ہمکو توجہ وغیرہ نہیں آتی ہمکو تو حضرات انبیاء علیہم السلام کی سی تعلیم آتی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہی کام تھا کہ تعلیم فرماتے تھے اور اسکی ساتھ شفقت اور دعا سے بھی کام لیتے تھے اور یہ تصرف تو پہلوانی کی سی مشق ہو گئی کہ نظر کی گر پڑے۔ اڑنگا لگادیا گر پڑے۔ اور اگر اصلی کام کرنیکے بعد کسی میں پہلوانی کی بھی صنعت ہو تو یہ بھی ایک مستقل کمال ہے۔ گو غیر مقصود ہے مگر ایسے سے کیا پہلوانی کرے کہ جو ابھی بیچارا کچھ بھی نہیں جانتا فن سے بے خبر اُسپر کیا اڑنگا اور کیا داؤ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ گو وہ من وجہ کمال تو ہے مگر کس درجہ کا۔ سو لوگوں نے ان چیزوں کو ولایت کے درجہ میں سمجھ رکھا ہے مگر یہ محض لغو خیال ہے پھر استطراداً اُن مذکور مولوی صاحب کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک اسپر مجھکو تعجب ہوا کہ اُن مولوی صاحب نے کہا کہ معارف قرآن میں فلاں شخص سے (اس سے میں مراد ہوں) زیادہ جانتا ہوں اور تعجب اسپر نہیں کہ میرے علم کی نفی کی۔ اسلئے کہ واقع میں میں عالم نہیں اور یہ نفی صحیح ہے سو اسپر تعجب نہیں مگر تعجب اسپر ہے کہ اپنے کو عالم لکھا۔ اور خدا جانے معارف قرآن کے معنے بھی سمجھتے ہیں یا نہیں کس چیز کو معارف سمجھ لیا۔ یہ سطحی لوگ ہیں۔ پھر سطحی کی ایک مثال بیان کی کہ ایک مولوی صاحب میرے دوست ہیں اور ہیں بڑے ذہین ایک روز کہنے لگے کہ متبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو متبحر اور ایک مچھلی متبحر۔ کدو تو تمام سمندر پر پھر جاتا ہے مگر اُسکو سمندر کی تہ کی خبر نہیں اور مچھلی عمق میں پہونچتی ہے۔ تو یہ آجکل کے متبحر کدو متبحر ہیں کہ اوپر ہی اوپر سطح کے پھرتے ہیں آگے اندر کی کچھ خبر نہیں واقعی بات تو کام کی کہی۔

۲۲ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی (یہ نعمانی خوب لگایا جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید امام صاحب کی اولاد میں ہوں) یہ بھی سرسید احمد خاں کے قدم بقدم ہی ہیں۔ سیرت نبوی لکھی ہے جسپر آجکل کے نیچری فریفتہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں ہیں۔ نبوت۔ سلطنت۔ ان میں سے صرف ایک شان سلطنت کو ان لوگوں نے لیا۔ اسکو شبلی

نے بھی لیا ہے - دوسری شان کو قریب قریب چھوڑ دیا - یہ لوگ اسکو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ اصل شان نبوت ہے - ملکیت اُسکی تابع ہے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں - یہ سب نیچریت کا اثر ہے - ان لوگوں کے قلوب میں نہ دین ہے نہ کسی کی دینی عظمت - خود انبیاء علیہم السلام کی نہیں - اولیاء کی تو کیا ہوتی - نمونہ کے طور پر معراج ہی کو لیجئے - اس میں کسقدر گڑبڑ مچا رکھی ہے حالانکہ موٹی بات ہے اگر حضور کو خواب ہی میں معراج ہوتی بیداری میں نہ ہوتی تو جسوقت کفار نے تکذیب کی اور کہا کہ بیت المقدس کا نقشہ بیان کرو اور فلاں فلاں چیزیں بتلاؤ تو حضور فرما دیتے کہ وہ تو ایک خواب تھا اس سوال سے آپ کو خاص اہتمام کیوں ہوتا اور یہ اختلاف ہی نہ پڑتا اس حالت میں ان لوگوں کا اقرار شرائع ایسا ہی ہے جیسے کسی سر پڑی چیز کا نباہنا پڑجاتا ہے - جو جی میں آیا لکھ مارا نہ اصول ہیں نہ نقول محض ناکافی عقل سے کام لینا چاہتے ہیں - یہ نہیں سمجھتے کہ جب سلف کا اتنا بڑا طبقہ کسی چیز کا قائل ہے یہ اتنا ہی سمجھ لیتے - خدا معلوم ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے - جب اسقدر فہم اور عقل اور سمجھ نہیں تو پھر اپنے منصب سے زیادہ مباحث میں کیوں دخل دیتے ہیں - عقلاً و نقلاً محقق ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتے ہیں - جبتک کوئی قوی صارف نہ ہو - ورنہ پھر نصوص کوئی چیز ہی نہ رہیں گے جو جس کے خیال میں آیا یا اپنی رائے میں آیا کہدیا - پھر یہ کہ تمہاری کوئی کس طرح ماننے لگا جبکہ سلف کے اتنے بڑے طبقہ کی تم نہیں مانتے پھر تو سب معاملہ ہی درہم برہم ہو جاویگا - پھر جب بزعم تمہارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام - تابعین - تبع تابعین - ائمہ مجتہدین کسی مسئلہ کو نہ سمجھ سکے تو تم بد عقل بد فہم کیا سمجھوگے - چہ نسبت خاک را با عالم پاک - اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظر بالکل سطحی ہوتی ہے گو کسی کی وسیع بھی ہو کیونکہ وسعت تو تبحر ہے مگر خود متبحر کی دو قسمیں ہیں جو ایک مولوی صاحب نے بیان کی تھیں کہ ایک کدو متبحر ہے ایک مچھلی متبحر - سو کدو تو اوپر اوپر بھرتا ہے اور تمام سمندر کو دیکھ لیتا ہے مگر اسکو قعر دریا کی خبر نہیں اور مچھلی عمق پر پھونچتی ہے - سو یہ آجکل کے اس قسم کے لوگ اگر متبحر بھی ہوں تو کدو متبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں - حقیقت کی کچھ خبر نہیں - بس ان لوگوں کو چند چیزیں یاد ہیں وہ بھی کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا - نہ مبادی ہیں نہ اصول نہ فروع - من گھڑت جو جی چاہا جو منہ میں آیا بکدیا یا لکھ مارا - ساری دنیا کو اپنی طرح اندھا سمجھتے ہیں - اس کا بھی تو ان لوگوں کو

۳۳

خیال نہیں کہ آخر اور بھی تو دنیا میں لکھے پڑھے لوگ موجود ہیں وہ ہماری ان لچر اور بیہودہ تحریرات کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔ یہ سب قلوب میں دین نہ ہونیکے آثار ہیں۔ اللہ بچائے بد دینی اور جہل سے یہ دونوں بری بلائیں ہیں۔

(ملفوظ ۲۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے تھے نہایت صفائی کی باتیں کیں۔ بڑا جی خوش ہوا۔ خوش فہم اور سمجھدار آدمی تھے۔ ملتے ہی کہنے لگے کہ شاید بعد میں آپکو یہ معلوم ہوکر کہ یہ فلاں جماعت کا شخص ہے تنگی ہوتی اسلئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ میں عامل بالحدیث ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپکے صدق اور خلوص کی قدر کرتا ہوں۔ اور میں بھی صاف بتلائے دیتا ہوں کہ ہمارے یہاں اتنی تنگی نہیں کہ محض فرعی اختلاف سے انقباض ہو ہاں جن لوگوں کا شیوہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بدتمیزی اور بدتہذیبی سے کلام کرنا ہے ایسے لوگوں سے ضرور لڑائی ہے۔ یہ مولوی صاحب حسین عرب صاحب کے پوتے ہیں جو بھوپال میں تھے۔ کئی روز رہے اور بڑے لطف سے رہے۔ ویسے بھی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ ان لوگوں کو عامل بالحدیث ہونیکا بڑا دعوی ہے۔ دوسروں کو بدعتی اور مشرک ہی سمجھتے ہیں کہتے تھے کہ یہاں پر تو کوئی بات بھی حدیث کے خلاف نہ دیکھی۔ دو مسئلے بھی پوچھے ایک تو یہ کہ اہل قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے اسپر انکو حیرت ہوگئی کہ حدیث سے اہل قبور سے فیض ہونا کہاں ثابت ہوگا اسلئے کہ ساری عمر حدیث میں گذر گئی کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ سنئے ترمذی میں حدیث ہے کہ کسی صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ وہاں ایک آدمی سورہ پڑھ رہا تھا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سورت مردہ کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ دیکھئے قرآن کا سننا فیض ہے یا نہیں اور مردے سے قرآن سنا تو اہل قبور سے فیض ہوا یا نہیں۔ بیحد مسرور ہوئے خوش ہوئے کہا کہ آج تک اس طرف نظر نہ گئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتیٰ کا پوچھا اور کہا کہ انک لا تسمع الموتیٰ قرآن میں ہے جس سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی اسلئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتیٰ سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے تو یہاں

وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے اور اموات کا سماع و عدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ میں تماثل ہوتا ہے۔ پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسا ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع۔ بیحد دعا دی۔ پھر بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ اس میں تعجیل مناسب نہیں۔ پھر بیان کیا کہ میں فلاں عالم غیر مقلد سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تکرار بیعت کی کیا ضرورت۔ کہنے لگے کہ اُن سے بیعت توبہ ہو جاویگی آپ سے بیعت طریقت۔ میں نے کہا کہ یہ تبلائیے کہ اُنہوں نے بوقت بیعت آپ سے کیا عہد لیا تھا۔ کہا کہ کتاب سنت پر عمل اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ یہی یہاں ہے اسکے علاوہ اور کوئی چیز نہیں پس مقصود حاصل ہے۔ اسپر سوال کیا کہ کیا تکرار بیعت خلاف شریعت ہے۔ معصیت ہے۔ میں نے کہا کہ معصیت تو نہیں مگر بواسطہ مفضی ہو سکتی ہے معصیت کی طرف وہ یہ کہ جب شیخ اول کو معلوم ہوگا کہ یہاں کے تعلق کے بعد فلاں جگہ تعلق پیدا کیا تو بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ انقباض کا اثر قبول کرتی ہیں تو اس اثر سے حب فی اللہ میں کمی ہوگی یا بالکل ہی زائل ہو جائیگی۔ پھر اسکے ساتھ ہی تکدر ہوگا اور یہ تکدر اذیت ہے اور حب فی اللہ کا بقا واجب ہے اور اذیت سے بچانا بھی واجب ہے اور یہ تکرار بیعت سبب ہوا اس واجب کے اخلال کا تو بواسطہ مفضی ہوا معصیت کی طرف۔ حیرت میں تھے بیچارے کہ یہاں تو ہر چیز حدیث کے ماتحت ہے۔ سمجھ تو گئے ہونگے کہ ہم حدیث قرآن کو خاک نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہر چیز بقدر ضرورت قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالے اپنے بزرگوں سے ضرورت کی ہر چیز کانوں میں پڑ چکی ہے جسنے زیادہ کتابوں کے دیکھنے سے بھی مستغنی کر دیا ہے۔ اور کتابیں تو پہلے ہی سے نہیں آتی تھیں نہ کبھی طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ کنج وکاوش کیگئی اور نہ اسکے بعد کتب بینی کی طرف رغبت ہوئی۔ پس یہ جو کچھ ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت اور خداوند جل جلالہ کا فضل ہے کہ گاڑی کہیں اٹکتی نہیں۔

۲۴ جمادی الاولی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مکہ میں جو خاندانی اصل عرب ہیں وہ نہایت خلیق ہیں مگر زیادہ تر مکہ میں سندھی۔ ہندی۔ بنگالی لوگ آباد ہیں۔ بخلاف مدینہ منورہ کے کہ وہاں پر باہر کے لوگ کم ہیں۔ نیز ہر جگہ کی آب و ہوا کا اثر بھی جدا ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق میں قدم رکھنے سے بھی پہلے فنا کی ضرورت ہے لیکن اگر قدم رکھنے کے بعد بھی فنا کی شان نہ ہوئی تو محروم ہے۔ غرض یہاں فنا ہی کے بعد کچھ ملتا ہے۔

(ملفوظ ۲۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہم لوگ کام ہی کیا کر رہے ہیں اور کیا کر سکتے ہیں جسکو ظاہر اور مشتہر کیا جائے۔ میں تو بحمد اللہ نہ صراحۃً نہ اشارۃً نہ تحریرًا نہ کلامًا کبھی اس کا ذکر تک بھی نہیں کرتا کہ یہاں پر کوئی کام ہو رہا ہے۔ دوسرے اگر کچھ ہوتا بھی تو پابندی تو آزادی کے خلاف اور بدون پابندی کے قابل ذکر نہیں اور اصلی اثر اس طریق کا غیر ضروریات سے آزاد رہنا ہے چنانچہ اس آزادی ہی کے سبب جب زمانہ تحریکات میں خانقاہ خالی کرانیکا واقعہ پیش آیا۔ تحریکات سے میری علیحدگی کے سبب اہل تحریک کو جوش اُٹھا کہ خانقاہ خالی کرائی جاوے اُسوقت میں سفر میں تھا۔ یہاں یہ تجویز ہو رہی تھی کہ خانقاہ خالی کرائی جائے۔ سفر سے واپس آنے کے بعد میرے کانوں میں پڑا کہ یہ تجویز ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں ہم خود ہی خالی کر دیں گے۔ الحمد للہ یہ آزادی کا اثر تھا۔ نیز آدمی کسی بات کے پیچھے پڑ کر کیوں اپنا وقت خراب کرے یہ تو بیکار لوگوں کے کام ہوتے ہیں۔ ماموں امداد علی صاحب کا تکیہ خالی پڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ وہاں جا بیٹھیں گے اور اگر وہاں بھی نہ ہو جنگل میں سہی۔ اور تھانہ بھون اور اس کا جنگل بھی نہ ہو اور کہیں کا سہی کسی خاص جگہ میں رکھا گیا ہے۔ مگر میں نے یہ خیال کسی پر ظاہر نہیں کیا اتفاق سے تکیہ کی نگرانی کیلئے میرے ماموں زاد بھائی نے جو اُس تکیہ کے متولی تھے مجھ سے کہا کہ ایک آدمی تکیہ کیلئے تجویز کر دو۔ ایک طالب علم نئے آئے تھے میں اُنکو وہاں پھونچانے گیا۔ اِدھر خفیہ خفیہ ایک محضر نامہ پر خاص خاص لوگوں کے دستخط کرائے جا رہے تھے کہ خانقاہ خالی کرائی جاوے۔ میں جو اُن طالب کو تکیہ میں پھونچانے گیا تمام ماحول سے عام طور سے لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ تکیہ میں اسی واسطے گیا ہے کہ

وہاں ذاکرین کے قیام کا انتظام کر کے خانقاہ کو خالی کر دیگا۔ خدا کی قدرت کہ جن لوگوں نے اس کا بیڑا اُٹھایا تھا کہ خانقاہ خالی کرائی جائے اُن ہی لوگوں نے آکر معافی چاہی اور خوشامدیں کیں۔ میں نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھکر کہا کہ یہ آپ کا محض خیال ہے کہ میں خانقاہ خالی کر رہا ہوں۔ میں نہ خود آیا اور نہ خود جاؤں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بٹھلایا ہوا ہوں از خود کیسے خالی کر دونگا اور دل میں یہ تھا کہ بدون کسی کی تحریک کے خود تو خالی کروں گا نہیں لیکن تحریک کرنے سے اگر بھنگی کا بچہ بھی خالی کرنے کو کہیگا فوراً خالی کر دوں گا۔ میری کوئی ملک تھوڑا ہی ہے مال وقف ہے جس میں سب مسلمانوں کو برابر حق ہے۔ میں تو اسی ملک نہ ہونیکے خیال سے تمام خانقاہ میں سے بقدر ضرورت جگہ تصرف میں لاتا ہوں یعنی جہاں بیٹھکر ڈاک وغیرہ کا کام کرتا ہوں اور ڈیکس رکھا ہے اور ایک چھوٹا سا حجرہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو بہت ہی مختصر ہے بلکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ والا یہ حجرہ بھی بوقت ضرورت ذاکرین یا طلباء کے سپرد کر دیتا ہوں مجھکو خود ہی غیر ضروری قصوں جھگڑوں سے وحشت ہے۔ چنانچہ خود گھر میں اگر ضرورت سے زیادہ چیز ہوتی ہے تو الجھن ہوتی ہے۔ بعضے لوگ محبت کی وجہ سے اکثر ایسی چیزیں لے آتے ہیں کہ جو قابل استعمال نہیں ہوتیں انکو فروخت کر دیتا ہوں اور ضرورت کی چیز خرید لیتا ہوں۔ بہت جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ خانقاہوں میں پشت در پشت تک کی چیزیں محفوظ ہیں اور باقاعدہ ملازم اُن کی حفاظت کیلئے رکھے ہوئے ہیں۔ تو ان صاحبوں کا قلب کیا ایک سرائے ہے۔ اسی خلو خانقاہ کی تحریک کے زمانہ میں ایک عجیب قدرتی لطیفہ ہوا۔ ایک متمول شخص تھے راندیر میں انہوں نے وصیت کی یہاں کیلئے چار ہزار اٹھائیس روپیہ کی۔ وہاں سے ایک صاحب نے لکھا کہ حسب وصیت چار ہزار روپیہ وہاں کا جمع ہے باضابطہ سب رجسٹرار کے سامنے وصول یابی کی تصدیق کر دینے کی ضرورت ہوگی جب کہو روپیہ بھیجدیا جاوے۔ میں نے لکھدیا کہ ہم اس تصدیق کیلئے رجسٹرار کے پاس نہ جاویں گے۔ اُنہوں نے لکھا کہ خیر کوئی مجسٹریٹ ہو قصبہ میں انکی تصدیق کرا دیں۔ میں نے کہا کہ مجسٹریٹ تو ہیں اور ایسے ہیں کہ گھر پر آسکتے ہیں مگر ہم نہ اُنکو تکلیف دینا چاہتے ہیں اور نہ خود تکلیف اُٹھائیں گے۔ اُنہوں نے لکھا کہ پھر کیا ہو ہم تو ضابطہ سے مجبور ہیں میں نے لکھا کہ علماء سے استفتاء کر لو کہ ایک ایسی مشروط وصیت تھی اور ان شرائط کو فلاں مدرسہ

کے کارگزاری تسلیم نہیں کرتے اب ہمکو کیا کرنا چاہئے۔ اسپر لکھا کہ بہت اچھا ہم روپیہ بھیجتے ہیں اور ایسی کوئی تصدیق وغیرہ نہیں چاہتے صرف دو طالب علموں کی شہادت لکھا دو۔ میں نے اسکو منظور کرلیا۔ چنانچہ روپیہ آگیا۔ اتفاق سے اُس روز یہاں پر دو گورنمنٹ افیسر موجود تھے ایک ڈپٹی کلکٹر اور ایک سب جج۔ میں نے دونوں کی تصدیق کراکر بھیجدی بیحد خوش ہوئے۔ انسان کو چاہئے کہ کام کرے اللہ کے واسطے اور اللہ پر نظر رکھے تو سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ میں ایک آسانی یہ ہوئی اور اسی بناء پر میں نے اسکو قدرتی لطیفہ کہا کہ وہ زمانہ وہ تھا جسمیں خانقاہ خالی کرائی جاتی ہے۔ اُسوقت کبھی کبھی یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ ایسا وسیع مکان دوسرا نظر میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چار ہزار روپیہ بھیجکر یہ وسوسہ دفع فرمادیا۔ اور اس واقعہ کے اجزاء سے اپنی آزادی محفوظ رہنے کا بھی انعام خداوندی ظاہر ہوا اور خادمان دینی کو تو آزاد ہی رہنا چاہئے ورنہ یہ کیسی واہیات ہے کہ اہل علم دین کی خدمت بھی کریں اور اوپر سے ان دنیاداروں کے نخرے بھی اُٹھائیں۔ چاپلوسی بھی کریں۔ اس میں تو سراسر ذلت ہے تحقیر ہے دین کی بھی۔ اہل دین کی بھی۔ مجھکو ہمیشہ ان باتوں کا خیال رہتا ہے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو کیونکہ یہ اہل دنیا اہل دین کو ان ہی رعایتوں کے سبب نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں اسلئے خصوص مالی معاملات میں مجھکو بڑی احتیاط ہی

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کام کیلئے کسی خاص مدرسہ وغیرہ کی بقاء تھوڑا ہی مقصود ہے مقصود تو کام ہے خواہ کسی جگہ سے ہو جاوے باقی بقاء تو بیت اللہ کا ضروری ہے اور کوئی چیز بھی اس درجہ کی نہیں اگر بدل جائے بدل جانے دو۔ اور آجکل جو زیادہ گڑبڑ ہو رہی ہے اُسکی وجہ یہ ہی کہ مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے۔ یہاں بحمد اللہ ہر چیز اپنی حد پر ہے اسلئے کچھ بھی الجھن یا گڑبڑ نہیں۔

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ اکثر لوگ دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اپنی مطلق فکر نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے تو بہت جلد سب کی اصلاح ہو جائے اور بہت سے عبث اور فضول سے نجات ہو جائے۔

(ملفوظ ۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ نجدیوں کے متعلق آپکی کیا رائے ہے۔ میں نے لکھا کہ محض نجدی ہیں اگر تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تو خوب ہوتا۔

اگر ایسا ہوتا تو مکہ سے آنیوالوں سے ہم لوگ یوں کہا کرتے ہے

باز گو از نجد و از یاران نجد تا در و دیوار را آری بوجد

ایک اور مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مجھکو اول تو محدثین سے محبت ہے اور پھر فقہاء سے اور پھر صوفیہ سے۔ میں نے لکھا کہ میری محبت کی ترتیب بالکل اسکے عکس ہے۔ پھر یہ مولوی صاحب حج کو گئے تو واپس آکر نجدیوں کی بہت شکایتیں لکھیں۔ میں نے جواب دیا کہ ان سب شکایات کا سبب نجدیوں میں اُسی چیز کی کمی ہے جسکو تم نے تیسرے درجہ میں رکھا تھا۔ باقی اپنی اپنی رائے ہے لیکن ہر حال میں ضرورت جامع کی ہے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اُس شخص کی صحبت اختیار کرو جو صوفی بھی ہو۔ فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو۔ وہ شخص صحبت کی قابل ہے۔ واقعی ٹھیک فرمایا۔ گو خود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ پر محدثیت کا رنگ غالب ہے مگر محقق ہونیکی شان سے یہ تحقیق فرمائی اور یہ ضروری بات ہے کہ اگر حدیث نہ جانتا ہوگا تو بدعت کی طرف مائل ہو جائیگا۔

(ملفوظ ۲۷۳) ایک شخص نے بخار کا تعویذ مانگا۔ بخار کا لفظ تو زور سے کہا اور تعویذ کو آہستہ سے جسکو حضرت والا سُن نہ سکے۔ فرمایا کیوں تکلیف دیتے ہو۔ معلوم نہیں بخار کے بعد آہستہ سے کیا کہدیا اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک واعظ تھا لٹیرا اُسکے گھر میں ایک مُرغ آگھسا اب اُسنے اسکو جائز کرنے کی صورت نکالی کہ اُس کا اعلان اس طرح کیا کہ یہ مُرغ تو چپکے سے کہتا اور کس کا ہے زور سے۔ جب کوئی نہ بولا بس کھا گئے۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ بخار کا تعویذ چاہیے۔ فرمایا کہ چپکے سے کس مصلحت سے کہتے تھے اگر کوئی خاص حکمت اس میں تھی تو ہمکو بھی بتلا دو تاکہ ہم بھی سمجھ جائیں اب مجھکو کیا خبر کہ بخار کا لفظ کہکر تم چپکے سے دعاء کرانیکو کہتے ہو یا تعویذ لکھوانیکو کہتے ہو۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ میں بیٹھا ہوا ایک ہی بات کو کہانتک کھرل کیا کروں۔ تم لوگ خدمت بھی لیتے ہو اور ستاتے بھی ہو۔ ایک دو ہو تو صبر بھی کر لوں۔ دل کو سمجھا لوں۔ اب جب سب کے سب ایسے ہی آتے ہیں تو کہانتک صبر کروں اور خاموش رہوں۔ خدمت کے طریق سے خدمت لی جائے۔ ہر وقت حاضر ہوں۔ باقی دق کر کے پریشان کر کے خدمت لینا سو میں کسی کا نوکر نہیں کسی کا غلام نہیں اچھا اب جاؤ اور اسوقت سے پاؤ گھنٹہ بعد آؤ اور پوری بات بلند آواز سے کہو مگر اس کا بھی خیال

رکھنا کہ کبھی آ کر آذان دینا شروع کر دو۔ کیونکہ جب گھر کی عقل نہیں ہوتی تو ہر بات میں گڑبڑ کرتا ہے مجھکو تو رات دن سابقے پڑتے ہیں۔ معترضین کا تو صرف یہ شغل ہے کہ گھر بیٹھے یک طرفہ بیانات پر فیصلے کہڑا کرتے ہیں اگر میری بھی سنیں یا یہاں چند روز رہکر دیکھیں تو حقیقت معلوم ہو کہ کون سخت اور بد خلق ہے اور کون نہیں۔ میری برابر تو دوسرے رعایتیں کر نہیں سکتے۔ مثلاً ایک شخص تعویذ کو آیا اور اُس وقت میں مشغول ہوں مگر اُس سے یہ نہیں کہا کہ اسوقت کام میں مشغولی ہے یا طبیعت کسلمند ہے کل آنا۔ جب کل آیا اور آیا صبح کیوقت اس سے کہدیا بھائی دوپہر کو آنا مگر لوگ ایسی جگہ خوش رہتے ہیں اور اسکو اخلاق سمجھتے ہیں۔ میرے یہاں تو یہ ہے کہ صاف بات ہو پوری ہو۔ دوسرے کاموں کو چھوڑ کر فوراً اس کا کام کر دیتا ہوں۔ مجھکو اس سے بیحد گرانی ہوتی ہے کہ ایک مسلمان میری وجہ سے محبوس ہے یا آنے جانیکی تکلیف میں مبتلا ہے اور ایسی رعایتوں کی ساتھ اگر کچھ کہتا سنتا ہوں وہ بالکل اصلاح کے ماتحت ہوتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ اخلاق وہ ہیں یا یہ ہیں۔

(ملفوظ ۲۶۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں حاضر خدمت ہوا تھا حضور نے خادم کو خدام میں داخل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے لکھا کہ بوجہ یا بلا وجہ۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں وہی ہوں اور آپ بھی وہی ہیں اور وہی نامناسب سوال ہے۔ ایسے ایسے سمجھدار اور فہیم لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ اب بتلائیے کہ یہ باتیں کیا ہیں۔ کیا قابل اصلاح نہیں۔

(ملفوظ ۲۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ساری خرابیاں طریق کی حقیقت سے بیخبری کی وجہ سے ہیں اور ابتو بحمد اللہ بہت لوگ واقف ہو چکے ہیں۔ لیکن باوجود معلوم ہو جانیکے ایک چیز اب بھی راہزن ہو رہی ہے اس راہ میں اور وہ دکاندار پیر اور مشائخ ہیں جن لوگوں کے اُن سے تعلقات ہیں وہ اُسکو نباہ رہے ہیں چھوڑنے کی ہمت نہیں ورنہ حقیقت سے اب قریب قریب بحمد اللہ تعالیٰ سب واقف ہو چکے ہیں اور یہ بات ایسی ہے جیسے کون نہیں جانتا کہ نماز فرض ہے روزہ فرض ہے حج فرض ہے۔ زکوٰۃ فرض ہے اور یہ سب شعائر اسلام سے ہیں مگر توجہ نہیں اور ان کی ادا کی فکر نہیں لیکن معلوم سبکو ہے۔ اسی طرح طریق کی حقیقت سے سب باخبر ہو چکے ہیں۔ مقلد ہوں خواہ غیر مقلد حنفی ہوں یا شافعی مالکی ہوں یا حنبلی بدعتی ہوں یا وہابی۔ خبر سب کو ہو گئی۔ باقی عمل کرنے نہ کرنے کا سوال دوسرا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدتوں کے بعد طریق زندہ ہوا ورنہ مردہ ہو چکا تھا

افراط و تفریط دونوں طرف ہو چکا تھا۔ منکرین طریق کو غلو کا درجہ انکار میں پیدا ہو گیا تھا اور متبعین طریق کو غلو کا درجہ اثبات میں پیدا ہو چکا تھا۔ اب طریق بحمد اللہ بے غبار ہے۔ صدیوں کسی نئے اہتمام کی ضرورت نہیں رہی اور جب ضرورت ہو گی اللہ تعالیٰ اپنے کسی اور خاص بندے کو پیدا فرما کر اپنا کام لے لیں گے الحمد للہ اس چودھویں صدی میں طریق کی حقیقت واضح ہوئی اور یہ سب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت ہے۔ یہ بزرگ اپنے زمانہ کے اور اس فن کے مجدد تھے۔ مجتہد تھے محقق تھے امام تھے۔ دیکھنے میں تو بظاہر ایک تھانہ بھون کے شیخزادہ معلوم ہوتے تھے۔ علم درسی بھی بظاہر نہ تھا لیکن یہ حالت تھی ؎

بینی اندر خود علوم انبیاء   بے کتاب و بے معید و اوستا

ان کی فیض روحانی اور باطنی سے تمام عالم منور ہو گیا ورنہ چہار طرف سے زندقہ اور الحاد و نیچریت و دہریت نے دنیا کو گھیر لیا تھا حق تعالیٰ نے ایسے پرفتن زمانہ اور پر آشوب میں ایسے شخص کو پیدا فرما کر اپنی مخلوق پر بڑا ہی فضل اور رحمت فرمائی۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے حضرت ہی کی دعاؤں کا ثمرہ اور برکت ہے ورنہ میرے اندر کوئی بھی چیز نہیں نہ علم ہے نہ فضل نہ کمال۔ اس بیان کے وقت حضرت والا کے اندر ایک جوش کی کیفیت تھی اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ اہل مجلس پر بیحد اثر تھا اور قریب قریب سب پر گریہ طاری تھا۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں گنہگار ہی سیاہ کار ہی لیکن آنیوالوں کو تو حق نہیں کہ وہ مجھکو ایسا سمجھکر میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں۔ ان کا تو اس میں نقصان ہے انکو تو اپنا نفع پیش نظر رکھکر مناسب برتاؤ کرنا چاہئے۔ جب میں خود کسی کو نہیں ستاتا تو مجھکو کیوں ستائیں بس اسی کی مجھکو شکایت ہے۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علماء نے اپنے علم کی قدر چھوڑ دی اور اسی وجہ سے کتابیں سمجھکر پڑھنا چھوڑ دیں ورنہ ان ہی کتابوں میں سب کچھ ہے۔ اگر ان کتابوں سے کام لیں تو آجکل کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ ڈگری یافتہ ولایت کے سند یافتہ ان کے سامنے گرد ہیں ابھی کچھ تھوڑا عرصہ گذرا یہاں ایک وفد آیا تھا جو نو شخصوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد نے اوقاف کے مسئلہ کے متعلق قریب قریب تمام ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات کی اور مسئلہ

اوقاف پر گفتگو کی۔ تحقیق یہ کرنا تھا کہ اوقاف ہندوستان میں جسقدر ہیں اس کا انتظام گورنمنٹ کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ یہاں پر بھی اس ہی مسئلہ کی تحقیق کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ اُس وفد میں بڑے بڑے انگریزی خواں بیرسٹر اور وکلاء تھے۔ میں نے گفتگو سے پہلے یہ کیا کہ اُس وفد کے صدر کو بطور اصول موضوعہ کے ایک یادداشت لکھکر دی جسمیں یہ امور تھے کہ آپ تحقیق مسئلہ کیلئے تشریف لائے ہیں آپکو دلائل معلوم کرنے کا حق نہ ہوگا صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہم جو مسئلہ بیان کرینگے درمختار شامی۔ کنز الدقائق وغیرہ سے بیان کریں گے وہ قابل تسلیم ہوگا۔ اُسپر کسی عقلی دلیل سے کسی اعتراض کا حق نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ جو بات معلوم نہ ہوگی مجھکو عذر کر دینے کا حق ہوگا پھر آگے دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو تحریری یادداشت لکھکر دیدی جائے جسکا جواب بعد میں بھیجدیا جائیگا۔ یا بذریعہ خط معلوم کر لیجئگا۔ چوتھے یہ کہ عقلیات میں گفتگو کا حق نہ ہوگا۔ محض نقلیات میں حق ہوگا۔ پانچویں جو اول کی گویا شرح ہے یہ کہ احکام کے حکم اور لم اور اسرار اور علل کے معلوم کرنے کا حق نہ ہوگا اسلئے کہ ہم قانون ساز نہیں قانون داں ہیں اسمیں اُنکے مذاق کی رعایت تھی اسلئے کہ وہ سب بیرسٹر اور وکلاء تھے۔ وہ ان اصول موضوعہ ہی کو دیکھکر پھیکے سے پڑ گئے۔ سوال و جواب کا جوش وخروش بہت کچھ کم ہو گیا جیسے اور جگہ ہندوستان کے مشاہیر علماء سے ملاقات اور گفتگو کیوقت جوش خروش اور لسانی اور مہارت ظاہر کی تھی رہ گئی سب ختم ہو گئی۔ محض دو چار اصول موضوعہ ہی نے ترکی تمام کردی۔ ایک میں نے یہ کیا کہ انکو اسٹیشن لینے نہیں گیا کہ خود بینی نہ بڑے مگر اپنے عزیزوں کو بھیجدیا تاکہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور انکو مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرایا۔ خانقاہ میں نہیں آنے دیا۔ اسوجہ سے کہ وہ یہاں آئیں گے مجھکو تعظیم کیلئے اُٹھنا پڑے گا۔ نہ اٹھوں گا بد خلق سمجھیں گے سو کیوں بلاوجہ بدنام ہوئے اور یوں تو پہلے ہی سے کونسا نیک نامی کا تمغہ ملا ہوا ہے مگر خیر وہ بدنامی اپنی ہی جماعت اور اپنے ہی لوگوں تک ہے دوسروں میں تو نہیں اور دوسری جگہ ٹھہرانے میں جب میں اُن کے پاس جاؤں گا وہ اُٹھیں گے۔ نیز اگر وہ خانقاہ میں میرے پاس آتے میں اُنکے اُٹھنے تک محبوس ہوں گا اور جب میں انکے پاس جاؤنگا تو وہ مقید ہونگے اور میں آزاد رہوں گا کہ جسوقت چاہوں گا اُٹھکر چلا آؤں گا۔ نیز میں اُن کے پاس جاؤں گا انکو قدر ہو گی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا۔ ان مصالح سے اُن کو

مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرا دیا تھا۔ پھر میں نے یہ کہلا کر بھیجدیا تھا کہ کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں گے آپ میرے مہمان ہیں اسپر بعض نے مولوی شبیر علی سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے اُنہوں نے کہا کہ میرا ہے کہا کہ کیا آپ کھانا نہ کھلائیں گے انہوں نے کہا کہ آپ مہمان اُنکے ہیں۔ اُنکی بدون اجازت تو میں دانت صاف کرنیکے لئے آپ کو تنکا بھی نہیں دیسکتا یہانپر بھی ضابطہ ہے اب وہ دیکھتے تھے کہ ہر بات ہر طرف سے اصول اور قاعدہ و ضابطہ میں ہے۔ اسکے بعد میں کہلا کر بھیجا کہ کھانیکا لطف بھی جب ہی ہوگا کہ پہلے جس غرض سے آنا ہوا اُس سے فراغ حاصل کر لیا جائے اُنہوں نے ان سب معروضات کو منظور کر لیا۔ پھر میں پہونچا اور وہ یادداشت اصول موضوعہ کی دیدی پھر گفتگو شروع ہوئی اُس گفتگو میں ایک سوال بہت ٹھیڑا تھا اسکے متعلق میں نے اُنکے آنے سے پہلے بھی اپنے بعض احباب اہل علم سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو کیا جواب ہوگا کسی کی سمجھ میں نہ آیا سب سوچ میں تھے خود میری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا بلکہ میں نے یہ دعا کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہو غرض مسئلہ اوقاف میں اصل قابل تحقیق جو امر تھا وہ یہ تھا کہ ہم ایسا قانون بنوانا چاہتے ہیں کہ اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے اور یہ اُسکے ہاتھ میں رہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں میں نے اسکی بالکل مخالفت کی کہ ہرگز جائز نہیں۔ شرعاً گورنمنٹ اس میں ذرا مداخلت نہیں کر سکتی اسلئے کہ یہ دیانات محضہ سے ہے جیسے نماز روزہ سو جس طرح اس میں دخیل ہونا گورنمنٹ کو جائز نہیں اسی طرح اس میں بھی۔ مثلاً آپ نماز کے متعلق گورنمنٹ سے مدد لیں کہ ایسا قانون بنا دیجئے بس ایسی ہی اس میں مدد لینا ہے۔ گفتگو سے قبل ہی یہ قرار پاگیا تھا کہ گفتگو کیلئے ایک صاحب کو منتخب کر لیا جائے اور سب صاحبان کو اجازت ہے کہ بوقت ضرورت انکی مدد کریں مگر بولیں گے ایک ہی صاحب۔ اُس طرف سے ایک بہت بڑے بیرسٹر ہائی کورٹ پنجاب کے جو جرح میں خاص درجہ میں ایک ممتاز ہیں گفتگو کیلئے منتخب ہوئے تھے۔ اُنہوں نے میری اس تقریر پر سوال کیا کہ یہ قیاس محل کلام میں ہے کیونکہ یہ مسئلہ مالیات کے متعلق ہے نماز روزہ مالیات سے نہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا زکوۃ و حج تو مالیات سے ہیں ان کے مشابہ تو ہے پھر بھی مدعا حاصل ہے تو اصل علت اس کا دیانات میں سے ہونا ہے۔ اسپر انہوں نے بہت سے سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر بدل گیا۔ بیوی نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور گواہ پیش کر کے طلاق

کو ثابت کردیا تو اب اس میں گورنمنٹ سے بغیر مدد لئے کام نہ چلے گا جسکو سب جائز رکھتے ہیں حالانکہ یہ بھی دیانات محضہ سے ہے تو نکاح اور طلاق میں مدد لیتے ہیں اور اس مدد دیتے ہیں کیا فرق ہے اور یہی تھا وہ سوال جسکا جواب میرے ذہن میں نہ تھا مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ سوال کے ساتھ ہی جواب ذہن میں القاء فرما دیا۔ میں نے کہا کہ آپنے غور نہیں فرمایا یہ حادثہ مرکب ہے دو چیزوں سے ایک دیانات محضہ سے ہے وہ طلاق ہے خود اس میں گورنمنٹ سے مدد لینا مقصود نہیں بلکہ طلاق کے بعد جو عورت کو حق آزادی حاصل ہو چکا تو اب خاوند کا اُسکو آزاد نہ کرنا اُس عورت کے حق کو غصب کرنا اور اسکو ضرر پھونچانا ہے اس ضرر کے دفع کیلئے وہ گورنمنٹ سے مدد لے رہی ہے تو یہ دیانات محضہ میں مدد نہ ہوئی معاملہ میں مدد ہوئی اسپر انہوں نے کہا کہ وقف بھی گو دیانات محضہ ہے مگر متولی کی بددیانتی اور بدانتظامی کی وجہ سے مساکین کا جو کہ اہل حق ہیں ضرر ہے اس ضرر کیلئے دفع کیلئے گورنمنٹ سے مدد لی جاتی ہے۔ غرض دفع ضرر دونوں جگہ مقصود ہے۔ میں نے کہا کہ آپنے غور نہیں فرمایا اس میں مساکین کا ضرر نہیں اسلئے کہ وہاں صاحب حق پہلے سے متعین نہیں اور وہاں وہ عورت صاحب حق متعین ہے۔ نیز مساکین کا ضرر نہیں بلکہ عدم النفع ہے یعنی ایک عطاء تھی جو انکو نہیں پھونچی انکو ایک نفع ہونیوالا تھا جو بند ہو گیا اور عورت کا ایک حق آزادی حاصل ہو چکا تھا وہ ضائع ہوا یہ ضرر ہے اور ضرر اور عدم النفع جدا جدا چیز ہیں یہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے اور اسکی ایسی مثال ہے کہ میں آپ کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا کسی نے منع کر دیا تو اس صورت میں آپ کا ضرر نہیں ہوا عدم النفع ہوا۔ ہاں اسکو ضرر کہیں گے کہ آپ کی جیب سے سو روپیہ کا کوئی شخص نوٹ نکال لے .... اس جواب کو سنکر چہار طرف سے سب کی زبان سے سبحان اللہ نکلا اور یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق کبھی ساری عمر بھی نہ سنا تھا۔ اُن صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ سب جگہوں میں ہندوستان کے مشاہیر علماء سے مسائل میں گفتگو کرتے آ رہے ہیں مگر کہیں یہ لطف نہیں آیا اور نہ یہ تحقیقات سنیں ہمکو خبر نہ تھی کہ علماء میں بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہیں۔ یہ بھی کہا کہ عجیب بات تھی کہ گفتگو کے وقت انکی طبیعت پر کسی کا بالکل اثر نہ تھا اور نہ تقریر میں بے ربطی تھی اور ہر دعوے کیساتھ دلیل۔ اُس وفد میں بعض شیعہ بیرسٹر اور وکلاء بھی تھے۔ جو شاعر بھی تھے۔ اُن میں سے ایک صاحب نے کہا کہ اتنی

دیر گفتگو رہی میں تو اسکو دیکھ رہا تھا کہ ایک لفظ بھی تہذیب کے خلاف تقریر میں نہیں نکلا۔ یہ بھی کہا کہ علماء میں ہمنے کسی کو ایسا نہیں پایا۔ یہ سب مجھکو ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ ایسے ایسے کہہ رہے تھے کیونکہ میں مسئلہ ختم ہوتے ہی اُٹھکر چلا آیا تھا۔ میں نے سنکر کہا کہ اُنہوں نے علماء ابھی دیکھے کہاں ہیں۔ میں تو علماء کی جوتیوں کی گرد کی برابر بھی نہیں۔ علماء تو علماء ہی ہیں ہمتو ایک ادنیٰ طالب علم ہیں انکو ہی دیکھکر یہ خیال ہو گیا جسروز علماء کی شان یا اُن کا علم وفضل دیکھیں گے اُس روز کیا ہوگا۔ خیر جو کچھ بھی ہو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ طالب علموں کی آبرو رکھ لی اور میں لینے کیوقت تو ریل پر گیا نہیں تھا مگر رخصت کیوقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہونچ چکے اُن کے بعد میں بھی ریل کے آنیکے قبل اسٹیشن پر پہونچ گیا دیکھکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کیوں تکلیف فرمائی۔ میں نے کہا کہ تکلیف کیا ہوتی اور میں تو آپ کے آنیکے وقت بھی ریل پر آتا مگر وہ جاہ کا اثر سمجھا جاتا جسکو میں پسند نہ کرتا تھا اور اب رخصت کیوقت آنا یہ چاہ کا اثر ہے اسپر بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اُن میں سے جو شیعہ تھے وہ بھی بیحد محظوظ اور خوش تھے یہ سب اللہ کی طرف سے ورنہ کیا کسی کی ہستی اور کیا وجود۔ اللہ کا فضل اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے ورنہ مجھ میں تو کوئی بھی ایسی بات نہیں نہ علم ہی ایسا ہے نہ عمل ہی نہ کتابیں ہی غور سے پڑھیں۔ سبق پڑھا اور کتاب بند کردی نہ اب کتابیں دیکھتا ہوں نہ کتب بینی کا کبھی شوق ہوا محض فضل خداوندی ہے۔ اسی کے متشابہ ایک واقعہ اور یاد آیا ایک معاملہ نکاح وطلاق کا عدالت کانپور میں کئی سال سے پڑا ہوا تھا کسی حاکم کے یہاں طے نہیں ہوا۔ ایک جنٹ انگریز آگیا اُسنے دونوں فریق مقدمہ اور اُنکے وکلاء کو بلاکر کہا کہ تم اس معاملہ کو اپنے علماء سے فیصل کراؤ چنانچہ فتویٰ عدالت میں داخل کیا گیا جسپر متعدد علماء کے دستخط تھے اور میرے بھی تھے۔ حاکم نے یہ تجویز کیا کہ ان میں کسی ایسے عالم کو جو فریقین کے نزدیک مسلم ہو عدالت میں طلب کر کے بیان لیا جاوے اور اُسکی موافق فیصلہ نافذ کرا یا جاوے چنانچہ فریقین کے سامنے سب کے نام لئے گئے کسی کو ایک نے تسلیم کیا تو دوسرے نے عذر کیا کسی کے ساتھ اس کا عکس ہوا اس وقت بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں قیام کئے ہوئے تھا۔ عمر میری اُسوقت تقریباً اکیس یا بائیس سال کی ہوگی بڑی عمر کے طلبہ بھی میری کم عمری کے سبب مجھسے اسباق پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے۔ میرا نام بھی لیا گیا

میرے نام پر دونوں فریق رضامند اور متفق ہو گئے۔ حاکم نے ضابطہ کے اندر میرے نام سمن جاری کر دیا میں نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلے مگر سر آ ہی پڑی۔ تاریخ مقرر پر ایک پالکی گاڑی میں بیٹھکر کچہری پہونچا۔ میں کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا صرف مسائل کی تحقیق کرنا تھی۔ مجھکو احاطہ کچہری میں دیکھکر تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے۔ دریافت کیا کہ آپ کہاں جس فریق کی طرف سے میں بلایا گیا تھا اُن کے وکیل صاحب بھی وہاں موجود تھے میں نے اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ واقعہ معلوم ہونے پر سب نے اسکی کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو۔ سب نے ملکر اُن وکیل کو مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم انکی شہادت نہیں چاہتے طوعاً و کرھاً درخواست دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ حاکم سے یہ بھی کہدیا کہ وہ یہاں پر آ بھی گئے ہیں۔ حاکم نے کہا کہ ضابطہ میں تو ہم کچھ کہہ نہیں سکتے اسلئے کہ درخواست گذر چکی ہے اب مستثنی کرنا واجب ہے ہمکو کوئی حق ان کی شہادت لینے کا نہیں رہا بلکہ اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تب بھی میں ضابطہ کی کارروائی نہ کرتا۔ مگر مشورۃً کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنا بیان دیدیں تو دو مسلمانوں میں جھگڑا ہے شرعی مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائیگا بشرطیکہ وہ اسکو بخوشی منظور کرلیں میں اُسی بیان کے مطابق حکم نافذ کردوں گا اسکو ایک صاحب نے مجھسے کہا کہ حاکم کا یہ خیال ہے اور اس طرح پر کہتا ہے مجھکو بھی خیال ہوا کہ جب انگریز ہو کر اس کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا معاملہ ہے میں تو بحمد اللہ مسلمان ہوں میرا تو فرض ہے کہ یہ معاملہ شریعت کے مطابق طے ہو جائے۔ میں نے عدالت میں بیان دینا منظور کر لیا۔ اب حاکم کی تہذیب ملاحظہ ہو حکم دیا کہ اور گواہوں کی طرح پکارا نہ جائے اور پیادہ اجلاس تک نہ آئیں سواری پر آئیں جہانتک ہماری سواری آتی ہے وہانتک اُنکی بھی سواری آئے غرضکہ میں سوار ہو کر اجلاس تک پہونچا۔ پہونچنے کے بعد مجھکو کٹہرہ کے اندر بلا لیا گیا۔ حاکم نے اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مگر کرسی آنے میں دیر ہوئی۔ میں دونوں ہاتھوں کی کہنیاں میز پر رکھکر کھڑا ہو گیا۔ بیان شروع ہوا۔ بیان کے وقت یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدرسہ ہے اجلاس نہیں ہے اور ایک طالب علم سوال کر رہا ہے میں جواب دے رہا ہوں تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء اور بیرسٹروں سے پُر ہو گیا پہلا یہ سوال ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے باپ کا کیا نام ہے۔ اسکے بعد حاکم نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اب اگر کہتا ہوں نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے

کہیگا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی کیونکہ سمن پر عالم لکھا ہے۔ اور اسکی نظر میں اپنی ایک قسم کی تحقیر اور اہانت بھی ہوگی۔ کہیگا کہ پھر آنیکی آپنے تکلیف ہی کیوں گوارہ فرمائی جبکہ آپ عالم نہیں اسلئے کہ مسئلہ متعلق ہی اہل علم کے۔ اور اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو یہ اپنے مسلک اور مذاق کے خلاف ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں یہ لکھ لیا گیا۔ دوسرا سوال اس سے بڑھکر ہوا کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہیں۔ اب اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو ایک کافر کے سامنے اپنی سبکی اور اہانت اسکو بھی جی گوارا نہ کرتا تھا بطور مزاح فرمایا کہ گو سبکی بھی میری ہی تھی۔ دوسرے یہ خیال ہوا کہ مقدمہ پر اس کا بُرا اثر پڑے گا کسی نہ کسی فریق کے مخالف ہوگا اسکو اس کہنے کی گنجائش ہوگی کہ وہ تو خود ہی کہتے ہیں کہ مجھکو سب مسلمان نہیں مانتے لہذا ہم بھی نہیں مانتے اور اگر کہتا ہوں کہ سب مسلمان مانتے ہیں تو کانپور میں آئے دن ہندو مسلمانوں میں جھگڑے فساد ہوتے رہتے ہیں میرے اس اقرار کی بناء پر ایسے موقع پر کہا جاویگا کہ مسلمانوں کا انتظام کرو اور میں ایک قسم کا ذمہ دار قرار دیا جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ ماننے کے دو معنے ہیں ایک تصدیق کرنا یعنی سچا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی ماننا اور عمل کرنا سو تصدیق کے درجہ میں تو سب مسلمان مانتے ہیں کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ اس سے مقدمہ پر بھی اچھا اثر ہوا۔ اور تسلیم کے درجہ میں ہماری حکومت تو ہے نہیں محض اعتقاد ہے اسلئے کوئی مانتا ہے یعنی جسکو اعتقاد ہے کوئی نہیں مانتا یعنی جسکو اعتقاد نہیں۔ پھر نفس مسئلہ کے متعلق بیان ہوا جب میں بیان دیکر اجلاس سے باہر آیا تو تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عجیب وغریب جواب ہوئے اور دوسرے سوال کے جواب میں تو ہم بھی چکر میں تھے واقعی یہ سوال خطرہ سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہ آیا تھا میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے وہاں اس قسم کے احتمالات وشقوق نکالے جایا کرتے ہیں۔ یہ بات انگریزی تعلیم میں تھوڑا ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ عربی ہی تعلیم میں برکت ہے تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی درسی کتابیں سمجھکر پڑھ لے پھر انکے بعد آگے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی مگر آجکل طلباء عربی کتابیں بھی سمجھکر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہیں اسوجہ سے ان میں بھی سمجھ نہیں پیدا ہوتی۔ یہ جو بزرگوں نے درسی کتابیں انتخاب کی ہیں ان میں سب کچھ ہے مگر سمجھکر پڑھ لینا شرط ہے۔

۲۶۸

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں اُمراء سے تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں علماء کو خصوصیت کی ساتھ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے اور یہ اسوجہ سے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو۔ نواب ڈھاکہ نے مجھکو دو مرتبہ بلایا۔ اول طلبی پر تو چلا گیا مگر آنے کے متعلق میں نے ایسے شرائط لکھے کہ جس سے تملق کا شبہ بھی نہ ہو اور تعلق معلوم ہو۔ اور دوسری طلبی پر عذر کر دیا لیکن چونکہ اس بار دوسرے علماء دیوبند کو بھی بلایا تھا۔ ان کا اصرار ہوا کہ میں بھی ساتھ چلوں چونکہ میں اب ان کے کہنے سے جا رہا تھا اسلئے میں نے اُن سے کچھ شرطیں لگائیں چنانچہ منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی لگائی تھی کہ میں اپنے کرایہ سے سفر کروں گا۔ یہ اس خیال سے کہ راستہ میں اگر کوئی اُلجھن پیش آئے تو واپس ہو سکوں کسی کا مقید اور پابند نہ ہوں۔ کلکتہ پہونچکر ایک صاحب اسٹیشن پر ملے جنکو نواب صاحب نے استقبال کیلئے بھیجا تھا اور یہ وہ شخص تھے کہ جو مدرسہ دیوبند ایک مرتبہ میرا وعظ سُن چکے تھے۔ میں نے اپنے بیان میں دنیا سے نفرت دلائی تھی اور آخرت کی ترغیب دی تھی تو اُسپر ان صاحب نے یہ کہا تھا کہ میں ایسے مدرسہ کی امداد کرنا نہیں چاہتا جسمیں ترک دنیا کی تعلیم دیجاتی ہو۔ سو یہ صاحب نواب صاحب کی طرف سے مہمانداری کے انتظام کیلئے مقرر ہوئے۔ جب قیام گاہ پر پہونچ گئے اور لوگ بھی آ بیٹھے یہ صاحب بھی آئے بعد سلام مصافحہ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ آپ کے آنے سے بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ نواب صاحب مایوس کر چکے تھے اور فرماتے تھے کہ اُنہوں نے ایسی مشکل شرط لگائی کہ ہم اسکو پورا نہیں کر سکتے وہ یہ کہ ہمکو کچھ دیا نہ جاوے۔ میں نے کہا کہ یہ شرط کونسی مشکل تھی یہ تو بہت آسان تھی نہ دیتے۔ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جاوے۔ میں نے کہا کہ کیا گھر ہی بلا کر دیا جا سکتا ہے اور بھی تو صورتیں اور ذریعے ہیں دینے کے مثلاً وطن میں پہونچا سکتے ہیں۔ اسپر کہا کہ معاف کیجئے پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے۔ کنواں پیاسے کے پاس نہیں جایا کرتا۔ میں نے کہا اللہ اللہ آپ کے نزدیک ہم پیاسے ہیں اور آپ کنوئیں ہیں۔ ہمارا اعتقاد تو اس کا عکس ہے اور دلیل کی ساتھ وہ دلیل یہ ہے کہ ہر مسلمان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے دنیا کی اور دین کی سو قدرتی انتظام سے ایک چیز ہماری حاجت کی تمہارے پاس ہے یعنی دنیا اور ایک چیز تمہاری حاجت کی ہمارے پاس ہے یعنی دین مگر اتنا فرق ہے کہ جو چیز ہماری حاجت کی تمہارے پاس ہے یعنی دنیا وہ بحمد اللہ

بقدر ضرورت ہمارے پاس بھی ہے - اور جو چیز تمہاری حاجت کی ہمارے پاس ہے یعنی دین وہ
بقدر ضرورت بھی تمہارے پاس نہیں اسلئے ہم تو ساری عمر تمہارے دروازوں سے مستغنی رہ سکتے ہیں
اور تم ایک منٹ بھی ہمارے دروازہ سے مستغنی نہیں تمکو ہماری ہر وقت ضرورت ہے احتیاج ہی
اب بتلاؤ کہ پیاسے کون ہیں اور کنواں کون ہے - بس کچھ نہیں بولے - لیکن ساتھ ہی اسکی ناگواری
بھی انکو نہیں ہوئی اسکی میں ضرور تعریف کرونگا اور یہ بھی دین کا قلب میں اثر ہونیکی علامت ہے
مجھکو یہ بیہودہ گفتگو اس قدر ناگوار ہوئی کہ میں وہیں سے وطن واپس ہو گیا - نواب صاحب کو
اطلاع ہوئی - اُن کا تار آیا کہ اگر آپ نہ آئے مجھکو بہت رنج ہوگا - مگر میں نے اُس کا جواب الٰہ آباد
بھیجکر دیا مگر اُن صاحب کا دماغ درست ہو گیا - یہ لوگ کبر کے پُتلے ہیں اپنے سامنے کسی کو سمجھتے
ہی نہیں اسلئے میں اہل علم کا امراء کے دروازوں پر جانا اور اُن سے تملق پیدا کرنا پسند نہیں
کرتا - ایک شخص کہنے لگے کہ بدون امراء سے تعلق رکھے مدارس وغیرہ کا کام نہیں چلتا میں نے
کہا کہ انا عند ظن عبدی بی چونکہ تمہارا یہی خیال ہے تمہارا کام نہ چلتا ہوگا - اگر اہل علم استغناء اختیار
کر لیں تو تمام امراء انکے دروازوں پر آنا شروع ہو جائیں خصوص اہل مدارس کو میں چندہ کرنے سے
منع نہیں کرتا لیکن اس میں دو چیزیں ضروری قابل التزام ہیں ایک تو یہ کہ چندہ کا خطاب عام ہو
کسی خاص سے تحریک نہ کی جاوے دوسرے یہ کہ صرف غرباء سے تحریک کیجاوے اور غرباء سے
مراد مفلس نہیں بلکہ مخلص امراء بھی ان میں داخل ہیں - امراء میں بھی ہر قسم کے لوگ موجود ہیں
اہل دنیا بھی اور اہل دین بھی سو یہ مسکنت مال کی نہیں بلکہ وہ مسکنت تواضع اور خلوص کی ہے
اور ایک مسکنت ضربت علیهم الذلة والمسكنة کا مصداق ہے تو یہ مسکنت عتاب ہی جو
یہودیوں کیواسطے حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہے اسیطرح فقر دو طرح کا ہے - ایک فقر اختیاری جسکی حقیقت
زہد ہے وہ مقبولین میں ہوتا ہے اور ایک فقر اضطراری - یہ عذاب ہے کہ ابواب رزق بند کر دیجاویں
یہ مخذولین میں ہوتا ہے - اب اسپر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی اللہ والوں پر بھی فقر و فاقہ ہوتا ہے
کیونکہ وہ فقر اختیاری ہے اور کبھی اس میں خاص حکمت ہوتی ہے جیسے لیلی نے سبکو تو بھیک دی اور
مجنون کا کاسہ لیکر بھی توڑ دیا گیا اسکو عذاب اور عتاب کہا جا سکتا ہے اور اس کا تعلق عشق سے
ہے - دوسرا نہیں سمجھ سکتا - اور عشق وہ چیز ہے کہ آدمی کو تو اس میں لذت کیسے نہ ہوتی وہ تو

جانوروں تک کو شیدا بنا دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے اور یہ بخاری کی حدیث ہے کہ حجۃ الوداع میں جسوقت حضور نے اُونٹ قربان کئے تو ہر اونٹ دوسرے اونٹ سے آگے بڑھتا تھا کہ حضور پہلے مجھکو ذبح کریں ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف — بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

تو جن لوگوں کو اللہ سے محبت اور عشق نہیں جسکی علامت یہ ہے کہ اتباع سے بھاگتے ہیں وہ اُن اونٹ جانوروں سے بھی کم درجہ میں ہیں۔

(ملفوظ ۲۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے علماء اور مشائخ نے عوام کے اخلاق خراب اور برباد کئے۔ یہ بیفکری لوگوں میں اسی وجہ سے ہے کہ کوئی روک ٹوک نہیں کرتا اور گو بدفہمی کا علاج تو کوئی نہیں کر سکتا اسلئے کہ غیر اختیاری ہے مگر بیفکری کا علاج تو ہو سکتا ہے اسلئے کہ یہ اختیاری ہے سو اسپر بھی کوئی توجہ نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۲۷۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنا اور پھر خلاف طبع کا برداشت نہ کرنا عجیب ہے کوئی شخص ایک مردار گندیا بازاری عورت سے محبت کا دعوی کرتا ہے وہ کیا کچھ ناز دکھلاتی ہے اور کیسی کیسی تکلیفیں دیتی ہے مگر یہ سب کو سہتا ہے برداشت کرتا ہے۔ مجنون ہی کو دیکھ لیا جا جسکے قصے گلی کوچوں میں پڑھتے پھرتے ہیں تو کیا حق تعالیٰ کی محبت لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہو گئی ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود — گوئے گشتن بہر او اولے بود

اور جب برداشت نہیں تو کہا تھا کسنے کہ تو اس راہ میں قدم رکھہ دعوی ہی کیوں کیا تھا۔ اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق — تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

اور فرماتے ہیں ؎

ور بہر زخمے تو پُر کینہ شوی — پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

(ملفوظ ۲۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ اہل دنیا سے نفرت تو نہیں کرتے مگر اعراض ضرور رکھتے ہیں انکو دوسری طرف کی مشغولی ایسی کب فرصت ملتی ہے وہ تو ایک کے سوا دوسرے کسی کے کام ہی کے نہیں رہتے۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے

پاس ایک شخص ایک ہزار روپیہ لیکر آیا آپ نے فرمایا کہ آجکل میرے پاس وسعت ہے مجھکو حاجت نہیں عرض کیا کہ حضرت کہیں کسی مصرف خیر میں خرچ کردیں فرمایا کہ میں تمہارا نوکر نہیں ہوں منیجر نہیں ہوں خزانچی نہیں ہوں۔ تو اہل دنیا سے اتنے تعلق کو بھی پسند نہیں کیا اس شخص کا صاحب دنیا ہونا آپکو وجدانا معلوم ہوگیا ہوگا تو اصل وجہ اس انکار کی غالباً یہی ہوگی کہ ان حضرات کو اکثر معلوم ہوجاتا ہے کہ اس شخص میں خلوص ہے یا نہیں۔ یہ کام خلوص سے کررہا ہے یا فخر کی راہ سے۔ ان حضرات کا دماغ تو بادشاہوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ نیز طبعاً بھی صاحب کمال میں استغنا ہوتا ہے۔ تیمور لنگ کا قصہ ہے کہ علامہ تفتازانی جب اول اسکے دربار میں آئے تو بادشاہ کی برابر پانوٗ پھیلا کر بیٹھ گئے تیمور بوجہ لنگ کے اسی طرح بیٹھا کرتا تھا۔ تیمور کو ناگوار ہوا مگر ادب سے کہا معذورم دارم النگ ست علامہ تفتازانی نے بیساختہ کہا کہ معذورم دارم انگ ست۔ ابو الفضل اور فیضی وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک روز خاقانی جو نووارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا۔ جسوقت سواری خاقانی کے سامنے آئی اٹھکر سلام کیا اور گاڑی کے روک لینے کا اشارہ کیا اور مسافر سمجھکر دریافت کیا کہ کون کہا کہ ماعر ہستم پوچھا ماعر کدام باشد کہا ہر کہ معر گوید پوچھا معر کرامی گویند۔ خاقانی کہتے ہیں ؎

رفتم در بازار خریدم یک گنا ۔۔۔ قل اعوذ برب النا ملک النا الہ النا

فیضی نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی مسخرہ ہے۔ دربار میں نقل مجلس ہوگا دربار میں حاضر کیا اس حالت کو دیکھکر کسی نے ان کی طرف التفات بھی نہ کیا۔ خاقانی زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خاقانی نے بے تکلف بادشاہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا ؎

گر فروتر نشست خاقانی ۔۔۔ نے مرا ننگ وے ترا ادب است

قل ہو اللہ کہ وصف خالق ماست ۔۔۔ زیر تبت ید ابی لہب است

مثال عجیب دی۔ جو مسخرہ سمجھکر لیگئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے خاقانی کا بڑا احترام کیا۔ اسی وقت حمام بھیجکر غسل دلواکر جوڑا بدلوایا اور دربار میں جگہ دی۔ یہ نشہ کمال ہی کا تھا اور اگر کمال کی ساتھ دولت باطنی ہو پھر تو کیا کہنا۔

حضرت جنید کا واقعہ ہے کہ کسی معاملہ میں بادشاہ وقت سے گفتگو ہورہی تھی۔ بادشاہ کی گفتگو میں

کچھ تیزی آگئی تو حضرت شبلی جو کہ حضرت جنید کی ساتھ تھے قالین پر جو شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی نظر کرتے تھے تو وہ سچ مچ کا شیر بن جاتا تھا بادشاہ کی جو نظر پڑی کانپنے لگا حضرت جنید نے بادشاہ سے فرمایا کہ آپ گھبرائیں نہیں آپکو ہم لوگوں میں تصرف کرنے کا حق ہے اور شبلی بچے ہیں۔ بے تکلف جو چاہے کہئے آپکو کوئی گزند نہ پہونچے گا کیونکہ حضرت جنید اسکو اپنی نظر سے مٹادیتے تھے۔ ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک بادشاہ سے ترش روئی کی ساتھ ان کی گفتگو ہوئی۔ بادشاہ نے برہم ہوکر کہا کہ کوئی ہے اُن بزرگ نے بھی غصہ ہوکر کہا کہ کوئی ہے تو کمرہ کے ایک گوشہ سے ایک نہایت زبردست شیر ببر نکلکر آیا۔ بادشاہ تو اٹھکر بھاگا ہی مگر یہ بزرگ بھی بہلگئے انکو خبر نہ تھی کہ میرے کہنے سے ایسا ہو جاویگا۔

(ملفوظ ۲۷۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کم عقل بد فہم لوگ جو بے پردگی کے حامی ہیں ان کو اسکے نتائج پر نظر نہیں۔ یورپ میں اس بے پردگی کی بدولت عورتیں اسقدر خراب اور برباد ہو رہی ہیں کہ مرد عاجز اور پریشان ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

۲۵ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۷۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مسلمانوں میں علم دین کی کمی ہے حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں ورنہ ان میں رواداری کی ایسی عمدہ صفت ہے جو دوسری غیر مسلم قوموں میں اس کا نام و نشان نہیں جسکی سوسی کو آج گاندھی چیخ رہا ہے۔ اسلام کی پہلی تعلیم ہے۔ تجربوں کے بعد اسلامی ہی تعلیم میں سب کو فلاح اور بہبود نظر آرہا ہے اور یہ مسلمان ہیں کہ دوسروں کے دروازوں پر گداگری کرتے پھرتے ہیں یہ سب علم نہ ہونیکی بدولت بڑا افسوس ہے مسلمانوں کی حالت پر

(ملفوظ ۲۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ایک شخص اس دھوکہ میں مبتلا تھے کہ فلاں طاغوت توحید کا تو قائل ہے ہی اور رسالت کے متعلق میری اُس سے گفتگو ہوئی تو اُسنے یہ کہا کہ یہ میں جانتا ہوں محمد رسول اللہ اللہ کے رسول تھے۔ میں نے کہا کہ ایک تو جاننا ہے اور ایک ہے ماننا۔ نرے جاننے سے کیا ہوتا ہے ماننے سے ہوتا ہے۔ یہ جاننا ایسا ہے جیسے قیصر جرمن یہ جانتا ہے

کہ جارج پنجم بادشاہ ہیں اور پھر جارج پنجم سے لڑا تو کیا یہ جاننا کافی ہو گیا۔ جارج پنجم کے دل سے پوچھے
کوئی کہ قیصر کیسا ہے اور قیصر کے دل سے کوئی پوچھے کہ جارج پنجم کیسا ہے معلوم ہو جائیگا اس سے
کیا ہوتا ہے اور میں تم کیا کہتے حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم کہ یہ
تمکو پہچانتے ہیں مگر کیا وہ پہچاننا کافی ہو گیا تھا تو گاندھی کا جاننا بھی ایسا ہی ہے آخر جب وہ
توحید کا بھی قائل ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول جانتا ہے تو اعلان اسلام کے
قبول کا کیوں نہیں کر دیتا۔ نماز کیوں نہیں پڑھتا۔ حج کیوں نہیں کرتا زکوٰۃ کیوں نہیں دیتا
قربانی گاؤ کیوں نہیں کرتا رمضان شریف کے روزے کیوں نہیں رکھتا کیا خرافات ہے جب
اُن صاحب کی سمجھ میں آیا۔ ایسے لوگوں میں عناد تو ہے نہیں۔ ناواقفی ہے۔ صحبت نہیں کسی کی
علم اتنا نہیں۔

(ملفوظ ۲۲۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے نواب
صدیق حسن خانصاحب کے مقابلہ میں جو مباحث لکھے ہیں بہت اچھے لکھے ہیں ان کی نظر
بہت وسیع تھی نقل بہت کرتے ہیں اور آجکل کوڑ مغزوں کیلئے نقل ہی کی زیادہ ضرورت ہے
درایت کا آجکل زمانہ نہیں ہاں جس درایت کی قدر ہے وہ درایت جو ملحدانہ معتزلانہ ہو اسلئے کہ زمانہ
بدفہمی کا ہے۔

(ملفوظ ۲۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہمیشہ یہ چاہا کرتا ہوں کہ میری اصلی حالت آنیوالوں
کو معلوم ہو جائے۔ میں خفگی کے موقع پر خفگی کرتا ہوں۔ نرمی کے موقع پر نرمی کرتا ہوں۔ مزاح کا
وقت ہو مزاح کرتا ہوں۔ نفلیں کبھی بیٹھکر پڑھتا ہوں کبھی کھڑے ہو کر۔ نماز کبھی عمامہ باندھکر پڑھتا ہوں
کبھی بلا عمامہ۔ غرض یہ چاہتا ہوں کہ میری سب حالت معلوم ہو جائے دھوکا نہ ہو کسی کی وجہ سے
کسی حالت کا اخفاء نہیں کرتا خواہ کوئی معتقد رہے یا نہ رہے۔ مجھکو اس تلبیس و تصنع سے طبعی نفرت ہے
کون مخلوق پرستی کرے۔ مسلمان کا ہر کام ہر بات اللہ کے واسطے ہونا چاہئے۔

(ملفوظ ۲۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اس بات سے مجھکو سخت نفرت ہے کہ لوگوں کو
گھیر گھیر کر لایا جائے انکو ترغیب دیکر کرامتیں اور فضائل بیان کر کر کے معتقد بنایا جائے مجھکو
تو ایسی باتوں سے غیرت آتی ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ طالب مطلوب اور مطلوب طالب بنجاتا ہے

بازاری عورتوں کا سا پیشہ کہ جیسے وہاں نائکا بیٹھی رہتی ہیں وہ لوگوں کو پھنساتی رہتی ہیں اور خود وہ بھی شب و روز بناؤ سنگار میں رہتی ہے تاکہ لوگ پھنسیں۔ بس یہی حالت آجکل بعض مشائخ کے یہاں ہو رہی ہے مجھکو تو بحمد اللہ اس سے طبعی نفرت ہے میری تو کھلی ہوئی حالت ہے اگر کسی کو پسند ہو آؤ میرے پاس آکر اللہ کا نام معلوم کرلو اور اگر پسند نہ ہو تو کہیں اور جاؤ۔ نہ میں کسی کی وجہ سے اپنا طرز اور مسلک بدل سکتا ہوں نہ مروجہ اخلاق اختیار کر سکتا ہوں۔ نہ غلامی اور چاپلوسی مجھسے کسی کی ہو سکتی ہے۔ ہاں خدمت کو تیار ہوں۔ خادم ہوں مگر شرط یہ ہے کہ سلیقہ اور طریقہ سے خدمت لیجائے۔ بے طریقہ اور بے ڈھنگے پن سے مجھسے نہ کوئی خدمت لے سکتا ہے نہ میں خدمت کر سکتا ہوں۔ صاف صاف جو بات ہے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں۔ خود بات صاف کرتا ہوں۔ دوسروں سے بھی ایسی ہی صاف بات چاہتا ہوں۔ پھر چاہے کوئی میرے پاس آئے خواہ نہ آئے۔

(ملفوظ ۲۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھی ہے اور اس میں ایک طاغوت کی مدح بھی لکھی ہے وہ کتاب میرے پاس بھیجی میں نے واپس کر دی اور یہ لکھدیا کہ میں ایسی کتاب کو کہ جسمیں روح سیرت یعنی نبوت کے مکذب کی مدح ہو اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا اُنہوں نے غلطی کا اقرار کیا جزاھم اللہ تعالیٰ۔

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو یہ بھی گراں ہے کہ کسی مخلص کی ساتھ ایسا برتاؤ تعظیم کا کیا جاوے کہ اُسکو گرانی ہو اسلئے بھی میں دوستوں سے ایسا برتاؤ نہیں کرتا جو اُنکی گرانی کا سبب ہو۔ مثلاً ایک مولوی صاحب ایک بزرگ سے بیعت ہیں۔ ایک بار پیر نے مرید کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھدیں۔ دیکھیئے انکو کسقدر تکلیف ہوئی ہوگی۔ انکی تو کسر نفسی ٹھیری اور اُن بیچاروں کو تکلیف ہوئی گرانی ہوئی۔ میں اعتراض نہیں کرتا بلکہ آگاہ کرتا ہوں اسلئے کہ کبھی غلبہ حال تواضع میں کسی کی گرانی کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ میرا اس کہنے سے مطلب یہ ہے کہ ایسی باتوں سے دوسرے پر گرانی ہوتی ہے اور تکلیف ہوتی ہے ایسی باتوں کے خیال رکھنے کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۳۰۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ عادت کو بھی تاثرات میں بڑا دخل ہے

عادت کوئی معمولی چیز نہیں ہے - عادت کے خلاف پر انسان کو ایک غیر معمولی تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے - اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے میں اسوقت ململ کا کرتہ پہن رہا ہوں اگر کوئی کہے کہ گاڑھے کا کرتہ پہن لو تو مجھ سے نہیں پہنا جائیگا - یوں تو خدا کی نعمت ہے اور خدانخواستہ کوئی کبر بھی نہیں مگر عادت جو نہیں اس سے تعب ہوتا ہے - ہاں مصلح کے ہاتھ میں ہاتھ دیدینے کے بعد پھر اپنی رائے کو اپنی عادت کو بالکل دخل نہ دینا چاہئے اگر وہ ڈھاکہ پہنائے وہ پہنو چکن پہنائے وہ پہنو ململ پہنائے وہ پہنو گاڑھا پہنائے وہ پہنو ٹاٹ پہنائے وہ پہنو جنود خداوندی کی کوئی وردی نہیں - ایک مرتبہ میں نے نین سکھ پہن لیا بس معلوم ہوا کہ نین سکھ نین سکھ ہی ہے (نین آنکھ سکھ چین یعنی دیدہ اپنی آنکھوں کی چین) بدن سکھ نہیں تمام بدن میں آگ لگ گئی اس کا عادت سے تعلق ہے - ایک مرتبہ میرے پاؤں میں ایک پھانس لگ گئی تھی جو دیکھنے میں بھی نہ آتی تھی اُس سے کئی روز بے چین رہا اور ایک شخص ننگے پیروں پھرتا ہے بڑے بڑے کانٹے چبھ جاتے ہیں وہ پروا بھی نہیں کرتا - اسی طرح کسی کو تو ذرا سی بدتمیزی کی بھی برداشت نہیں ہوتی بعض کو بڑے بڑے واقعات پر بھی احساس نہیں ہوتا یہ سب عادت پر موقوف ہے ؎ -

(ملفوظ ۲۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل مساوات کا بڑا زور ہے نہ اُسکے حدود ہیں نہ اصول نہ قواعد - مساوات مطلوبہ یا محمودہ کی حقیقت سے بیخبر ہیں اسلئے فطری اور قدرتی چیزوں میں بھی دخل دینا شروع کر دیا کیونکہ بعض تفاوت تو فطری چیز ہے بڑا ہی پُرفتن زمانہ ہے - مساوات مذکورہ جو ہے وہ حقوق اور معاملات میں ہے نہ فضائل میں ہے نہ طبائع میں نہ احکام میں نہ امور فطریہ میں - ان میں سے کسی میں بھی مساوات نہیں - یہ لوگ بے سمجھے آیتیں - حدیثیں بگھارتے پھرتے ہیں - دیکھئے خود حضرات انبیاء علیہم السلام میں بھی جو کہ حقائق کے ہادی ہیں اُن میں مساوات نہیں فرماتے ہیں تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض تو جنہوں نے مساوات سکھلائی ہے خود اُن میں وہ مساوات نہیں جسکو یہ لوگ گاتے پھرتے ہیں - اسی طرح ایک شخص خوبصورت ہے ایک بدصورت - ایک شکیل ہے ایک بدشکل ایک حسین ہے ایک قبیح ایک جمیل ہے ایک غیر جمیل ایک قوی ہے ایک ضعیف ایک کالا ہے

ایک گورا- ایک کو طبعی تحمل ہے ایک کو تحمل نہیں- آخر ایسی مساوات کہاں تک ثابت کروگے اگر کالے آدمیوں نے کمیٹی کرکے رزولیوشن پاس کیا کہ ہم کالے کیوں ہیں اور تم گورے کیوں ہوں ہمکو بھی حق مساوات ہونا چاہئے تو کیا جواب ہوگا جو جواب تم دوگے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جاوے- حضرت مرزا مظہر جانان رحمۃ اللہ کا کھانا لکڑی میں نہیں پکتا تھا اس میں دھوئیں کا اثر محسوس ہوتا تھا کوئلے کے انگاروں میں پکتا تھا- اب یہ خواص طبعی ہیں اس میں کسی کا کیا دخل ہو سکتا ہے-

۲۸۲ (ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میاں میں تو جیسا ہوں بدل نہیں سکتا اگر پسند ہوں کام لو- نہیں پسند تو گھر بیٹھو یا اور کہیں جاؤ- مشائخ بہت ہیں- اور وہ شیخ ہیں- میں میخ ہوں- اور جگہ برکت ہی یہاں حرکت ہے- یہاں پر تو گھن کی چوٹ پڑتی ہے جب خمدار سیدھا ہوتا ہے- میں کسیکو ترغیب دینے تو نہیں جاتا نہ بلاتا ہوں بلکہ اور بھگاتا ہوں کہ بدفہموں سے پیچھا چھٹے اور نجات ملے تم تو کہتے ہوگے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا بس اسوقت یہاں سے جاؤ بعد ظہر مجلس میں آکر بیٹھنا-

۲۸۳ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ معاملات میں تو سوء ظن چاہئے اور اعتقاد میں حسن ظن- اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جسکا تجربہ نہ ہو چکا ہو اس سے لین دین نہ کرے روپیہ نہ دے تو اس معنے کر معاملات میں سوء ظن رکھے- باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے کسیکو برا نہ سمجھے یہ دونوں ایک وقت میں اس طرح جمع ہو سکتے ہیں-

۲۸۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نہایت ہی حسن صورت حسن سیرت حسن اخلاق کے جامع تھے- معلوم ہوتا تھا کہ نواب زادے ہیں اُن کی خواص سے معلوم ہوا کہ شب کی عبادت میں روتے تھے- دن کو امیر- رات کو فقیر- کثرت کام کی وجہ سے دماغ ماؤف ہو کر مرگی کا مرض ہو گیا تھا- تھوڑی سی عمر میں بڑا کام کیا یہ سب تائید غیبی ہوتی ہے ورنہ انسان کا وجود ہی کیا ہے

۲۸۵ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ غیر مقلدوں کی ایسی بات کو لئے پھرتے ہیں اس میں تو گنجائش بھی ہے- ان میں تو بہت سے لوگ چار نکاح سے

زائد کو جائز کہتے ہیں ایسے لوگ غیر مقلدین کیا بدعتی ہوئے جسطرح بہت سے فرقے بدعتیوں کے ہیں منجملہ اُن کے ایک فرقہ بدعتی یہ بھی ہے۔ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے دادا کی بیوی سے نکاح کو جائز لکھدیا۔ خیر ابتو رجوع کر لیا ہے۔ ان بزرگ پر خود غیر مقلدوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یہ بھی عجیب فرقہ ہے۔ ان میں اکثر بیباک گستاخ دلیر ہوتے ہیں ذرا خوف آخرت نہیں ہوتا جو جی میں آتا ہے جسکو چاہتے ہیں کہدیتے ہیں۔ شیعوں کی طرح ایسوں کا بھی تبرائی مذہب ہی

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اس قسم کی حرکت کرتا کہ لنگوٹی باندھ لیتا اور تیسرے درجہ میں سفر کرتا تو اُسپر دناءت اور خست کا الزام لگاتے اب فلاں ہندو نے کیا تو وہ تواضع میں شمار کیا جاتا ہے۔ تواضع کی بھی کیا درگت بنی ہے۔ جہالت کا بھی کوئی مول نہیں عرف میں علم کا زمانہ ہے حقیقت میں جہل کی کثرت ہے۔ ایسا علم بھی جہل ہی ہے جس سے انسان کو اپنے خالق اور مالک سے بُعد ہو جائے۔ تواضع کی کیسی پاکیزہ تعریف ہے۔

(ملفوظ ۲۸۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بہت سے مسلمانوں کو توکل کا سبق یاد ہے کہ ہو رہیگا جو کچھ ہونا ہوگا۔ تدبیر نہ کرنا مریض کی دوا نہ کرنا ان کے نزدیک توکل ہے۔ آدمی تدبیر کرے دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل۔ باقی یہ صورت مروجہ توکل کی سو یہ تو ایک درجہ کی گستاخی ہے کہ خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے ہیں کہ دیکھیں بلا اسباب بھی کچھ کرینگے یا نہیں۔ یہ توکل کہاں ہوا۔

(ملفوظ ۲۸۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب تک ہم کلمہ پڑھتے ہیں تمام غیر مسلم ہمارے دشمن ہیں۔ اسمیں کالے گوروں کی کچھ قید نہیں۔ مسلمانوں میں جو بڑے بڑے خوشامدی ہیں وہ اُنکو بھی اپنا دوست نہیں سمجھتے۔ سو بعض تحریکات سے ہمارا علیحدہ رہنا اسوجہ سے نہیں کہ وہ ہمکو اپنا دوست سمجھیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بدون قوت کے خطرہ میں نہیں پڑنا چاہیئے تو یہ علیحدگی انگریزوں کی ساتھ دوستی نہیں بلکہ اپنے ساتھ دوستی ہے مگر آجکل لوگ اپنے ساتھ دشمنی کرنے کو انگریزوں کی ساتھ دشمنی سمجھتے ہیں۔ ایک انگریز کلکٹر کا خط آیا اس میں اس علیحدگی پر شکریہ لکھا تھا۔ میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے بھائیوں کیواسطے کیا ہے اپنا مذہبی فرض سمجھکر ادا کیا ہے گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں اسلیئے

میں آپ کے شکریہ کا مستحق نہیں لیکن اگر اسپر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپ کے شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ شملے سے ہوم ممبر کا خط آیا اس میں اسی قسم کا مضمون تھا۔ میں نے جواب ہی نہیں دیا مگر معترضین کی عجیب حالت ہے کہ باوجود استغنا اعراض اور خشک برتاؤ کے ہمکو حامی موالات کہا جاتا ہے اور خود شب و روز ان میں گھسے رہتے ہیں۔ صورت۔ سیرت لباس رفتار گفتار سب ان کی سی اور پھر تارک موالات۔ عجیب بات ہے۔ علیگڈھ میں کلکٹر نے مجھ سے ملنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپ سے ملنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں یہ جواب سنکر بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ واقعی میری غلطی تھی۔

۲۵ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

۲۸۹ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بے پردگی کے بہت برے نتائج ہو رہے ہیں اور یہ کم عقل اور بدفہم لوگ اسوقت سمجھیں گے جب بات ہاتھوں سے نکل جائیگی اسوقت تو دماغ کو چڑھ رہی ہے۔ بدحواس ہو رہے ہیں کچھ خبر نہیں مگر یہ نشہ بہت ہی قریب اتر جانیوالا ہے۔ یورپ کا تو اتر گیا اور ان کا تو دیر میں بھی اتر ان کا بہت جلد اتر جائیگا اسلئے کہ ان کا ہر کام جوش کے ماتحت ہوتا ہے وہ چاہے دین کا کام ہو یا دنیا کا اور جوش کی عمر ہمیشہ کم ہوتی ہے۔ میں نے تو اسکے متعلق اپنے ایک بیان میں نہایت بسط کیساتھ تقریر کی ہے اور اس میں ایک لطیف نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا اور یوں نہیں فرمایا کہ المال والبنات اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز عام منظر پر لانیکی نہیں ہوتی وہ حیوۃ دنیا کی زینت نہیں کیونکہ زینت کیلئے تو ظہور ضروری ہے اسلئے بنون فرمایا کہ یہ ہے حیوۃ دنیا کی زینت اور یہ مضمون غالباً البلاغ کا جو سلسلہ ہے اس میں دس وعظ ہیں اس میں کسی وعظ میں ہے اچھی طرح پختہ یاد نہیں۔

۲۹۰ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو آجکل کے مناظرہ مروجہ سے جو نفرت ہے علاوہ فساد نیت کے اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اصول اور قواعد کے ماتحت گفتگو نہیں ہوتی اور

اور اسکی وجہ فن سے عدم واقفیت و عدم مہارت ہے۔ آجکل کے مناظرہ کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جو مولانا عبدالحی صاحب نے فرمایا ہے جب اُن کا مناظرہ نواب صدیق حسن خانصاحب سے ہوا تو ایک شخص نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب آپکی شان کے خلاف ہے ایسی باتوں میں پڑنا۔ فرمایا کہ تم شطرنج کھیلتے ہو۔ عرض کیا کہ جی ہاں کہا کہ یہ ہماری شطرنج ہے جیسے تم بہت سے بیہودہ کام کرتے ہو ہم بھی ایک کام کر لیتے ہیں اگر ہم شطرنج لیکر بیٹھیں تو بدنامی کی بات ہے۔ حاصل یہ کہ یہ طالب علموں کی شطرنج ہے دل بہلانیکا مشغلہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسکو دل سے پسند نہ فرماتے تھے۔ یہی میرا مسلک ہے کہ میں اسکو پسند نہیں کرتا۔ سوائے قیل وقال اور وقت کے خراب ہونیکے نتیجہ کچھ نہیں۔ اظہار حق کی نیت تو کسی کی بھی نہیں ہوتی الاماشاء اللہ بس یہ نیت ہوتی ہے کہ ہیٹی نہو سُبکی نہ ہو صرف ہٹ دھرمی سخن پروری ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسوقت کوئی بات پیش آتی ہے یا کوئی سوال کرتا ہے عین وقت پر اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں اور مناسب جواب قلب میں القاء فرما دیتے ہیں۔ ایک خط میں عربی عبارت میں سوال آیا کہ آجکل ترکوں سے جنگ ہے مسلمانوں کو کس کا ساتھ دینا چاہئے۔ بظاہر اُس استفتے کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی عالم سائل ہیں اور تھا واقع میں ایک سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے افسر کا میں نے جواب میں لکھدیا۔ لا لهم ولا علیهم ایک شخص سے وہ افسر ملا تھا کہتا تھا کہ ہمنے عربی میں ایک سوال کیا تھا تاکہ سائل کو طالب علم سمجھکر بے تکلف جواب دیدے مگر ایسا جواب دیا کہ ہم کچھ باز پرس نہیں کر سکتے اور یہ بھی کہا کہ یہ شخص قبضہ میں نہیں آتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جواب ہر سوال کا ہوتا ہے مگر جو اہل غرض چاہتے ہیں وہ نہیں ہوتا مجھکو سوال دیکھکر ہی کھٹک ہو گئی تھی یہ بھی تائید غیبی ہے۔

(ملفوظ ۲۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقائق نہ جاننے کی وجہ سے عالم پریشان ہے۔ بدون حقائق کی واقفیت کے بڑی ہی پریشانی ہوتی ہے اللہ کا شکر ہے کہ بقدر ضرورت ہر چیز موقع کی قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں ضرورت کے وقت کوئی پریشانی یا اُلجھن نہیں ہوتی۔

۲۹۳
(ملفوظ) ایک شخص نووارد حاضر ہوئے خود تو خاموش رہے لیکن حضرت والا کے دریافت فرمانے پر بھی اپنا تعارف نہ کرایا اس پر حضرت والا نے تنبیہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہو گیا تم لوگوں کو۔ اذیت پہونچانا کیوں اپنا شعار بنا لیا مجھکو تمہاری ان بدفہمیوں کی بدولت بدنام ہونا بھی پڑا اگر تم کو ذرہ برابر احساس نہیں ہیں اگر صبر کروں اور کر سکتا ہوں اسلئے کہ صبر اختیاری ہے تو تمہاری اصلاح کیسے ہو اور اگر صبر نہیں کرتا تو بدنام ہوتا ہوں تمہاری حرکتوں کو کوئی نہیں دیکھتا۔ خاموش بیٹھے ہو گردن جھکائے تمکو لوگ مظلوم سمجھتے ہیں میں بول رہا ہوں مجھکو ظالم سمجھتے ہیں۔ ارے بھائی کچھ تو جواب دو۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائے فرمایا کہ معافی تو بعد میں ہوگی اور خدانخواستہ میں کوئی انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں جو معافی چاہتے ہو۔ معاف کو معاف ہی ہے مگر یہ جو شاہ جو بنکر آئے ہو ساری بزرگی یہیں کے واسطے جمع کرکے لائے ہو۔ تمہارے دل میں جو ایک بے اصول خیال ہے کہ نہ بولنا ادب ہے یہ یہاں نہیں چلیگا کہیں اور جاکر یہ بزرگی بگھارنا یہاں تو بولنے سے اور کام کرنے سے کام چلیگا پہلے انسانیت سیکھو آدمی بنو تب بعد میں بزرگی اور ولایت کی تلاش کرنا۔ اچھا جاؤ چلو اٹھو یہاں سے آتے ہی قلب کو مکدر کر دیا کیا خاک نفع ہوگا اگر جی چاہے تو کل بعد نماز ظہر کے آکر مجلس میں بیٹھنا وہ شخص اٹھکر چلے گئے فرمایا کہ آدمی تو سیدھے معلوم ہوتے ہیں طبیعت میں سلامتی بھی معلوم ہوتی ہے کوئی تاویل وغیرہ بھی نہیں اور بدفہم بھی نہیں معلوم ہوتے لیکن بیفکری کا مرض ضرور ہے لیکن فکر اسی طرح پیدا ہوگی۔

۲۹۴
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ بیخبری بھی بڑی چیز ہے ایک شخص مجھسے کہنے لگے کہ اچھے کھانے اور اچھے کپڑے کے پیچھے پڑنا بھی واہیات ہے زہد کے خلاف ہے میں نے کہا اور اچھی بیوی کی تلاش یہ خلاف زہد نہیں اب گم ہو گئے۔ میں نے کہا کہ اگر کسی کے پاس اچھی بیوی ہو تو کیا اسکو طلاق دیکر بری شکل کی سے نکاح کرے اور بری بھی ایسی کہ ضلع بھر میں تو کم از کم اُس سے زیادہ بدشکل کوئی نہ ہو اگر خدا تعالیٰ اچھا کھانا اور اچھا کپڑا دے تو کھاوے پہنے بس ایسی چیزوں کو درویشی کی فہرست میں داخل کر رکھا ہے۔

۲۹۵
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی سے کیا کہا جائے وہ قصہ

ہو رہا ہے کہ اندھے کے آگے روئے اور اپنے آنکھیں کھوئے۔ یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہو گئی اسلئے کہ کوئی عمل نہیں کرتا وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونا چاہئے۔ یہ بہت پرانی رائے ہے مگر کوئی نہیں مانتا اور نہ سنتا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کی طرف کی خصوص بڑے مدارس جیسے دیوبند سہارنپور انکی طرف سے ہر جگہ مبلغ رہیں۔ تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر اُن کا قیام ہو باضابطہ نظام ہو اور دیگر ممالک میں بھی مبلغ تیار کر کے بھیجے جائیں یہ بھی پرانی رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے ماتحت صنعت و حرفت کا شعبہ ضرور ہونا چاہئے تا کہ فراغ کے بعد کسی کے محتاج نہ ہوں۔ یہ ضرب المثل ہے کہ یہ لکھ پڑھکر اور کچھ نہیں کر سکتے سوائے چندہ مانگنے کے۔ اور بھی بعضی مفید رائیں ہیں مگر جب کوئی ایک بات پر عمل کرے تو اور بھی مشورہ دیا جائے ورنہ بیکار ہے۔

(ملفوظ ۲۹۶) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض لوگ یہ عقلمندی کرتے ہیں کہ جواب کے لئے سادہ لفافہ بلا پتہ لکھا ہوا بھیجدیتے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے اسکی وجہ پوچھی لکھا کہ آپ کا لکھا ہوا ہوگا تو برکت ہو گی۔ میں نے لکھا کہ سارا جواب بھی تو میرا ہی لکھا ہوا ہے اس سے برکت نہیں ہوتی۔ زیادہ تر وجہ اسکی یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے لئے القاب کے طالب ہوتے ہیں جو دوسرے کے لکھنے میں متوقع ہے اور اپنے ہاتھ سے پتہ لکھنے میں یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے وہ مرض جسکی وجہ سے سادہ لفافہ بھیجتے ہیں۔ نہ برکت ہے نہ حرکت ہے چور ہے۔

(ملفوظ ۲۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شام میں ایک شہر ہے حمص وہاں کے لوگ کم عقل مشہور ہیں۔ ایک شخص وہاں گیا تو دیکھا کہ ایک شخص اذان دے رہا ہے اور بجائے اشہد ان محمدا رسول اللہ کے یہ کہہ رہا ہے کہ اہل القریۃ یشہدون ان محمدا رسول اللہ اذان کے بعد پوچھا یہ کیا قصہ ہے معلوم ہوا کہ موذن رخصت پر گیا ہے اور ایک یہودی کو عوضی پر چھوڑ گیا ہے چونکہ وہ رسالت کا قائل نہیں اور نیابت میں اس کا کہنا بھی ضروری ہے لہذا یہ اضافہ کیا۔ وہاں ہی کا ایک یہ قصہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک ٹانگ

ایک طرف کو اُٹھا رکھی تھی کسی نے پوچھا کہ یہ ٹانگ الگ کیسے کر رکھی تھی کہ کہا کہ اس پانوں پر کچھ چھینٹ وغیرہ پڑ گئیں تھیں اسلئے ناپاک تھی اور دھونے کی فرصت نہ تھی اسلئے میں نے اسکو نماز سے خارج کر دیا۔ ایک قصہ جھانسی کا ایک ثقہ دوست بیان کرتے تھے کہ ایک امام نے سجدہ سہو کیا اور ظاہراً کوئی سہو نہ تھا لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی تھی۔ کہتا ہے کہ ایک پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہوگئی تھی اسلئے سجدہ سہو کیا ایسے ایسے بھی ذہین موجود ہیں

(۲۹۵) **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ شاہ نجات اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرسوی ضلع بارہ بنکی اسقدر جہ کے بزرگ تھے کہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کی زیارت کے قصد سے تشریف لیگئے تھے اور ان کے تقویٰ کی یہ حالت تھی کہ کوئی شخص مسلسل تخت پر لکڑی مار رہا تھا۔ فرمایا کہ یہ معازف میں داخل ہے اسقدر متبع سنت تھے۔

(۲۹۶) **ملفوظ** ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات تواریخ میں بھی دیکھے ہیں اور سنے بھی ہیں۔ بڑی ہی عجیب ہستی تھی۔ نہایت شجاع متبع سنت۔ یہ سب دین ہی کی برکت تھی کہ ذرہ برابر کسی مخالف چیز کا اُن پر اثر نہ ہوتا تھا۔ تاناشاہ کے قلعہ کو جب فتح کیا عین شباب جنگ کے وقت جبکہ دونوں طرف سے گولہ باری ہو رہی تھی نماز جماعت کے ادا کرنے کا حکم دیا امامت کی کسی کی ہمت نہیں ہوئی خود امام ہو کر نماز پڑھی۔ کیا ٹھکانا ہے اس قوت قلبی کا۔ یہ قوت ایمانیہ تھی جو غیر مسلم میں نہیں۔ اسوقت جو ملک میں فتنہ فساد ہو رہے ہیں ان کا فرو کرنا کون مشکل تھا۔ اگر اسلامی سلطنت ہوتی جسکے لئے شجاعت ایمانی لازم ہے تب دیکھتے کہ کیا رنگ ہوتا اور اسکے لئے اسکی ضرورت نہیں کہ توپوں اور بندوقوں سے مخلوق کو ہلاک کیا جائے۔ زیادہ ضرورت قوت قلب کی ہے اور یہ سوائے مسلمان کے اور کسی کے پاس نہیں۔ معتدل سیاست اور فراست بھی مسلمان ہی کا حصہ ہے اگر ہم سچے مسلمان ہوتے تو ایسے پریشان نہ ہوتے لیکن ہمنے خدا کی اور اُسکے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری چھوڑ دی۔ لیکن اب بھی گو ہم نالائق ہیں گنہگار ہیں سیاہ کار ہیں نابکار ہیں گستاخ ہیں مگر پھر بھی جب وقت آتا ہے تو عین وقت پر خلوص نیت کی بدولت نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔ واقعات شاہد ہیں۔

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تہجد کیوقت آنکھ نہیں کھلتی اس کا کوئی علاج فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ تدابیر زیادہ موثر ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد فوراً سو جانا چاہیئے۔ پیٹ بھر کر نہ کھایا جاوے۔ ذرا کم کھایا جاوے۔ کھانا سویرے کھالیا جاوے تاکہ ہضم ہو جائے اسکی گرانی اور کسل باقی نہ رہے۔ پانی پیا تو جاوے پیاس کو نہ روکا جاوے۔ اس میں تکلیف ہوگی مگر زیادہ نہ پیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ وقت پر آنکھ کھل جائیگی اب اُٹھنا اپنی ہمت پر موقوف ہے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسکی تحقیق یہ ہے کہ ایک تو صلوٰۃ اللیل ہے اور ایک تہجد ہے۔ صلوٰۃ اللیل عشاء کے بعد کی تمام نوافل کو عام ہے اور تہجد نوافل بعد النوم کی ساتھ خاص ہے۔ غرض صلوٰۃ اللیل قبل از نوم ہے اور تہجد بعد النوم ہے آن کی ایک مشترک فضیلت ہے اور ایک خاص فضیلت تہجد کی ہے۔ مگر صلوٰۃ اللیل قایم مقام تہجد کے ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تربیت السالک کی تبویب مولوی عبدالمجید صاحب بچھراؤنی نے چھپوا دی ہے سنہ ۱۳۵۰ھ تک تربیت السالک کے جو حصے مختلف طور پر چھپے تھے انکو ایک جگہ کر کے چھپوا دیا ہے۔ بڑی ضخیم کتاب ہو گئی ہے اور بہت نافع۔ لیکن طبیب ہی کے کام کی ہے مریض کے کام کی نہیں جیسے بہت سی طب کی کتابیں علاج الغرباء وغیرہ اُردو میں چھپ گئی ہیں مگر اُن سے غیر طبیب علاج نہیں کر سکتا ایسے ہی اسکو دیکھکر شیخ نہیں بن سکتا اور نہ کسی کی اصلاح کر سکتا ہے جب تک فن میں مہارت نہ ہو مثلاً یہ معلوم کرنا کہ صفرا غالب ہے یا سودا برودت بڑھی ہوئی ہے یا حرارت مریض میں قوت کسقدر ہے مسہل کا تحمل کرلے گا یا نہیں۔ یہ باتیں محض کتاب سے کیسے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اور کتاب طبیب سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جاوے۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بہت کچھ کام ہوگیا اب تو کام کو گھٹا رہا ہوں۔ صرف ایک چیز کا انتظار ہے اور اب اُس کا وقت قریب ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کس چیز کا انتظار ہے فرمایا کہ جب ویسے نہیں سمجھے تو کیوں پیچھے پڑے کوئی تحقیق کرنا فرض نہیں واجب نہیں کام کی بات کی تحقیق کیا کرتے ہیں اس عبث سوال سے شبہ ہوتا ہے کہ قلب میں چور ہے عبث اور فضول کی طرف متوجہ ہے۔ یہ باتیں خیال رکھنے کی ہیں اور ہر بات بتلانیکی بھی نہیں ہوا کرتی۔ سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں۔ اب بیٹھا ہوا کون کھرل کیا کرے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قرابت داروں میں ایک میت ہوگئی گھر میں مشورہ دیا کہ تم بھی تعزیت کا خط لکھدینا۔ میں نے وعدہ کرلیا مگر جنکو خط لکھنا تھا وہ ایک بی بی ہیں مجھکو حجاب معلوم ہوا کہ ایک عورت کو خطاب کروں گو دینی تعلق کی بناء پر ماں اور بہن ہیں اور عمر کے اعتبار سے بھی معمّر ہیں۔ میں گھبر گیا انہوں نے کہا کہ جب خط لکھو ہماری طرف سے بھی لکھدینا بس اس سے میرے ذہن میں ایک عنوان آگیا کہ وہ خط گھر میں ہی کی طرف سے لکھدیا گو مضامین میرے ہی ہیں اس طرح وہ دونوں کی طرف سے ہوگیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو آنیوالوں سے یہ چاہتا ہوں کہ جس کام کیلئے آئے ہو اس میں لگو اور یہاں بیر رہتے ہوئے نہ کسی سے دوستی کرو نہ دشمنی بالکل اسکے مصداق ہوکر رہو

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اکثر مشائخ کے یہاں یہ حالت ہے کہ چہار طرف پروانے جمع ہیں بیچ میں شیخ صاحب شمع کی طرح جلوہ افروز ہیں کوئی ہاتھ چوم رہا ہے کوئی تک رہا ہے کوئی دوزانو گردن جھکائے سامنے بیٹھا ہے کوئی مخالف کی مذمت کر رہا ہے کوئی شملہ کی چائے کا ذکر کر رہا ہے کوئی کشمیر کے زعفران کی تعریف کر رہا ہے مجلس گرم ہے مگر اللہ اور رسول کے ذکر کا نام ونشان بھی نہیں مجلس ختم ہوجاتی ہے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میں اپنی کھلی ہوئی حالت رکھتا ہوں اس خیال سے کہ کسی کو دھوکا نہ ہو اور جو بات میرے اندر منجملہ نعم الٰہیہ ہے اسکو بھی ظاہر کردیتا ہوں اور جو نقص کی ہے

اسکو بھی ظاہر کر دیتا ہوں چنانچہ چار علوم جو بڑے ہیں تفسیر - حدیث - فقہ - تصوف - ان میں دو سے مجھکو بقدر ضرورت مناسبت ہے یعنی تفسیر اور تصوف اسکو بھی ظاہر کر دیتا ہوں - اور حدیث اور فقہ سے مجھکو ضروری مناسبت نہیں تھی - اس کا بھی اخفا نہیں کرتا - اور جس سے مناسبت ہے وہ بھی حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے ہے - ایک موقع پر یہ فرمایا تھا کہ تفسیر اور تصوف سے تجھکو مناسبت ہوگی اگر اسوقت خیال آتا تو حدیث و فقہ کیلئے بھی دعا کر الیتا - اور یوں بقدر حاجت حدیث اور فقہ سے بھی اللہ کے فضل ورحمت سے کام نکال لیتا ہوں - مگر جسکو مناسبت کہتے ہیں وہ نہیں - خلاصہ یہ کہ نہ میں متکبر ہوں نہ متعارف متواضع ہوں - میرے یہاں جو بات ہے صاف ہے - بحمد اللہ میری کسی بات میں تلبیس نہیں - چنانچہ فقہ کے مسائل پر میں خود دوسرے علماء سے پوچھکر عمل کرتا ہوں - اور فقہ سب سے زیادہ مشکل اور اہم چیز ہے اُس میں دخل دیتے ہوئے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے اور بعضے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ اس میں ہی زیادہ دلیر ہیں -

۲۵ (ملفوظ ۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کے مزاج میں فطری اور خلقی طور پر رعونت اور تکبر ہوتا ہے

(ملفوظ ۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے داماد تھے جسوقت ہندوستان پر چڑھائی کی ہے اسوقت سترہ سال کی عمر تھی - لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار ہمراہ تھے - مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے - یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی - سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی - زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے قریب تھا اسوقت فہم عام تھا اب جسقدر حضور کے زمانہ سے بعد ہو جاتا ہے اسیقدر اس میں کمی ہو رہی ہے - راجہ داھر پر چڑھائی کا ارادہ کیا - اسکے پاس بڑا ساز وسامان تھا انکو فکر تھی کامیابی کی کیا صورت اختیار کیجائے کسی نے خبر دی کہ راجہ داھر نے اپنی بہن سے شادی کی ہے - یہ سنتے ہی کہ بہن سے نکاح کیا ہے محمد بن قاسم نے کہا کہ اب ہم غالب آگئے اسلئے کہ وہ کافر ہی نہیں بلکہ ملحد بھی ہے - کافر میں شجاعت ہو سکتی ہے - ملحد میں شجاعت نہیں ہو سکتی - دیکھئے جذبات کو کیسا پہچانا - شہوت پرست زانی کبھی شجاع نہیں ہو سکتا - پھر

جسوقت راجہ داھر کے مقابلہ میں فتح پا چکے اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا اور تمام مسلح فوجیں وغیرہ اپنے اپنے مقام پر حفاظت کیلئے قائم کردی گئیں اسوقت محمد بن قاسم گھوڑے کی پیٹھ سے اترے قلعہ وغیرہ کو دیکھا اسوقت دو لڑکیاں قلعہ میں شاہی خاندان کی تھیں جو حسن میں یکتا تھیں اُنہوں نے محمد بن قاسم کو دیکھا عاشق ہوگئیں۔ محمد بن قاسم کا ایک نو شباب پھر تقوے اور نور ایمان کی جھلک ان سب نے ملکر حسن کو دوبالا کردیا تھا غرض دن گذر جانے پر شبکو ان دونوں لڑکیوں نے چلاّنا شروع کیا کہ درد ہے۔ محمد بن قاسم اسوقت اپنے خیمہ میں سو رہے تھے انکو جگایا۔ اُن لڑکیوں کے پاس پہونچے اُنہوں نے کہا کہ ہمارے درد وغیرہ کچھ نہیں آپ کی محبت کا درد ہے، ہماری تمنا ہے کہ ہم براہ راست آپ کی خدمت کریں۔ محمد بن قاسم جواب میں کہتے ہیں کہ میں تو محکوم ہوں تمکو خلیفہ وقت کے پاس بھیجدیا جائیگا وہ جو چاہیں کریں مجھکو کوئی اختیار نہیں۔ یہ ہے تقویٰ اور قوت ایمانیہ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محمد بن قاسم شہوت پرست نہ تھے، یہی چیز ہے جس سے ان میں اسقدر شجاعت اور بہادری تھی۔ یہ لوگ بندۂ شہوت نہ تھے بلکہ خدا کے فوجی لوگ تھے، شمشیر زن تھے لیکن زن کے مقابلہ میں شمشیر ہی تھے۔ ان قصوں کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ اور اُس زمانہ کے اتقیاء تو اتقیاء تھے ہی غیر اتقیاء میں بھی عجیب جذبات تھے۔ ایک مقام پر کفار نے مسلمانوں پر کچھ مظالم کئے تھے حجاج بن یوسف اُسوقت عامل تھا۔ خبر پہونچتے ہی حجاج بے چین ہوگیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اسلام اور مسلمانوں کا بہت ہی بڑا ہمدرد تھا۔ یہ اسوقت کے ظالم کے حالات ہیں کہ حمیت اسلامی غیرت اسلامی جوش اسلامی اُسکے اندر کافی موجود تھا۔ نیز یہی حجاج بن یوسف ہر شب میں تین سو رکعت نماز نفل پڑھتا تھا۔ یہ روزانہ معمول تھا آجکل کے مشائخ اور عابد زاہد بھی یقیناً اتنی رکعتیں ایک شب میں نہیں پڑھتے۔ یہ جسوقت مرنے لگا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حجاج جیسے ظالم شخص کو ہرگز ہرگز نہ بخشیں گے ہم تو جب جانیں کہ مجھکو بخشدیں اور آپ کی شان رحیمی دکریمی کو مخلوق دیکھ لے کہ ایسے رحیم کریم ہیں کہ حجاج جیسے ظالم کو بخشدیا کسی نے جاکر حسن بصری رح سے ..... کہا کہ یہ کہکر مرا ہے فرمایا کہ بڑا ہی چالاک تھا۔ یہ چالاکی سے خدا سے جنت بھی لے مریگا۔ بات یہ ہے

کہ ہمارے گناہ تو بہت بڑے ہیں مگر خدا کی رحمت کے سامنے کیا چیز ہیں ان کی کیا حقیقت ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک مچھر صاحب بیل کے سینگ پر بیٹھ گئے اور بیل سے کہا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں کچھ دیر تک آپ کے سینگ پر بیٹھا رہا آپکو بہت تکلیف ہوئی ہوگی معاف فرمادیجیئگا بیل نے کہا کہ بھلے مانس مجھکو تو خبر بھی نہیں ہوئی۔ وہ ذات تو اس مثال سے بھی مبرّا اور منزہ ہے۔

(ملفوظ ۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اس میں طبیب جسمانی کی طرح معالجہ کرنا پڑتا ہے ہر دقیق سے دقیق بات پر نظر کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل ظاہر خشک لوگ کم فہمی سے اسکو بدعت کہنے لگے ہیں حالانکہ اسمیں بدعت کی ایک بات بھی نہیں۔ ہاں سمجھ میں ذرا دیر میں آتی ہے اور جنکو ذوق صحیح ہے وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں اور واقعی جب تک حقیقت کسی چیز کی مخفی رہتی ہے سمجھ میں آنا مشکل بھی ہوتا ہے اب معالجہ اور تربیت واصلاح کے ماتحت میں اسکی ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک شخص گناہ کرنا چاہتا ہے اب اُسکو روکنے کیواسطے کیا تدبیر ہے اُس سے کہا جائیگا کہ گناہ کرنیکے وقت رحمت خداوندی پر نظر نہ کرنا چاہیئے بلکہ عذاب پر عقاب پر نظر کرنا چاہیئے گو اعتقاد اسوقت بھی رحمت پر رہے مگر اسوقت اُسپر التفات ونظر نہ رکھو۔ نظر صرف عذاب پر رکھو جیسے طبیب کی دوا پینے کے بعد ایک محدود وقت تک غذا نہ کہانا چاہیئے تو جیسے طبیب نے وقت خاص تک کیلئے غذا کو منع کیا ہے اسی طرح یہاں سمجھ لو اگر یہ تدبیر بھی بدعت ہے جو طبیب نے اختیار کی ہے تو وہ بھی بدعت ہوگی۔ اور اگر یہ بدعت نہیں تو وہ بھی بدعت نہیں۔ اسکی نظیر حدیث میں ہے ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی اعمالکم یعنی توجہ خاص نہیں ہوتی نظر خاص نہیں ہوتی تو اس سے علم تھوڑا ہی منتفی ہو گیا۔ حسین عرب کے پوتے یہاں آئے تھے یہ اہل حدیث میں سے ہیں۔ ایک دو روز قیام کیا۔ یہاں کی باتیں سنکر کہنے لگے کہ یہ کتابی علم نہیں وہبی علم ہے۔ میں نے کہا کہ یہ خدا کی نعمت ہے۔ اب اگر کوئی صرف ظاہری علم رکھتا ہو وہ اس معالجہ پر اعتراض کریگا کہ رحمت پر نظر کرنے سے منع کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولویوں کے غریب ہونے سے دل بھی دُکھتا ہے مگر خیر یہی

میں ہے کہ مولوی غریب ہی رہیں جو امیر مولوی ہیں یا جنکو ریاستوں سے وظیفہ ملتا ہے وہ دین کا ذرا سا بھی کام نہیں کرتے خالی پڑے رہتے ہیں کچھ بھی نہیں کرتے اسلئے ان کا غریب رہنا ہی مصلحت ہے

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چالاکی تو وہ ہے جسکو کوئی نہ سمجھ سکے ورنہ تو بھونڈ پن ہے، جب پتہ لگ گیا تو ہوشیاری اور چالاکی ہی کیا ہوئی۔

(ملفوظ ۳۱۲) ایک خط بد خط لکھا ہوا آیا اُسکے سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط نہایت پاکیزہ تھا۔ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ حضرت کا نستعلیق تو نہیں دیکھا مگر نسخ دیکھا ہے بہت ہی پاکیزہ خط تھا۔

(ملفوظ ۳۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم کا تمام عالم بھی مقابلہ نہیں کر سکتا جس بڑے سے بڑے متبحر سے چاہو پوچھکر دیکھ لو کہ تمہارے علوم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسے ہیں ہر شخص دل سے یہی کہیگا کہ ہیچ ہیں یہاں سے حضور کے علوم کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر شخص حضور کے علوم کے سامنے اپنے کو جاہل کہیگا اور دوسری قومیں غیر مسلم تو امتی مسلمانوں کے علوم کے سامنے بھی جاہل ہیں۔ ایک واقعہ سنا ہے کہ پادری فنڈر اور مولانا نور الحسن صاحب کاندہلوی آگرہ میں اتفاقاً ایک سکول میں جمع ہو گئے۔ پادری فنڈر نے ایک طالب سے کہا کہ وہ کتاب لاؤ جو قرآن سے بھی زیادہ فصیح اور بلیغ ہے مولانا نے کہا کہ وہ کونسی کتاب ہے جو قرآن سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہے کہنے لگا کہ مقامات حریری۔ یہ انکے علوم ہیں مولانا نے کہا کہ اور میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن سے زیادہ فصیح اور بلیغ کوئی کتاب نہیں۔ اب رہا اس کا فیصلہ اُسکی صورت یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کر لیا جائے کہ عربیت میں میں زیادہ ماہر ہوں یا آپ اور اُسکی یہ صورت ہے کہ ایک مضمون میں بھی عربی میں لکھوں اور آپ بھی اور یہ ظاہر نہ کیا جاوے کہ کسکا کاتب مسلمان ہے اور کس کا عیسائی اور وہ دونوں تحریریں بیروت اور سکندریہ بھیجدی جائے اگر وہاں آپ کا مضمون فصیح اور مانا جائے تو جس کتاب کو آپ فصیح اور بلیغ کہدیں میں تسلیم کر لوں گا اور اگر میرے مضمون کو زیادہ فصیح بلیغ مانا جاوے تو پھر میں جس کتاب کو کہدوں آپ تسلیم کر لیں پھر فرمایا کہ اس پادری کا علمی کمال تو

اسی سے ظاہر ہے کہ مقامات حریری کو قرآن سے زیادہ فصیح اور بلیغ تبلایا - دوسرے لوگ
علوم سے بالکل کورے ہوتے ہیں انکے علوم کی حقیقت محققین کے علوم کے سامنے اس سے
زیادہ نہیں جیسے اکبرشاہ کے یہاں مشاعرہ ہورہا تھا اس میں اپنا اپنا کلام پیش کررہے تھے
ایک گنوار کو جوش اُٹھا مصرعہ بنایا - املی کا پتہ سبج (بتشدید باء یعنی سبز) دوسرا نہ بن سکا
فیضی نے تمسخر سے کہا ابجد حطی ہبج (بتشدید باء یعنی ہوز) ایک اور مشاعرہ ہوا تھا کچھ
گنوار بھی پہونچ گئے دربار کا مشاعرہ راجہ بھی موجود - ایک گنوار بولا - بول بہلا بھائی بول بہلا - دوسرا
بولا ڈھول بھلا بہائی ڈھول بہلا - ایک مسخرہ شاعر بھی موجود تھا اُس نے کہا لاحول بہلا بھائی
لاحول بہلا -

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۳۱۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اس میں بیعت کی درخواست کی تھی میں نے لکھدیا
تھا کہ بیعت کیلئے مناسبت شرط ہے - آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ مناسبت سے کیا مراد ہے
اب جو لوگ مجھکو وہمی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر بات میں کھود کرید کرتا ہے وہ مشورہ دیں کہ
اگر کھود کرید نہ کروں تو اس شخص کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ مناسبت کسے کہتے ہیں - ایسے شخص کو
کیا تعلیم کروں -

(ملفوظ ۳۱۳) فرمایا کہ فلاں خانصاحب کے ایک مرید کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں پچیس برس سے فلاں
خانصاحب سے مرید ہوں اور پینسٹھ ۶۵ برس کی میری عمر ہے مگر اب اس باطل عقیدہ سے توبہ
کرتا ہوں اور آپکے دست مبارک پر بیعت کی درخواست کرتا ہوں - میں نے جواب میں لکھدیا
کہ تعجیل مناسب نہیں - اور جگہ تو نہ معلوم اس شخص کا خیر مقدم منایا جاتا اور ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا
مگر شیوخ کو اتنی غیرت تو ہونا چاہئے جس سے طالب کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ منتظر ہی بیٹھے تھے اگر
کوئی پختگی کے ساتھ آئے سر آنکھوں پر جو خدمت دین کی ہو سکیگی کرینگے مگر یہ کیا واہیات ہے کہ
تاک لگائے بیٹھے رہیں - آخر غیرت بھی کوئی چیز ہے ایک مثال ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں

ایک تو رنڈی ہے وہ تو ہر وقت پھانسنے کی فکر میں لگی رہتی ہے۔ ہر قسم کے بناؤ سنگار کریگی دل لبھانیکے پہلو اختیار کریگی اور ایک گھرستن ہے کہ خود دماغ میں بھری بیٹھی رہتی ہے اگر مرد اسکی شان کے خلاف کچھ کہتا ہے تو کہتی ہے کہ میں بھی تمسے کم نہیں ہوں۔ برادری کی ہوں کہیں سے یوں ہی نہیں آگئی ہوں۔ تو یہ مشائخ کا رنڈیوں کی طرح پھانسنا اور چاپلوسی اور خوشامدوں میں لگا رہنا مجھکو تو اس سے غیرت آتی ہے۔

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۳۶۷) ایک نووارد شخص حاضر ہوئے اور کشادہ جگہ کے ہوتے ہوئے بھی دوسرے صاحب سے اسطرح ملکر بیٹھے جیسے کوئی تنگ جگہ ہونے کی وجہ سے دبکر اور ملکر بیٹھا کرتا ہے۔ اسپر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ اتنی بڑی جگہ پڑی ہوئی چھوڑ کر ایک مسلمان کی چھاتی پر چڑھکر بیٹھے جس سے ایک مسلمان کو تکلیف پھونچی کیا اس میں کوئی مصلحت ہی۔ عرض کیا کہ بیٹھا تو تھا الگ کو مگر ان کی طرف کو سرک گیا تھا فرمایا کہ اس سرکنے ہی کو تو کہہ رہا ہوں جسکی وجہ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف ہوئی۔ آخر اس بھڑکر بیٹھنے کا سبب سرکنا ہی تو ہوا اس جواب کی بالکل ایسی مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو مار ڈالا کسی نے کہا کہ یہ کیا کیا تو اسپر کہتے ہیں کہ گولی چلائی تھی مارا نہیں۔ ایک صاحب کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ ان صاحب نے کہا تھا کہ یہاں کو بیٹھ جاؤ فرمایا کہ کسی نے کہا سہی تمہیں خدا نے عقل اور فہم دیا ہے اگر یہ صاحب یہ کہتے کہ یہ جو میرے سامنے ڈبکس کا غذات کا رکھا ہے اسپر بیٹھ جاؤ تو کیا تم اسپر بیٹھ جاتے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیوں جب گھر کی تو عقل تمکو ہے نہیں دوسروں کے کہنے پر چلتے ہو تو اسکے نہ ماننے کی کیا وجہ۔ عرض کیا کہ اب خود فکر سے اور سوچ کر کام کیا کروں گا معافی کا خواستگار ہوں فرمایا ہمیشہ اس کا خیال رکھو بری بات ہے۔ اصل چیز سلوک میں یہی ہے کہ اپنے سے دوسرے کو تکلیف نہ پھونچے عرض کیا کہ اب کبھی ایسا نہ ہوگا۔ پھر حضرت والا ان صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جنکے مشورہ سے یہ سرکے اور دریافت فرمایا کہ تم بیچ میں کیسے دخل دے رہے ہو کیا تم وکیل ہو مجاور ہو تم کو کسنے

کہا کہ تم مجلس کے انتظام میں مصروف رہو گیا اسیواسطے گھر چھوڑ کر آئے ہو گیا ہر وقت قلب میں غیر خدا ہی گھسے رہتے ہیں عرض کیا کہ پہلے یہ صاحب میرے اوپر اسی طرح چڑھ آئے تھے میں نے جگہ کی تنگی کو دیکھکر اور اس طرف جگہ زائد تھی ان سے کہدیا تھا کہ وہاں جگہ ہے وہاں کو بیٹھ جاؤ یہ مجھسے غلطی ہوئی میں معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا کہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ کا کوئی قصور نہیں اپنے تو ماشاء اللہ سمجھ کی بات کہی تھی ایک شخص کو نیک مشورہ دیا تھا۔ یہ سب ان ہی کی عقلمندی ہے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس درجہ اکبر شاہ کو بدنام کیا گیا ہے وہ اس درجہ کا نہ تھا خیالات اتنے برے نہیں تھے۔ چنانچہ جسوقت مرا ہے علماء کو صلحاء کو قراء کو حفاظ کو جمع کرکے توبہ کی اور اسکے بعد پھر کوئی بات دنیا کی نہیں کی اس حالت میں اکبر شاہ مرا ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جو لوگ سمجھدار ہیں وہ کہتے ہیں کہ اکبر شاہ نے جسقدر ہندوؤں کی اہانت کی ہے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذرہ برابر بھی نہیں کی اکبر بادشاہ نے تو رانیاں لیں اور عالمگیر عفیف تھے کبھی نظر اٹھاکر بھی نہیں دیکھا۔ عالمگیر متبع شریعت متبع سنت تھے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس زمانہ میں جیسے سلاطین گذرے ہیں ان کی اصلاح کیلئے بزرگ بھی اسی درجہ کے گذرے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ نے یہ سنکر کہ مجدد صاحب تخت شاہی کی سامنے سجدہ کرنے کو منع فرماتے ہیں انکو بلوایا اور ایک عارضی کھڑکی دربار میں تخت کے سامنے بنوائی تاکہ جب اس میں ہو کر آئیں گے تو تخت کے سامنے جھکنے کی شکل ہو جائیگی۔ مجدد صاحب نے یہ ترکیب کی کہ کھڑکی میں اول پانوں داخل کئے اسپر بادشاہ نے برہم ہو کر قتل کا حکم دیا ایک بزرگ دربار میں بیٹھے تھے بادشاہ جن کے معتقد تھے انہوں نے مجدد صاحب کی سفارش کی تب قتل کا حکم تو منسوخ ہوا مگر گوالیر کے قلعہ میں نظر بند کیا گیا مگر پھر بھی یہاں کے سلاطین زیادہ بددین نہ تھے بعضے بدعمل تھے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کا عجیب مذاق ہے کہ چاہے ان کا کام نہ ہو خواہ ان سے جھوٹ ہی بولدیا جائے لیکن صاف اور سچی بات کو خلاف اخلاق سمجھتے ہیں سو میں اس سے مجبور ہوں۔ مجھسے ایسی باتیں نہیں ہو سکتیں جھوٹ نہیں بولا جاتا دھوکا نہیں دیا جاتا وجہ یہ کہ میں فقیر نہیں جو جھوٹ بولوں۔ میں تو ایک طالب علم ہوں سیدھا اور سچا دیہاتی مسلمان ہوں

فقیری میں البتہ بڑی گنجائش اور وسعت ہوتی ہے۔ زنا کرلیں تب فقیری۔ شراب پی لیں تب فقیری۔ جھوٹ بولیں تب فقیری۔ دھوکا دیں تب فقیری۔ اسلئے کہ اُنکے یہاں ہر چیز میں رموز اور اسرار ہیں۔ ان کی وجہ سے کسی طرح فقیری کو بٹا نہیں لگتا اور بیچاری مولویت ذرا سی بات میں آئی گئی ہو جاتی ہے۔ مولویت کا نہایت ہی نازک مسئلہ ہے شرمندہ درخت یعنی چھوئی موئی سے بھی زیادہ نازک ہے۔ رہی فقیری تو وہ اسقدر لوہا لاٹ ہے کہ توڑے نہیں ٹوٹتی۔ ایک فقیر نے ایک گاؤں میں کچھ مرید کر لئے تھے اس فقیر خبیث نے ایک مرید کی بیوی سے منہ کالا کیا اسکے خاوند کو اطلاع ہوئی تو پیر سے تو لڑا مگر اور پیر بھائیوں سے کہا کہ میرا ان کا معاملہ ہے تم بد اعتقاد نہ ہونا حالت یہ ہو رہی ہے کہ جہاں کسی نے تسبیح ہاتھ میں لی لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری خدائی کا مالک ہو گیا۔ چنانچہ یہاں بھی بعض لوگ خطوط میں ایسی باتیں دریافت کرتے ہیں کہ کوئی ایسا تعویذ یا عمل ہو جس سے بہت سا روپیہ ملجائے یا خزانہ ہاتھ لگجائے۔ میں لکھدیتا ہوں کہ میرے بہت سے دوست اور عزیز و اقارب ایسے ہیں کہ فاقہ زدہ ہیں اگر میرے پاس ایسا تعویذ یا عمل ہوتا تو وہ اسکے زیادہ مستحق تھے۔ یہ کیا بات کہ تمہارے لئے تو ہو اور ان کیلئے نہو۔ لوگوں کے عقائد کسقدر خراب ہو گئے ہیں۔ اور یہ خرابی زیادہ تر ہوئی ہے ان جاہل فقیروں اور دکاندار پیروں کی بدولت ایسی اڑنگ بڑنگ ہانکتے پھرتے ہیں کہ جنکے نہ سر نہ پیر۔ ان جاہلوں کی بدولت نئی نئی ایجاد ہو رہی ہیں۔ صرف یہ نواح اور ضلع اعظم گڈھ میں تو بحمد اللہ مامون ہے ورنہ جہاں جائیے یہی آفت ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ لوگ ہر قسم کے نشے استعمال کرتے ہیں۔ گندے رہتے ہیں جاہل ہوتے ہیں۔ چرس ایک نشہ ہے نہایت گندی چیز ہے اس تک کو استعمال کرتے ہیں فرمایا کہ خیر چرس تو چرس ہی ہے فقیری اور بزرگی تو ایسی چیز ہے کہ کوئی چیز بھی اسکے منافی نہیں اس میں بڑی گنجائش اور وسعت ہے۔

۳۲

(ملفوظ ۳۲۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریک کے زمانہ میں لوگوں نے بہت ستایا ابتو وہ زمانہ ہی ختم ہو گیا نہ وہ تحریک ہے نہ صاحب تحریک ہیں اور لطیفہ کے طور پر فرمایا کہ تحریک ہمیشہ تھوڑا ہی رہا کرتی ہے تندرستی بھی ہو جاتی ہے ابتو اسکے متعلق میں یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب — خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے۔

میں تو تکلیف ستانے کو بھی دل سے نکال دیا اور انتقام کا وسوسہ بھی نہیں آتا جسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں دنیا میں تو انتقام کی قدرت نہیں اور وہاں آخرت میں سو اول تو اپنی ہی خبر نہیں نہ معلوم کس بات میں پکڑ لیا جائے اور اگر خود بچ بھی گئے اور دوسرا ہی پکڑا گیا تو ایسا کون مسلمان ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تکلیف کو گوارا کر سکے تکلیف دیکھکر یہی کہنا پڑے گا کہ میں نے معاف کیا اے اللہ آپ بھی معاف فرما دیں۔ پھر فرمایا کہ جب یہ تحریکات ٹھنڈی پڑ گئیں اور دورہ کا اثر جاتا رہا تو بہت کثرت سے خطوط طلب معافی کے آئے۔ میں نے سبکو جواب میں لکھدیا کہ معاف ہے لیکن اس میں دو درجے ہیں ایک تو معافی اور معافی کے بعد دل ملنا۔ تو معافی تو اختیاری ہے سب معاف اور دل ملنا غیر اختیاری ہے اس میں معذور ہوں بقول سعدی ؎

بسالے زجورت جگر خوں بود — بیک ساعت از دل بروں چوں بود

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

۳۳

(ملفوظ ۳۲۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی کہانتک حد ہے۔ فرمایا کہ عرف میں جہانتک پڑوس کہلاتا ہے۔ پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے وتنا ہی زیادہ حق زائد ہے اور جتنا دور ہے اُتنا ہی حق کم ہے۔

(ملفوظ ۳۲۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے مجدد صاحب کا مکتوب نقل کیا کہ مجدد صاحب نے نماز میں تلفظ بالنیۃ کو بدعت کہا ہے۔ فرمایا کہ یہ غلبہ ہے ذوق سنت کا اس غلبہ میں بعض نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ ڈھیلا استنجے کیلئے لینا چونکہ منقول ہے یہ سنت ہے اور بناء مدرسہ و رباط اور خانقاہ چونکہ منقول نہیں سنت نہیں اسلئے استنجے کیلئے ڈھیلا لینا بناء مدرسہ اور خانقاہ سے افضل ہے یعنی من وجہ نہ کہ من کل الوجوہ لیعنی باعتبار نفع دینی کے یہ بناء ہی افضل ہے رہا تلفظ بالنیۃ سو بعض محل میں منقول بھی ہے جیسے حج میں۔ اشتراک علت سے نماز میں بھی علماء نے جائز کہا ہے جسکو انہوں نے قوت اجتہاد یہ سے

استعدی کہا ہے اور مجتہدین میں اوروں سے یہی چیز زیادہ تھی یعنی فہم -

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک بدعتی مولوی تمام بڑے بڑے اکابر دین اور بزرگوں کی تکفیر کرتا ہے مگر ہم لوگوں کی یہ مشکل ہے کہ ہم اسکو بھی کچھ نہیں کہہ سکتے ہمارے لئے جہاں اور مجاہدے ہیں۔ ایک مجاہدہ یہ بھی ہے کہ وہ ہمکو کافر کہتا ہے۔ ہم اُسکو کافر نہیں کہتے اور یہ بدعتی تو اکثر بددین بھی ہوتے ہیں خوف خدا ذرا بھی ان کے قلب میں نہیں ہوتا قلوب مسخ ہو جاتے ہیں -

(ملفوظ ۳۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل ہے مشکل تو کام کرنا ہے یا کام کی بات کہنا یا اس کا سمجھنا۔ میری تصانیف پر رات دن عنایت فرما اعتراضات کرتے رہتے ہیں چنانچہ حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض ہے حالانکہ اسکی عبارت بالکل صاف اور اس کا مفہوم بالکل بے غبار ہے لیکن عناد اور بغض و حسد کا کسی کے پاس کیا علاج حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تقویۃ الایمان کی عبارت پر اعتراض کرتے ہیں وہ عبارت یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سیکڑوں بنا ڈالے یہ ایک بڑا اعتراض ہے جسپر مخالفین کو ناز ہے کہ اس کا کوئی جواب نہیں حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری محدثؒ نے ایک مولوی صاحب کو اس عبارت پر اعتراض کرنیکے وقت جو جواب دیا تھا عجیب و غریب ہے اور بزرگوں کے جواب ہوتے ہی ہیں عجیب مناظرین کا ذہن وہاں تک نہیں پہونچتا۔ ان مولوی صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں اس عنوان سے ایک عبارت لکھی ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سیکڑوں بنا ڈالے اور محاورہ میں یہ صیغہ بنا ڈالے تحقیر کا ہے تو اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہے اور یہ کفر ہے۔ حضرت مولانا نے جواب فرمایا کہ تحقیر تو ہے مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں۔ بنانے کی تحقیر ہے یعنی بنانا سہل ہے عظیم اور ثقیل نہیں۔ کہنے لگے حضرت یہ تو تاویل ہے۔ فرمایا بہت اچھا اگر تاویل ہے جانے دیجئے یہ حضرات عجیب شان کے تھے کسی بات کے پیچھے نہ پڑتے تھے بڑے ظرف کے لوگ تھے کسی بات کے درپے نہ ہوتے تھے۔ اتفاق سے دو تین ہی روز کے بعد یہی معترض مولوی صاحب مولانا سے عرض کرنے لگے کہ حضرت مشکوۃ شریف۔ ترمذی شریف تو آپ کے یہاں چھپ چکیں

اب بیضاوی شریف بھی چھاپ ڈالیے۔ مولانا نے فوراً فرمایا کہ مولوی صاحب یہ وہی ڈالنا ہے جس سے تحقیر ہوتی ہے آپ نے بیضاوی کی تحقیر کی جو مشتمل ہے قرآن پر اور کل کی تحقیر جزو کی تحقیر ہے اور قرآن کی تحقیر کفر ہے اب بتلائیے وہی کفر کا فتوی آپ پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اسوقت معترض مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ حضرت واقعی اس کا مطلب اور مفہوم تو خود میرے ذہن میں وہی تھا کہ آپکے پاس سامان موجود ہے آپکو چھاپ دینا آسان ہے فعل ہی کی تحقیر تھی مفعول کی نہ تھی۔ دیکھئے حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یہ ایک بہت بڑا اعتراض تھا جسکی حقیقت مولانا کے جواب سے واضح ہوگئی۔ غرض اعتراض کر دینا بدون سوچے سمجھے بدون غور کئے ہوئے کوئی مشکل چیز نہیں۔ خصوص بد عقل بد فہم بد دین کے نزدیک تو بہت ہی آسان اور سہل چیز ہے کیونکہ اُسکو کوئی چیز مانع نہیں اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق اہل عقل اہل فہم اہل دین ہی کو ہے کیونکہ اُنکو آخرت کی فکر ہے اسلئے وہ حدود سے گذر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شاہ نجدیوں میں اگر کچھ کمی ہے تو اسکی ہے کہ محض نجدی ہیں وجدی نہیں باقی مزارات کے متعلق جو نجدیوں نے مسلک اختیار کیا۔ اہل بدعت اس میں صاحب قبر کی اہانت کا ایہام سمجھتے ہیں لیکن ان دلوگوں کو اسپر بھی تو نظر کرنا چاہیئے کہ جو لوگ مزارات کی بدولت روٹیاں کھاتے ہیں اور اس روٹی کی بدولت قسم قسم کے خرافات اور بدعات شرکیات میں مبتلا ہیں اور کبائر تک کا ارتکاب بزرگوں کے مزارات پر کرتے ہیں۔ فسق و فجور تک سے باز نہیں آتے کیا انکو اس سے صاحب مزار کی اہانت کا ایہام نہیں ہوتا۔ نجدی تو اگر ان خرافات سے باز رکھنے کیلئے تدابیر کریں تو مورد الزام اور مجرم بنائے جائیں اور یہ لوگ کفر و شرک و فسق و فجور تک کا ارتکاب کریں پھر بھی اچھے خاصے رہیں۔ اور نجدیوں کے مسلک پر زیادہ تر اعتراضات ان ہی روٹیاں کھانے والوں کو ہے۔ لیکن اہل نجد اگر مجھسے مشورہ لیتے تو میں منکرات کے ازالہ کی پُرامن تدبیر اُنکو بتلاتا مصلح کو کسی قدر حکیم ہونیکی بھی ضرورت ہے۔ منکر کا ازالہ اگر کیا جائے اسکی بھی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک تو یہی صورت ہے کہ انکو توڑ ڈالے باقی اسکے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جیسے

حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے آباء اجداد سے تعزیہ بنتا چلا آتا ہے۔ میں بھی بناتا ہوں لیکن اب آپکے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ شرک و بدعت ہے۔ دین کا کام نہیں بددینی کا کام ہے نیکی نہیں بدی ہے ثواب کا کام نہیں گناہ کا کام ہے مگر ایک بنا ہوا تعزیہ میرے گھر رکھا ہے اُسکو کیا کروں۔ حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کرتا کیا توڑ پھوڑ جلا پھونک کر الگ کر اور کیا کرتا وہ چونکہ ایک زمانہ تک اسکی وقعت اور احترام کرتا رہا تھا اس عنوان کا متحمل نہ ہوا اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جاکر اس واقعہ کو اسیطرح عرض کیا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی گھر جاکر اُسکے بند کاٹ ڈالو اُسنے بخوشی جاکر بند کاٹ ڈالے مضمون ایک عنوان جدا جدا لیکن اثر میں زمین آسمان کا فرق۔ دوسرا واقعہ۔ حضرت شہید صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک کاغذی تصویر میرے پاس ہے میں اسکو کیا کروں۔ فرمایا کہ توڑ پھوڑ الگ کرو اور کیا کرتے وہ شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور یہی عرض کیا سنکر فرمایا کہ وہ تصویر جاندار ہے یا بیجان۔ عرض کیا کہ بیجان۔ فرمایا کہ جب صاحب تصویر بیجان ہو گئے تھے اور وفات پا گئے تھے تو اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا تھا۔ عرض کیا کہ غسل اور کفن دیکر دفن کر دیا تھا۔ فرمایا کہ تم بھی یہی معاملہ کرو۔ مشک اور عنبر کے پانی سے غسل دو قیمتی کپڑے کا کفن دو اور ایسے مقام پر دفن کر دو جہاں کسی کا پاؤں نہ پڑے اُس شخص نے بخوشی اس تدبیر کو قبول کر کے عمل کر لیا۔ حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تعلیم میں ایسے لطائف کی رعایت نہ فرماتے تھے اسلئے لوگ حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے متحمل نہ ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم رعایت مذاق عوام کیساتھ ہوتی تھی اُسکے لوگ متحمل ہوئے۔ اور میں ان دونوں تعلیموں کے تفاوت کو اس طرح بیان کیا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کا نفع عام تھا تام نہ تھا اور حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کا نفع تام تھا عام نہ تھا۔ یہی بات یاد رہنے کی ہے کہ مصلح کے ذمہ تعلیم کیلئے ایسی غیر موحش تدابیر کا تجویز کرنا لازم نہیں اگر ایسا ہو تو یہ اس کا تبرع اور احسان ہے

ورنہ اصل تعلیم حق وہی ہے جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اور طرز ہے۔

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ میں فرمایا کہ یہ فن تربیت نہایت ہی نازک فن ہے۔ مشائخ نے عجیب عجیب طرح پر اصلاح کی ہے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت کوئی کہتا ہے کہ آٹھ تراویح ہیں کوئی بارہ بتلاتا ہے کوئی بیس۔ اس میں کیا ہونا چاہیئے۔ سائل عامی شخص تھا فرمایا کہ میاں اگر کسی زمیندار سے مالگذاری کا مطالبہ کیا جاوے اور اسکو تحصیل میں بلایا جاوے مگر مالگذاری کی مقدار اسکو معلوم نہ ہو ایک شخص کہے کہ آٹھ روپیہ مالگذاری کے لئے جائیں گے دوسرا کہے کہ بارہ روپیہ لئے جائیں گے۔ تیسرا آ کر کہے کہ بیس روپیہ لئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ اسکو کتنے روپیہ لیکر تحصیل میں جانا چاہیئے۔ اُسنے کہا کہ عقل کی بات ہے کہ بیس روپیہ لیکر جائیں تا کہ جتنے روپیہ کی مانگ ہو دیکر چلے آئیں کوئی گڑبڑ ہی نہ ہو۔ اگر آٹھ لیگئے اور مانگ ہوئی بارہ کی یا بارہ لیکر گئے اور مانگ ہوئی بیس کی تو پریشانی ہوگی۔ فرمایا بس تم بیس ہی پڑھو جتنے کا مطالبہ ہو پیش کر دینا بس وہ شخص سمجھ گیا دیکھئے اسکی فہم کیموافق کیسے سہل عنوان سے سمجھا دیا۔ ایک عالم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ فلاں حافظ صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ حضرت علی رضؓ اور حضرت معاویہ رضؓ میں جنگ ہوئی کون حق پر تھا اُن عالم نے دریافت فرمایا کہ وہ حافظ صاحب کیا کام کرتے ہیں عرض کیا کہ جوتے بیچتے ہیں۔ پوچھا تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا کہ کپڑے رنگا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ تم جاکر کپڑے رنگو اور حافظ صاحب سے کہو کہ جوتے بیچیں۔ علی جانیں معاویہ جانیں (رضی اللہ عنہما) قیامت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ فیصلے کیلئے تمہارے پاس نہ آئے گا اور اگر آیا تو میں خدا تعالیٰ سے عرض کر کے تمہارے اجلاس سے اُٹھوا دوں گا۔ یہ ہے طریق اصلاح کا۔ لوگ عبث اور فضول میں مبتلا ہیں عمریں گذر گئیں ختم ہو گئیں مقصود اور غیر مقصود ہی کا پتہ نہ چلا۔ ایک سب انسپکٹر نے میرے پاس سوال لکھکر بھیجا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے۔ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے۔ ایک شخص نے لکھا کہ فلاں مسئلہ میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ سوال عن الحکمۃ میں کیا حکمت ہے۔ تم تو خدا تعالیٰ کے افعال کی حکمتیں ہمسے پوچھتے ہو ہم خود تمہارے ہی فعل کی حکمت تمسے پوچھتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ صوفیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ امر بالمعروف نہیں کرتے۔ یہ بیشک قولاً زیادہ نہیں کرتے مگر عملاً کرتے ہیں۔ قنوج کے سفر میں ایک صاحب وہاں کے رئیس ریل کے سفر میں میرے ساتھ تھے۔ کھانا ساتھ تھا جب کھانے بیٹھے تو ایک بوٹی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر تختہ پر گر گئی۔ اُن صاحب نے جوتے سے اُسکو اور زیادہ تختے کے نیچے سرکا دیا مجھکو ناگوار ہوا کہ خدا کی نعمت کی یہ بیقدری کی۔ میں نے ایک رفیق سفر سے کہا کہ اسکو اُٹھا کر اور دھو کر مجھکو دیدو کہ کھا لوں۔ ایک اور صاحب نے کہا کہ اگر میں کھا لوں میں نے کہا کیا حرج ہے۔ انہوں نے اُن رفیق کے ہاتھ سے لیکر کھا لی۔ اسپر اُن رئیس صاحب نے دوسرے ساتھی سے کہا کہ آج تو مجھکو ذبح ہی کر ڈالا تمام عمر کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا تو یہ لوگ عملاً تبلیغ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں کالپی سے ریل میں سوار ہوا۔ ایک صاحب سرکاری عہدہ دار پہلے سے سوار تھے جو نماز کے پابند نہ تھے وہ مجھسے باتیں کرنے لگے۔ اس میں مغرب کا وقت ہو گیا۔ نماز کی تیاری ہوئی۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب نے ان صاحب کے متعلق مجھسے کہا کہ انکو بھی نماز کیلئے کہا جاوے۔ میں نے کہا کہ مجھکو تو غیرت آتی ہے کہ جنت میں تو جاویں ہم اور خوشامد کرے اشرف علی۔ غرض وہ صاحب بیٹھے رہے ہملوگوں نے نماز پڑھی اب بعد نماز انکو خیال تھا کہ اب یہ لوگ چونکہ میں نے نماز نہیں پڑھی اُس لطف سے گفتگو نہ کرینگے مگر میں پھر اُن ہی کے پاس بیٹھ گیا اور اُسی لطف سے گفتگو شروع کر دی۔ مجھسے تو نہیں اور کسی سے کہا کہ آج سے ساری عمر کیلئے پکا نمازی ہو گیا۔ اگر مجھکو نماز کیلئے کہا جاتا تو مغرب کی نماز تو پڑھ لیتا مگر ساری عمر بے نمازی رہتا مگر اس نہ کہنے نے گو مغرب کی نماز تو نہیں پڑھی مگر ساری عمر کیلئے نمازی بنا دیا۔ شریف طبیعتوں پر ایسے برتاؤ سے اثر ہوتا ہے۔ البتہ اگر اس نیت سے سکوت کرے کہ کہکر کون بُرا بناوے یہ تو بُرا ہے لیکن اگر قرائن دیکھکر یہ نیت ہو کہ کہنے سے نہ کہنے کا زیادہ اثر ہوگا تو یہ اچھا ہے۔ شریف طبیعتوں پر لطف کا اثر ہوتا ہی ہے تو ان کا امر بالمعروف نہی عن المنکر عملاً ہوتا ہے قولاً کم ہوتا ہے یہ لوگ حکیم ہوتے ہیں نبض کو پہچانتے ہیں۔ ہر شخص کی استعداد کی مناسب معاملہ کرتے ہیں

(ملفوظ ۳۲۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل ایک بڑی غلطی بعض مشائخ

کے یہاں یہ ہے کہ امراض کا علاج جانتے ہیں اور محض جاننے کو کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بدون
عمل کئے ہوئے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ
میں ایک پیسہ کا گھی مہینہ بھر میں کھاتا ہوں۔ صورت اُسکی یہ کرتا تھا کہ گھی سامنے رکھ لیا اور
روٹی لیکر بیٹھتا اور کہتا جاتا کہ تجھکو کھاؤں مگر نہ کھاتا نہ پیتا جب مہینہ ختم ہوا اُس روز کھالیا۔
ایک ایسے ہی منتظم اُنسے اور ملے اور کہا کہ تو بڑا فضول خرچ معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ میں ایک
پیسہ کا گھی کھا جاتا ہے۔ ہم تو یہ کرتے ہیں کہ جس مکان سے ہنڈیا بھننے کی خوشبو آتی ہے
اُس مکان کی دیوار کے نیچے روٹی لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ناک سے خوشبو سونگتے ہے
اور روٹی کھالیتے ہیں بس بعض لوگ یہی برتاؤ طریق کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ کرتے ہیں کہ جسطرح وہ
اشخاص گھی کھانا جانتے تھے مگر کھاتے نہ تھے اسی طرح یہ علاج جانتے ہیں مگر کرتے نہیں
اس ہی خوش ہیں کہ جب چاہیں گے کرلیں گے تو اس سے کیا نفع بڑی چیز عمل ہے اور علم
اس کا مقدمہ تو علم پر ناز کچھ بھی نہیں کرنا چاہئے خصوص علوم مکاشفہ تو مقدمہ کے درجہ
سے بھی متاخر ہیں۔ حضرت جنید رح کو کسی نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ
تمام معارف اور علوم اور تحقیقات بیکار ثابت ہوئیں صرف تہجد کی مختصر نفلیں کام آئیں تو
دیکھئے عمل ہی کام آیا۔ گو یہ علوم بھی غیر مفید نہیں۔ علوم معاملہ میں احیاناً ان سے بصیرت بڑھ جاتی
جو کہ مقدمہ ہیں عمل کا مگر پھر ہیں غیر مقصود اور کام کی چیز اور مقصود کام میں لگا رہنا ہے جو کر لیگا وہ
کارآمد ہے اور باقی زبانی جمع خرچ اور محض تحقیقات بلا علم کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی
شخص دارالضرب میں نوکر ہو اور تمام دن روپیہ اور نوٹ بناتا اور چھاپتا ہو مگر شام کو تلاشی
لیکر باہر نکالدیا جاتا ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ ملتا کیا ہے جو تنخواہ ہے بس وہ کارآمد ہے
اور سب بیکار۔ مطلق جاننے اور عمل نہ کرنے کی ایک دوسری مثال ذہن میں آئی وہ یہ کہ جیسے
قیصر جانتا ہے کہ جارج پنجم بادشاہ ہے مگر مانتا نہیں اس سے باغی ہے یا جارج پنجم جانتا ہے
کہ قیصر بادشاہ ہے مگر مانتا نہیں اس سے باغی ہے تو نرے جاننے سے کیا مل سکتا ہے ماننے
سے کام چلتا ہے ایسے ہی یہاں محض جاننے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ کام میں نہ لگے۔ ایک
تیسری مثال ذہن میں آئی ایک شخص تمام میووں اور مٹھائیوں کی حقیقت بیان کرے اور کھانیکا

ایک بھی نہ ملے تو محض بیکار اور اگر نام ایک چیز کا بھی نہ معلوم ہو نہ صورت دیکھی ہو اندھیرے میں ایک قاب بھر کر کوئی اسکے سامنے رکھدے اور یہ کہائے تو سب کچھ ہے۔

(ملفوظ ۲۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ اصلاح کے ماتحت اگر کوئی عورت خط بھیجنا چاہے تو اپنے خاوند کے دستخط کرا کر بھیجے اس میں بڑی حکمتیں اور بہت سے فتن کا سدباب ہے یہ ہیں وہ باتیں کہ جنکی بدولت میں بدنام ہوں۔ بعض بیبیوں نے لکھا کہ خاوند پردیس میں ہے میں نے لکھا کہ پردیس میں اس مضمون کو بھیجکر اسکے دستخط کرا کر منگالو پھر میرے پاس بھیجو۔ بہرحال بدون خاوند کے دستخط کرائے ہوئے میرے پاس خط نہ بھیجا جائے

(ملفوظ ۲۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ کا فضل ہے اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت سے دنیا پر دین کو ترجیح دینے کی توفیق نصیب فرمائی ہے میں دونوں نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں ترجیح دین کا بھی اور اس کا بھی کہ بقدر ضرورت بلکہ ضرورت سے زیادہ سامان زندگی نصیب فرمایا جو کہ بڑی نعمت اور رحمت ہے۔ اسیکو فرماتے ہیں ؎ چوں ترا نانے وخرقانے بود + ہر بن موئے تو سلطانے بود۔

۴۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اصبح امنا فی سربہ معافی فی جسدہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا یعنی جس کے پاس ایک دن کا گھر میں کھانا نیکو ہو اور تندرست ہو اور کسی دشمن کا خوف نہ ہو تو گویا اسکو ساری دنیا مل گئی اس جسی رزق کا بھی معاملہ بڑا نازک ہے جسکو جسقدر حق تعالیٰ عطاء فرمائیں اسکو قدر کرنا چاہئے ہرگز ہرگز کفران نعمت نہ کرنا چاہئے اسکے فقدان یا نقصان پر صبر کرنا ہر شخص کا کام نہیں ایمان خطرہ میں پڑجاتا ہے باقی خواص کا دوسرا معاملہ ہے جیسے ایک حکایت سنی ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں ایک مسافر شخص کئی روز سے ٹھہرے ہوئے تھے کئی وقت کا فاقہ ہو گیا ایک شخص مرغ کے پلاؤ کی قاب بھری ہوئی لایا اور دیکر چلدیا۔ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اب جو پلاؤ بچا تو بڑی گڑبڑ اور کشمکش میں پڑے کہ پھر کیلئے رکھ لوں کیونکہ شاید پھر قریب وقت میں نہ ملے یا کسیکو دیدوں اور آئندہ کے لئے توکل رکھوں۔ آخر میں ترجیح دینے ہی کو ہوئی تو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر پھونچکر کسی حاجتمند کے منتظر رہے ایک نظر آیا اسکو دیدیا دینے کے بعد ہی ایک طرف سے ایک مجذوب نکلے جو باآواز بلند کہتے ہوئے جارہے تھے کہ خوب سمجھا بے سالے خوب سمجھا اگر نہ دیتا تو یہ طے ہو گیا تھا کہ سالے کو ایک دانہ مت دو مگر جا بچگیا۔

(ملفوظ ۳۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ جو میری طبیعت کا رنگ ہے کہ بکھیڑوں سے گھبراتی ہے اسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ میں ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں جنکا نام حافظ غلام مرتضیٰ صاحب ہے۔ اُن سے کہا گیا تھا کہ اس لڑکی یعنی میری والدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تو فرمایا کہ عمر اور علی کی کھینچا تانی میں ٹوٹ جاتی ہے اب جو اولاد ہو علی کے سپرد کر دینا اسکو کوئی نہیں سمجھا میری والدہ جنکی نسبت سنا ہے کہ صاحب ذوق تھیں سمجھ گئیں اور کہنے لگیں کہ باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی اور نام بچوں کے والد کے نام پر رکھے جاتے ہیں اب جو اولاد ہو ماں کے خاندان پر نام رکھو یعنی اس میں لفظ علی ہو خوش ہوئے اور فرمایا یہ لڑکی بڑی ذہین ہے یہی مطلب ہے۔ نانی صاحبہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ہی نام رکھدیجئے فرمایا کہ دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا اور ایک کا نام اکبر علی خاں۔ عرض کیا گیا کہ کیا پٹھان ہیں۔ فرمایا ہاں ہاں ایک کا اشرف علی اور ایک کا اکبر علی رکھنا۔ ایک ہمارا ہوگا وہ حافظ اور مولوی ہوگا اور ایک دنیا دار ہوگا۔ پھر ہم دونوں بھائی پیدا ہوئے۔

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حیدر آبادی ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بہائم صاحب کشف ہوتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ مُردے کے اصوات جن و انسان نہیں سنتے اور جانور سنتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو بزرگ صاحب خدمت ہیں تعلق تکوینیات اور اختفا میں ان کی ایسی شان ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام اسلئے ان کا پتہ لگنا بھی مشکل ہے وہ مثل سی آئی۔ ڈی۔ کے مخفی ہیں اسلئے ان کی تلاش بھی بیکار ہے نیز چونکہ وہ تصرفات تکوینیہ میں مامور اور مضطر ہیں اسلئے اگر انکو راضی رکھو تب کوئی نفع نہیں پہونچا سکتے اور اگر کوئی ناراض رکھے تو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتے وہ جو کرتے ہیں حکم سے کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے حضرت شاہ صاحب سے شکایت کی کہ حضرت آجکل دہلی کے اندر منتظم حکام میں بڑی سستی چھائی ہوئی ہے ہر کام میں اندھیر ہے۔ فرمایا میاں آجکل یہاں کے صاحب خدمت

ڈھیلے (بیائے اول معروف) ہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ انتظام کیلئے ضرورت ہے ڈھیلے (بیائے اول مجہول) ہونیکی۔ عرض کیا گیا کہ کون صاحب ہیں۔ فرمایا کہ بازار میں فلاں سمت میں جو کنجڑے خربوزے بیچ رہے ہیں وہ ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ملاقات کر آؤں فرمایا کر آؤ۔ یہ شخص اُن کے پاس پھونچا جاکر سلام مسنون عرض کرکے کہا کہ مجھکو کچھ خربوزوں کی ضرورت ہے کہا کہ لیلو۔ اسنے کہا کہ پہلے دیکھ لوں کہ پھیکے تو نہیں۔ کہا کہ دیکھ لو۔ اس شخص نے تمام خربوزے ٹکرے کرکے کاٹ ڈالے اور اخیر میں کہدیا کہ اچھے نہیں میں نہیں لیتا کہا بہتر۔ یہ چلا آیا آکر حضرت شاہ صاحبؒ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ فرمایا دیکھو یہ ایسے ہیں۔ ان ہی کا اثر ظاہری حکام پر ہے تقریباً ایک مہینہ ہی گذرا تھا کہ دفعۃً تمام کاروبار میں ترقی لوگوں میں تیزی اور چستی پیدا ہوگئی اُسی شخص نے پھر دوبارہ حضرت شاہ صاحبؒ سے جاکر عرض کیا کہ آجکل تو دہلی کے اندر کاروبار میں بڑی رونق ہے۔ لوگوں میں خوب چستی طراری پیدا ہوگئی فرمایا کہ اب صاحب خدمت بھی ایسے ہی تیز اور طرار ہیں۔ عرض کیا کہ وہ کون ہیں۔ فرمایا کہ فتحپوری کے بازار میں ایک سقے ایک چھدام میں ایک کٹورا پانی پلاتے پھرتے ہیں صاحب خدمت وہ ہیں دو کٹوروں کی جھنکار لگا رہے ہونگے۔ عرض کیا کہ ملاقات کر آؤں فرمایا کر آؤ۔ یہ شخص فتحپوری بازار میں پھونچا دیکھا کہ ایک صاحب مشک کاندھے پر لگائے اور کٹوروں کی جھنکار کیساتھ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ایک چھدام میں ایک کٹورا پانی۔ اس شخص نے ایک چھدام دی اور ایک کٹورا پانی مانگا اُنہوں نے دیدیا اسنے یہ کہکر گرادیا کہ اس میں تنکا ہے اور دوبارہ مانگا اُنہوں نے دریافت کیا کہ اور چھدام ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اور تو میرے پاس چھدام نہیں۔ اس کہنے کے ساتھ ہی ایک چپت رسید کیا اور کہا کہ جب چھدام نہ تھی تو دوسرا کٹورا کیسے مانگا کیا خربوزے والا سمجھا ہوگا۔ یہ شخص بھاگا اور حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ واقعہ عرض کیا کہ حضرت وہ تو بڑے ہی تیز ہیں۔ فرمایا کہ تم ہی دیکھ لو۔ ایک اور واقعہ ہے۔ ایک شخص حضرت شاہ صاحبؒ ممدوح کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں صاحب خدمت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا ایک کوری ٹھیکری لاؤ وہ شخص کوری ٹھیکری لایا حضرت شاہ صاحبؒ نے اُسپر کچھ لکیریاں سی بناکر فرمایا کہ فلاں مقام پر سرکاری فوج پڑی ہے۔ وہاں کچھ فاصلہ سے

ایک شخص جوتے گانٹھتے ملیں گے انکو یہ ٹھیکری دیدینا وہ شخص ٹھیکری لیکر پہونچا دیکھا کہ ایک شخص بیٹھے ہوئے جوتے گانٹھ رہے ہیں بظاہر صورت بھی چماروں جیسی بنا رکھی تھی اس شخص نے جاکر ٹھیکری دی انہوں نے لیکر جوتے گانٹھنے کا جو ساز و سامان پھیلا پڑا تھا اسکو ایک جگہ جمع کیا اسطرف فوراً فوجی افسر نے بگل دیا کہ کوچ ہے سب سامان جمع کر لو پھر انہوں نے اس سامان کو اپنی جھولی میں بھرا۔ دوسرا بگل ہوا کہ سب خیمے ڈیرے اکھاڑ ڈالو فوج نے ایک دم خیمے ڈیرے اُکھاڑ ڈالے .... وہ جھولی گلے میں ڈالکر کھڑے ہوئے ایک دم بگل ہوا کہ کوچ کیلئے تیار رہو۔ اسکے بعد یہ بیٹھ گئے تو بگل ہوا کہ سب سامان اُتار ڈالو پھر جھولی میں سے سامان نکالا سب خیمے کاڑ دینے کا بگل ہوا پھر اس سامان کو پھیلایا تو سب فوج نے بھی بگل پر سب سامان پھیلا دیا۔ اسی طرح دو تین مرتبہ ہوا فوجی لوگوں نے باہم کہا کہ افسر کا دماغ خراب ہو گیا ہے اسکی ڈاکٹری کراؤ۔ یہ شخص یہ تماشہ دیکھکر چلا آیا اور آکر حضرت شاہ صاحب سے سب قصہ بیان کیا فرمایا کہ اہل خدمت ایسے ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کانپور و نواح کانپور میں نمازیوں کی اسقدر کثرت ہوئی کہ کوئی حد باقی نہیں رہی کسی سے معلوم ہوا تھا کہ اسوقت جو وہاں پر قطب تھے وہ نمازی تھے یہ حالت تھی کہ جسنے ساری عمر نماز نہ پڑھی تھی وہ بھی نماز پڑھنے لگا تھا۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ہر ہر گاؤں میں ایک قطب ہوتا ہے مگر اکثر مجذوب ہوتا ہے اور کارخانہ تکوینیہ اکثر مجذوبین کے ہاتھ میں ہوتا ہے کبھی کبھی سالک بھی ہوتا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذہانت بھی خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور نہایت مفید ہے۔ مولانا فیض الحسن صاحب ادیب تھے اور ذہین بڑے تھے۔ لاہور کے زمانہ قیام میں ایک دکاندار سے خربوزے خریدے گھر لائے اب جسکو چیرتے ہیں وہی پھیکا سب پھیکے نکل گئے۔ واپس دکاندار کے پاس لائے کہ بھائی یہ سب پھیکے نکل گئے واپس کر لو۔ دکاندار نے کہا کہ اب کٹنے کے بعد میرے کس کام کے ہیں۔ کہا کہ اچھا بھائی اور کہکر اس کی دکان کی برابر میں چادر بچھا اور اُسپر وہ خربوزے رکھکر بیٹھ گئے اب جو خریدار اس کی دکان پر آتا ہے مولانا کہتے ہیں کہ بھائی پہلے نمونہ دیکھ لو تب خریدنا۔ اب بکری ہی بند ہو گئی

اب دکاندار گھبرایا کہ یہ کیا بلا سر پڑی کہا کہ مولوی صاحب اپنے چار آنہ لو اور میرا پیچھا چھوڑو اپنے چار آنہ لیکر اور اُسکے خربوزے دیکر اپنے گھر چلے آئے عجیب حکایت ہے خوب سوجھی انکو قاعدہ سے خیار عیب کا حق حاصل تھا اپنے حق سے منتفع ہوئے۔

(ملفوظ ۳۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرات نک چڑھے نہ تھے ہنستے بولتے رہتے تھے۔ مگر دل میں ایک آگ لگی ہوئی رہتی تھی بس یہ حالت تھی ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اس کی ایک مثال تجویز کی ہے جیسے توا ہنستا ہی مگر کوئی ہاتھ لگا کر دیکھے کہ کیسے ہنستا ہے پتہ چل جائیگا کہ جگر میں کیا بھرا ہے

(ملفوظ ۳۳۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں۔ ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں جسکے سر نہ پیر۔ مثلاً یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ ...حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور پہلے تو اکثر بدعتی بھی اللہ اللہ کرنیوالے ہوتے اسلئے فساد عقائد سے گذر کر فساد اعمال فساد اخلاق اُن میں نہ ہوتا تھا اور اب تو اکثر شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں۔ میں ایک مرتبہ ریاست رامپور ایک مدرسہ کے جلسہ میں گیا ہوا تھا ایک مجلس میں ایک مولوی صاحب جو ذاکر شاغل تھے وحدۃ الوجود کا بیان بڑے زور شور سے کر رہے تھے۔ اثناء بیان میں میں پہونچ گیا مجھپر نظر پڑتے ہی ایک دم اُس بیان کو قطع کر دیا اسکے بعد ایک حرف اُسکے متعلق نہیں کہا بہت ہی محبت فرماتے تھے غلطی میں ابتلا تھا قصد نہ تھا اور یہ سب ذکر اللہ اور خلوص کا اثر تھا جسکی اب کمی ہے

(ملفوظ ۳۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہماری جماعت سے جو بعض جماعتوں کو حسد ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُن کے یہاں تو رات دن معتقد بنانیکی کوشش ہے اسلئے کہ جاہ پسند ہیں اور ہمارے حضرات کسیکو منہ بھی نہیں لگاتے بلکہ اور اسکی اُلٹی کوشش کرتے ہیں کہ کوئی معتقد نہ رہے یا معتقد نہ ہو اور پھر بھی لوگ لپٹتے ہیں بس اسپر حسد ہے کہ کیا بات ہی

کہ انہیں کے معتقد بڑھتے رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ سے تعلق بڑھاؤ اور ان خرافات کو چھوڑ دو۔ دیکھو پھر تمہارے بھی معتقد بڑھ جائیں گے۔

(ملفوظ ۳۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء سلف پر خشیت غالب تھی۔ ذرا بھی شبہ ہوتا تھا وہ فتوی نہیں دیتے تھے آجکل خشیت کی کمی ہے کمی کیا بلکہ قریب قریب مفقود کے ہے جیسا چاہے فتوی دلوالو۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

(ملفوظ ۳۳۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل کا مناظرہ ہے بڑی واہیات چیز اس میں احتیاط ہو ہی نہیں سکتی گڑبڑ ہی ہو جاتی ہے اسی لئے مجھکو اس سے سخت نفرت ہے۔ وقت کا خراب ہونا حق بات کو نہ ماننا۔ غرض آجکل کے مناظرہ کا حاصل صرف یہ ہے کہ ہیٹی نہو سُبکی نہ ہو۔ اڑنگ بڑنگ اصول بے اصول ہانکے چلے جاؤ۔ زیادہ بولنا چُپ نہ رہنا بس یہ کمال ہے مناظرہ کا۔

(ملفوظ ۳۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلوم نہیں کہ اکثر معقولیوں کو یہ کیا خبط ہے کہ جاہل فقیروں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء حق سے بداعتقاد ہونیکی سزا ہے کہ انکو جہلاء کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے علماء کو تو کہتے ہیں کہ فلانے کیا جانیں اور فلانے کیا جانیں مگر معلوم نہیں اُن جہلاء فقیروں کے جو معتقد ہو جاتے ہیں وہاں یہ احتمالات کیوں نہیں نکالتے وہاں ان غیر معقولوں کی معقول کہاں چلی جاتی ہے۔

(ملفوظ ۳۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ نہایت رحمدل ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کی ایک شخص نے دعوت کردی اور بجائے کیوڑہ کے فیرینی میں کافور ڈالدیا۔ لوگوں نے ناک منہ چڑھایا۔ فرمایا کہ ناگواری کا اظہار نہ کیا جاوے اس کی دلشکنی ہوگی اور خود اسکو نوش فرمایا۔

(ملفوظ ۳۴۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کا مذاق بالکل خراب اور برباد ہو گیا کسی مفید کام کی طرف تو متوجہ ہیں نہیں ویسے ہی شور وغل فتنہ فساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔ نہایت بھدی طبیعتیں ہیں۔ میں نے ایک کتاب لکھی ہے حیوۃ المسلمین اس میں سب کچھ مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کے مضامین جمع کر دئیے ہیں اگر اُسپر کاربند

ہوں اور اُن مضامین کی اشاعت کریں اور ان پر عمل کریں تو چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائے - اس میں جو مضامین ہیں میں نے بہت سوچ سوچکر لکھے ہیں اور عام فہم کرنیکے لئے سہل بھی کر دئیے ہیں اُسپر عمل کرنے سے مسلمانوں کی دنیا اور دین دونوں کی فلاح اور بہبود ہے - لیکن مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں میں تو ایسا زہریلا مادہ اثر کئے ہوئے ہے کہ کسی مُفید کام کی طرف توجہ ہی نہیں - چاہتے ہیں ہر کام جوش کے ماتحت ہو شور وغل ہو - فتنہ فساد ہو - اس میں جی لگتا ہے - اگر واعظین صرف ان ہی مضامین کو جو حیوۃ المسلمین میں جمع کر دئیے ہیں پڑھکر سنا دیا کریں تو بہت ہی مناسب اور مفید ہو اور واعظین پر سوچنے کا بھی بار نہ پڑے - یہ لکھے لکھائے مضامین ہیں اور ان میں سب ضروریات دنیا اور دین کی موجود ہیں - مگر مسلمانوں میں حس نہیں رہا بیہوش ہو رہے ہیں - میں نے بہت چاہا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہو جسمیں یہ اپنی ضروریات کا مشورہ کر لیا کریں مگر نہیں ہو سکا بیحد افسوس ہے - یہ سب اس کا اثر ہے کہ خلوص نہیں اور خلوص نہ ہونیکی وجہ دین کی کمزوری ہے - ہر شخص اپنی اغراض میں مبتلا ہے اور یہ کمزوری مسلمانوں کی بڑی زبردست ہے کہ ان کی قوت کے اجتماع کا کوئی مرکز نہیں اور عادت اللہ ..... جاری ہے کہ ملکر کام ہوتا ہے دیکھئے ھوالذی ایدک بنصرہ میں وبالمؤمنین بھی بڑھایا گیا ہے ورنہ مؤمنین کے بڑھانیکی کیا ضرورت تھی اس میں حق تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ اتنی بڑی ہستی کی نصرت میں بھی سنۃ اللہ یہی ہے کہ ملکر کام کیا جاوے - غرض ہر حال میں ملکر کام کرنیکی ضرورت ہے محض زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا - مگر آجکل مسلمانوں میں صرف زبانی عملدرآمد ہے کام کی ایک بات بھی نہیں جسکا بڑا ہی افسوس ہوتا ہے - البتہ ایک کام یہ آتا ہے کہ اغیار کی بغلوں میں جاکر گھسنا شروع کر دیں گے کبھی گوروں کی بغل میں کبھی کالوں کی بغل میں اور یہ سب جانتے ہیں کہ گورے سے کالا خطرناک ہوتا ہے اُس کا ڈسا ہوا پانی نہیں مانگتا - (یہ لطیفہ ہے سانپ کی دو قسموں کے متعلق) مسلمانوں کی حالت بالکل اسکی مصداق ہے فر من المطر وقر تحت المیزاب - یعنی بارش سے بھاگا اور پر نالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا - اور واقعہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی بھی دوست نہیں سب دشمن ہیں مگر یہ سب سے پیوند جوڑتے

پھرتے ہیں۔ میں تو مسلمانوں کی حالت کو دیکھکر کہا کرتا ہوں کہ اگر ایسوں کے بھروسہ کوئی کام کیا جائے تو نہایت بیعقلی ہے وقت پر سب الگ ہو جاتے ہیں ساری بلا ایک ہی کے سر پڑ جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین کے جو اور کام کر رہے ہیں اُن سے بھی محرومی ہو جائیگی اسلئے ایسے کام کرنیکو کہ جس کام میں دوسروں کا تعلق ہو اس میں پڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اور کیا یہ بھی کوئی کام ہے کہ جیلخانہ چلے گئے۔ دو چار مہینہ رہ آئے آخر اسکا نتیجہ ہی کیا جب ایک چیز پر قدرت نہیں تو کیوں آدمی اپنے کو پریشانی میں ڈالے۔ ہاں ایک نتیجہ تو جیلخانہ میں جانے سے ضرور نکل آتا ہے کہ شہرت ہو جاتی ہے کہ فلاں صاحب ایسے ہیں ویسے ہیں مگر یہ کوئی دینی مقصد نہیں اس کا تعلق صرف جاہ سے ہے جو خود ایک مستقل مرض ہے جو قابل اصلاح ہے۔ ان اہل جاہ میں خلوص کا نام نہیں۔ بس اسپر مرتے ہیں کہ نام ہو پھر کام کہاں۔ اسی لئے میں تو مولویوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ اُنکو چاہیے کہ ان فضولیات کو چھوڑیں اور ان کاموں میں لگیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں فتوے دیں۔ تبلیغ کریں۔ پڑھیں پڑھاویں۔ جاہلوں کیساتھ ہو کر تضییع اوقات نہ کریں پھر وہ بھی تابع بنکر اگر جاہل انکو متبوع بناتے تب بھی چنداں مضائقہ نہ تھا مگر آجکل تو رزولیوشن پاس کرتے ہیں جاہل اور مولوی ان کا اتباع کرتے ہیں کیا واہیات ہے۔ ایسوں ہی کی بدولت ملک اور مخلوق برباد اور خراب ہوئی۔

(ملفوظ ۲۶۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں حکام سے نہ کبھی ملنا نہ جلنا نہ واسطہ نہ مطلب مگر ہمتو موالاتی اور یہ طاعنین ان کے یہاں جا جاکر شب و روز کرسیوں پر ڈٹے رہیں۔ صورت سیرت اُن کی سی۔ لباس وضع قطع اُن جیسی۔ کیک بسکٹ چھری کانٹا اُن جیسا۔ غرضکہ ہر طرح پر اُن سے خلا ملا اور پھر یہ غیر موالاتی۔ عجیب فیصلہ ہے۔ پھر حکام سے یکسوئی پر ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک انگریز کلکٹر کا میرے پاس خط آیا جسمیں تحریکات سے علیحدگی پر شکریہ ادا کیا تھا۔ میں نے لکھدیا کہ میں آپکے کسی شکریہ کا مستحق نہیں ہوں اسلئے کہ میں نے جو کچھ اس باب میں لکھا ہے اپنے بھائیوں کی بہبود اور فلاح کیلئے لکھا ہے۔ لیکن اگر اسپر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپکے اس شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ باوجود آپکو نفع نہ پہونچانے کے میرا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کیلئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

آپ سے مخلوق کو نفع پھونچائے۔ میں نے کسی عہدے کی دعا نہیں دی بلکہ بندگان خدا کا خادم ہی رکھا۔ بعض انگریزی تعلیم یافتہ روشن دماغ لوگوں نے یہ جواب سنا تو بیحد پسندیدگی کا اظہار کیا کہ جس شخص کو کبھی ان لوگوں سے خط و کتابت کا اتفاق نہ ہوا ہو اور اس کا پہلا موقع ہو اور اس حالت میں ایسا عجیب جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے ان کا انعام ہے جو انہوں نے مناسب وقت دل میں ڈالدیا۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک صاحب کی کسی غلطی پر حضرت والا نے متنبہ فرمایا تھا۔ اُن صاحب نے اسکے بعد جو خط بھیجا اس میں اس غلطی کی معذرت نہ تھی اسپر انکو لکھا گیا کہ تمنے اور نیا مضمون تو لکھ مارا مگر اپنی پہلی غلطی کی معذرت نہ چاہی تمکو معذرت کرنا چاہیئے تھا۔ اسپر جو اُن صاحب کا جواب آیا اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ واقعی میری غلطی تھی اور غلطی کی معذرت نہ چاہنے پر نادم ہوں اور خواستگار معافی کا ہوں کیا براہ بندہ نوازی آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ اسپر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا یہ معذرت ہی یا مجھسے استفسار ہے جس سے معذرت کرتے ہیں کیا اُس سے یہ پوچھا کرتے ہیں کہ معاف کردو گے یا نہیں۔ اسپر اُن صاحب کا جو جواب آیا اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ میں نے تو معافی ہی چاہی تھی مگر اسکو استفسار سمجھا گیا۔ اسپر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ میں بے سمجھ ہوں تو تم بے سمجھ سے تعلق مت رکھو چھوڑ دو اسپر حسب ذیل مضمون جواب میں آیا کہ میں اپنی غلطی کو محسوس کر چکا سمجھ چکا۔ میں ہی بے سمجھ ہوں۔ اور یہ سب اس انگریزی تعلیم کمبخت کی نحوست ہے آئندہ کبھی ایسے محاورات استعمال نہ کروں گا للہ حضرت والا معاف فرمائیں۔ اسپر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ تم سمجھ گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا جس سے بیحد مسرت ہوئی اور تمام پہلی کلفتیں دُھل گئیں اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطاء فرمائے۔ اسپر اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھکو وہمی اور شکی کہا جاتا ہی اگر ایسا نہ کروں تو اصلاح کیسے ہو ان کے دماغوں سے خناس کیسے نکلے۔ یہ بد دماغ اپنے سامنے سبکو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ دیکھو کیسا دماغ درست ہوا ایک شخص کو جہل سے نجات ہوئی کیا یہ بد خلقی ہے۔ سخت گیری ہے یا خوش خلقی اور نرم گیری ہے خود ہی فیصلہ کر لیجئے

(ملفوظ ۳۳۴) ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام مسنون اور مصافحہ کے حضرت والا نے

دریافت فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ کے روز قیام رہے گا۔ غرض آنیکی کیا ہے۔ کام کیا کرتے ہو۔ عرض کیا کہ فلاں مقام سے آیا ہوں۔ تین ۳ روز قیام کروں گا۔ بیعت ہونیکی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تجارت کا کام کرتا ہوں۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اتنا لمبا چوڑا تو سفر جسمیں وقت اور روپیہ کافی صرف ہوا۔ اور اسکی غرض محض بیعت۔ اور تین ۳ دن کا قیام۔ ایسی باتوں سے مجھکو تنگی ہوتی ہے افسوس اور قلق ہوتا ہے۔ آپکو ایسی تنگی میں مجھکو نہ ڈالنا چاہئے تھا پہلے آپ کو خط لکھنا تھا اُس سے میرا معمول دریافت کر لیتے کتنی بڑی غلطی کی بات ہے تعلیم یافتہ ہو کر اسقدر فاحش غلطی یہ آپکو کیسے اطمینان ہو گیا کہ جاؤں گا اور بیعت ہو جاؤں گا۔ ہر جگہ کے اصول اور قواعد جدا ہوتے ہیں اور اگر یہ اطمینان ہو گیا تھا تو یہ اطمینان اصول کے موافق ہے یا نہیں۔ آخر اصول کوئی بیکار چیز تو نہیں۔ دیکھئے نماز دین کا کتنا بڑا شعار ہے لیکن اصول اور قواعد سے وہ بھی خالی نہیں۔ دور کیوں جائے اصول کے خلاف کرنے پر ابھی دیکھ لیجئے کہ کسقدر الجھن اور پریشانی کا سامنا ہو رہا ہے۔ مجھکو بھی آپکو بھی یہیں سے اصول کی ضرورت معلوم ہو رہی ہے۔ اب یہی صورت ممکن ہے کہ وطن واپس پہونچکر آپ مجھسے خط و کتابت کریں میں مفید مشورہ دوں گا بشرطیکہ آپنے سلیقہ اور ڈھنگ سے لکھا ورنہ گنبد کی آواز ہو گی جیسا لکھو گے جواب پاؤ گے۔ میں مجبور نہ ہونگا۔ میں خود بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کا اتباع کریں۔ نہ میں دوسروں کا اتباع اور غلامی کرتا ہوں نہ دوسروں سے اپنی غلامی کراتا ہوں۔ یہانتک کہ پرانے مقیم لوگوں سے خدمت تک نہیں لیتا اُن سے بھی کہہ رکھا ہے کہ جس کام کو یہاں آئے ہو اس میں لگے رہو میری خدمت کر کے میرے پیچھے مت پڑو۔ کام کی بات یہی ہے خدا کی پرستش کرو۔ مخلوق پرستی چھوڑو اپنے کام میں لگو یہی سب کچھ ہے۔

(ملفوظ ۲۹۸) ایک صاحب نے جو کہ خانقاہ میں مقیم تھے دوسرے صاحب سے کوئی معاملہ لین دین کا کیا جو اصول اور قواعد خانقاہ کے خلاف تھا اور وہ بھی اُدھار اسکی اطلاع حضرت والا کو ہوئی تو اُن صاحب کو بلا کر اُن کی اس حرکت پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بدون میری اطلاع اور میری اجازت کے ایسا کیوں کیا۔ پھر یہ بتلایئے کہ وہ بیچارے جانیوالے ہیں۔ انتظار سی

ان کی نجات کی کیا صورت ہے۔ عرض کیا کہ میں ابھی انتظام کر دوں گا۔ فرمایا جاؤ انتظام کرو۔ اور اسکے بعد مجھکو اطلاع دو۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ اسقدر اصول اور قواعد اور ضوابط پر بھی یہ حالت ہے گڑ بڑ کرتے رہتے ہیں۔ مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کسی مجبوری بیماری وغیرہ میں ایسا کر لیتے ہیں ورنہ اکثر تو پابند ہی ہیں

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۴۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ استواء علی العرش کے متعلق جو لکھا ہے بہت ہی ڈرتے ڈرتے لکھا ہے کہ کہیں حدود سے تجاوز نہ ہو جائے اپنے نزدیک تو بہت ہی احتیاط سے کام لیا ہے۔ بہت ہی نازک بحث ہے اور جنپر خشیت غالب ہے اُنکو تو ڈر ہی لگتا ہے۔ اور جو اس سے کورے ہیں اُنکے نزدیک تو یہ ایک معمولی چیز ہے اللہ بچائے جرأت سے میرا تو لکھنے کیوقت ہاتھ تک کانپ رہا تھا اور قلب کی کیفیت احاطہ بیان سے باہر ہے بڑی نازک بات ہے مگر بضرورت قلم اُٹھایا۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل ایک فتنہ یہ شروع ہوا ہے کہ بعض لوگ بلا دلیل انصار بن رہے ہیں۔ دُھنیے کہتے ہیں کہ ہم حسین بن منصور حلاج کی اولاد سے ہیں فرمایا کہ مجھکو تو خواجہ صاحب کی بات پسند آئی کسی شخص نے اُن سے انکے نسب کو متعلق پوچھا کہ آپ کون ہیں اُنہوں نے کہا کچھ تحقیق نہیں مگر قرائن سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ہیں کسی شریف قوم سے۔ ایسی کاوشوں کے متعلق مولانا جامی نے خوب کہا ہے ؎

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزی نیست

اور واقعی اسمیں رکھا کیا ہے۔ باقی شریعت نے جو غیر کفو میں نکاح کرنے کے متعلق قانون مقرر فرمایا ہے اسمیں فخر کی اجازت نہیں دی بلکہ عرفی ذلت سے بچانا مقصود ہے اسلئے فتوے دیا ہے کہ بعض صورتوں میں غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ولی کیلئے یا لڑکی کیلئے۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض قوموں کے بعض خواص

تقریباً فطری ہوتے ہیں۔ کسی قوم کی اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ چوسانہ کے رئیس محمود خاں کہتے تھے کہ ایک قوم کے ایک چودھری کسی پیر سے مُرید تھے اُس نے پیر سے کہا تھا کہ پیر جی اپنے صاحبزادے کو منع کر دینا کہ ہماری قوم کے کسی شخص کو مرید نہ کرے اُنہوں نے وجہ پوچھی کہنے لگا کہ کئی مرتبہ میرے جی میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول کر لیجاؤں۔ مگر پیر سمجھکر نفس کو دبا رکھا ہے اور آئندہ نسل میں یہ بات نہ رہیگی کہ پیر کی رعایت نفس سے زیادہ کریں۔ تو یہ خواص کثرت عادت سے مثل فطری کے ہو جاتے ہیں۔ ایک سخت مزاج قوم کے ایک بزرگ تھے جنگل میں رہتے تھے اُن کے متعلق دو شخصوں میں گفتگو ہوئی ایک نے کہا کہ فلاں قوم کے لوگ کبھی بزرگ نہیں ہو سکتے۔ دوسرے نے کہا ہو کیوں نہیں سکتے دیکھو فلاں بزرگ ہیں۔ اخیر میں مشورہ ٹھہرا کہ چلو امتحان کریں۔ جنگل میں پہونچے اُن بزرگ کے پاس اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کر کے مُنکر نے اُن بزرگ سے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں۔ جہاں پہاڑ کھانیوالے جانور شیر بھیڑیے رہتے ہیں آپکو تو ڈر معلوم ہوتا ہوگا تو وہ بزرگ جواب میں کہتے ہیں کہ میں شیر بھیڑیوں سے تو کیا ڈرتا۔ میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں ایسے خواص کو دیکھکر شیخزادوں کی قوم کیلئے فطرت کی صفت مشہور ہے۔ ایسی باتیں ضرب المثل ہو گئی ہیں۔ ان کے پیچھے پڑنا اور اپنی قوم سے نفی کرنا غیر منعید ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت ہے کہ باندہ میں مُدرس تھے ایک سرحدی طالب علم ان سے پڑھتا تھا ایکروز وہ قاری صاحب کے پاس ایک دری لایا اور عرض کیا کہ ہم آپکے واسطے دری لایا ہے۔ قاری صاحب نے یہ سمجھکر کہ طالب علم ہے غریب پردیسی ہے فرمایا کہ تم طالب علم آدمی ہو اپنے کام میں لاؤ۔ میرے پاس بستره کافی ہے۔ واپس لیگیا۔ دوسرے روز پھر لایا قاری صاحب نے پھر لینے سے عذر کیا۔ تو کہا کہ ہم بڑے شوق سے لایا ہے تم اسکو لیگا قاری صاحب نے پھر عذر کر دیا واپس لیگیا۔ پھر تیسرے روز لایا قاری صاحب نے اصرار کی وجہ سے اور یہ سمجھکر کہ اسکی دل آزاری ہوگی قبول فرمالی تو وہ سرحدی طالب علم کہتا ہے کہ شکر ہے آج دو مسلمانوں کی جان بچ گئی ورنہ آج ہم ایک چھرا لایا تھا ایک ہاتھ تمہارے مارتا اور ایک اپنے۔ دونوں ختم ہو جاتے۔ مولانا محمد اسحاق صاحب کی ایک حکایت ہے کہ ایک سرحدی طالب علم آپکے پاس پڑھتا تھا

مولانا بہت ہی متواضع تھے۔ ایک بار پیاس لگی صراحی قریب رکھی تھی خود پانی لیکر پی لیا۔ اُسنے باوجود اسکے کہ شاگرد تھا مولانا کا ہاتھ مروڑ دیا اور کہا کہ ہم سے پانی کیوں نہیں مانگا ہم کس واسطے ہے ہم خدمت کیواسطے ہے۔ بتلائیے جو باتیں طبعی اور فطری ہیں ان کا کیا علاج ہے۔ بعضی تو ویں اپنے خواص سنکر خواہ مخواہ چڑتے ہیں اور اُن خواص کے نفی کرنے کیلئے جلسے کرنا کمیٹیاں کرنا رزولیوشن پاس کرنا اپنے کو زیادہ ظاہر کرنا ہے۔

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں عرصہ سے اپنی اصلاح کی فکر میں تھا آج اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ جب تک فلاں شخص سے (اس سے مراد میں ہوں) مرید نہ ہوگا اصلاح نہ ہوگی اور یہ لکھکر مجھپر زور ڈالا۔ میں نے لکھدیا کہ الہام تو تمکو ہوا اور عمل مجھپر واجب ہو۔ یہ عجیب ہے۔ پھر الہام بھی ہوا تو مرید ہونے کا جسکا حاصل یہ ہے کہ مرید ہونا اصلاح کیلئے شرط ہے اسلئے یہ الہام ہی غلط ہے۔ کیونکہ غلط چیز کا الہام غلط ہی ہوگا میں ان لوگوں کی نبضیں بحمد اللہ خوب پہچانتا ہوں۔ دوسری جگہ اگر ایسا خط آتا تو نہ معلوم کسقدر مدح سرائی کیجاتی اور ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔ یہاں یہ گت بنی کہ اسکے الہام کی بھی قدر نہ کی گئی۔

(ملفوظ ۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ ابتلاء لوگوں کو طریق کی حقیقت سے بیخبری کی بناء پر ہی کہ غیر ضروری کو ضروری اور غیر مقصود کو مقصود سمجھ رکھا ہے۔ میں اس ہی جہل سے نکالنا چاہتا ہوں چاہتا یہ ہوں کہ ہر چیز اپنی حد پر رہے۔ لوگوں کے عقائد درست ہوں۔ اور علماء جس طرح بہت سی چیزوں کو بدعت سمجھکر مٹانیکی کوشش کرتے ہیں معلوم نہیں بیعت کے متعلق کیوں خاموشی ہے۔ یہاں بھی تو غیر ضروری اور غیر واجب چیز کو لوگ ضروری اور واجب سمجھنے لگے مگر کوئی روک ٹوک نہیں کرتا۔

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل یہ مرض بھی عام ہوگیا ہے کہ دوسروں کے قصوں جھگڑوں میں لوگ پڑے رہتے ہیں۔ بہت لوگوں کو اللہ نے فراغ دیا۔ تندرستی نصیب کی

مگر کوئی قدر نہیں کرتا۔ یہ بھی کفران نعمت ہے۔ اپنی نہ دنیا کی فکر نہ آخرت کی خسر الدنیا والاخرہ کا
مصداق بنے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کو اگر کوئی بات ہاتھ نہیں آتی تو اخبار ہی کو لیکر بیٹھ جائیں گے
آدمی کو اپنی فکر چاہیئے کیوں اپنا وقت خراب کرے۔ وقت کا نصیب ہونا بڑی دولت ہے مسلمان
کا تو یہ مذہب ہونا چاہیئے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم   از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(ملفوظ ۳۴۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دل میں بُرے بُرے خیال آتے ہیں کیا کروں
دریافت فرمایا کہ خود لاتے ہو یا وہ خود آتے ہیں۔ عرض کیا کہ خود ہی آتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر اس طرح
آویں آنے دو۔ کل کو کہنا کہ سڑک پر بھنگی چمار سب ہی چل رہے کیا کروں۔ اسی طرح یہ دل بھی
سڑک ہے۔ اس پر بھی سب ہی چلتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ تمکو کبھی راستے میں کُتے بھی ملتے ہیں۔
عرض کیا کہ جی ہاں ملتے ہیں۔ فرمایا کہ اس پر کبھی شبہ نہ ہوا کہ کیا کروں۔

(ملفوظ ۳۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان انگریزی خوانوں میں بعضے عجیب بیہودہ مہمل محاورے
چلے ہیں۔ میرے ایک عزیز کے یہاں ایک وکیل صاحب مہمان تھے میری بھی دعوت تھی اُنہوں نے
چنے کی روٹی بھی پکوائی تھی اور مجھکو عادت گیہوں کے کھانیکی ہے مگر اس خیال سے کہ یہ کہیں گے
کہ مُلّانے ایسے مغرور ہیں کہ چنے کی روٹی سے استنکاف ہے۔ میں نے بھی چنے کی روٹی کے
کھانیکا ارادہ کیا۔ میزبان بولے کہ وکیل صاحب کو زکام ہے۔ اسلئے اُن کیواسطے چنے کی روٹی پکوائی
ہے۔ میں نے چھوڑدی تو وکیل صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں آپ کھا سکتے ہیں۔ یہ محاورہ ملاحظہ ہو
ایک صاحب یہاں پر آئے تھے۔ ایک مہمان یہاں سے رخصت ہونے لگے تو وہ صاحب مجھسے
پوچھتے ہیں کہ کیا میں بھی اسٹیشن جاسکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ خدا نے پیر دئے چلنے کو آنکھیں
دیں دیکھنے کو جا کیوں نہیں سکتے چلد پہونچ جاؤ گے۔ یہ ہے ان لوگوں کی تہذیب اور محاورات
جن سے الجھن ہو۔ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ یہ تہذیب نہیں تعذیب ہے۔

(ملفوظ ۳۴۵) فرمایا کہ ایک بی بی ہاپوڑ سے آئیں ہیں پہلے تو مجھکو خط لکھا۔ میں نے کچھ ضروری ضروری
باتیں معلوم کیں۔ جنکے فیصلہ پر آنے کی اجازت دینا موقوف تھا۔ اُن کا تو جواب نہیں دیا خود
اپنے جوان لڑکے کو ساتھ لیکر آدھمکیں۔ میں نے صاف کہدیا کہ تم بے اصول آئیں اسلئے

قیام کی اجازت نہیں عجیب کور مغزی اور بدفہمی کا زمانہ ہے - مرد ہوں یا عورت سب ہی اسکا شکار بنے ہوئے ہیں - ہر شخص کو چاہیئے کہ انجام کو سوچکر کام کرے -

(ملفوظ ۳۴۷) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگ مجھے بدنام کرتے ہیں اور خود اچھے خاصے رہتے ہیں - کالک کا ٹیکا میرے ماتھے لگتا ہے - مجھکو اس کا خاص رنج ہے کہ ایک شخص سفر کر کے سفر کی پریشانی صعوبت اُٹھا کر آتا ہے مگر اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے اُس آنیوالیکی مزاج پرسی کی جاسکتی ہے نہ دلجوئی - اس سے مجھکو کسقدر شرمندگی ہوتی ہے مگر کیا کروں مجبور رہوں کیونکہ اگر خاموش رہوں تو اصلاح ہو جہل میں ابتلا رہے اسلئے بولنا پڑتا ہے مگر اُس سے بدنامی اور خود شرمندگی بھی ہوتی ہے افسوس معاشرت تو بالکل ہی خراب اور برباد ہو گئی اصول تو رہے ہی نہیں جو جی میں آیا وہ کر لیا آدمی کو اللہ نے فہم دیا عقل دی اُس سے کام لینا چاہیئے -

(ملفوظ ۳۴۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج جو ہاپوڑ سے ایک بی بی اپنے جوان لڑکے کو ساتھ لیکر آئی ہیں معلوم ہوا کہ آنکی غرض بیعت ہے - اب بتلائیے کیسے نہ بولوں بیعت تو اختلافی مستحب ہے اُسکی وجہ سے فرض واجب کو گڑبڑ میں ڈالنا خصوص عورتوں کو کسقدر بیجا بات ہے چنانچہ نماز ہے پردہ ہے - یہ فرض ہیں انکو گڑبڑ میں ڈالنا کہاں تک مناسب ہے - ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو عورت کیلئے جو ایک مرتبہ حج کر چکتی تھی دوبارہ حج میں جانیکو بھی مناسب نہیں فرماتے تھے یہ حدود ہیں انتظام ہے بس اہل ظاہر بے ذوق لوگ ایسی باتیں سنکر گھبراتے ہیں -

(ملفوظ ۳۴۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں گھر کی بعض باتیں مجلس میں بیان کر دیتا ہوں مگر کونسی باتیں صرف وہ جنسے کوئی نفع دینی ہو باقی خانگی اسرار پر تھوڑا ہی مطلع کیا جاتا ہے کہ محض فضول ہے اُن مفید حالات کا نمونہ بتلاتا ہوں - ہمارے گھر ایک عورت مرید ہونے آئی - اپنی ساتھن سے کہا کہ ہمتو سمجھتے تھے کہ درویش ہیں ان کے یہاں تو پاندان بھی ہے مطلب یہ کہ پاندان منافی درویشی ہے - ہاں گھر نہ ہو بیوی نہ ہو بچے نہ ہوں تب درویشی کی رجسٹری ہوتی ہے - جب میں گھر پہونچا یہ قصہ معلوم ہوا - میں نے کہا کہ ان کو ہم سے

مناسبت نہیں - انکو کہیں اور جاکر اصلاح کا تعلق پیدا کرنا چاہئیے - اصلاح فرض ہے مگر یہ کہ وہ خاص یہاں ہی ہو یہ فرض نہیں - رہا درویش ہونا نہ ہونا سو ہم تو طالب علم ہیں اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تب تو ہم درویش ہیں اور اگر اسکے علاوہ اور کسی چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں - تمام دنیا درویشوں سے بھری پڑی ہے وہاں جائیں اور ایک یہ بات بتلاؤ کہ تم اپنی اصلاح کیلئے آئی ہو یا ہماری اصلاح کیلئے - کیا سی - آئی - ڈی کا کام بھی تمہارے سپرد ہے کہ چیزوں کا جائزہ لیتی ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب غیر اللہ میں مشغول ہے سو اسکی اصلاح سب سے پہلے ضروری ہے - اسپر بڑی معذرت کی معافی چاہی - میں نے کہا کہ معافی سے کیا انکار ہے مگر اس طرح اصلاح نہیں ہوا کرتی کہ وہ ہمارے عیب نکالیں ہم اُن کے عیب نکالیں یہ تو وہی مثل ہو جاویگی - من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو - میں یہ کہکر چلا آیا - اب پھر مجھکو بلا کر بھیجا ہے - میں نے چلتے وقت گھر میں کہدیا تھا کہ اب تم انکو کچھ مت کہنا بحمد اللہ میں تو عین مواخذہ کیوقت اور عین غصہ کی حالت میں بھی حدود کی رعایت رکھتا ہوں اور جو کچھ کہتا ہوں مصالح پر نظر کر کے قصد سے کہتا ہوں کوئی اضطراری کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اختیاری کیفیت ہوتی ہے - آئندہ ایکی مصلحت پیش نظر رہتی ہے اب بلایا ہے اگر پچاس مرتبہ بھی بلادیں جانیکو تیار ہوں آخر مہمان ہیں مہمان کا حق ہے پھر اللہ کا نام معلوم کرنے کیلئے ان کا راستہ پوچھنے آئی ہیں - مگر کیا کروں کام تو کام ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے اسلئے غلطی پر متنبہ کرنا پڑتا ہے سو یہیں سے اصلاح شروع ہو گئی مگر ان مصالح کو تو کوئی دیکھتا نہیں - اعتراض شروع کر دیتے ہیں - ایک اور قصہ ہے - ایک عورت مکان پر آکر ٹھیریں چونکہ بڑے گھر میں سے اہل حاجت اقارب و اجانب کی خدمت کرنے میں بہت زیادہ خرچ کرتی ہیں حتے کہ حدود سے بھی آگے بڑھ جاتی ہیں اور اسکی بدولت اکثر زیور بکتا بنتا رہتا ہے - قرضدار ہو جاتی ہیں - غرض اسی سلسلہ میں وہ زیور بیچ رہی تھیں اُن مہمان بی بی نے پانچ روپیہ دوسرے خریدار سے زائد لگائے - لالچ میں آکر انکو دیدیا - مجھکو اس کی اطلاع ہوئی - میں نے واپس کرایا کہ انہوں نے لحاظ کی وجہ سے قیمت زائد لگائی ہے - لہذا خریدار کی رضامندی سے زیور واپس لو اور اس کا روپیہ اسکو دو - سو میں تو یہاں تک رعایتیں کرتا ہوں

اسپر اگر آنیوالے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کریں تو ناگواری ضرور ہوگی

(ملفوظ نمبر ۳۲) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم بدفہم معلوم ہوتے ہو تمکو مجھسے مناسبت نہیں۔ میں تمہاری خدمت سے معذور ہوں۔ تمہاری اصلاح یہاں نہیں ہوسکتی کہیں اور جاکر اصلاح کا تعلق پیدا کرو اگر کسی مصلح کا نام مجھسے دریافت کروگے میں تبلادونگا نہ پوچھو تو اپنا کام کرو۔ یہاں سے رخصت کون بیٹھا ہوا ان بدفہموں کی چاپلوسیاں کیا کرے یہاں بحمداللہ یہ جھگڑا ہی نہیں کہ لوگوں کو گھیرا جاوے۔ البتہ خدمت کو تیار ہوں آدھی رات بھی عذر نہیں۔ خادم ہوں بشرطیکہ سلیقہ اور ڈھنگ سے خدمت لیجائے اور ویسے بدطریقہ اور بے اصولی سے اگر کوئی خدمت لینا چاہے تو میں کسی کا نوکر نہیں غلام نہیں۔ بعضے اس طرح آتے ہیں جیسے کوئی نواب کے بچے ہوتے ہیں۔ بات پوچھی جاتی ہے جواب ہی ندارد چپ شاہ کا روزہ رکھکر آتے ہیں اور بولے بھی تو منھ کے اندر ہی اندر دوسرا کوئی سن ہی سکے یہ آجکل تہذیب میں داخل ہے کہ اول تو بولو مت اور اگر بولو تو اس طرح کہ دوسرا نہ سنے سو ایسے بدفہموں کا یہاں کوئی کام نہیں چلتے بنو۔ عرض کیا کہ قصور ہوا۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نکروں گا۔ فرمایا کہ اب کہاں سے زبان لگ گئی۔ پٹاپٹ بولنا شروع کردیا۔ اب کہاں سے گھڑی میں کوک بھر گئی۔ میں تمہاری نبضیں خوب پہچانتا ہوں۔ معترض ان واقعات کی ترتیب کو نہیں دیکھتے۔ یہاں پر رہکر دیکھیں تب انکو معلوم ہو کہ کیا کیا واقعات پیش آتے ہیں اور یہ معلوم ہو کہ یہ آنیوالے بدخلق ہیں یا میں۔ مظلوم یہ ہیں یا میں ظالم یہ ہیں یا میں اور دور بیٹھے فیصلے دینا کون انصاف کی بات ہے پھر ان صاحب سے فرمایا کہ اب جب تک رہو مجلس میں خاموش بیٹھے ہوئے باتیں سنا کرو اور وطن واپس پہونچکر بذریعہ خط وکتابت تعلیم کے متعلق طے کرنا۔ پہلے آدمی بنو کیا بزرگی اور ولایت کو ڈھونڈتے پھرتے ہو آدمیت سیکھو۔ بزرگی بیچاری تو ایک دن میں ساتھ ہو لیتی ہے اور مل جاتی ہے۔ مشکل چیز آدمیت انسانیت ہے۔ میرے یہاں بزرگی وزرگی تقسیم نہیں ہوتی اور ہو تو جب جبکہ میں خود بزرگ ہوں۔ ہاں ایک مسلمان ہوں الحمدللہ۔ باقی میرے یہاں صرف آدمیت انسانیت تقسیم ہوتی ہے اگر کسی کو پسند ہو آئے۔ ورنہ جہاں چاہے جائے۔ بزرگیوں کی تقسیم کے تو بڑے بڑے

دربار کھلے ہوئے ہیں۔ گئے نہیں اور بزرگ بنے نہیں۔ افسوس ان رسمی مشائخ اور پیروں نے ایسی دکانداری اختیار کی ہے کہ لوگوں کے خیالات اور عقائد کو بالکل تباہ اور برباد کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب مدتوں کے بعد ان دکاندار مکاروں کی پول کھلی ہے خفا تو بہت ہیں مگر ہوتا کیا ہے حق ہی غالب ہو کر رہیگا قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۳۵۰) ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا حضرت والا نے اسکو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ میں عامل تو نہیں ہوں اور یہ کام عاملوں کا ہے لیکن اگر تم کہو تو اللہ کا نام لکھدوں۔ عرض کیا کہ حضرت کو اختیار ہے۔ فرمایا اگر مجھکو اختیار دیتے ہو تو جاؤ میں نہیں لکھتا۔ بندہ خدا یہ میری بات کا جواب ہوا۔ میں نے سیدھی بات کہی اس کا الٹا پلٹا جواب دیا۔ کچھ نہیں رسمیں ہی خراب ہو گئیں۔ لوگوں کے مذاق ہی بدل گئے جو چیزیں اذیت اور تکلیف پہونچانیوالی ہیں وہ راحت بخش سمجھی جاتی ہیں۔ اسقدر کایا پلٹ ہوئی ہے کہ جسکا کوئی حد و حساب نہیں۔ میں حتی الامکان اسکی سعی کرتا ہوں کہ بات صاف ہو پوری ہو کسی بات میں الجھن نہ ہو اور لوگ حتی الامکان اسکی کوشش کرتے ہیں کہ اگر صاف بات بھی ہو تو اسکو بھی الجھا دیں۔ مرگی کے متعلق میں چند آیتیں لکھدیتا ہوں۔ بہت جگہ نفع بھی ہوا مگر کسی عامل کا بتلایا ہوا نہیں اسلئے ظاہر کر دیتا ہوں کہ میں عامل نہیں۔ دوسرے یہ کہدیتا ہوں کہ اگر نفع نہو تو پھر نہ آنا۔ اس کہدینے سے دھوکا نہیں ہوتا۔ ایک صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ان تعویذ طلب کرنیوالے صاحب سے کچھ کہا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کی بات میں دخل دینا بالکل تہذیب کے خلاف ہی دیکھنے میں بتلا تا ہوں امراء کی مجلس کی تہذیب اور ہے اور غریبوں کی مجلس کی تہذیب اور ہے دوسرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم مخصوصین میں سے ہیں اور ایڈی کانگ ہیں تیسرے چہار طرف سے آنیوالے پر ہجوم کرنا وہ بیچارا گھبرا جاتا ہے کہ یہ چہار طرف سے کیا بلا نازل ہوئی میرا مضمون چاہے کتنا ہی رہ گیا ہو مگر حدود سے متجاوز نہیں ہوتا۔ میں سوچ سوچکر الفاظ زبان سے

17

نکالتا ہوں۔ پھر یہ کہ میں اگر کچھ کہہ لوں تو اس کا تدارک بھی کر سکتا ہوں۔ اور یہ حضرت جو درمیانی ہوتے ہیں نذیر ہی نذیر ہیں ان میں بشیر کا نام بھی نہیں۔ عرض کیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ ہوگا معافی کا خواستگار ہوں۔ فرمایا معاف ہے مگر ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(ملفوظ ۳۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عقل و نقل دونوں کا حکم ہے کہ سہولت کا انتظام کرو اپنے لئے بھی اور دوسرے کیلئے بھی۔ باقی بعضے نادان ہر انتظام کو سختی سمجھتے ہیں جو سخت غلطی ہے سختی وہ ہے کہ اصول سخت ہوں اگر کوئی شخص کسی کو مضر چیزوں سے بچنے پر مجبور کرے تو کیا اسکو سخت کہیں گے۔ میرے یہ تمام قواعد اور اصول راحت ہی کیواسطے ہیں تو انکو سختی کہنا محض جہل ہے

(ملفوظ ۳۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض گردن جھکا کر نرم بولنے کو اخلاق نہیں کہتے بلکہ اخلاق کی حقیقت یہ ہے کہ تمام رذائل سے قلب صاف ہو اور فضائل سے قلب معمور ہو اور ان کی جڑ دین ہو تاکہ اسکو بقاء اور رسوخ ہو اور اگر صرف نرم بولنا ہی اخلاق ہے تو ہمارے ضلع میں ایک کلکٹر تھا اسکی یہ عادت تھی کہ غصہ میں نہایت نرم لہجے سے کہتا کہ آپ کا کان پکڑ کر باہر نکالدو تو کیا اسکو تہذیب اور حسن اخلاق سے تعبیر کروگے گو وہ اخراج ناحق ہی ہو اور آج جو یورپ کے اخلاق و تہذیب کی تعریف کیجاتی ہے۔ اول تو یہ انکے گھر کی چیز نہیں۔ ہمارے گھر کی چیز ہے وہ مستحق مدح نہیں۔ دوسرے ان کے ان اخلاق کی جڑ محض دنیا ہے اور وہ محض پالیسی اور مصلحت پر مبنی ہے جو مصلحت کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں تو وہ اخلاق نہیں محض رسوم ہیں۔ میں حیدر آباد دکن گیا تھا ایک دوست نے مدعو کیا تھا اسی دوران میں بعض احباب کے استدعاء پر دار الضرب دیکھنے گیا جہاں سکہ اور ٹکٹ وغیرہ بنتا ہے۔ ان چیزوں کا دکھلانیوالا ایک انگریز تھا جب سب دیکھ کر ہم دروازہ پر لوٹ کر آئے اور اس سے رخصت ہونے لگے تو میں نے بطور شکریہ کے کہا کہ آپکے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے اخلاق ہوتے ہیں۔ ایک بڑے عہدہ دار میرے ہمراہ تھے انہوں نے کہا کہ آپنے تو غضب ہی کیا۔ عجیب طرز سے تعریف کی کہ تعریف کی ساتھ ہی اس کی تنقیص بھی ہوگئی کہ اخلاق میں تم ہم سے گھٹے ہوئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں نے حقیقت بیان کردی کہ کہیں اسکو ناز ہو کہ ہمارے اخلاق ایسے ہیں۔ میں نے یہ بتلادیا کہ یہ ہمارے گھر کی چیز ہے جو تمہارے پاس ہے۔ باقی جس خاص تہذیب پر انکو ناز ہے وہ تہذیب ہی نہیں تعذیب ہے

تہذیب حقیقی اسلامی تعلیم ہی کے اندر ہے۔ حضرت ابراہیم تیمی کرایہ کے گھوڑے پر سفر کر رہے تھے۔ اتفاق سے ان کا چابک گھوڑے سے گر پڑا۔ خود گھوڑے سے اتر کر پیدل جاکر چابک لائے۔ کسی نے دریافت کیا کہ اسی گھوڑے پر سوار رہکر چابک کے موقع تک پہونچے فرمایا یہ مسافت شرط سے زائد تھی اسلئے بلا اذن اس میں گھوڑے کا استعمال جائز نہ تھا امام مالکؒ کے یہاں امام شافعیؒ مہمان ہوئے جسوقت کھانا آیا امام مالکؒ صاحب نے غلام سے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دہلاؤ ہمارے سامنے پہلے کھانا رکھو خود پہلے کھانا کھانا شروع فرمایا اور یہ سب رسم و عرف کے خلاف تھا۔ اس میں راز یہ تھا کہ تجربہ کی اور طبعی بات ہے کہ کھانا کھانے میں سبقت کرتے ہوئے مہمان کو گرانی ہوتی ہے اور یہ مہمان کا حق ہے کہ اُسپر کسی قسم کی گرانی اور بار نہ ہو اسلئے میزبان خود شروع کرے تاکہ مہمان کا دل کھل جائے دیکھیئے کیسی عمیق اور دقیق بات سمجھی کہ ہر چیز میں خود پیشقدمی فرمائی۔ ہاتھ پہلے اپنے دہلوائے کھانا اپنے سامنے پہلے رکھوایا خود پہلے کھانا شروع کر دیا جس سے مہمان ہلکا پھلکا ہو گیا عرب کی تہذیب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے چند روز میں کہاں سے کہاں پہونچ گئی۔ ایک بدوی حضرت معاویہ رضؓ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی ذرا لقمہ چھوٹا لو کبھی حلق میں پھنس کر تکلیف نہ ہو۔ وہ بدوی ایک دم کھانا چھوڑ اور چلدیا حضرت معاویہ نے بیحد کوشش روکنے کی کی اُسنے کہا کہ تم کھانا کھلاتے ہوئے مہمان کو دیکھتے ہو تمہارے دسترخوان پر کھانا کریم کو جائز نہیں۔ دیکھیئے ایک جنگلی کے جذبات جسوقت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا واسطہ یا بواسطہ قریب کلمہ سکھایا۔ ایکدم تہذیب حقیقی اور اصول صحیحہ سب اُن کے اندر پیوست ہو گئے۔ عجیب برکت بھری تعلیم تھی۔ سبحان اللہ لوہے کو کندن بنادیا بلکہ اکسیر جس سے یہ جذبات اور اصول بدوی لوگوں تک میں پیدا ہو گئی اور انکیبھی کیا واللہ ساری ہی تہذیبیں اور اصول عطا ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کونسے تجربے تھے مگر کیا کچھ کر گئے۔

(ملفوظ ۴۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے طالب بھی ایسے رہ گئے ہیں آتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ آؤ بھگت ہو خاطر تواضع ہو اور جب تک رہیں لنگر سے کھانا ملے جب رخصت

ہوں پیر سینہ میں سے کچھ دیدے نہ کچھ کرنا پڑے نہ دھرنا۔ اصلاح کا باب تو اس زمانہ میں بالکل ہی مسدود ہو گیا۔ روک ٹوک کی برداشت نہیں۔ یہ محبت کا دعوی کر کے آئے تھے کہا تھا کسنے کہ اس راہ میں قدم رکھنا۔ ارے طالب مولیٰ بنکر یہ حالت ہو۔ طالب لیلی مجنون کی حالت ہی نہیں سنی اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلی بود گوئے گشتن بہر او اولی بود

اے عزیز اس میدان میں آیا ہی کیوں تھا۔ اس راہ میں چلا ہی کیوں تھا کیا معلوم نہ تھا کہ یہ عشاق کا میدان ہے۔ ایسے ویسے تو اس راہ میں یوں ہی اپنا سا منہ لیکر رہ جاتے ہیں جب ایک چرکہ کی بھی برداشت نہیں تو اس راہ میں تو ہزاروں تلواریں اور چھریاں اور آرے چلتے ہیں اسوقت کیا کرو گے اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی ز عشق تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق

ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی پس کجا صیقل چو آئینہ شوی

(ملفوظ ۲۵۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں نے آپ کا بتلایا ہوا وظیفہ شروع کیا تھا ایک چلہ ختم ہو گیا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی پوچھے کہ بندہ خدا میں نے یہ کب دعوی کیا تھا کہ ضرور اثر ہو گا۔ فرمایا کہ میں جو مناسب قیود لگا دیتا ہوں اُن سے یہ نفع ہے کہ میں اب جواب دلیکتا ہوں۔ پیر جیوں نے لوگوں کے عقائد کا ناس کر دیا ہے۔ ان کی دکانداری ٹھیری اور لوگوں کا دین خراب اور برباد ہوا۔ انکو تو اپنے نفع سے غرض۔ مُردہ بہشت میں جائے یا دوزخ میں۔ انہیں اپنے حلوے مانڈوں سے کام۔ ان جاہل پیروں اور فقیروں کی بدولت بڑی گمراہی پھیلی اللہ بچائے جہل اور بدفہمی سے۔

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں میں اور بریلویوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا کہ ہماری طرف سے تو کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں، ہم پڑھ لیتے ہیں ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے تو اُنکو آمادہ کرو (مزاحاً فرمایا کہ اُن سے کہو آمادہ نر گیا) ہمسے کیا کہتے ہو۔ آجکل طبائع میں ایک خاص بات یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ اہل حق کو تو کہا جاتا ہے کہ تم اہل باطل سے متفق ہو جاؤ

اہل باطل کو نہیں کہتے کہ تم باطل چھوڑ کر اہل حق سے متفق ہو جاؤ۔ عجیب عقلیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ تفرق مناسب نہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ تفرق مناسب نہیں مگر اس کا صحیح طریقہ تو یہی ہے کہ اہل باطل کو چاہئے کہ وہ اپنا باطل مسلک چھوڑ کر اہل حق سے متفق ہوں نہ کہ اہل حق اپنا مسلک چھوڑ کر اہل باطل سے متفق ہوں اور اتفاق وہی مطلوب ہے جو حق کیساتھ ہو ورنہ یہ اعتراض تو دور تک پھونچتا ہے کہ جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلاء کلمۃ اللہ کا اعلان کیا تو تمام کفار کفر پر متفق تھے اس اعلان سے ایک دم تفرق پیدا ہو گیا۔ یہاں پر کیا کہا جاویگا ظاہر ہے کہ اہل حق کیلئے یہاں تفرق ہی مطلوب اور محمود تھا۔ پس جسطرح وہاں کفار کو حضور کیساتھ اپنا کفر چھوڑ کر متفق ہو جانا چاہئے تھا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لو کہ تمام اہل باطل کو اپنا باطل چھوڑ کر اہل حق کیساتھ متفق ہو جانا چاہئے اور اگر اہل حق کو کہا جائے کہ یہ حق کو چھوڑ کر اُن کے ساتھ متفق ہو جائیں تو یہ اتفاق خود مردود اور غیر مطلوب ہے۔

ایک صاحب نے کانپور میں بطور اعتراض کے مجھسے کہا کہ آپ گیارہویں کو منع کرتے ہیں اور دوسرے جائز کہتے ہیں اب ہم کیا کریں۔ میں نے کہا سچ کہئے کہ آپنے اون مجوزین سے بھی کہا ہے کہ تم گیارہوین کو جائز کہتے ہو اور دوسرے منع کرتے ہیں۔ ہم کیا کریں بس خاموش۔ میں نے کہا کہ یہ حق کی طلب اور تحقیق نہیں نفس کی پیروی ہے کہ دل پہلے سے اُس طرف مائل ہے قلب میں اس شق کی عظمت ہے اسکو نفس چاہتا ہے اسلئے ہم سے کہتے ہو اُن سے نہیں کہتے اگر تردد ہے تو دونوں طرف یکساں ہونا چاہئے خواہ مخواہ بیکار وقت کیوں خراب کرتے پھرتے ہو۔

(ملفوظ ۳۵۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مستحب طریقہ سے ایصال ثواب تو بعد کی چیز ہے۔ سب سے پہلے دیکھنے کی اور ضروری چیزیں یہ ہیں کہ مرحوم کے ذمہ قرض تو نہیں اگر قرض ہے تو یہ فرض ہے کہ پہلے اسکو ادا کیا جاوے۔ اگر قرض نہیں یا ادا ہو کر کچھ ترکہ بچ گیا تو یہ دیکھو کہ مرحوم کی کچھ وصیت تو نہیں جب اس سے بھی یکسوئی ہو جاوے اور ترکہ خالص وارثوں کا قرار پا جاوے تو پھر دوسرے خیر خیرات خصوص متعارف رسمیات سے مقدم یہ دیکھنا ہے کہ میت کے ذمہ کچھ نماز اور روزہ تو قضا نہیں اگر ہے تو اس کا فدیہ دیں اگر اُسکے ذمہ زکوۃ ہو اسکو ادا کریں۔ محلہ میں جو غرباء یتیم بیوہ محتاج ہوں انکو تقسیم کر دیا جائے۔ یہ دوسرے تطوع

ایصال ثواب سب سے بڑھکر ہے مگر اسکی طرف آجکل لوگوں کو قطعاً التفات نہیں - علی الحساب سیکڑوں ہزاروں روپیہ مرحوم کی طرف سے خرچ کردیں گے اور یہ سب خرابیاں رسموں کی ہیں اب دیکھ لیا جائے کہ یہ ضروری ہے یا نہیں - اسکو ہر دیندار سمجھ سکتا ہے - لیجئے اہل حق کو بدنام کیا جاتا ہے کہ مولوی وہابی ایصال ثواب کو منع کرتے ہیں - لو ایصال ثواب کرو مولوی اجازت دیتے ہیں منع نہیں کرتے مگر ایصال ثواب کا طریقہ بتلاتے ہیں - اگر کوئی شخص بجائے قبلہ رُخ ہونے کے پورب کو منہ کرکے نماز پڑھنے لگے اور اسکو کوئی منع کرے کہ نماز نہ ہوگی تو کیا یہ شخص نماز کو منع کرتا ہے یا نماز کے صحیح پڑھنے کا طریقہ بتلا رہا ہے اگر کوئی کہے کہ دیکھو مجھکو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو تم کیا فیصلہ دوگے جو وہاں فیصلہ دو وہی یہاں سمجھ لو

(ملفوظ ۲۹۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں ثواب کیلئے کھانا کھلانے کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک دم کھانا پکاکر کھلایا جاوے اس صورت میں تو زیادہ تر برادری ہی کھا جاویگی - جیسے کہ رسم ہو رہی ہے اس سے وہ صورت بہتر ہے جو میں عرض کرتا ہوں کہ اسکی تین صورتیں ہیں پکاکر کھلایا جاوے خشک جنس دیدی جائے - نقد تقسیم کردیا جاوے - سو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کردیا جاوے کیونکہ معلوم نہیں اُنکو کیا ضرورت پیش ہو - انسان کے ساتھ علاوہ کھانے کے اور بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں مثلاً بیوہ عورت پردہ نشین ہے - اب کسی کو کیا خبر کہ اسکو کیا حاجت اور ضرورت پیش ہے - دوسرے درجہ کی صورت یہ ہے کہ خشک جنس دیدیجاوے کہ جب جی چاہے گا اور جسطرح جی چاہیگا پکاکر خود کھالیں گے تیسرے درجہ کی صورت یہ ہے کہ پکاکر کھلایا جاوے - سو اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکاکر مستحقین کو پہونچادی جایا کرے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہنگاموں میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مستحق رہجاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں یہ سب تجربات کی بناء پر عرض کر رہا ہوں - عرض کیا گیا کہ جس طریق سے آجکل قرآن شریف پڑھکر ایصال ثواب کیا جاتا ہے کیا اس طرح پر قرآن پاک پڑھکر ایصال ثواب کردیا جاوے - فرمایا کہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں - ہاں احباب خاص سے کہدیا جاوے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھکر ثواب پہونچادیں باقی اجتماعی صورت سو اس میں بھی

وہی کہلانے کی سی گڑبڑ ہے۔ لوگ مختلف نیتوں سے آتے ہیں اور اکثر ریا ہے۔ میری ہمشیرہ دام کے مولوی ظفر احمد کا انتقال ہوا میں اسوقت مدرسہ جامع العلوم کانپور میں تھا عین درس کی حالت میں خط پہونچا رنج ہوا طلبہ نے محسوس کیا۔ سبق نہیں پڑھا چہرہ سے معلوم کر لیا کہ کوئی حادثہ ہوا حالانکہ میں نے ظاہر نہیں کیا تھا مگر معلوم ہو گیا مجھسے اجازت چاہی کہ جمع ہو کر قرآن خوانی کریں۔ میں نے کہا کہ ایسا نہ کرو بلکہ اگر جی چاہے سب اپنے اپنے حجروں میں جسقدر جی چاہے قرآن پاک پڑھکر ثواب پہونچا دو اور مجھکو بھی خبر نکرو اور اس صورت سے اگر تین بار قل ھو اللہ پڑھکر بخشدو گے جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جاویگا یہ اس سے اچھا ہے کہ دس پارہ پڑھکر مجھکو جتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے اور یہ طریق اسلئے تجویز کیا گیا کہ اگر جمع ہونگے تو کچھ تو خلوص سے پڑھیں گے اور کچھ اسلئے شریک ہونگے کہ اگر شریک نہ ہوئے تو یہ کہیں گے کہ انکو ہمسے ہمدردی نہیں پھر ثواب کہاں اور احسان کی گٹھڑی سر پر رہی۔ اور حق تعالیٰ خلوص کو دیکھتے ہیں۔ کثیر قلیل پر نظر نہیں فرماتے حتےٰ کہ اگر ایک شخص ایک امرود کسی کو خلوص اور محبت سے دے اور ایک بدون خلوص اور محبت کے نظر سو روپیہ دے تو انہیں وہ ایک امرود دینے والا عنداللہ افضل ہوگا۔

(ملفوظ ۲۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مشاہدہ اور معمول ہے کہ کثیر قلیل پر خود ہماری ہی نظر نہیں ہوتی محبت و خلوص کو دیکھتے ہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ تو کیا نظر فرماتے۔ بھوپال کے قریب کی ایک ریاست کے نواب صاحب کے بھیجے ہوئے ایک شخص یہاں پر آئے تھے بہت کچھ لائے تھے مگر میں نے عذر کر دیا کہ بدون بے تکلفی کے پہلی ملاقات میں میں ہدیہ لیا نہیں کرتا۔ یہ میرا معمول ہے اسلئے نہیں لیا کیونکہ خلوص مشکوک تھا اور ایک غریب ایک آنکی لیکر آیا اور کہا کہ ایک پیسہ رکھ لو اور باقی تین پیسے واپس کر دو محبت اور خلوص کے جوش میں لیکر آگیا۔ میں نے نہایت قدر دانی کی ساتھ لے لیا تو حق تعالیٰ کیا کثیر اور قلیل پر نظر فرماتے وہ صرف خلوص اور نیت کو دیکھتے ہیں اسکو ہمارے حضرت نے خوب کہا ہے ؎

گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم
بس ہے اپنا ایک ہی نالہ اگر پہونچے وہاں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ

کی برابر سونا تو وہ اُس درجہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے اور چونکہ وہ خلوص صحابیت کا خاصہ ہے اسلئے صحابیت کو اس کا مدار قرار دیا گیا۔

(ملفوظ [۳۵۹]) ایک شخص کے انتقال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ عین انتقال کے وقت اُسنے یہ کہا کہ وہ ایک اونٹنی لیکر مجھکو لینے آیا ہے (اس سے ہیں مراد ہوں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی حق تعالٰی نے اپنی رحمت کی بناء پر ملائکہ کو اس شکل میں بھیجدیتے ہیں تاکہ میت کو اُنس ہو جان کندنی کیوقت سہولت ہو۔ جس شخص کی شکل نظر آتی ہے اسکی حقیقت نہیں ہوتی صرف صورت ہوتی ہے۔ حق تعالٰی کی حکمتیں ہیں۔ رحمتیں ہیں۔ کیا کوئی ان کا احاطہ کرسکتا ہے وہ ماں باپ سے بھی زیادہ بندوں پر شفیق اور رحیم ہیں۔ بندہ ہی خود ناکارہ ہے اُس طرف سے تو ہر وقت عطاء اور کرم ہوتا ہے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

اُسکے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھسے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(ملفوظ [۳۶۰]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنکے قلوب میں خدا کی محبت اور عظمت ہے اور جو اس راہ میں ثابت قدم ہیں انکی شان ہی جدا ہے ان کی ہر ادا سے خدا کی محبت ٹپکتی ہے انکے چہروں سے نور عیاں ہے۔ مشک چھپائے نہیں چھپتا ان کی یہ حالت ہے ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی

مرد حقانی کے پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذیشعور

اور وہ ہر حال میں مسرور ہیں مست ہیں خوش ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من
دل فدائے یار دل رنجان من

اور کہتے ہیں ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظ [۳۶۱]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قبر پر قرآن شریف پڑھ آیا کروں۔ فرمایا اجرت پر جائز نہیں ویسے کوئی حرج نہیں اور اجرت پر تو خود اسے ہی ثواب نہ ملیگا تو بخشیگا کیا

عرض کیا کہ بعضے لوگ بڑے پیر صاحب کی نذر و نیاز کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ علاوہ فساد عقیدہ کے نیت پر نظر کر کے دیکھ لیا جاوے کہ ہم جیسوں پر اس سے گرانی ہوتی ہے کہ ہمکو کوئی ہدیہ دیکر کسی کام کی فرمایش کرے تو بڑے پیر صاحب کو دنیوی غرض سے ثواب بخشنے میں تو وہ اسکو منہ بھی نہ لگائیں گے اپنی ضروری حاجتیں تو خدا سے طلب کرو ایصال ثواب کو اس کا آلہ کیوں بناؤ۔ باقی ثواب بخشنا سو خلوص نیت سے اللہ کیواسطے صرف کر کے حضرت بڑے پیر صاحب کو ثواب پہونچاؤ منع کون کرتا ہے۔ یہ ممانعت تو خرافات بدعات شرکیات وغیرہ کی وجہ سے کیجاتی ہے نہ یہ کہ ثواب پہونچانے کو منع کیا جاتا ہے۔

۳۱۲ **ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے مہربانوں کی طرف جو برا بھلا کہنے اور سب و شتم و لعن و طعن کی بوچھار نظر آتی ہے یہ سب حقائق کے اظہار پر عنایتیں ہو رہی ہیں جس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ ؎

خشمہا و چشمہا و رشکہا   بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

۲۵

ایسے حضرات کا شب و روز مشغلہ ہے کہ مجھپر اور میری تصانیف پر اعتراضات کئے جا رہے ہیں اور یہ لوگ تو اسکو دشمنی پر محمول کرتے ہیں اور میں خدا کی ایک بڑی زبردست رحمت اور نعمت پر محمول کرتا ہوں اگر میں ہزاروں روپیہ بھی صرف کرتا اور اپنی تصنیفات پر نظر اصلاحی کراتا تب بھی اسقدر کامیابی ہونا مشکل تھا جسقدر اب مخالفین کی بدولت کام ہو رہا ہے یہ سب خدا کا فضل اور رحمت ہے جسکا میں شکر ادا نہیں کر سکتا

۳۱۳ (**ملفوظ**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ نازک چیز اصلاح کا کام ہے۔ یہ بدون شیخ کامل کے نہیں ہو سکتا۔ اور شیخ کامل سے مراد بزرگ ولی قطب غوث نہیں بلکہ فن داں مراد ہے جو فن جانتا ہو جسکو فن سے مناسبت ہو۔ پھر اگر اسکے ساتھ تقوی طہارت بھی ہو تو اسکی تعلیم میں نور ہوگا برکت ہوگی لیکن خود فن کیلئے وہ شرط نہیں یہ تو بالکل فن طب کی طرح پر ایک فن ہے تو جیسے طبیب جسمانی کا بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں ایسے ہی یہاں بھی شرط نہیں ہاں فن داں

ہو فن کو جانتا ہو اصلاح کیلئے کافی ہے اور اگر بزرگ ولی قطب غوث ہو مگر فن نہ جانتا ہو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے پاس سوائے بزرگوں کی دعا کی برکت کے اور کچھ نہیں۔ خصوص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور یہ سب اُن ہی بڑے میاں کی محبت شفقت توجہ دعا کے پھل ہیں ورنہ مجھے اپنی علمی عملی حقیقت خوب اچھی طرح معلوم ہے۔ مخالف لوگ خواہ مخواہ اس کوشش میں پریشان ہیں کہ وہ میرے عیوب پر مخلوق کو مطلع کریں میں خود ہی اپنی حقیقت منکشف کئے دیتا ہوں۔ اور اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

اور جب مجھ سے کوئی اعراض کرتا ہے اور میری روک ٹوک اور اصلاح پر ناگواری ہوتی ہے تو یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

اور اس برا بھلا سب وشتم اور لعن طعن کرنے پر یہ پڑھا کرتا ہوں ؎

دوست کرتے ہیں شکایت غیر کرتے ہیں گلہ کیا قیامت ہے مجھیکو سب بُرا کہنے کو ہیں

خیر کہا کریں برا بھلا اور لگائیں الزام اور بہتان اور کریں اچھی طرح بدنام یہاں تو الحمد للہ یہ مذہب ہے ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود ناکام ہو اسکو کسی سے کام کیا

اور یہ مشرب ہے ؎

دل آرامیکہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اگر یہ بات نہ ہو تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے کہ فلاں برا نہ کہے فلاں بھلا نہ کہے اچھا خاصہ عذاب ہے۔ خیر کوئی کچھ کہا کرے کوئی خوش رہے یا ناراض۔ معتقد ہو یا غیر معتقد یہ کہکر الگ ہو جانا چاہئے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اور یہ کہدینا چاہئے ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی × چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

اور صاحب یہ تو بے فکروں کی باتیں ہیں جنکو آخرت کی فکر ہے ان کو ان چیزوں کی فرصت کہاں انہیں دشمن کے مقابلہ کیواسطے وقت ہی میسر نہیں دوست کی مشغولی ہی کیا کچھ کم ہے خوب کہا ہے ؎

گراین مدعی دوست بشناختے   بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

اور ان کی مشغولی تو بڑی چیز ہے ایک فانی عورت لیلیٰ کے عشق میں مجنون کی کیا کیفیت تھی اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود   گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

۳۲۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو حالت یہ ہو رہی ہے کہ کام شروع کرنے سے قبل ہی سب کچھ بننا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ساری عمر کے مجاہدات اور ریاضات پر بھی اگر فضل ہو جائے تو انکی بڑی رحمت ہے اور یہ کیا تھوڑی نعمت ہے کہ انہوں نے اپنے کام میں لگالیا اور کیا بننا چاہتے ہو اور یاد رکھو کہ جب تک اسکی ہوس قلب میں ہے کہ ہم کچھ ہو جائیں بس خوب سمجھ لو کہ یہ شخص محروم ہے۔ ہوسوں کو فنا کرے اور خدمت میں مشغول رہے اور فضل کا امیدوار رہے اور مایوس نہ ہو اور اپنی ناقابلیت پر نظر کر کے ہراساں نہ ہو۔ اٹھو چلو پھر دیکھو جو ہمکو دشوار نظر آرہا ہے وہ اسکو کیسا سہل فرما دیتے ہیں انکے نزدیک تو دشوار اور مشکل نہیں اسیکو فرماتے ہیں ؎

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست   با کریماں کارہا دشوار نیست

لیکن طلب شرط ہے ہمارے اندر طلب ہی نہیں طلب ہو تو دیکھو پھر کیا ہوتا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد   اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

۳۲۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر طلب کی حقیقت نہ ہو تو صورت تو ہو وہ صورت پر بھی فضل فرما دیتے ہیں بڑی کریم رحیم ذات ہے لیکن جب کوئی اس طرف رخ ہی نہ کرے اور منہ پھیر کر چلے تو اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے اسکے متعلق فرماتے ہیں انلزمکموھا

وانتم لها کارهون۔ غرض اس طرف متوجہ ہونا طلب کرنا جس طرح بھی ہو۔ یہ انسان کا کام ہے آگے وہ خود سب کچھ کرلیں گے یہی طلب اور نیاز ہے جسکو مولانا گریہ سی تعبیر فرماتے ہیں ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست　　اے خوشا آں دل کہ آں بریانِ اوست

در تضرع باش تا شادان شوی　　گریہ کن تا بے دہاں خندہ شوی

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

اور اگر نیاز نہیں تو نرے رونے سے کچھ نہ ہوگا جب تک کہ قلب اسکے ساتھ ساتھ نہو کیونکہ آنکھ سے رونا سو بعض کو رونا آجاتا ہے بعض کو نہیں آتا یہ فعل غیر اختیاری ہے جسکا منشا محض ایک غیر اختیاری کیفیت ہے جو مقصود نہیں گو محمود ہے چنانچہ بعض کو ساری عمر رونا نہیں آتا اور سب کام بن جاتا ہے اور اسی نرے رونے کو بدون نیاز کے کہتے ہیں ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال　　صد سال میتواں بتمنا گریستن

اسی طرح یہ مروج چھو چھاں ہو حق کو دھاند کوئی چیز نہیں اول تو یہ خود خالی شخص کی حالت ہے اور اگر خالی بھی نہو تب بھی کمال کی حالت نہیں۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد۔ اینجا مردانند کہ دریا ہا فرو برند و آروغ نزنند۔ اسی طرح حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مجلس وجد میں کسی نے سوال کیا کہ آپکو اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ وتری الجبال تحسبها جامدۃ وهی تمر مر السحاب تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے اسی طرح ہمارے اکثر حضرات ہنستے بولتے رہتے تھے مگر قلب کے اندر ایک آگ رکھتے تھے۔ اسکی میں نے ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے توا ہنستا ہے مگر کوئی ہاتھ لگا کر دیکھے تو اسکے ہنسنے کا پتہ چل جائیگا۔ ایک بزرگ رونے کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو × کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

غرض یہی نیاز کی ساتھ گریہ زاری کامیابی کا مقدمہ ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تا نہ گرید کودک حلوا فروش بحرِ بخشایش نمی آید بجوش
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن تا نہ گرید ابر کے خندد چمن
کام تو موقوف زاری دلست بے تضرع کامیابی مشکل ست
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
ہر کجا رنجے شفا آنجا رود ہر کجا دردے دوا آنجا رود

۳۶۷ ملفوظ ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے۔ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ مجھکو کچھ تنہائی میں عرض کرنا ہے۔ فرمایا کہ مجھکو اتنی فرصت نہیں اگر ایسی ہی خلوت کی ضرورت ہے تو اُسکی دوسری سہل صورت یہ ہے کہ جو کچھ کہنا ہے ایک پرچہ پر لکھ لاؤ۔ اُسکو میں ہی پڑھوں گا۔ دوسرے کو خبر نہ ہوگی۔ یہ اُس سے بھی بہتر خلوت ہے۔ جاؤ الگ بیٹھکر لکھ لاؤ۔ دیکھو تنہائی کا موقع مجمع ہی میں ملگیا وہ صاحب پرچہ لکھکر لائے اُس میں کسی کام کیلئے عمل کی درخواست تھی ملاحظہ فرماکر فرمایا جا بندہ خدا اسکے لئے تنہائی کی ضرورت تھی یہ تو مجمع میں بھی کہہ سکتے تھے یہ کون سے راز کی بات تھی جس میں اپنا اور میرا وقت خراب کرنا چاہتے تھے۔ تم لوگوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ وہ کونسی ایسی باتیں ہیں جنکے لئے تخلیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ تو ایسا ہو گیا جیسے دو چرواہے بھینس چرایا کرتے تھے ایک دریا کے اِس کنارے کھڑا تھا دوسرا دریا کو عبور کرکے اپنی کسی ضرورت سے اُس کنارے پھونچ گیا تھا اس طرف والے نے آواز دی کہ میری ایک بات سن جا اُسنے کہا کہ وہیں سے کہدے ابتو دریا پار کرکے بمشکل اس طرف پھونچا ہوں۔ کہتا ہے کہ زور سے کہنے کی بات نہیں کبھی کوئی اور سُن لے۔ کان میں سننے کی بات ہے جلدی آ وہ مصیبت کا مارا۔ تیر کر پھر اس طرف آیا تو اس بلانیوالے نے اُسکے کان سے منہ لگاکر کہا کہ آج بھینس کہاں چراؤ گے اُسنے کہا کہ جا تیرا ناس ہو مجھے تو پریشان کر ڈالا۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ یہ بات تو کوئی راز کی نہ تھی۔ وہیں سے کہہ سکتا تھا یہ تو افواہی حکایت ہی۔ مگر تمنے کرکے دکھلادیا۔ خدا معلوم عقل اور فہم دنیا سے رخصت ہی ہو گئے۔ خیر اب میں جواب میں صاف کہے دیتا ہوں کہ میں عامل نہیں ہوں۔ یہ کام عاملوں کا ہے اگر کہو گے کوئی اللہ کا نام پڑھنے کو بتلادوں گا اور اس کا

وعدہ نہیں کہ کوئی ثمرہ مرتب ہوگا یا نہیں کبھی پھر شکایت کر دو یا مجھکو دق کرو۔ عرض کیا کہ حضرت کچھ پڑھنے کو فرما دیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ فرمایا کہ جو میں نے کہا وہ بھی بغور سن لیا۔ عرض کیا کہ جی سن لیا فرمایا کہ بعد نماز عشاء چودہ سو چودہ مرتبہ یا وہاب پڑھکر خلوص دل سے دعا کیا کرو۔ اللہ بہتر فرمانے والے ہیں۔ آجکل رزق کے معاملہ میں مخلوق کثرت سے پریشان ہے۔ حق تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔ میرا تو بڑا دل دکھتا ہے جب کسی کی معاشی پریشانی سنتا ہوں۔

(ملفوظ ۲۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کسی کو شیخ کامل میسر ہو جائے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا تو بڑی دولت ہی بڑی نعمت ہے۔ ہمارے حضرات کی یہی شان تھی وہ جامع تھے۔ ان کی یہ حالت تھی ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختن

اور یہ حالت تھی ؎

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

(ملفوظ ۲۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے اوراد اور وظائف کو تو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات و لذات کو اس کا ثمرہ مقصودہ کسقدر دھوکا ہے حالانکہ اعمال مقصود ہیں اور رضاء حق ثمرہ ہے۔ یہ ہے طریق کی حقیقت پھر اگر ساری عمر بھی کیفیات اور لذات نہ ہوں تو کوئی بھی نقصان نہیں۔ کام کرنیوالے کی تو شان ہی دوسری ہوتی ہے وہ اسکو کب دیکھتا ہے کہ لذت آتی ہے یا نہیں۔ جی لگتا ہے یا نہیں۔ اگر اسپر کام کو موقوف رکھا جاوے تو خدا پرستی تو نہ ہوئی۔ لذت پرستی نفس پرستی ہوئی۔ اپنی ہی پوجا پاٹ میں رہا خدا کا کیا کام کیا۔ کیوں ان فضولیات اور عبث میں وقت خراب اور برباد کرتے ہو کام میں لگو۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے پنہاری یہ کہے کہ میرا تو جی نہیں لگتا اور نہ چکی پھرانے میں لذت آتی ہے تو کیا جواب ملیگا۔ یہی کہو گے کہ یہ جی لگنے کی چیز نہیں۔ عمل کی چیز ہے۔ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ میں ذکر کرتا ہوں۔ مزا نہیں آتا۔ میں نے عرفی تہذیب چھوڑ کر کہا کہ مزا تو مذی میں ہوتا ہے۔ ذکر میں مزا کہاں ڈھونڈتا

پھرتا ہے۔ یہ سب طریق کی حقیقت سے بیخبری کی بنا پر لوگوں کو غلطیوں میں ابتلا رہو رہا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بزرگی کی چند علامتیں عوام نے انتخاب کر رکھی ہیں پھر آگے چاہے وہ ڈاکو ہی ہو چور ہو رہزن ہو زانی ہو جھوٹا ہو مکار ہو فریبی ہو۔ مگر یہ درویشی ایسا بحر زخار سمندر ہے کہ اسکو کوئی ناپاک نہیں کر سکتا۔ وہ علامتیں یہ ہیں کہ کپڑے رنگے ہوں۔ بڑے سے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو۔ کسی سے بات نکرتے ہوں۔ بڑا چوغہ زیب تن ہو۔ سر پر عمامہ ہو۔ پھر چاہے اندر یہ حالت ہو جسکو فرماتے ہیں

از بروں چوں گور کافر پر حلل ۔ واندروں قہر خدائے عز و جل

از بروں طعنہ زنی بر بایزید ۔ وز درونت ننگ می دارد یزید

اور عارف شیرازی ایسی ہی جامہ ریائی کے متعلق فرماتے ہیں

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد ۔ اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

میاں کہاں کی تن آرائی اور بناؤ سنگار لئے پھرتے ہو وہاں تو فنا ہونا مٹنا اپنے کو پامال کر دینا عجز۔ انکسار شکستگی یہ چیزیں اس بازار میں چلتی ہیں نہ یہ کہ تسبیح ہاتھ میں ہے زبان پر توبہ توبہ ہے اور دل کی یہ کیفیت ہے جسکو...... فرماتے ہیں

سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ + معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

تسبیح اگر لیں گے تو ایسی کہ میدان کارزار میں تلوار کی بھی ضرورت نہ ہو وہ تسبیح لٹھ کا کام دے سکے۔ لباس ایسا پہنیں گے کہ دور سے معلوم ہو کہ کوئی بہت بڑے شاہ صاحب ہیں۔ مگر یہ شاہ صاحبی کیسی کہ جسکے لئے وردی کی ضرورت ہے میاں وردی میں کیا رکھا ہے دل وردی ہونا چاہئے جنکے قلوب میں حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس طرف کا تعلق ہے۔ انکو بناؤ سنگار کی کہاں فرصت۔ اُنکی تو یہ حالت ہے

نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر ۔ بنقاش احتیاج نیست دیوار گلستان را

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ۔ دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

معلوم بھی ہے کہ درویشی کہتے کسکو ہیں۔ درویشی صرف خدا سے صحیح تعلق کا نام ہے اور آگے سب عبث اور فضول ہے۔ طریق کی بھی یہی حقیقت ہے۔ باقی یہ بناؤ سنگار اور تن آرائی

یہ وہ شے ہے جسکی نسبت ایک دانشمند کا قول ہے ؂

این تن آرائی واین تن پروری | عاقبت سازد ترا از دین بری

(ملفوظ ۳۷۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے عقلاء عقل کو احکام میں بھی دخیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقل احکام کی کسوٹی ہے ایسے ہی عقل پرست کی ایک حکایت ہے کہ اپنی ماں سے منہ کالا کیا کرتا تھا۔ اور یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں سارا ہی اُسکے اندر تھا تو اگر میرا ایک جزو اُسکے اندر چلا گیا تو کیا حرج اور کیا گناہ ہے۔ ایک شخص گوہ کھایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب میرے ہی اندر تھا تو پھر اگر میرے اندر چلا گیا تو کیا حرج ہے ایسے ہی عقل پرستوں کی نسبت مولانا فرماتے ہیں ؂

آزمودم عقل دور اندیش را | بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

اور جنکو تم دیوانہ سمجھتے ہو ایسی دیوانگی کی نسبت فرماتے ہیں ؂

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد | مرعس را دید و درخانہ نشد

۳۲ ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کردے وہ عقل نہیں نہایت درجہ اور پرلے درجہ کی بدعقلی ہے اور جو محبوب سے واصل کرے اگر وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزار عقلوں سے افضل ہے اور وہ دیوانگی وہ ہے جسکو فرماتے ہیں ؂

باز دیوانہ شدم من اے طبیب | باز سودائی شدم من ای حبیب

نری عقل و ذکاوت سے کیا کام چلسکتا ہے۔ جب تک کہ اطاعت اور محبت نہ ہو اسیکو فرماتے ہیں ؂

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ | جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

بس ایک راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت و اطاعت کی ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کردو اور بجز اسکے کوئی راستہ نہیں کیوں ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہو۔ کہیں راہ نہ ملیگا۔

(ملفوظ ۳۷۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اب تو الحاد دہریت نیچریت کا زمانہ ہے اور ایسا کچھ قلوب پر زہر یلا اثر ہوا ہے کہ ان بد دماغوں کو کسیکی بزرگی اور ولایت و شخصیت پر تو کیا

اعتماد ہوتا اور کیا کسی کی وقعت وعظمت ان کی نظر میں ہوتی جبکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت قلوب سے نکلتی جاتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بدون محبت کے کسی کا کام کا ہونا سخت دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ ان حضرات کی حکومت قلوب پر ہوتی ہے جسکی بنا، وہی محبت ہے اور ان سلاطین کی حکومت جسم پر۔ ان حضرات کے خدام اور محکومین کی شان ہی جدا ہوتی ہے جو کہدیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں کسی بات سے انکار نہیں ہوتا۔ رسم پرست اور ظاہر پرست تو کبھی ایسا نہیں کر سکتے اور یہ زمانہ تو بڑا ہی نازک ہے اسمیں رسم پرستی کا اور ظاہر پرستی ہی کا غلبہ ہے اور زیادہ مذاق لوگوں کا اس نیچریت کی بدولت خراب ہوا ہے مگر الحمد للہ الیسوں کا مذاق اور مزاج درست کر دیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے ہی فتنہ کا زمانہ ہے جسے دیکھو باون ہی گز کا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک طبقہ مدعیان اجتہاد کا..... ہے جسکو دیکھو الگ ہی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے بیٹھا ہے۔ ان میں خصوصیت سے ایک بات ایسی بری ہے جو جڑ ہے تمام خرابیوں کی وہ یہ ہے کہ ان میں مرض ہے بدگمانی کا پھر اس سے بدزبانی پیدا ہوتی ہے۔ بزرگوں کی شان میں بدزبانی کرنا یا اُن کی طرف بدگمانی کرنا نہایت ہی خطرناک چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں کے معتقد ہو۔ معتقد ہونا فرض نہیں مگر بدگمانی سے بچنا تو فرض ہے۔ اگر ان لوگوں میں یہ بات نہ ہو تو خیر یہ بھی ایک طریق ہے مگر شرط یہی ہے کہ دیانت ہو نیک نیتی ہو اگر یہ نہیں تو پھر شیعوں کی طرح یہ بھی ایک اچھا خاصہ تبرائی فرقہ ہے اور اصل ..... یہ ہے کہ جس چیز کی یہ نفی کرتے ہیں اور جسکے مخالف ہیں وہی چیز انکو سنوار سکتی ہے اور وہ کسی کامل کی صحبت ہے۔ بدون صحبت کامل کے انسانیت آدمیت پیدا ہوتی نہیں مگر یہ جماعت نہ تو قرآن وحدیث کو صحیح طور پر سمجھی اور نہ تصوف کو۔ اکثر الیسوں کے خطوط آتے ہیں اور بعض خود بھی آتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ سوائے چند چیزوں کے نہ پورے مسائل کی خبر نہ قرآن وحدیث میں مہارت محض بُرا بھلا کہنا ان کا مذہب ہے کسی کو بدعتی کسی کو مشرک کسیکو فاسق کسیکو فاجر بنا نا خوب جانتے ہیں اور خود اپنی خبر نہیں کہ قلب میں ہزاروں بُت یعنی رذائل جمع کر رکھے ہیں۔ خصوص کبر تو اس جماعت کے لوگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اور سب سے زیادہ یہی جڑ ہے خرابیوں کی۔ بعض اہل علم اس

جماعت کے یہاں آئے قیام کر کے دیکھ گئے بفضلہ تعالیٰ اپنی زبان سے اقرار کر گئے کہ یہاں کوئی چیز سنت رسول اللہ اور حدیث رسول اللہ اور کتاب اللہ کے خلاف نہیں۔ اُنکی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک غیر مقلد عالم نے تو یہ کہا کہ ہماری جماعت بھول میں ہے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہی ان کا فضل ہے اور اپنے بزرگوں کی دعاء کی برکت ہے کہ ہر چیز یہاں اپنی حد پر ہے مجھکو تحدث بالنعمۃ کے طور پر اسکی مسرت ہے

(ملفوظ ۴۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ فقہ کا فن بھی بڑا ہی نازک ہے یہی وجہ ہے کہ یہ مدعیان اجتہاد اس میں اُلجھتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں اور وجہ نہ سمجھنے کی نور فہم کی کمی ہے جو کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے پیدا ہوتا ہے جس سے انکو عار اور استکبار رہی سبب ہے انکی محرومی کا اور تماشہ ہے کہ اپنی تو ساری دنیا سے تقلید کرانا چاہتے ہیں اور خود تقلید سے بھاگتے ہیں۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ تم میں کونسا کمال ممتاز ہے کہ تمہاری کوئی تقلید کرے۔ ایک غیر مقلد عالم سے میری گفتگو ہوئی۔ میں نے کہا کہ اتباع کا مدار عام دلائل نہیں بلکہ حسن ظن ہے۔ چنانچہ آپکو ابن تیمیہ اور ابن القیم پر اعتماد ہے حسن ظن ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث ہی سے کہتے ہیں اسلئے اُنکو اقوال کے بعد دلائل کا بھی انتظار نہیں کرتے۔ حالانکہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ وہ دھڑا دھڑ فتویٰ لگاتے چلے جاتے ہیں۔ لکھتے چلے جاتے ہیں اور دور تک کہیں آیت وحدیث کا پتہ نہیں نہ کوئی دلیل ہے اپنے دعوے کے اثبات میں اور اس سے بڑھکر تماشہ یہ ہے کہ بعض جگہ خصم کے دلائل نقل کرتے ہیں اور بدون اُن دلائل کے جواب دئے ہوئے اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ خود اپنے دعوے کی دلیل بیان نہیں کرتے۔ سو اسی طرح ہمکو امام ابو حنیفہ پر اعتماد اور حسن ظن ہے۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں اسلئے دلائل تفصیلیہ کا انتظار نہیں کرتے اب بتلایئے کہ اس میں اور اُس میں کیا فرق ہے۔ کہنے لگے کہ بالکل صحیح ہے

(ملفوظ ۴۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں بھی کم وبیش میں سفر کرتا تھا باوجودیکہ اُس زمانہ میں قتل تک کی دھمکیوں کے خطوط آرہے تھے۔ ایک سفر اُس زمانہ میں مُرادآباد۔ ٹانڈہ بادلی۔ امروہہ۔ بچھراؤں۔ ان کی طرف ہوا۔ بچھراؤں پہونچکر معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ بہت زیادہ ناخوش ہیں۔ ایک میرے دوست حکیم صاحب تھے اُنہوں نے مدعو کیا تھا۔ شبکو کہانے پر

وہیں کے ایک باشندے جو مراد آباد میں لیڈری کرتے تھے میرے بائیں ہاتھ کی جانب کھانیکی مجلس میں آکر بیٹھے کھانا آگیا شروع کر دیا گیا اسوقت غالباً کھانیکی مجلس میں دستر خوان پر تیس یا چالیس آدمیوں کا مجمع تھا۔ ایک یا دو لقمہ ہی کھایا ہوگا کہ اُن لیڈر صاحب کو اپنی عقل اور معلومات کا جوش اُٹھا۔ بولے کہ میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ فرمایئے۔ اب اُنہوں نے تمہیدی مضمون شروع کیا کہ حضرت کا علم وفضل اور کمال بیدار مغزی حکیم الامۃ ہونا اور اُمت کیلئے حضرت کی ذات کا رحمت ہونا اظہر من الشمس ہے اور اسی قسم کے الفاظ کہتے رہے۔ میں نے کہا کہ اسکو چھوڑئے جو اصل مقصود ہے اسکو بیان کیجئے۔ کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ حضرت مقامات مقدسہ کی سیر کریں تو بہت زیادہ نافع ثابت ہوگا۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ وہاں کی سیر کرینگا حالات دیکھیے گا تو رائے بدلجائیگی تحریک میں شرکت ہو جائیگی۔ میں نے کہا کہ میرے اوصاف واقعیہ یا غیر واقعیہ جسقدر آپنے بیان کئے یہ تو آپکو تسلیم ہیں۔ کہا کہ جی۔ میں نے کہا کہ منجملہ اور کمالات کے آپنے میری بیدار مغزی بھی بیان کی تو باوجود میرے اسقدر جامع کمالات ہونیکے خصوص بیدار مغزی کے میرے دماغ میں یہ بات نہیں آئی اور آپکے دماغ میں آئی اس سے معلوم ہوا کہ آپ مجھسے زیادہ صاحب کمالات اور بیدار مغز ہیں اسلئے میرا مشورہ ہے کہ اگر آپ مقامات مقدسہ کا سفر کریں تو بہت ہی زیادہ نافع ثابت ہوگا۔ بس رہ گئے آگے نہیں چلے پھر میں نے ڈانٹا اور کہا کہ کیا تمکو آداب مجلس بھی معلوم نہیں خر خر ہی کرنا آتی ہے یہ مجلس سوالات کی تھی یا کھانیکی۔ کیا یہ کھانیکی مجلس کے آداب کے خلاف نہیں کہ ایسا سوال کیا جائے کہ جس سے دماغ پر تعب ہو۔ کھانے کا وقت فراغ اور تفریح کا وقت ہوتا ہے اسوقت تفریح ہی کی باتیں کرنا مناسب ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ گو میں حکیم صاحب کا مدعو کیا ہوا ہوں۔ حکیم صاحب میرے داعی ہیں مگر بستی میں آنیکی حیثیت سے آپ سب حضرات کا مہمان ہوں۔ میزبان کو یہ حق نہیں کہ مہمان سے ایسا کوئی سوال کرے جس سے اُسکے قلب پر بار یا گرانی ہو۔ میرا یہ جواب آیندہ کیلئے سبکو سبق تھا کہ اور کوئی اس قسم کا سوال نہ کر سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بڑی راحت سے وقت گذرا۔ یہ عقلا ہیں ایک ہی جواب پر سب ترکی ختم ہو گئی۔ ساری لسانی اور بیدار مغزی اور روشن دماغی کا کام تمام ہو گیا۔ قابلیت تو ان لوگوں میں ہوتی نہیں چند الفاظ ہیں جو رٹ رکھے ہیں اور قابلیت ہو بھی تو علم نہیں ہوتا۔ دو چار ڈگریاں حاصل کر کے دماغ میں خناس سما جاتا ہے

پھر اس پر یہ مزید حماقت کہ اپنے سامنے کسی کو گردانتے نہیں۔ اکثر ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی بدفہم بدعقل ہی معلوم ہوئے۔ ایسوں کو کبھی کوئی بات کارآمد کہتے نہ سُنا۔

(ملفوظ ۲۶۷) ایک نووارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایسی کونسی غامض اور دقیق بات دریافت کی تھی جسکا تم جواب نہ دیسکے۔ یہی تو معلوم کیا تھا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کون ہو۔ آنیکی غرض کیا ہے۔ جسپر تمنے جواب دیا کہ پھر بتلاؤں گا۔ یہاں سے اُٹھو۔ میں بھی جب ہی بیٹھنے کی اجازت دوں گا۔ ایسے ایسے بدفہم ستانیکو آجاتے ہیں۔ میرے اندر صفائی ہے صاف بات کو پسند کرتا ہوں۔ اور ان لوگوں کو صفائی سے دشمنی ہے۔ عرض کیا کہ میں خلوت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہ کہکے جاتلے ہے۔ خاموش نہیں بیٹھا جاتا۔ معلوم نہیں چور ہے۔ ڈکیت ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی ہے کہ اپنے کو بتلانا نہیں چاہتا۔ اس بتلانے میں کونسی خلوت کی ضرورت ہے اگر ہوگی تو کوئی بات ہی ہوگی راز کی مگر یہ کونسی راز کی بات ہے کہ آدمی اپنا وطن اپنا نام اور جو کام کرتا ہو اسکو ظاہر کردے۔ عرض کیا کہ قصور ہوا معاف فرمادیجئے۔ فرمایا کہ قصور کی یہی سزا ہے کہ اسوقت مجلس سے اٹھو اور کسی شخص کے واسطہ سے بدون اسباب کے طے ہوئے مجلس میں بھی آکر مت بیٹھو۔ عرض کیا کہ جو بات ہی وہ ابھی عرض کردوں گا۔ فرمایا کہ ماشاءاللہ جو بات ہے ایک سے ایک بڑھکر ہے یا تو وہ راز کی بات تھی۔ خلوت میں کہنے کی تھی یا اب جلوت میں آگئی تو کیا ایک مسلمان کا وقت خراب کرنا اسکو دھوکا دینا جائز ہے۔ تم لوگوں کی عقلیں کیوں خراب ہوگئیں۔ اچھا کہو کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ میں مرید ہونے آیا ہوں اور فلاں بزرگ سے میں اتنے عرصہ سے مرید بھی ہوں۔ فرمایا بڑا ہوشیار بنا پھرتا ہے مریدی آگے ہی رکھی ہے اُٹھاکر لیکر گھر کو چلدے گا۔ میں ابھی صاف کہے دیتا ہوں کہ مجھکو تم سے مناسبت نہیں اور تمکو مجھسے مناسبت نہیں اور نفع کیلئے یہ شرط اعظم ہے کہ طرفین سے مناسبت ہو۔ بدون مناسبت کے ہرگز نفع نہیں ہوسکتا اسلئے اس کی اُمید مت رکھو۔ اور اکثر جو لوگ کسی غیر محقق سے پہلے بیعت ہوجاتے ہیں ان میں جو خرابیاں ہوتی ہیں وہ نکلنا دشوار ہوتی ہیں۔ چنانچہ اسوقت اس کا مشاہدہ ہورہا ہے کہ دماغ میں خرابی ہے۔ محنت زیادہ کی ہے دماغ پر اثر ہے۔ اگر کھود کرید نہ کروں کیسے پتہ چلے۔ جاؤ رخصت۔ میں مرید نہ کروں گا۔ عرض کیا کہ چاہے حضرت مجھکو جان سے ماردیں میں بغیر مرید ہوئے نہ جاؤنگا فرمایا کہ زبردستی مرید ہوگے۔ عرض کیا کہ جی۔ فرمایا اچھا میں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔ وطن واپس ہوجاؤ

اور وہاں سے خط لکھو جو مناسب ہوگا جواب دیا جاویگا۔ عرض کیا کہ ابھی مُرید کرلو۔ فرمایا کہ کیا پیر کے حکم کے خلاف بھی کیا کرتے ہیں۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا تو پھر ہم جو حکم کریں وہ کرو۔ اور یہ بھی بتلاؤ کہ تمہارے گاؤں میں کوئی طبیب ہے۔ عرض کیا کہ ہیں فرمایا اُنکو نبض دکھلا کر نسخہ پینا جب طبیب کہدے کہ اب تم اچھے ہوگئے اسوقت مجھکو خط لکھنا اس سے پہلے نہ لکھنا۔ پھر دریافت فرمایا کہ جو میں نے کہا اُسکو سمجھ گئے عرض کیا کہ جی سمجھ گیا۔ خلاف تو نہیں کرو گے۔ عرض کیا کہ نہیں۔ وطن کب جاؤ گے۔ عرض کیا کہ کل چلا جاؤنگا آج ہی یہاں تمکو کسی طبیب کو دکھلا دیں۔ عرض کیا کہ بہت اچھا۔ ایک شخص کیساتھ طبیب کے یہاں بھیجدیا اور نسخہ لا کر دکھلانیکو فرمایا اور یہ کہ نسخہ کے دام میں دونگا (جو حضرات۔ حضرت والا کے مسلک پر معترض ہیں وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں کہ کیا اسی کو بدخلقی اور سختی کہتے ہیں۔ معذور سمجھکر ایک دم ترحم کا برتاؤ شروع فرمادیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا ہر کام اللہ ہی کیواسطے ہوتا ہے۔ معترض خواہ مخواہ بُرا بھلا کہکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ احقر جامع ۱۲ منہ)

(**ملفوظ** ۳۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسمی اور دکاندار مکار پیروں نے لوگوں کو خراب اور برباد کردیا۔ لمبے چوڑے وظیفہ بتلا دیتے ہیں نہ اخلاق کی اصلاح ہے نہ اعمال کی۔ آب میں ایک اکیلا کہانتک تیر چلاؤں اور کسی جگہ تو روک ٹوک کا نام و نشان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہی سب کا نشانہ بنا ہوا ہوں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ میں سب مولویوں اور پیروں کا دقایہ ہوں کہ بدنام میں ہوتا ہوں اور راحت سبکو پہونچتی ہے

(**ملفوظ** ۳۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قانون سے لوگ گھبراتے ہیں مگر قانون تو آزاد منش ہی لوگوں کیواسطے ہے۔ اگر قانون نہ ہو تو عالم میں فساد اور خونریزی برپا ہو جائے گورنمنٹ کے قانون کا حاصل بھی ہے اب اگر تمام بدمعاش چور ڈکیت جمع ہو کر کمیٹی کریں اور اس میں رزولیوشن پاس کریں کہ یہ تعزیرات ہند کی دفعہ اور اصول و قواعد نہایت سخت ہیں انکو نکالدیا جائے تو کیا جواب ملیگا جو وہاں سے جواب ملے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔

(**ملفوظ** ۳۷۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ کوئی بات ایسی نکرے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت پہونچے۔ یہ نصف سلوک بلکہ ایک معنے کر کل سلوک ہے۔

(**ملفوظ** ۳۸۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حکومت ہی کی کیا تخصیص ہے ایک خاص

حالت میں ہر چیز کو زوال ہے چاہے وہ حکومت ہو یا قوت اور شجاعت ہو مال ہو عزت ہو جاہ ہو علم ہو عمل ہو فضل ہو کمال ہو۔ اور وہ خاص حالت یہ ہے کہ یہ شخص اُسکو اپنا کمال سمجھنے لگے۔ عطیہ خداوندی نہ سمجھے اور راز اس کا یہ ہے کہ اسکو اپنا کمال سمجھکر اس میں حقوق کی طرف نظر نہیں رہتی اسلیئے اُس امانت سے برطرف کردیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کل ہمارے پاس سب کچھ تھا آج کچھ بھی نہیں۔

(ملفوظ ۳۸۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بھی آجکل بعض لوگوں کا طریقہ ہوگیا ہے کہ مختلف بزرگوں سے ملتے پھرتے ہیں اس سے حالت میں گڑبڑ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ غالباً سامعین کے نزدیک یہ ایک نئی بات مگر ہے تجربہ کی۔ میں اپنے دوستوں کو اس سے منع کرتا ہوں

(ملفوظ ۳۸۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی عالم کو ایک جاہل کے مقابلہ میں اپنے کو اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل سمجھنا جائز نہیں جیسے ایک شخص کو پندرہ ۱۵ پارہ یاد ہیں اور بچاس ۵۰ جگہ بھولتا ہے۔ اور ہمکو سارا قران شریف یاد ہے اور بچاس برس تک بھی بچاس جگہ نہیں بھولے تو اکمل تو سمجھیں گے افضل نہ سمجھیں گے اور اسکو اکمل نہ سمجھنا جائز اور اپنے کو افضل سمجھنا ناجائز۔

(ملفوظ ۳۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کیا کوئی کسی بات پر ناز کرے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی مشائخ میں سے ملاقات کیلئے آتے اور حضرت کی کمالات کی تعریف کرتے اُنکے چلے جانیکے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں کی ستاری ہے کہ اہل نظر کی نظر سے بھی میرے عیوب چھپا رکھے ہیں (سبحان اللہ کیا تواضع ہے)

(ملفوظ ۳۸۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں جو منع کیا کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ کہ مزاج کا اختلاف طبائع کا اختلاف وجوہ تربیت کا اختلاف یہ تو سب میں ہوتا ہے جتنے کیراہل حق میں بھی۔ اسلیئے طالب تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اسلیئے سب سے منع کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۳۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ پہلے ایسی شرارتیں کہاں تھیں۔ بدعتی بھی اللہ اللہ کرنیوالے ذاکر شاغل نیک نیت ہوتے تھے اللہ کے نام لینے کی برکت سے قلب

میں رقت انکسار عاجزی فنا تواضع ہوتی تھی۔ علماء اہل حق سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے
اُنکے قلوب میں علماء کی وقعت عظمت آدب واحترام ہوتا تھا کبھی اُنکے سامنے قیل وقال نکرتے
تھے۔ اور اب تو نہ ذکر ہے نہ شغل نہ تواضع نہ آدب غرض تدیُّن نہیں۔ فساق فجار تک ہوجاتے ہیں
کبائر تک میں ابتلا ہو جاتا ہے اور پھر صوفی درویش بنے ہوئے ہیں۔ اور جو اہل ادب ہوتے
تھے اہل حق بھی حدود کے اندر انکی رعایت کرتے تھے۔ چنانچہ خود وطن ہی میں جامع مسجد میں
میرا بیان ہوا کرتا تھا ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس مجمع میں ایک ڈھولک باز بدعتی آیا کرتا ہے
ذرا اُسکی خبر لیجئے۔ میں نے کہا کہ میں خبر لیا نہیں کرتا خبر دیا کرتا ہوں۔ اور میں نے کبھی اس کے
اس مسلک سے تصریحاً تعرض نہیں کیا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بخود اسکی اصلاح ہوگئی۔

یکم جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۳۸۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن پر (یعنی آمدنی کا
ایک حصہ نسبت سے) سفیر رکھے جائیں یہ جائز ہے۔ فرمایا کہ شرط فاسد ہے۔ مگر بکثرت مدارس والے
اس بلا میں مبتلا ہیں۔ جائز ناجائز کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی لئے ثمرات وبرکات بھی ویسے ہی پیدا
ہو رہے ہیں۔ نہ اساتذہ کو طلبہ پر شفقت اور محبت ہے نہ طلبہ کو اساتذہ کا ادب واحترام ہی
نہ ظاہراً انپر علم کی شان معلوم ہوتی ہے نہ باطناً اُن میں اسکا اثر ہے۔ یہ سب غیر مشروع آمدنی کے
پھل پھول لگ رہے ہیں۔ اسی طرح چندوں میں قطعاً احتیاط نہیں کہ وصول کرنیوالے کیسی
رقم وصول کرکے لائے۔ نہ تحقیق نہ تفتیش وہ وصول کرکے لے آئے مدرسہ والوں نے
داخل کرلیا کوئی پوچھتا ہی نہیں مگر بعض بندے اللہ کے محتاط بھی ہیں۔ میں تو ہر طرح پر اور ہر صورت
سے اہل مدارس کو آگاہ کرچکا مگر کون سنتا ہے۔

(ملفوظ ۳۸۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ معلوم نہیں کہ ان اہل باطل کو کوئی سحر یاد ہے کہ بہت
جلد لوگوں کو راضی کرلیتے ہیں اور موٹی موٹی رقمیں اینٹھ لیتے ہیں۔ دوسروں سے پیسہ وصول
کرنا یہ بھی ایک مستقل فن ہوگیا ہے کہ دوسرے کے ہاتھ یا جیب سے پیسہ نکال لیا جائے اور تعجب ہے

کہ لوگ بھی ایسوں ہی کو دیتے ہیں۔ سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر نفوس پہلے ہی سے نفسانی باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ ذرا سہارا ملا فوراً مائل ہو گئے۔ نیز ایک بڑا سبب ان کی چاپلوسی اور خوشامد بھی ہے۔ چندہ دینے والوں کی اخباروں میں جلسوں میں اشتہاروں میں مدح سرائی کیجاتی ہے۔ ایسے مدارس سے دین کو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا۔ یہ لوگ کبھی حق اور صاف بات نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ چندہ دینے والوں کی انکو ہر وقت دلجوئی کا خیال رہتا ہے۔

(ملفوظ ۲۶۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نام کو تو علم بظاہر ترقی کرتا ہوا معلوم ہو رہا ہے مگر حقیقت میں جہل ترقی کر رہا ہے۔ مثلاً انگریزی وغیرہ ہیں کیا وہ بھی کوئی علوم ہیں۔ محض نام ہے حقیقت علم کی نہیں۔ اور غیر قوموں میں تو کبھی علوم ہوئے ہی نہیں۔ علوم ہمیشہ مسلمانوں میں رہے اور اب بھی ہیں اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے علوم کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے باقی یہ ایجادات وغیرہ سو انکو علم سے کیا تعلق یہ تو صنعت وحرفت ہے۔ بس مادیات میں کچھ ترقی کر لی۔ باقی علوم سے اب بھی بالکل کورے ہیں۔ ایک حکایت ہے کہ انگریز جنٹ کی پیشی میں ایک مسلمان پیشکار تھے ان پیشکار کے پاس انکے ایک عزیز مولوی صاحب مہمان ہوئے وہ انگریز ذرا علم دوست تھا اسلئے انہوں نے اس سے ذکر کر دیا کہ میرے ایک عزیز مولوی صاحب میرے یہاں مہمان آئے ہیں۔ اس انگریز نے کہا کہ ہم بھی مولوی صاحب سے ملاقات کرے گا ہمسے ضرور ملاؤ انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ صاحب ملاقات کو کہتے ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ انکی ملازمت پر میری ملاقات سے اچھا اثر ہوگا ملاقات کرنا منظور کر لیا۔ ملاقات کو گئے بڑے ادب سے پیش آیا۔ بڑا احترام کیا اور مولوی صاحب سے کوئی سوال کرنے کی اجازت چاہی اور اجازت کے بعد پوچھا کہ مولوی صاحب گنگ۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ سنگ۔ بس اسی پر ملاقات ختم ہو گئی یہ اٹھکر چلے آئے جب پیشکار مکان پر آئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ کس مہمل کے پاس لیگئے تھے پیشکار نے کہا کہ آپ یہ کہتے ہیں اور وہ آپکے علم کی تعریف کر رہا ہے کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے ہمنے سوال کیا تھا کہ گنگ دریا کہاں سے نکلا اسنے جواب دیا پہاڑوں میں سے مولوی صاحب جغرافیہ بھی جانتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا تو اس طرف ذہن بھی نہیں گیا اسنے ایک بیہودہ بات کہی کہ گنگ میں نے قافیہ ملا دیا کہ سنگ۔ بس یہ ان لوگوں کے علوم ہیں +

۳۸۹

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مرد تو قلیل الحیاء ہوتے ہی ہیں لیکن عورتوں کو تو کثیر الحیاء ہونا چاہئے۔ یہ کیسے بے پردگی پر راضی ہوگئیں۔ ایک نام کی اسلامی حکومت کے قانون میں جوان عورتوں کو پردہ کرنا جرم ہے اور ساٹھ برس کی عورت کو پردہ کی اجازت ہے۔ مجھکو یہ روایت سنکر تعجب تھا کہ یہ تو الٹی بات ہے۔ ایک ظریف مولوی صاحب پنجاب کے میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے میرے تعجب کو دیکھکر کہنے لگے کہ اسمیں ایک حکمت ہے وہ یہ کہ بے پردگی سے مقصود تو یہ ہے کہ عورتوں کو دیکھکر لطف آئے تو ساٹھ برس کی بڑھیا عورت کو دیکھکر کیا خاک لطف آئیگا بلکہ الٹا تکدر ہوگا اسلئے اسکو تو قانوناً پردہ کی اجازت دی اور جوان عورت کو دیکھکر لطف آئیگا حظ ہوگا اسکے لئے پردہ کو جرم قرار دیا۔ خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا مگر راوی سے حقیقت اسکی یہ معلوم ہوئی کہ بڑی عمر کی عورت کو چونکہ پہلے سے عادت پردہ کی ہے تو اسکے خلاف پر اسکو گرانی ہوگی تکلیف ہوگی اور نوجوان عورتوں کو بے پردہ ہوتے پر گرانی نہ ہوگی اسلئے ایسا قانون وضع کیا گیا۔ یہ اسلامی حکومتیں ہیں جن کا احکام اسلام کیساتھ یہ برتاؤ ہے تو دوسروں سے اسلام اور احکام اسلام کی عزت کی کیا توقع رکھی جاوے جبکہ خود احکام اسلام کی اس طرح پامالی کرتے ہیں۔ سن سنکر بہت افسوس اور صدمہ ہوتا ہے،،

۳۹۰

(ملفوظ) ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی یہ ذرا دور اور بوڑھے تھے حضرت والا نے ایک صاحب سے جو مجلس میں بیٹھے تھے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ میں اس قسم کے امراض کا تعویذ گنڈا نہیں جانتا نہ میں عامل ہوں۔ ہاں برکت کیلئے جو جی میں آئیگا لکھدوں گا اگر منظور ہو تو زبان سے کہیں لکھدوں۔ عرض کیا کہ لکھدیجئے۔ فرمایا یہ بھی ان سے کہدو کہ اگر خدانخواستہ نفع نہ ہوا (اور خدا کرے نفع ہو) تو پھر مجھسے نہ کہنا کہ کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ اس کام کیلئے میرے پاس دوبارہ آنا کبھی مجھکو ٹھیکیدار سمجھو۔ میں تو طالب علم آدمی ہوں تعویذ گنڈے نہیں جانتا ہوں مسئلہ مسائل جانتا ہوں۔ یہ کام عاملوں کا ہے کہ ایک تعویذ سے آرام نہیں ہوا تو اسکی جگہ دوسرا لکھدیا۔ دوسرے کا اثر نہ ہوا تیسرا لکھدیا۔ انکے یہاں ایک ایک مرض کے کئی کئی عمل ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک مستقل فن ہے۔ بعضے لوگ اسکو باقاعدہ حاصل کرتے ہیں مگر مجھکو کبھی اس سے مناسبت ہوئی نہیں۔ اور یہ جو کچھ بھی لکھدیتا ہوں محض حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے فرمانیکی بناء پر ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی آیا کرے تو جو جی میں آئے اللہ کا نام لکھدیا کرنا ورنہ مجھکو تو اس سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک ضرر اس میں یہ ہے کہ اس میں پڑکر آدمی ضروری کاموں سے رہجاتا ہے کیونکہ شہرت اور ہجوم اسکے لوازم سے ہے پھر اور کام کہاں۔ پھر فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ جو میں نے کہا وہ اچھی طرح سُن لیا اور سمجھ لیا عرض کیا کہ جی سُن لیا اور سمجھ لیا اسکے بعد ایک تعویذ لکھکر دیدیا وہ شخص لیکر چلے گئے۔ اسپر فرمایا کہ یہ میں اسلئے کہدیتا ہوں کہ کسیکو دھوکا نہ ہو۔ میں ہر بات میں یہ چاہتا ہوں کہ صفائی ہو اُلجھن نہ ہو دھوکا نہ ہو۔ ایک یہ چاہتا ہوں کہ پوری بات ہو ادھوری نہ ہو مگر چونکہ آجکل لوگوں کی عادت اسکے عکس ہے یہی میری لڑائی ہے اسپر روک ٹوک کرتا ہوں آدمیت انسانیت سکھلاتا ہوں لوگ بُرا مانتے ہیں۔

(ملفوظ ۵۱۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ کفار سے استخلاص وطن ضروری ہے۔ مجھسے بھی ایک صاحب نے اسکو بیان کیا۔ میں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر یہ کونسی کتاب میں ہے کہ کفار سے مُراد ایک ہی قوم ہے۔ دوسری قوم تو بہت پکے مسلمان ہیں ان سے تو استخلاص وطن ضروری ہی نہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں پہلی قوم سے زیادہ دشمن اسلام اور مسلمانوں کی دوسری قوم ہے اسپر معترضین کہتے ہیں کہ یہ عدد میں کم ہیں پہلے ان سے فارغ ہو جائیں میں نے کہا کہ جب دوسری قوم زائد ہیں اور ہیں زیادہ دشمن اسلئے سب ملکر انکو کمزور کریں تو اسمیں نفع کی صورت ہے اور اگر پہلی قوم نکل گئی تو پھر دوسری قوم کی قوت بڑھ جائیگی اور ہیں یہ زیادہ دشمن اسلئے اس صورت میں زیادہ خطرہ ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ باوجود پوری قوت نہ ہونیکے اور ایک قوم کی ان کے سر پر حکومت ہونیکے آئے دن مسلمانوں کیساتھ ناگوار برتاؤ کرتے رہتے ہیں۔ پھر ان سے کیا بھلائی کی اُمید ہو سکتی ہے مگر مسلمان ہیں کہ آنکھیں بند کرکے بیہوشی کے سے عالم میں چلے جارہے ہیں اور انکو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ سفید سے کالا زہریلا ہوتا ہے اُسکا ڈسا ہوا پانی نہیں مانگتا۔ پانی کیا مانگتا خود ہی پانی ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کا ایک قوم سے بھاگنا اور دوسری قوم کی بغل میں جاکر گھسنا اسکا مصداق ہے کہ فر من المطر و قر

تحت المیزاب یعنی بارش سے تو بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا یہ کون عقلمندی کی بات ہے حق تعالیٰ فہم سلیم اور عقل کامل مسلمانوں کو نصیب فرمائیں۔

(ملفوظ ۳۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے سامنے دو مولوی صاحبوں میں آپس میں گفتگو ہوئی ایک نے تو انگریزوں کی زیادہ بُرائی بیان کی دوسرے نے ہندوؤں کی زیادہ بُرائی بیان کی جنہوں نے انگریزوں کی زیادہ بُرائی کی تھی اُنہوں نے کہا کہ یہ ہندو بھی انگریزوں ہی کے بہکائے ہوئے ہیں اسلئے مسلمانوں سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں دوسرے نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو انگریز بھی شیطان کے بہکائے ہوئے ہیں انکا بھی کوئی قصور نہیں بس تو آج سے انگریزوں کو بُرا مت کہنا جو کچھ کہنا ہو شیطان کو کہنا۔ یہ مولوی صاحب ماشاءاللہ بڑے ذہین اور تیز ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شیعی نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب آج یہ جسقدر نئے نئے فرقے بنتے ہیں یہ سب سنیوں میں سے بنتے ہیں آپنے شیعوں میں سے کوئی فرقہ باطلہ بنتے نہ دیکھا ہوگا اُنہوں نے اُس شیعی کو جواب دیا کہ بنتے دیکھنا تو کیا معنے سنا بھی نہیں یہ تو واقعہ ہے جو بالکل صحیح ہے جسکو آپنے بیان کیا مگر اسکی وجہ جناب کو غالباً معلوم نہیں وہ مجھکو معلوم ہے اور وہ یہی کہ یہ تو آپ کو تسلیم ہوگا کہ شیطان اپنا وقت بیکار نہیں کھوتا پھرتا جو اُسکا فرض منصبی ہے شب و روز اُسکی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ شیعی نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے اُنہوں نے کہا کہ تو اب سنئے کہ شیطان شیعوں کو تو انتہائے مرکز گمراہی پر پہونچا چکا ہے اور اس سے آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا ہی نہیں اسلئے انکو اور کہاں لیجائے۔ باقی سنیوں کو حق پر سمجھتا ہے اسلئے رات دن انکے پیچھے پڑا رہتا ہے اِسکو بہکا دیا اُسکو بہکا دیا وہ شیعی بیچارا مبہوت رہ گیا کوئی جواب نہ بن پڑا۔

(ملفوظ ۳۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو اپنے حضرات کی شان اور اُنکی حق پرستی اور بے نفسی دیکھی ایسا کسیکو بھی نہ دیکھا حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسوقت مالٹہ سے دیوبند تشریف لائے تو میں بھی حضرت سے بغرض زیارت دیوبند حاضر ہوا حضرت نے بڑا ہی شفقت کا برتاؤ فرمایا وہ باتیں اسوقت یاد آتی ہیں اور اُن حضرات کو نظریں ڈھونڈتی ہیں۔ اُسیوقت جبکہ میں دیوبند ہی تھا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ اس

وقت اشرف علی یہاں موجود ہے۔ حضرت اپنی زبان سے کچھ فرمادیں تاکہ مسائل حاضرہ میں یہ اختلاف کی صورت ختم ہوجائے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ وہ میرا لحاظ کرتا ہے وہ میری سامنے کچھ نہ بولیگا۔ میرے کہنے سے اُسکو تنگی اور تکلیف ہوگی اور کہنے سننے اور گفتگو سے رائے نہیں بدلا کرتی۔ رائے واقعات سے بدلا کرتی ہے جب وہ واقعات سمجھ لیں گے تو خود ہی رجوع کرلیں گے کیا ٹھکانا ہے حضرت کی اس شفقت کا اور شان تحقیق کا۔ کہاں ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے والے اور محبت کا دعوی کرنیوالے وہ حضرت کی شان ملاحظہ فرمائیں اور اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت ہی کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے مجھکو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت کے کان میں وہ الفاظ پڑ گئے حضرت نے سبکو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم ایسے شخص کی شان میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جسکو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں۔ یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے مجھکو حجاب ہوتا ہے یہ الفاظ میری ذات سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہیں محض حضرت کی شفقت اور محبت ہی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ یہ حضرت کا اپنے چھوٹوں کے ساتھ برتاؤ تھا۔ اب دعوی تو کرتے ہیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کا مگر حضرت جیسا حوصلہ تو پیدا کرلیں۔ بقول مشہور اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی + فرمایا کہ حضرت کے ایک خاص معتقد اور معتمد مولوی صاحب مجھسے یہ روایت بیان کرتے تھے کہ مرض الموت میں جب حضرت دہلی میں تھے اختلافات کی خبریں کانوں میں پڑیں تو حضرت نے فرمایا کہ لاؤ پھر میں ہی کچھ اپنی راؤں سے ہٹ جاؤں یہ اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ سو اگر حضرت میرے اختلاف کو باطل سمجھتے اور حضرت کو اُن سے ناگواری ہوتی تو اپنے مسلک اور مشرب کی نسبت یہ کیسے فرماسکتے تھے کہ لاؤ میں ہی کچھ اپنی راؤں سے ہٹ جاؤں یہ حضرت کا فرمانا بتلا رہا ہے کہ حضرت اس اختلاف کی حقیقت سے اچھی طرح پر واقف تھے۔ ایک بار حضرت نے اسکی نسبت فرمادیا تھا کہ کیا میرے پاس کوئی وحی آتی ہے یہ محض میری رائے ہے اس طرح اُسکی بھی ایک رائے ہے تو یہ حضرات تو ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنے والے تھے ابتو اتباع کا محض دعوی ہی دعوی ہے اور میں تو ایک اور بات

کہا کرتا ہوں کہ حضرت مولانا کو ان لوگوں نے پہچانا ہی نہیں اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔ حضرت جیسی ہستی اب کہاں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

۳۹۴ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک واقعہ اور بھی اُسی سفر کا ہے جسوقت حضرت مالٹہ سے تشریف لائے تھے تو ایک مولوی صاحب جو ذرا بے تکلف ہیں مجھسے کہا کہ آپکو خبر بھی ہے کہ غدر میں آپ کے بزرگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ جی ہاں خبر ہے اور ایک بات کی اور بھی خبر ہے وہ یہ کہ بعد میں بیٹھ بھی گئے تھے تو تم منسوخ پر عمل کرو اور میں ناسخ پر۔ آخری قول اور فعل حجت ہوا کرتا ہے تو آخر فعل اپنے بزرگوں کا بیٹھ جانا ہی ہے تو اب بتلاؤ کہ بزرگوں کے متبع تم ہوئے یا میں اس کا کوئی جواب نہیں بن پڑا

۳۹۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں اپنے حضرات کے اخلاق حمیدہ کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی میں علاوہ اور کمالات کے ایک عجیب بات یہ تھی کہ اُمراء سے ذرہ برابر دلچسپی نہ تھی جب تک کوئی امیر پاس بیٹھا رہتا اُسوقت تک حضرت کے قلب پر انقباض رہتا ورنہ اکثر علماء میں کچھ نہ کچھ مدارات امراء کی ضرور ہوتی ہے۔

امیر شاہ خانصاحب راوی ہیں کہ نواب یوسف علی خاں صاحب کو میں بعضے بزرگوں کی طرف زیادہ متوجہ کرتا تھا مگر اُنکو حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف زیادہ میلان تھا۔ میں نے ایک روز نواب صاحب سے دریافت کیا کہ میں آپکو اور بزرگوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور تم حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہو اسکی خاص وجہ کیا ہے نواب صاحب نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اور جگہ جو میں جاتا ہوں تو میرے جانے سے خوش ہوتے ہیں بہت زیادہ خاطر تواضع کرتے ہیں مدارات کرتے ہیں اور مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا ہوں تو مولانا مجھسے طبعاً ایسی نفرت کرتے ہیں جیسے کسی کو مانس گند آتی ہو تو میں اس سے یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں دین ہے اور خالص دین ہے دنیا بالکل نہیں۔ اس وجہ سے میں مولانا کا زیادہ معتقد ہوں۔ عجیب بات فرمائی۔

نواب کیا تھے درویش تھے بلکہ یہ بات تو اُن میں بھی نہیں جو مدعی صوفیت کے ہیں - دیکھئے پہلے اُمراء ایسے ہوتے تھے کہ جو مخلص کہلائے جانیکی قابل ہیں گو وہ مفلس تھے مگر مخلص تھے

یکم جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۳۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ تبلیغ کا کام بھی ایک حکیمانہ کام ہے ہر شخص اسکو انجام نہیں دیسکتا - اس میں بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے کہ کس محل میں کیا اور کس عنوان سے کہنا چاہیئے - ایک صاحب سرکاری عہدہ دار ہیں وہ اکثر میرے پاس آتے جاتے تھے سونے کی انگوٹھی پہنے ہوتے تھے میں نے اُنکو کبھی نہیں ٹوکا ایک روز اُنہوں نے مجھسے بیعت کی درخواست کی اُس روز مجھکو خیال ہوا کہ آج مجھکو حق ہے انکو اسپر مطلع کرنیکا میں نے بیعت کرلیا - بعد بیعت کے ارادہ ہی تھا کہ انگوٹھی کے متعلق ان سے کہوں مگر اُنھوں نے بیعت ہوتے ہی انگوٹھی اُتار کر مجھکو دی کہ اسکو کسی مناسب مصرف میں صرف کردیا جائے - میں نے کہا کہ اگر اسکو اپنے گھر والوں کو دیدیں تو کوئی حرج نہیں آپکو تو پہنتا جائز نہیں مگر گھر کی عورتیں پہن سکتی ہیں کہا کہ نہیں بہت دنوں تک معصیت میں مبتلا رہا اب اسکا کفارہ یہی ہے - دیکھئے کسی کے قلب کی حالت کی کسیکو کیا خبر کیسا خالص عمل کیا - مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ ایسے لوگوں سے اپنا تعلق ہو کہ جنکی رگ وپے میں دین کی عظمت اور محبت ہو گو ظاہر میں اس کا گمان نہ ہو اس ہی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ کیا کسیکو کوئی نظر تحقیر سے دیکھ سکتا ہے نہ معلوم خدا کیساتھ اُس کا کیا تعلق اور کیا معاملہ ہے اسلئے عاصی سے نفرت نہ ہونا چاہیئے البتہ معاصی سے ہونا چاہیئے - بعض اوقات ایک سکنڈ اور ایک منٹ میں کایا پلٹ ہو جاتی ہے - صد سالہ کافر اور بت پرست پلک جھپکنے میں مومن صادق اور مومن کامل ہو جاتا ہے کیا خبر ہے کسی کے قلب میں کیا آگ بھری ہے اور دوسروں کی تو کیا خبر ہوتی اپنی ہی خبر نہیں اسلئے کبھی انسان اپنی کسی چیز پر ناز نہ کرے اور ناز کی ہے ہی کونسی چیز سب اُنکی رحمت اور عطا ہے - بس ہمیشہ نیاز پیدا کرنیکی سعی

اور کوشش میں لگا رہنا چاہیئے ایسے ہی ناز کے متعلق مولانا فرماتے ہیں ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد | چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
عیب باشد چشم نابینا و باز | زشت باشد روئے نازیبا و ناز

(ملفوظ ۳۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان اطراف میں اپنے بزرگوں کی برکت کی بدولت بڑا امن ہے۔ یہاں سے باہر جاکر پتہ چلتا ہے کہ چہار طرف گمراہ اور مکار لوگوں کے ہاتھ میں ایک مخلوق پھنسی ہوئی ہے اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنیکی غرض سے انہیں حقائق کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ باقی اسطرف تو بفضلہ تعالیٰ اتنا فرق ہے کہ جن مشائخ کو ہمارے علماء بدعتی کہتے ہیں وہ دوسری جگہ وہابی کہلاتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں کے بدعتی اور جگہ جاکر وہابی کہلاتے ہیں اسی اطراف میں ایک شاہ صاحب جو بہت بڑے مشائخ میں سے مشہور ہیں۔ بڑے بڑے لوگ اُن کے مرید ہیں مگر اُنہوں نے اپنے گھر میں سے مجھسے بیعت کرایا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ تو خود پیر ہیں پھر اُن سے بیعت کرانیکی کون ضرورت تھی تو پیٹ پر ہاتھ رکھکر کہا کہ ہم تو اسکے پیر ہیں۔ اصل پیر تو یہی لوگ ہیں۔ یہ وہ ہیں جو ڈھولک اور ستار کے سننے والے قوالیوں کے شیدائی ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ انکو بدعتی نہ کہو ان کے عمل میں کوتاہی ہے بدعتی اُسے کہتے ہیں کہ جسکے عقیدہ میں خرابی ہو انکے عقیدہ میں خرابی نہیں۔ تو ان اضلاع یعنی مظفر نگر سہارنپور وغیرہ میں جو اس قسم کے لوگ ہیں اُن میں گمراہی کا وہ رنگ نہیں جو اور جگہ کے بدعتیوں میں ہے۔ ان لوگوں کے قلوب میں علم اور اہل علم کی عظمت اور محبت ہے اور یہ سب اپنے پہلے بزرگوں کا اثر اور اُنکی برکت ہے

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں تبلیغ کرنا ایک مستحب فعل ہے اور جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں فرض ہے۔ پہلے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پیرجیوں کے متعلق وعظ فرمایا کرتے تھے آخر میں آکر جب تبلیغ ہو چکی وعظ فرمانا بند کر دیا تھا اسپر پیرزادوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ دیکھو مولانا نے وعظ فرمانا بند کر دیا۔ اسپر

اُن ہی میں سے ایک صاحب نے کہا کہ تم پیرزادوں پر بڑا احسان کیا کہ وعظ بند فرمادیا پوچھا
کیا احسان کیا کہا کہ اب جو مبتلا ہو یہ تو محض معصیت ہی ہے اور وعظ سنکر مخالفت کرنے
میں اندیشہ کفر کا تھا تو تمکو مولانا نے کفر سے بچایا اس سے بڑھکر اور کیا احسان ہوگا اور یہ حال
تو اسطرف کے مشائخ اور پیرجیوں کا ہے جو زیادہ بعید نہیں کیونکہ پھر دین والے کہلاتے
ہیں۔ اس طرف کے تو سلاطین دوسری جگہوں کے سلاطین سے بہتر تھے۔ مثلاً اودھ
وغیرہ کے سلاطین سے دہلی کے سلاطین ہر طرح پر بہتر اور غنیمت تھے۔ میں ان اطراف کو
جسمیں دہلی بھی داخل ہے دار الایمان والامان کہا کرتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ یہی نواح
ایسی ہے کہ اس میں بڑے بڑے اکابر اور بزرگان دین گذرے ہیں۔ اسکا کھلا مشاہدہ یہ ہی
کہ لکھنؤ میں جاکر مساجد کیحالت دیکھئے کہ ویران ہیں نہ چٹائی ہے نہ لوٹا نہ غسلخانہ نہ حمام
نہ سردیوں میں گرم پانی کا انتظام غرضکہ کوئی اہتمام ہی نہیں اور دہلی میں جاکر دیکھئے کہ کسقدر
مساجد ہیں اور کیا کیا انتظام اور اہتمام ہیں اور دہلی تو بڑی چیز ہے چھوٹے چھوٹے قصبات
اور گاؤں میں اور اُن میں بھی جن محلوں میں بیچارے غرباء آباد ہیں وہاں بھی ہر طرح کا مساجد
میں انتظام اور اہتمام موجود ہے۔ یہ سب بزرگوں اور سلاطین ہی کے برکات اور ثمرات
ہیں۔ باوجود اسکے کہ مالی حیثیت میں اسطرف کے لوگ بہت زیادہ کمزور ہیں اور دوسری
اطراف کے لوگ مالی قوت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں مگر پھر تعجب ہے کہ دوسری
اطراف کے سلاطین اپنی عیش وعشرت میں ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کرتے تھے مگر
دینی کاموں کی طرف بالکل التفات نہ تھا۔ بہرحال اس نواح میں دین کے اعتبار سے اسوقت
تک بڑا امن ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے باقی رکھیں اور دوسری جگہ کے مسلمانوں کو
بھی دین پر عمل کرنیکی توفیق عطاء فرمائیں۔

(ملفوظ ۲۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک فتنہ ختم ہونے نہیں پاتا کہ دوسرے کا آغاز ہوجاتا ہے
آجکل ایک نیا فتنہ شروع ہوا ہے جسکا تعلق مرض جاہ سے ہے وہ فتنہ بعض قوموں کا
اپنے حسب اور نسب کو بدل دینا ہے کوئی اپنے کو قریشی کہتا ہے کوئی انصاری۔ کوئی
زبیری۔ یہ ایک مرض عام پیدا ہوگیا ہے۔ یہ مساوات کا عجیب سبق نکلا ہے۔ جاہلوں کی

جو بات بھی ہوتی ہے نرالی ہی ہوتی ہے۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا اُسمیں سوال تھا کہ تمام دنیا کی قوموں میں مساوات ہے یا نہیں اچھی طرح سوال یاد نہیں رہا اسی قسم کا مضمون تھا میں نے جواب میں لکھا کہ احکام دنیا میں یا احکام آخرت میں۔ بس ختم ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ کابل سے ایک شخص پشاور آیا وہ تھا تو جولاہہ لیکن لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ میں پٹھان ہوں کوئی وجہ لوگوں کے پاس تکذیب کی نہ تھی۔ پھر اتفاق سے ایک پٹھان آئے اُنکو یہ قصہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے اپنے کو پٹھان بتلایا ہے اُن سے جو لوگوں نے پوچھا اُنہوں نے سوچا کہ میں پٹھان بتلاتا ہوں تو اسکی برابر سمجھا جاؤں گا اسلئے کہا کہ میں سیّد ہوں۔ پھر ایک سیّد آئے اُنکو یہ قصہ معلوم ہوا لوگوں نے اُن سے پوچھا اُنہوں نے کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ لوگوں نے کہا یہ کیا خدا کا بیٹا کیا معنے۔ کہا کہ جہاں جولاہہ پٹھان بن سکتا ہے اور پٹھان سیّد اگر سید خدا کا بیٹا بن جاوے تو کیا تعجب ہے۔ غرض یہ ایک نئے فتنہ کا آغاز ہوا ہے اور قطع نظر معصیت کے ویسے بھی تو غیرت کی بات ہے کہ اپنی نسبت دوسرے آبا کی طرف کی جاوے۔ اس میں کونسی عزت کی بات ہے۔ سوائے اسکے کہ انجام ذلت ہو۔ اور اصطلاحی شرفا پر انکی محض بدگمانی ہے کہ وہ اِن کی تحقیر کرتے ہیں۔ اہل کمال کی سب تعظیم ہی کرتے ہیں۔

(**ملفوظ**[۵۱۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایکبار جون پور میں وعظ ہوا جسمیں بعض اختلافی مسائل پر بھی بیان تھا جو بعض علماء حاضرین کو ناگوار ہوا اور تہذیب کیسا تھ مخالفت کا بھی اظہار کیا۔ میں ادب کی ساتھ جواب دے رہا تھا کہ اسی دوران میں وہاں ہی کے ایک اور مولویصاحب جو فاضل اور مصنف تھے اور بڑے پیمانہ میں اُن کا طبعی میلان بدعت کی طرف بھی تھا وہ معترض صاحب کے مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے اور بھرے مجمع میں یہ کہا کہ صاحبو میں مولود دیا ہوں قیامیا ہوں لیکن حق وہی ہے جو اُنہوں نے بیان کیا اور میرے ہی متعلق ان مولوی صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں متکلم۔ مناظر صوفی محدث فقیہ اوصاف لکھے حالانکہ یہاں کچھ بھی نہیں۔ محض اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا طفیل ہے۔

(**ملفوظ**[۵۱۳]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان

دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے کو ہیچ در ہیچ ناکارہ سمجھتے ہیں۔ مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ بھیڑئے کو اپنی قوت معلوم نہیں۔

(ملفوظ) فرمایا کئی روز ہوئے ایک شخص کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ ہیں یہ میرا عقیدہ ہے۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ اسکی دلیل کیا ہے۔ آج خط آیا ہے پہلا خط بھی ساتھ ہے آج کے خط میں لکھا ہے کہ میں نے ایک اور صاحب سے خط لکھوایا تھا اور اُن سے اس عنوان سے کہا تھا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کا خیال ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ عنوان صحیح نہیں بلکہ اسطرح تعبیر کیا کرتے ہیں جسطرح لکھا گیا وہ لکھے پڑھے شخص ہیں اسلئے میں خاموش ہو گیا ورنہ نہ میرا یہ عقیدہ ہے اور نہ میرے پاس اسکی کوئی دلیل ہے۔ اب آیندہ ایسے شخص سے خط لکھوایا کروں گا جو وہاں کا صحبت یافتہ ہو تاکہ گڑ بڑ نہ کرے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ جو لوگ رعایتوں کا مشورہ دیا کرتے ہیں اصل میں وہ بدخواہی کرتے ہیں اگر میں اس پر مواخذہ نہ کرتا تو وہ لکھنے والا شخص یہ کہتا کہ دیکھا اسی طرح لکھا کرتے ہیں، اسیطرح تعبیر کیا کرتے ہیں اور یہی عقیدہ صحیح ہے۔ مصلح کو مشورہ دینا طبیب کو مشورہ دینا ہے جسکا ہر شخص اہل نہیں ہاں مریض کو مشورہ دینا چاہئے کہ طبیب سے رجوع کرے

(ملفوظ) ایک لڑکے نے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت کے دریافت فرمانے پر کہا کہ نظر کا تعویذ چاہئے۔ فرمایا کہ تجھکو پہلے سے نظر نہ آیا کہ آتے ہی کہدیتا کہ نظر کا تعویذ دیدو۔ بدون کہے کس چیز کا تعویذ دیدیتا۔ ابھی سے یہ بدتمیزیاں سیکھ لو۔ بچہ سمجھکر تعویذ دئے دیتا ہوں۔ خبردار اگر کبھی آدھی بات کہی۔ جہاں جایا کرتے ہیں پوری بات کیا کرتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک نووارد شخص حاضر ہوئے اور مصافحہ کے انتظار میں ایسی جگہ بیٹھے جس سے دوسرے مجلس میں بیٹھے ہوئے حضرات کو تکلیف پہونچی۔ حضرت والا نے اُن سے مواخذہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ان رسموں نے ناس کر دیا اور یہ رسمیں پیرزادوں کی وجہ سے پیدا

ہوئیں مجھکو تو اصول کے خلاف کرنے پر ناگواری ہوتی ہے۔ چاہے وہ معاملہ خلاف اصول میرے ساتھ ہو یا کسی دوسرے کیساتھ۔ بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کر لیا کچھ ایسی رسمیں بگڑ گئیں کہ اس طرف ذہن ہی نہیں جاتا کہ ہم سے دوسروں کو تکلیف نہ پہونچے تم جو بیٹھنے والوں سے بھڑ کر بیٹھ گئے سو اگر کسی سے بے تکلفی ہو اور اس سے ملکر بیٹھ جائے تو یہی خیال ہو کہ وہ گوارا کریگا اور جب محض اجنبیت ہے تو خود بھی تو ہمت نہیں ہوتی کہ کسی سے اسطرح ملکر بیٹھ جاوے۔ خدا معلوم کیا بات ہے کہ کسی بات میں بھی تو اصول کا اہتمام نہیں رہا۔ بلکہ اگر کوئی اصول کی تعلیم کرے اس سے ناراض ہوتے ہیں اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ آجکل لوگ اہل وصول سے خوش رہتے ہیں اور اہل اصول سے ناراض۔ کوئی بیٹھا ہوا اینٹھتا رہے مونڈتا رہے اس سے خوش رہتے ہیں ایسا مذاق بگڑا ہے کہ فہم اور عقل کا تو نام ہی نہیں رہا۔ عجب بدفہمی کا بازار گرم ہے۔

۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۰۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو تو بدنام کرتے ہیں کہ بد خلق ہے سخت گیر ہے مگر آنیوالوں کی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ یہ آکر کونسے خوش اخلاقی اور نرم گیری کا میرے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔ کل بعد جماعت نماز مغرب ایک صاحب دور سے کھڑے ہوئے مجھکو مصافحہ کیلئے ہاتھ دکھلا رہے تھے۔ میں اسوقت سنتوں کی نیت باندھنے والا تھا اور وہ اُن کی کیسٹی اور مشورہ کا وقت تھا اگر ایسا ہی ارزاں مصافحہ ہے تو تھوڑے دنوں میں لوگ کہیں عین نماز میں مصافحہ نہ کرنے لگیں۔ آخر کہانتک صبر کروں اور کب تک تغیر نہ ہو۔ ایک شخص نے دیوبند میں مسجد کے اندر جبکہ میں نماز پڑھانیکے لئے مصلّے کے قریب پہونچ چکا تھا میرا ہاتھ پکڑ کر غالباً تیسری صف میں لیجا کر مصافحہ کرکے کہا کہ اب جاؤ۔ میرے تو تمام اصول اور قواعد کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی سے کسیکو تکلیف نہ پہونچے۔ اسکو اصول سمجھ لیجئے قاعدہ سمجھ لیجئے صرف یہی ایک قاعدہ ہے دوسرا کوئی قاعدہ وغیرہ کچھ نہیں تمام اصول اور قواعد اسی بات کیلئے ہیں

اُس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نباشد

اسپر مجھکو بدنام کرتے ہیں اور دوسرے لوگ خود اہل معاملہ سے یکطرفہ روایتیں سنکر حکم لگا دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ یہ اہل معاملہ اپنی حرکات کیوں بیان کرنے لگے وہ تو میری ہی سختی اور مواخذہ کو بیان کرتے ہیں اسپر سننے والے ایکطرفہ بیان سنکر مجھپر بداخلاقی کا فتوی دیدیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اتنی ذراسی بات پر اسقدر مواخذہ اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے چپکے سے دوسرے کے سوئی چبھو دی اُسنے زور سے آہ کی تو کیا اسپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بھالا تو نہیں مارا تلوار یا پتھر تو نہیں مارا پھر اس آہ واویلا کی کون ضرورت ہے معلوم بھی ہے کہ بعض اوقات بڑے ہتھیار کے مارنے سے وہ تکلیف نہیں ہوتی جو چھوٹے سے ہوتی ہے خصوص سوئی سے جسکا فوراً ہی اثر محسوس ہوتا ہے اور سوئی تو پھر بڑی چیز ہے۔ پھانس ہی کو دیکھ لو اُس کا کیا وجود ہوتا ہے جسکا غور سے دیکھنے کے بعد بھی نظر آنا مشکل ہی ہوتا ہے لیکن اُسکی چبھن کا اندازہ اُسیکو ہوسکتا ہے جسکے لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات چھوٹی بات سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے خصوص اس تصور سے کہ ایسی حرکت کرنیوالا بھی اُسکو چھوٹا سمجھے۔ اور اسوقت اُن لوگوں کا ذکر ہے جنکو اللہ تعالی نے حس عطا فرمائی ہے اسکو بیچین کر دینے کے لئے ایک ذراسی پھانس یا سوئی کافی ہے باقی جو مفلوج ہیں جنکو کسی چیز کا احساس ہی نہیں اس کا کیا علاج۔

(ملفوظ ۸۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مخالف کے ستانے پر تو صبر ہوسکتا ہے مگر دوست کے ستانے پر صبر نہیں ہوسکتا۔ فلاں خانصاحب نے ہمیشہ گالیاں دیں مگر مجھپر کبھی ذرہ برابر اثر نہیں ہوا مگر جو لوگ محبت کا دعوی کرکے آتے ہیں پھر ایذا پہونچاتے ہیں۔ ستاتے ہیں تکلیف دیتے ہیں سو محبت کیساتھ یہ چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اسپر صبر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور پیروں کے یہاں تو بڑا کام مجلس آرائی ہے۔ چوم چاٹ ہے۔ تعظیم و تکریم ہے دست بوسی پابوسی ہے فارغ بیٹھے اور کرتے ہی بھی کیا کوئی کام تو ہے نہیں بس یہی شغل ہے۔ یہاں دیکھئے صبح سے کام میں مشغول اب بڑی مشکل سے فراغت نصیب ہوئی وہ بھی جبکہ بڑی عجلت سے

کام کیا۔ ایسی حالت میں فضولیات کیلئے فرصت کہاں۔ میں آنیوالوں سے چاہتا ہوں کہ اپنی ضروری خدمت لو۔ میرا اور اپنا وقت فضول اور عبث باتوں میں برباد نہ کرو اور نہ مجھکو ستاؤ۔ اور گو قاعدہ سے مجھکو حق ہے کہ میں آنیوالوں کو اپنا تابع بناؤں مگر میں پھر بھی ایسا نہیں کرتا بلکہ اُنکو اور خود اپنے کو بھی اصول صحیحہ کا تابع بناتا ہوں اہل حق اور اہل باطل میں یہ بھی ایک فرق ہے کہ وہ اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور اہل حق کسیکو اپنا غلام نہیں بناتے یہ خود بھی کتاب و سنت کے غلام ہیں اور دوسروں کو بھی کتاب و سنت ہی کا غلام بناتے ہیں۔ اصول صحیحہ کا خود بھی پابند ہوں۔ دوسروں کو بھی پابند کرتا ہوں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنا بندہ نہیں بناتا خدا کا بندہ بناتا ہوں جو کچھ میرے پاس ہے اگر کسیکو اس سے زیادہ کی طلب ہو خوشی سے اجازت ہے کہ وہ اور کہیں جائے۔ سو جس شخص کا یہ مذاق ہو اور دوسروں کو اسقدر آزاد رکھے اگر اُسکو کوئی جکڑبند کرے تو بُرا معلوم ہو ہی گا۔ فرمایا کہ آزادی پر یاد آیا مولوی شبیر علی میری اولاد ہیں مگر جب مجھکو اُن سے کوئی کام ہوتا ہے تو میں اُنکو نہیں بلاتا خود اُنکے پاس جاکر کام بتلاتا ہوں میں چاہتا یہ ہوں کہ میری وجہ سے ذرہ برابر کسی کا قلب مشوش نہ ہو اور نہ گرانی ہو۔ جو تنخواہ دار ملازم ہیں اُن سے پوچھئے کہ میں اُنپر کوئی حکومت کرتا ہوں بشرطیکہ وہ اصول کے ماتحت کام کریں۔ البتہ اگر خلاف اصول کرتے ہیں تو پھر سیاست کا برتاؤ کرتا ہوں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے اکثر پیر مریدوں سے اسقدر خدمتیں لیتے ہیں جسکا کوئی حد وحساب نہیں اور الحمد للہ یہاں تو سب آزاد ہیں۔ یہی جی چاہتا ہے کہ جسکام کیلئے گھر چھوڑا ہے اُس کام میں مشغول رہیں اسلئے میں کسی سے خدمت نہیں لیتا۔ اگر کوئی محبت کی وجہ سے خدمت کرتا ہے اُسکو بھی منع کر دیتا ہوں۔ ہاں جو تنخواہ دار ملازم ہیں اُنکو منع نہیں کرتا۔ یا جو لوگ پہلے سے بے تکلف ہیں وہ بھی مثل عزیزوں کے ہیں اُنکی خدمت سے بھی گرانی نہیں ہوتی۔ باقی اکثر پیر تو ذلیل ذلیل اسقدر خدمتیں لیتے ہیں۔ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیلدار اپنے پیر سے الہ آباد ملنے آئے تھے۔ پیر نے کہا کہ پاخانہ میں لوٹا رکھکر آؤ۔ کیا واہیات ہے۔ کیا خود کے ہاتھ کٹ گئے تھے ایک مسلمان کو بلا ضرورت

بدبو میں بھیجنا - میں تو کبھی تنخواہ دار ملازم سے بھی یہ کام نہیں لے سکتا اور نہ آج تک بحمد اللہ ایسا کام کسی سے لیا -

(ملفوظ ۴۰۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بکثرت لوگوں نے ضروری کو غیر ضروری اور غیر ضروری کو ضروری بنا رکھا ہے - چنانچہ بیعت ہی کا مسئلہ ہے اُسکو فرض و واجب کے درجہ میں سمجھتے ہیں اور بیعت ہو نیکی اور بزرگ بننے کی بڑی کوشش کرتے ہیں - اور میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں - بزرگی تو بہت آسان ہے اسلئے کہ اسکا واسطہ تو ایک بہت بڑی زبردست کریم رحیم ذات سے ہے اور انسانیت آدمیت کا تعلق ہے مخلوق سے اسلئے انسان بننا مشکل ہے ایک شاعر نے لکھا ہے ؎

شیخ شدی زاہد شدی ولیکن مسلمان نہ شدی

مسلمان نہ شدی سخت جملہ ہے - میں نے اسکو اس طرح بدل دیا ہے ؎

شیخ شدی زاہد شدی ولیکن انسان نہ شدی

اب ٹھیک ہوگیا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آدمیت لحم و شحم پوست نیست آدمیت جز رضائے دوست نیست

(ملفوظ ۴۰۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جنکو دین حاصل ہوگیا اور اہل دین کی صحیح معنوں میں صحبت نصیب ہوگئی اُن میں تو تہذیب پیدا ہو جاتی ہے ورنہ اسکے پیدا ہونیکا اور کوئی ذریعہ نہیں اور یہ جو آجکل کے بددینوں کی تہذیب ہے اسکو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ تہذیب نہیں تعذیب ہے بڑی تکلیف ہوتی ہے -

(ملفوظ ۴۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان نو تعلیم یافتہ انگریزی خوانوں میں اور خصوص جو اسکولوں میں ماسٹر یا ٹیچر ہیں عقل کا نام و نشان نہیں ہوتا - کچھ تو اس تعلیم انگریزی کی نحوست پھر بچوں لڑکوں کی صحبت بس عقل رخصت ہو جاتی ہے - ایک صاحب نے جو ماسٹر ہیں مانسہرہ سے زمانہ تحریک خلافت میں باوجودیکہ مجھسے بیعت بھی ہیں لکھا تھا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ سب علماء وغیرہ تو تحریکات میں شریک ہیں تمہارے پیر کیوں شریک نہیں - میں اُنکو کیا جواب دوں - میں نے لکھا کہ تمہارے پاس بہت سہل جواب ہے

تم یہ کہدو کہ ہیں نے ایسے مہمل پیر کو چھوڑ دیا۔ بدعقلی دیکھئے تعلق تو کرتے ہیں اصرار کیساتھ پھر شبہات کرتے ہیں۔ اسپر جواب آیا۔ معذرت کی معافی چاہی۔ آگے بڑا طویل قصہ ہے میں بیعت کرنے میں اسی وجہ سے تنگی کرتا ہوں اور بہت کمی کیساتھ بیعت کرتا ہوں کہ کیوں بدفہموں اور بدعقلوں کو بھرتی کیا جاوے کوئی فوج تھوڑا ہی بنانا ہے اور اگر فوج بھی بنانا ہوتی تو ایسے نالائق تو وہاں بھی بیکار ہی ثابت ہوتے۔ دیکھئے فوج میں اگر اندھے لنگڑے لنجے اپاہج یا بیوفا بھرتی کر لئے جاویں تو کیا فائدہ جیسے وہاں یہ بیکار ثابت ہونگے ایسے ہی یہ عقل کے اندھے فہم کے لنگڑے یہاں نیز بیکار ہیں۔ کام کے تو اگر ایک ہی دو ہوں وہی کافی ہیں۔

(ملفوظ ۳۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان رسمی مشائخ اور دُکاندار پیروں نے اس طریق کو اسقدر گندہ اور ذلیل کیا ہے کہ بعض وقت اسقدر غیرت کا غلبہ ہوتا ہے کہ اس سلسلہ ہی کو بند کر دیا جائے۔

(ملفوظ ۳۱۲) ایک عربی خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ عربی بولنے یا لکھنے میں مجھکو مہارت نہیں کبھی زیادہ لکھنے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہاں اللہ کا شکر ہے۔ ضرورت بھی بند نہیں ہوتی۔

(ملفوظ ۳۱۳) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ چاروں سلسلوں میں اسلئے بیعت فرماتے تھے تاکہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر اور بدگمانی بدظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے۔ اس سے حضرت کا محقق ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بہت بزرگوں کو دیکھا مگر جو شان تحقیق اور حدود کی رعایت حضرت کے یہاں دیکھی وہ کسی کے یہاں نہیں دیکھی۔ ہر چیز حضرت کے یہاں اپنی اپنی حد پر رہتی تھی جس چیز کو مضر سمجھا اُسکو وہ عملی جامہ پہنایا کہ جڑ ہی اُکھیڑ کر پھینکدی اور حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے۔ صرف طرق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے۔ معنون ایک ہے عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرے گا وہ اس طریق میں محروم رہے گا انکو الگ الگ سمجھنے کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک اُستاد نے اپنے ایک شاگرد سے جو کہ

احول تھا (یعنی بھینگا) ایک چیز اُسکو دو نظر آتی کہا کہ دیکھو فلاں طاق میں ایک بوتل رکھی ہے وہ اُٹھالاؤ۔ وہ طاق پر پہونچا تو اُستاد سے کہا کہ کونسی لاؤں وہاں تو دو رکھی ہیں اُستاد نے کہا کہ نہیں ایک ہی ہے اُسنے پھر اصرار کیا استاد نے کہا کہ ایک کو توڑ دے ایک لے آ اُسنے جو اُٹھاکر توڑی تو دونوں ہی ختم ہو گئیں کیونکہ حقیقت میں وہ دو نہ تھیں ایک ہی تھی صرف اسکو ایک کی دو نظر آئیں تو یہ اسکی نظر کا قصور تھا۔ اسی طرح ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے۔ اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک قصہ میں فرماتے ہیں ؎

شاہِ احول کرد در راہ خدا آں دو دمساز خدائی را جدا

۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ۔

(ملفوظ ۱۲۳۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قریب زمانہ میں پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خانصاحب کے ایک مرید کا آیا تھا جسمیں لکھا تھا کہ میں اٹھیس سال سے مولوی احمد رضا خانصاحب سے مُرید تھا اب اُن عقائد باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں عمر کے متعلق لکھا تھا کہ اسوقت میری عمر تقریباً پینسٹھ ۶۵ سال کی ہے اسلئے جلد از جلد مرید ہونا چاہتا ہوں اور بھی اسی قسم کا مضمون تھا۔ میں نے جواب میں لکھدیا تھا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ آج اُن کا پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ تعجیل کی حد بتلادی جائے تاکہ میں اسوقت تک کچھ نہ بولوں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ جب تک میرے چالیس ۴۰ وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو اور بیس ۲۰ مرتبہ خط وکتابت نہ کرلو اور دس بار ملاقات نہ کرلو۔ بس یہی حد ہے۔ فرمایا کہ اگر خلوص اور محبت سے اُن کا خیال اس طرف رجوع کرنیکا ہوا ہے تو ان شرائط کو پورا کریں گے یہ سب باتیں تجربہ کے بعد معلوم ہوئی ہیں۔ ان لوگوں کی نبضیں میں خوب پہچانتا ہوں یہ سب میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ دوسرے ناواقف جو مشورے دیتے ہیں خواہ مخواہ ہانکتے ہیں جھک مارتے ہیں۔ میں بعضوں کی نسبت اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ ؎

نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار اُن سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر یہ شخص کسی دوسری جگہ بیعت کی درخواست کرتے تو یہ سمجھکر کہ ہمارے مخالف سے ٹوٹ کر آرہے ہیں فوراً بیعت کر لئے جاتے مگر میں تو جب تک کھوٹا کھرا نہ دیکھ لوں اُسوقت تک پاس کو بھی نہیں گذرنے دیتا۔ کوئی دُکان تھوڑا ہی جمانا ہے۔ میں تو ایک مثال دیا کرتا ہوں گو بظاہر ہے تو ذرا فحش مگر ہے منطبق وہ یہ کہ رنڈی اور گھرستن میں ایک بڑا فرق یہ ہوتا ہے کہ رنڈی تو ہر قسم کی تدابیر اپنی طرف مائل کرنے کی کریگی۔ بناؤ سنگار کریگی۔ چہرہ پہ پوڈر ملیگی۔ کپڑے صاف ستھرے پہنیگی غرضکہ دل لبھانیکی ہر تدبیر کریگی اور گھرستن خدمت کریگی۔ ذلّت اُٹھائیگی مگر زیادہ دبایا جائیگا صاف کہدیگی کہ میں بھی برادری کی ہوں کسی بات میں تمسے کم نہیں ہوں۔ آجکل کے بہت سے رسمی پیروں نے رنڈیوں کا سا وتیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہر قسم کی تدابیر لوگوں کے پھنسانیکی کرتے ہیں۔ اغراض بھی پیرجی اور رنڈی میں مشترک ہیں۔ وہی جھٹنا اور اینٹھنا۔ یہ بھی دونوں میں مشترک ہیں۔ اُسی فرق کی بناء پر کہتا ہوں کہ رنڈی کو تو دس پانچ روپیہ دیکر جب چاہو راضی کر لو اور کسی کی لڑکی تو اس طریق سے لیلو۔ معتد بہ روپیہ الگ صرف ہوتا ہے۔ سخت سخت شرائط الگ پورے کرنے پڑتے ہیں تب بھی ناک سیدھی ہوجاوے غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات سمجھو کہ اگر کوئی کسی کی لڑکی کے متعلق پیام بھیجے اور وہ خط ہو بیرنگ تو کیا لڑکی والیکو ناگوار نہ ہوگا۔ لیکن بعضے آدمی جسطرح یہاں عذر اور مصلحت بیان کرتے ہیں کہ میں نادار ہوں مفلس ہوں اگر وہاں بھی یہ عذر کریں تو کیا لڑکی والا یہ نہیں کہیگا کہ سب کچھ سہی مگر یہ دلیل ہے عدم طلب کی۔ تو صاحبو غیرت بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ مجھکو تو غیرت آتی ہے کہ طریق کو ایسا ذلیل کیا جائے اسیطرح کوئی شخص اگر کسی کی لڑکی کے متعلق پیام دے اور وہ پیام ہو بے اعتنائی اور بے پروائی سے تو کیا وہ گوارا کر لیگا۔ اسی طرح بعضے خیرخواہ تعجیل بیعت میں یہ مصلحت بتلاتے ہیں کہ اگر یہاں ناامید ہو کر دوسری بیدینی کی جگہ پھنس گیا تو برا ہوگا اسلئے اسکے بے ڈھنگے پن سے درگذر کی جاوے اور بیعت کر لیا جاوے تو اگر اسطرح کوئی بے رغبتی و تحقیر کے ساتھ کسی کی لڑکی کیلئے پیام دے اور وہاں بھی یہی مشورہ دیا جاوے کہ یہ لڑکا دیندار نہیں اور لڑکی دیندار ہے اگر اس لڑکی سے نسبت منظور نہ کیجائیگی تو نہ

۱۷

معلوم پھر کس بددین لڑکی سے نسبت ہو جس سے زیادہ بددین ہو جاویگا اور اگر اس لڑکی سے نسبت ہو جاوے تو اُسکے اثر سے لڑکا دیندار ہو جائیگا۔ اس مصلحت سے منظور کرلو گو پیام بیقدری کیساتھ دیا ہے تو اسکے جواب میں ایک شریف شخص لڑکی والا کیا یہ نہ کہے گا اور کیا اس کہنے کو کوئی ناپسند کرے گا کہ بھائی چاہے کچھ ہی ہو مگر اس حالت میں غیرت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ میں ایسے بدتمیز سے بات بھی نہ کروں تو کیا طریق کی اتنی بھی وقعت اور عظمت نہ ہو جتنی ایک لڑکی کی اور مجھکو جو اسقدر جلد تغیر ہوتا ہے اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ میں اُسکے طرز سے اسپر استدلال کرتا ہوں کہ اسکے قلب میں طریق کی عظمت اور وقعت نہیں گو بظاہر وہ فعل اسقدر قبیح نہیں ہوتا مگر اُس کا منشاء قبیح در قبیح ہوتا ہے یعنی وہی بیوقعتی طریق کی سو اسپر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے کہ سخت مزاج ہے اور تم بڑے نرم مزاج ہو۔ اور میں تو تمہارے ہی مقابلہ میں سخت ہوں پھر وہ بھی تمہاری ہی مصلحت سے کہ کسی طرح اصلاح ہو جاوے جو خود میرے نرم ہونیکی دلیل ہے۔ اور اپنے کو نہیں دیکھتے کہ تم تو دین کے معاملہ میں بھی نرم نہیں ہوتے اسقدر سخت ہو کہ سیدھے راستہ پر نہیں آتے پھر میرا تو مزاج ہی سخت ہے وہ بھی تمہارے قول پر حالانکہ حقیقت اسکے خلاف ہے جسکو میں ایک مثال سے ابھی ظاہر کروں گا اور تمہارا تو قلب سخت ہے۔ اس فرق کی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے بدن میں کیڑے پڑ رہے ہیں مگر اُسکی اُنپر نظر نہیں۔ اور دوسرے کے بدن پر مکھی ہے اُسپر نظر ہے۔ یہ کونسی عقل کی بات ہے غرض یہ کہنا کہ میں سخت ہوں غلط ہے۔ یہ سختی نہیں ہے بلکہ مضبوطی ہے۔ اور صاحب اس سے کیا بحث اچھا سخت ہی ہی سہی مگر میں کسیکو بلانے تو نہیں جاتا جیسا ہوں ہوں اگر میرا طرز اور مسلک پسند نہیں مت آؤ کہیں اور جاؤ اور یہ سمجھ لو ؎

در کوئے نیک نامی ما را گذر ندادند گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور میں ایسے موقع پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

سو کسی کی وجہ سے اپنے طرز اور مسلک کو بدل نہیں سکتا جبتک کہ میرے ہاتھ میں اصلاح کا کام ہے

(ملفوظ ۲۶۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں فلاں بزرگ سے مرید تھا اُنکا انتقال

ہو گیا ہے۔ اب رجحان آپ کی طرف ہے کوئی وظیفہ ایسا بتادیجئے جس کثرت سے رزق ہو میں نے لکھدیا ہے کہ ایسے وظائف عامل لوگ جانتے ہیں۔ میں عامل نہیں۔ اسپر فرمایا کہ میاں کو اسلئے رجحان ہوا۔ یہی ایک چیز رجحان کیلئے رہ گئی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بھی آجکل بدعقلی اور بدفہمی کا ایک شعبہ ہے کہ جسکا جو کام ہے وہ تو اُس سے لیا نہیں جاتا۔ دوسرے کام جو اُسکے متعلق نہیں یا اُس سے وہ ناواقف ہے وہ لیتے ہیں۔ سو میں تو صرف ایک ہی کام کا ہوں وہ یہ کہ اللہ کا راستہ معلوم کرلو یعنی اللہ کا نام اور اُسکے احکام پوچھ لو اس سے آگے مجھے کچھ نہیں آتا جاتا بلکہ مجھکو تو ایسی باتوں اور فرمائشوں سے وحشت ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۲۸۴) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ بی۔ اے ہیں۔ لکھا ہے کہ مجھکو بفضل ایزدی قرآن شریف یاد کرنیکا شوق ہوا۔ اب کچھ پارے باقی ہیں۔ رمضان المبارک میں تراویح میں سنانیکا ارادہ ہے اور ایک خواب لکھا ہے کہ پیران کلیر حضرت مخدوم علاؤالدین صاحبؒ کے مزار پر گیا ہوں۔ وہاں پر ایک صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ تیئس ۲۳ دن تک چالیس ۴۰ مرتبہ روزانہ (یاد نہیں رہا) یہ پڑھ لیا کرو۔ قرآن شریف حفظ ہو جائیگا۔ حضرت والا سے عرض ہے کہ کیا پڑھ لیا کروں کوئی حرج تو نہیں۔ میں نے لکھدیا کہ کیا حرج ہے پڑھ لیا کرو۔

(ملفوظ ۲۸۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری لڑکی ہے جب وہ بیمار ہوتی ہے تو میں بدحواس ہو جاتا ہوں۔ قلب میں دنیا کی اسقدر محبت ہے (جواب) اولاد دنیا نہیں ہے ہاں دنیا میں رہتی ہے اُنکے حقوق ادا کرنا دین ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملیگی (جواب) بلا سے بھی نجات ملیگی اور ثواب سے بھی نجات ملیگی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا (جواب) بندہ کو تباہ کر دیا بندہ کے دین کو تو تباہ نہیں کیا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہو گی (جواب) اگر مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملیگا۔ اسپر فرمایا کہ اگر یہی سوالات کہیں اور جاتے تو نہ معلوم بیچاروں کی کیا گت بنائی جاتی۔ ان جوابات کو دیکھکر انشاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جائیگا۔ عین وقت پر اللہ تعالیٰ مناسب باتیں دل میں القاء فرما دیتے ہیں لکھدیتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پُر فتن ہے - اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں، اسی وجہ سے میں نے بزرگان دین کی صحبت کو فرض عین قرار دیا ہے میں تو فتوی دیتا ہوں کہ صحبت بزرگان دین کی اس زمانہ میں فرض عین ہے اور اسمیں شبہ کیا ہو سکتا ہے اسلئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظ دین تحفظ ایمان موقوف ہو اُسکے فرض ہونے میں کیا شبہ کی گنجائش ہے -

۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہندوستان میں دو قومیں کافر ہیں پھر یہ کیا بات کہ ایک ہی قوم سے اسقدر دشمنی کیوں ہے اور دوسری قوم سے نہیں اگر اسکا سبب کفر ہے تو یہ چیز تو دوسری قوم میں بھی ہے جس سے اتحاد کا سبق پڑھا جا رہا ہے اور اگر سبب اس دشمنی کا مسلمانوں کو نقصان پھونچانا ہے تو دوسری ہی قوم کی طرف سے مسلمانوں کی ساتھ کونسا اچھا سلوک کیا جا رہا ہے اور کونسے شعائر اسلام کے ادا کرنیکی آزادی دی جا رہی ہے - نیز یہ امر محتاج دلیل نہیں کہ ایک قوم کو جسقدر اسوقت قدرت اور قوت ہے اور باوجود اس قدرت اور قوت کے مسلمانوں کو اُن سے اتنا نقصان نہیں پھونچا جتنا نقصان باوجود پوری قدرت نہ ہونے کے مسلمانوں کو دوسری قوم سے پھونچا اگر اس کم حوصلہ قوم کو اتنی قدرت ہوتی جتنی ایک قوم کو ہے اور پھر اُن کی ایسی مخالفت کیجاتی جتنی ایک قوم کی کیگئی تب دیکھتے کہ مسلمانوں کی کیا گت بنتی - یہ ضرور ہے کہ اس قوم کی یہ مراعاتیں خود غرضی پر مبنی ہیں - مگر خواہ کسی نیت اور کسی غرض سے ہو دوسروں کو تو نفع پھونچ جاتا ہے

(ملفوظ ۲۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری کی کوئی انتہا نہیں رہی - کسی طرح بیداری نہیں ہوتی مسلمانوں کو تو ہر وقت فکر چاہئیے - یہ انکی غفلت کا وقت نہیں - آخرت کیلئے اپنے اعمال کی اصلاح اور دنیا کیلئے اپنی قوت کا اجتماع اور آپس میں اتحاد و اتفاق یہ سب ان کا فرض تھا اور یہ جو مسلمانوں کو اپنی فلاح سے استغنا ہے اسکا

منشا چند غلطیاں ہیں - ایک غلط استعمال توکل کا - سو توکل تو فرض ہے - ہر مسلمان کو براہِ راست خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہئے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرے - یہی اعتقاد رکھے کہ جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا کوئی کچھ نہیں کرسکتا لیکن توکل کا استعمال خلاف محل کرتے ہیں - ایک غلطی یہ ہے کہ جو کام کرتے ہیں جوش کے ماتحت کرتے ہیں - اگر ہوش کے ماتحت کریں تو بہت جلد کامیاب ہوں - ایک غلطی یہ ہے کہ ہر کام کرنے سے قبل یہ معلوم کرلینا واجب تھا کہ شریعت مقدسہ کا اسکے متعلق کیا حکم ہے - پھر اللہ و رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرتے - حاصل نظام صحیح کا یہ ہوا کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہ کیا کریں ہوش کے ماتحت کیا کریں - اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرلیں - آپسمیں اتحاد و اتفاق رکھیں احکام کی پابندی کریں جسمیں صحیح توکل بھی داخل ہے اگر ایسا کریں تو میں دعوے کیساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے - بہت جلد مسلمانوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہو جائے - نیز جو کام کریں اُسمیں کامیابی کیلئے خدا سے دعا کریں - پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے مگر اسوقت کام کی بات ایک نہیں محض ہڑبونگ ہے

(ملفوظ ۲۲۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمان تو خود اپنے ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں انکو کبھی دوسری لوگ نقصان نہیں پہونچا سکتے - ان کو جب نقصان پہونچتا ہے اپنے ہی بھائیوں سے پہونچتا ہے وجہ اسکی بقول ایک مولوی صاحب کے یہ ہے کہ مسلمان خوف سے مغلوب نہیں ہوتا مگر طمع سے مغلوب ہو جاتا ہے بس دشمن سے روپیہ لیکر بھائی کو نقصان پہونچاتا ہے - یہ راز ہے ان سے نقصان پہونچنے کا - یہاں ایک مکان ہے - ہندوؤں کا محلہ ہے اُس میں کچھ گندہ ہی لوگ آباد ہیں ہمیشہ اُس مکان میں گائے کی قربانی ہوتی تھی - ہندوؤں نے کوشش کی کہ قربانی نہ ہو - ایک مسلمان صاحب جاکر عدالت میں شہادت دے آئے کہ اس مکان میں کبھی قربانی نہیں ہوئی اب وہاں پر قربانی بند کردی گئی اور اس شہادت کے صلہ میں مسلمان صاحب کو ملا کیا ایک اچکن کا کپڑا ایسی یہ اس طرح طمع سے مغلوب ہو جاتے ہیں - ایک انگریز افسر نے ایک مسلمان صاحب سے بسبیل گفتگو کہا تھا کہ ہندوستان میں تین قومیں ہیں - مسلمان - ہندو - انگریز -

اسمیں تفصیل یہ ہے کہ انگریزوں کے دو دشمن۔ ہندو اور مسلمان۔ ہندوؤں کے دو دشمن۔ انگریز اور مسلمان۔ مسلمانوں کے تین دشمن۔ ہندو۔ انگریز اور خود مسلمان۔ تو مسلمانوں کو جب کبھی نقصان پہونچتا ہے مسلمان ہی کی بدولت پہونچتا ہے ورنہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو دوسرے لوگ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

(**ملفوظ ۲۶۱**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جو اسلامی سلطنتیں کہلاتی ہیں انپر بھی یورپ کی تقلید کا بہوت سوار ہے ہر اسلامی سلطنت میں جمہوریت قائم ہو گئی جسپر اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ مگر معلوم نہیں کہ فاذا عزمت کی کیا تفسیر کریں گے۔ کیونکہ اسمیں تو تصریح ہے کہ بعد مشورہ کے مدار صرف ایک ہی کے عزم پر ہے جو صاف شخصیت ہے۔ میں زمانہ تحریک خلافت میں قصبہ کیرانہ گیا تھا ایک مولوی صاحب نے مجھسے ترکی کی خلافت پر گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ خلافت تو بڑی چیز ہے پہلے ترکی سلطنت کا موجودہ حالت میں اصول شرعیہ سے اسلامی سلطنت ہونا تو ثابت کر دو۔ میں نے کہا کہ جو سلطنت مرکب ہو مسلم اور غیر مسلم سے کیا وہ اسلامی سلطنت ہو گی کہا کہ غیر مسلم ہو گی۔ میں نے کہا کہ ترکی میں جمہوریت قائم ہو چکی ہے جو مسلم اور غیر مسلم سے مشترک ہے تو کیا وہ اسلامی سلطنت ہوئی کہا کہ نہیں اور ظاہر بھی ہے کہ یہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہوتا ہے تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت مرکب ہو گی وہ غیر اسلامی ہو گی۔ کہنے لگے کہ واقعی آج سمجھ میں آیا۔ میں نے کہا پھر اسپر جو غل مچاتے پھرتے ہو تو کسکی امداد کیلئے کہا کہ واقعی امداد نکرنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ بس اتنی جلدی فتویٰ دیدیا۔ ہم کہتے ہیں کہ باوجود ترکی کے اسلامی سلطنت نہ ہونیکے پھر بھی ہمپر اُسکی نصرت واجب ہے۔ میں نے کہا کہ ذمہ تو تمہارے تھا مگر یہ تبرع ہے ہمارا۔ ہم بتلاتے ہیں کہ ترکی سلطنت گو اسلامی سلطنت نہیں مگر دوسری غیر مسلم سلطنتیں تو اسکا مقابلہ اسلامی سلطنت سمجھکر کرتی ہیں اسلئے مسلمانوں پر اُسکی نصرت واجب ہے۔ یہ سنکر اُن مولوی صاحب پر ایک وجد کی سی کیفیت ہو گئی اور مسرت کے جوش میں مجھکو دو روپیہ ہدیہ دئے۔ میں نے لیلئے اسلئے کہ میں سمجھا کہ انکو تو کوئی دہوکا نہیں انکو تو میری حقیقت

معلوم ہے۔ اور یہ بھی سمجھا کہ میں نے دماغ سے کام لیا اور یہ حق تعالیٰ کی مشین ہے اسکی قوت کیواسطے یہ عطا ہے کیوں چھوڑا جائے۔ اس قسم کے واقعات اُس زمانہ میں بکثرت پیش آئے۔ حق تعالیٰ جواب دل میں ڈالدیتے تھے۔ ورنہ انسان کا کیا وجود اور کیا ہستی سب اُن کا فضل وکرم ہے۔

۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۲۲۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد قضا ہو جاتا ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اسکا کوئی علاج تحریر فرماویں۔ میں نے لکھدیا کہ علاج معصیت کا ہوتا ہے یا غیر معصیت کا بھی۔ کیا یہ معصیت ہے۔ اسپر فرمایا کہ اب دیکھئے کیا جواب آتا ہے خواہ مخواہ خود لوگ اپنے لئے سختیاں کر لیتے ہیں۔ یہ سب بیخبری کی باتیں ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں قصبہ کے اندر جسقدر رہنے والے لوگ ہیں محبت تو سبکو ہے۔ میں اس نعمت پر بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور یہ چیز قصبہ کے ہندو۔ بھنگی چماروں تک میں ہے۔ چماروں کے بچے تک بڑے ابا کہکر سلام کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ آجکل اسی سے غفلت ہے۔ اور دعا ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کیواسطے بھی دعا مانگنا عبادت ہے بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہوں۔ یہ غلطی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کی کاموں کیواسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کیلئے دعا عبادت ہے بعض لوگ بجائے درخواست دعا کے لکھتے ہیں کہ فلاں کام کیلئے کوئی مجرب عمل اور کوئی مجرب وظیفہ بتلا دیجئے۔ میں لکھدیتا ہوں کہ اس قید کی ساتھ مجھکو عمل معلوم نہیں اور دعا سے بڑھکر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں۔ ایسے جوابوں کی وجہ سے بھی لوگ مجھسے خفا ہیں۔ میں اصول کی تعلیم کرتا ہوں اور لوگ آجکل اہل اصول سے خفا ہتے ہیں اور اہل وصول سے خوش یعنی جو اُن سے کہ وصول کرے۔ اس کی

ایسی مثال ہے جیسے ایک اہلکار تو رشوت خوار ہے اور ایک رشوت خوار نہیں تو جو رشوت نہیں لیتا اُس سے سب ناراض ہیں اور جو رشوت لیتا ہے اُس سے سب خوش۔ اس میں راز یہ ہے کہ رشوت لینے والے سے یہ اُمید رہتی ہے کہ جب لیا ہے تو کام کرے ہی گا چاہے وہ نہ ہی کرے۔ اور نہ لینے والے سے کوئی اُمید نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہاں پر بھی ان جاہل اور رسمی پیروں سے جوان سے اینٹھتے رہتے ہیں سب خوش رہتے ہیں۔ اور یہاں یہ قصہ جھگڑا ہے نہیں اسوجہ سے ناراض ہیں بھلا مکھی کون نگل لے۔

(ملفوظ ۲۶۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے لوگوں میں سادگی کیسا تھ وضع داری بھی تھی مگر بعض اوقات اُسمیں غلو بھی ہو جاتا تھا۔ یہاں پر ایک خاندان تھا جو عرفاً کم درجہ کا سمجھا جاتا تھا۔ اُنکے یہاں بچہ پیدا ہوا اُنہوں نے اُسکا نام رکھا اشرف علی۔ ایک بڑی بی تھیں ہمارے خاندان میں اُنکو یہ سنکر بہت ناگواری ہوئی اور بچہ کی دادی سے کہا یوں نا مبارک ہو۔ اگلی بار بچہ ہو تو عبدالحق نام رکھنا پھر پیدا ہو فیض علی رکھنا۔ یہ میرے باپ دادا کے نام ہیں اُسکو معلوم ہوا کہ انکو ناگوار ہوا یاد نہیں پھر کیا ہوا مگر میں نے کہا کہ یہ تو خفا ہونیکی کوئی بات نہیں خوش ہونیکی بات ہے کہ ہمکو ایسا سمجھا کہ ہمارے نام پر نام رکھکر شرف حاصل کرتے ہیں تو اسقدر وضع داری کو بھی اینٹھ مروڑ ہی سے تعبیر کرنا چاہئے ایک خاندان والے دوسرے خاندان کیلئے اُنکے نام پر نام رکھنے کو بھی ناپسند کریں۔ ناموں کے سلسلہ میں ایک ظرافت کا قصہ بیان فرمایا ہندوستان سے چند شخص حج کو گئے۔ ساحل پر عرب صلاحیت لکھنے آئے۔ نام پوچھا ایک شخص نے اپنا نام بتلایا اللہ دیا۔ وہ عرب پریشان کہ ایش اللہ دیا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ظریف تھے۔ فرمایا اللہ اعطی ورنہ سیدھا ترجمہ عطاء اللہ تھا پھر فرمایا دیکھئے عطاء اللہ کسقدر پُرشوکت نام معلوم ہوتا ہے اور اللہ دیا میں وہ بات نہیں۔ واقعی عربی میں ہے ہی شوکت۔ دیکھئے عائشہ کا ترجمہ ہے جیونی۔ مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ کے بعد کیا معلوم ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کی یہ شاعری بھی سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں جسکو دیکھئے شاعر بنا ہوا ہے جیسے ہر شخص پیر بنا ہوا ہے یا طبیب بنا ہوا ہے

اور سچ یہ ہے کہ فن ذاتی تو ہر طبقہ سے قریب قریب مفقود ہو چکی - سب سے چھوٹے ماموں صاحب بڑے ذہین تھے ایک روز ایک شخص جو بہیں کے رہنے والے تھے وہ جنگل سے گھاس کا بوجھ لیکر آئے - ماموں صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ بھائی صاحب آج ہمنے ایک شعر کہا ہے مگر ایک ہی مصرع ہے "سنو دوستو ہے عجب ماجرا - آگے تم ٹھیک کر لو شعر بنا دو - ماموں صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا میں شعر بنا تا ہوں ؎

سنو دوستو ہے عجب ماجرا　　　که کہا یا تھا منڈوا ہگا با جرا

اُس شخص نے کہا کہ بھائی صاحب تم تو ایسی ہی باتیں کرتے ہو - فرمایا کہ میاں عجب ماجرا تو یہی ہو سکتا ہے کہ کہا کچھ ہو کچھ - بس آجکل کی شاعری اکثر بوجہ فقدان لیاقت اس سے زیادہ نہیں خواہ مخواہ فضول اور عبث لوگ وقت کو ضائع کرتے ہیں - حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک استاذ الاستاذ بزرگ کا قول نقل فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسیکو دین کا بنانا ہو تو درویش کے سپرد کرو - اور دنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کرو - اور اگر دونوں سے ہونا ہو تو شاعر کے سپرد کرو - میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہگئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا واقعی حضرت مولانا نے صحیح فرمایا اسیکو فرمایا گیا ہے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　　این خیال ست و محال ست و جنوں

(ملفوظ ۴۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں ایک فقہی مسئلہ پر ایک مولوی صاحب کو آگاہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ مشکل چیز فقہ کو سمجھتا ہوں اور لوگوں کو اکثر اسی پر دلیر پاتا ہوں بہت سوچ سمجھکر مسئلہ بیان کرنیکی ضرورت ہے - فقہانے تو کوئی چیز نہیں چھوڑی - فقہا ہی کی اسقدر نظر ہے - احکام پر بھی - علل احکام پر بھی - سچ تو یہ ہے کہ خدا کی طرف سے ان حضرات کو الہام ہوتا تھا جس سے ایسی دین کی خدمت کی ہے حق تعالیٰ انکو جزاء خیر عطا فرمائیں - اگر فقہا کی ذات دنیا میں نہ ہوتی تو عالم میں ایک اندھیر ہوتا - دین کے ہر مسئلہ کو روشن اور واضح کر دیا - اگر فہم سلیم اور عقل کامل ہو تو کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا - باقی بد فہموں اور بد عقلوں کا تو ذکر ہی کیا ہے -

(ملفوظ ۴۲۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو یہ چاہتے ہیں کہ سب کچھ ہو جائے

سب کچھ کہلائے جانے لگیں۔ اور کام کے نام صفر۔ لمبے لمبے چوڑے چوڑے القاب ہوں جیسے کہ آجکل۔ امیر الشریعت۔ امیر الملت۔ شیخ الحدیث۔ شیخ التفسیر۔ امام الہند۔ ہمارے بزرگ بحمد اللہ سب کچھ تھے مگر اُن کیلئے کبھی مولوی یا مولانا سے آگے کوئی القاب ہی استعمال نہیں کیا گیا۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے جو شیخ الہند کا خطاب مشہور کیا گیا اسکی نسبت میں کہا کرتا ہوں کہ افسوس شیخ العالم کو شیخ الہند کہدیا۔ یہ حضرت مولانا کی اچھی قدر کی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کو ان لوگوں نے پہچانا ہی نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب القاب اور خطاب سنئے۔ بلبل ہند۔ طوطی ہند۔ شیر پنجاب۔ وعلی ذلک۔ بجائے انسان کے جانوروں کے خطاب دئے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ روز میں اسپ ہند۔ فیل ہند۔ خر ہند۔ گُرگ ہند بھی پیدا ہو جائیں گے۔ یہ سب نیچریت سے ناشی ہوئے ہیں۔ دوسروں کی کیا شکایت کیجائے خود اپنے ہی بزرگوں سے محبت کا دعوی کرنیوالے اور اُنکے دیکھنے والے ان چیزوں کا شکار بن گئے۔ ایک دم سے کایا پلٹ ہو گئی۔ ایک دم انقلاب ہو گیا۔ اور منشا اسکا سوائے حُبِّ جاہ کے اور کوئی ایسی چیز نہیں جو اسقدر جلد انقلاب کر سکے اور یہ ہوا ان تحریکات کی بدولت جسمیں نیچریوں کا زیادہ دخل تھا۔ جو چیز پچاس ۵۰ برس کے اندر پیدا ہوتی وہ پانچ برس کے اندر پیدا ہو گئی۔ اس منحوس نیچریت کا اسقدر زہریلا اثر پھیلا ہے کہ ہر شخص پر اسکا اثر ہے الا ماشاء اللہ۔ بس جسپر فضل خداوندی ہے وہ تو بچا ہوا ہے۔ مجھکو تو ان تمام نئی چیزوں اور نئے خطابات اور القاب سے نفرت ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دیوبند میں جو کتبہ لگا ہے اُسپر شیخ الاسلام کا لقب لکھا دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ نیا لقب نہیں یہ پرانا لقب ہے اس سے وحشت نہیں ہوتی

(ملفوظ ۵۱۳) ایک مولوی صاحب کی گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ آپنے بالکل صحیح فرمایا کہ سلف میں بزرگان دین نے بڑی بڑی مشقتیں اور تکلیفیں اُٹھا کر دین کی خدمت کی ہے۔ ایک بزرگ عالم تھے جنکا نام اسوقت یاد نہیں القاسم میں اُن کا واقعہ پڑھا ہے اُنپر کئی کئی [illegible] باورچی تھا ان بزرگ کا معتقد تھا وہ کھانے کی دکان

کیا کرتا تھا جب اُسکو یہ حالت معلوم ہوئی تو اُسنے ان بزرگ سے کھانیکی انتظام کی اجازت چاہی - فرمایا التزام تو مجھکو گوارا نہیں اگر اعانت کرنا چاہتے ہو تو اسکی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ مسافروں کے سامنے کا بچا کچا مجھکو دیدیا کرو - اُسنے قبول کر لیا - بس یہ بزرگ کبھی جاتے اور مسافروں کے سامنے کا جو بچا کچا ہوتا اُسکو باورچی سے لیکر کھا لیتے - ایک روز تشریف لیگئے تو اُس روز بچا کچا بھی نہ رہا تھا تو یہ آیت پڑہتے ہوئے ہشاش بشاش واپس تشریف لے آئے تلک اذا کرۃ خاسرۃ - بات یہ ہے کہ یہ حضرات اس دنیائے ناپائدار فانی کی حقیقت سے واقف ہو چکے تھے اور یہ واقفیت ہوتی ہے اُسکی حقیقت میں غور کرنے سے اسی لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لعلکم تتفکرون فی الدنیا والاٰخرۃ یعنی دنیا کو بھی سوچو - آخرت کو بھی سوچو - پھر بطور لطیفہ کے فرمایا کہ ناصحین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف التفات مت کرو - اور میں کہتا ہوں کہ خوب التفات کرو کیونکہ جب دنیا کی حقیقت کو خوب سوچوگے اور اُسکی ساتھ آخرت کو بھی تو موازنہ کے بعد دین ہی کو دنیا پر ترجیح دوگے بلکہ میں اسمیں اور توسع کرتا ہوں کہ موازنہ کیلئے بھی نہ سوچو بلکہ محض اسکی حقیقت ہی سے واقف ہونیکے لئے اس میں غور اور فکر کرو اور خوب توجہ کرو تاکہ اس مردار کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر کامل درجہ کی اس سے نفرت ہو - اسیکو فرماتے ہیں ؎

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد　　چوں باز کنی مادر مادر باشد

اسکے جو لذات ہیں اُن میں بھی کدورت ہے - کھانا ہے - پینا ہے - بیوی کیساتھ عیش و عشرت ہے اس میں ساتھ کیساتھ کدورت بھی ہوتی ہے گو بوجہ مستی کے محسوس نہ ہو - اب چاہے وہ مستی دولت کی ہو یا جوانی کی ہو جس پر پردہ پڑجاتا ہے اسیکو فرماتے ہیں اس میں حالت احتلام کا بیان ہے ؎

ضعف سر بیند ازان و تن پلید　　آہ ازان نقش پدید و ناپدید

اور فرماتے ہیں ؎

حال دنیا را بپرسیدم من از فرزانۂ　　گفت یا خوابےست یا بادیست یا افسانۂ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل دروے ببست　　گفت یا غولےست یا دیوےست یا دیوانۂ

ایک حکایت دنیا کی مثال کی اسوقت یاد آئی - ایک شخص روزانہ بستر پر پیشاب کر لیتا تھا ایک روز بیوی نے کہا کہ یہ کیا مصیبت ہے کہ روز کے روز ایسا کرتے ہو - شوہر نے کہا کہ شیطان محکو خواب میں روزانہ سیر کراتا ہے اور ایساد کھلاتا ہے کہ میں کسی نالی پر پیشاب کر رہا ہوں بیوی نے کہا کہ اُسکو تو سب خزانے معلوم ہیں اُس سے یہ کہو کہ سیر ہی کراتے ہو پریشان ہی کرتے ہو کوئی نفع بھی تو پہونچاؤ وہ یہ کہ کچھ روپیہ دلواؤ - شوہر نے کہا کہ آج کہوں گا - غرض رات کو خواب میں شیطان آیا اُس شخص نے اُس سے کہا کہ میاں ہم غریب آدمی ہیں اور تمکو خزائن معلوم ہیں - کچھ روپیہ بھی تو دلواؤ - شیطان نے کہا کہ جتنا جی چاہے لو کمی کیا ہی آؤ چلو میرے ساتھ یہ شخص ساتھ ہو لیا ایک شاہی خزانہ پر لیجا کر کھڑا کر دیا کہ یہ دیکھو خزانہ ہے جسقدر جی چاہے روپیہ باندھ لو - اس شخص نے چادر پھیلا کر حسب خواہش روپیہ باندھ لیا - اور شیطان نے اُسکو اُٹھوا دیا - زور جو پڑا پاخانہ نکل گیا - آنکھ کھلی تو دیکھا کہ روپیہ پیسہ تو کچھ بھی نہیں سب ندارد - پاخانہ موجود - صبح کو خوشی خوشی بیوی اُٹھیں کہ روپیہ آیا ہوگا - دیکھا تو پیشاب کیسا تھا آج پاخانہ بھی ہے - خاوند سے پوچھا اُسنے واقعہ بیان کیا - بیوی نے کہا کہ میں باز آئی ایسے روپیہ سے تم پیشاب ہی کر لیا کرو - پاخانہ مت پھرا کرو یہ تو حکایت تھی ہنسی کی لیکن واقعہ یہ ہے کہ تم ابتو خواب میں ہو جسوقت آنکھ کھلے گی اور آخرت میں پہونچو گے تب معلوم ہوگا کہ وہ سب چیزیں ندارد پاخانہ یعنی اُسکی مضرتیں اور گناہوں کی پوٹ موجود - بس یہ حقیقت ہے اس دنیا کی حق تعالیٰ ان ہی خزائن سے جدا ہونیکو فرماتے ہیں - ولقد جئتمونا فرادی کما خلقنکم اول مرۃ وترکتم ما خولنٰکم وراء ظہورکم - ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بس مال تو اتنا ہو کہ بھوکوں نہ مریں اور جاہ اتنی ہو کہ کوئی مارے پیٹے نہیں بس کافی ہے اسیکو فرماتے ہیں ؎

از بہر خورش ہر آنکہ نانے دارد ۔۔۔ وز بہر نشست آستانے دارد

نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے ۔۔۔ گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

علا ۴۳۱

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات میں ایک نظر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کرتا تھا اور ایک نظر قمر پر تو حضور کو

زیادہ حسین پاتا تھا (ترمذی و دارمی) انور ہونا جو قمر کی صفت ہے اور بات ہے۔ احسن ہونا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور بات ہے۔ حسن اور چیز ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت میں وارد ہے۔ اور جمال جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں اور چیز ہے۔ اور حسن سے جمال بڑھا ہوا ہے۔ حسن کو دیکھکر تو ایک گونہ تحیر ہو جاتا ہے اور جمال کو دیکھکر کشش ہوتی ہے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اجمل کہا جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو احسن کہا جائے تو نہ کسی نص کی مزاحمت ہے اور نہ کسی کی تنقیص ہوتی ہے۔ یعنی یوں کہا جاوے کہ حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام سب میں فائق تھے اور جمال میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسمیں حرج کیا ہے۔

(ملفوظ ۲۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن طریق کے امام تھے۔ مجدد تھے وہ تحقیقات فرمائی ہیں کہ آج انکی نظیر مشکل ہے۔ چنانچہ حضرت فرمایا کرتے تھے انوار ملکوتی حجابات نورانی ہیں اور کائنات ناسوتیہ حجابات ظلمانی اور حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اسلئے کہ انسان انکو مقصود سمجھکر آگے کی ترقی سے رہجاتا ہے اور حق تعالیٰ سے محجوب ہو جاتی ہے اور حجابات ظلمانی کو ہر شخص ناقابل التفات اور حجاب مذموم اور برا سمجھتا ہے۔ اسلئے ہمارے یہاں اسکی نفی کرنے کی تعلیم کی جاتی ہے۔ جو شخص اس راہ میں قدم رکھے اور اسکو طے کرنا چاہے سب چیزوں کو پس پشت چھوڑنے کی متعلق اسکی یہ حالت ہونا چاہئے ؎

اے برادر بے نہایت در گہے ست ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

اسی طرح اشغال وغیرہ اس طریق میں تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ یہ سب دوائیں ہیں۔ غذا نہیں ہیں۔ اور دوا کبھی مقصود نہیں ہوا کرتی۔ ہاں مقصود کی معین ضرور ہوتی ہے۔ مقصود تو تندرستی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ یہ تدابیر مقصود نہیں بلکہ مقصود اعمال واجبہ کی اصلاح اور رسوخ ہے اور وہ تدابیر اسکی معین۔

(ملفوظ ۲۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعض اہل حق میں بھی یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ مذاہب مجتہدین میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا اسطرح موازنہ کرتے ہیں کہ اس سے

دوسرے مذاہب کے بطلان کا وہم ہوتا ہے۔ مثلاً مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح ترجیح دینگے
کہ اُس سے شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہوگا۔ سو میں اس طرز کو پسند نہیں کرتا یہ
طرز نہایت ہی خطرناک اور مضر ہے۔ توحید اور رسالت وعقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل
اُسپر قائم ہیں اِس میں سب شریک ہیں۔ آگے فروع ہیں جنکے دلائل خود ظنی ہیں اُن میں کسی
جانب کا جزم کرنا غلو فی الدین ہے

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم وسعت
نظر کی وجہ سے مجتہد نہیں ہوئے بلکہ عمق نظر کی وجہ سے مجتہد ہوئے ہیں اُنکی اور محض
وسیع النظر لوگوں کے فرق کی یہ شان ہے ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کو کل سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ میں نے کہا کہ تمنے ہماری
خوشی کو خاک میں ملا دیا اگر تم انکو سات حدیثیں یاد ہونا بیان کرتے تو ہمکو زیادہ خوشی
ہوتی۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے سترہ ہی حدیثوں سے تمام دین کو
سمجھ لیا اور لاکھوں مسائل استنباط کر لئے اس سے بھی زیادہ اور کیا کمال کی دلیل
ہو سکتی ہے یہ ذوق سلیم ہی تو تھا جو حق تعالٰی نے امام صاحب کو عطاء فرمایا تھا ایسے
شخص کو عارفین کی اصطلاح میں صدیق کہتے ہیں جسمیں قوت قدسیہ ہوتی ہے۔ یہ قوت
قدسیہ حق تعالٰی عارفین کو اور بعض علماء کو بھی عطاء فرماتے ہیں۔ اور صدیق کی یہ شان
ہوتی ہے کہ اُسکی نظر میں تمام نظریات بدیہی ہوتی ہیں۔ اور یہ سب فضل خداوندی ہے جسپر
بھی متوجہ ہو جائے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل زیادہ گمراہی کا سبب ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص
محدث اور مفسر بنا ہوا ہے۔ جاہل لوگ قرآن وحدیث میں دخل دیتے ہیں۔ معنی میں
تحریف کرتے ہیں اور جیلخانہ میں جا کر تو مولانا ہی بنجاتے ہیں حالانکہ وہ جیلخانہ ہے
وہاں علوم سے کیا تعلق۔ ان لوگوں کا تفسیر کرنا اور قرآن وحدیث کے سمجھنے کا دعوٰی

کرنا ایسا ہے جیسے ایک شخص نے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی تفسیر کی تھی اور معنے سمجھے تھے وہ شعر یہ ہے ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی

قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص کی کسی سے لڑائی ہوئی مار بھی رہا تھا اور مار کہا بھی رہا تھا اتفاق سے اس شخص کے ایک دوست صاحب تشریف لے آئے جوان ہی جیسے تعلیم یافتہ ہونگے۔ جاکر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اب دوست صاحب کی خوب اچھی طرح مرمت ہوئی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا حرکت تھی کہا کہ میں نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمانے پر عمل کیا وہ فرما گئے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست در پریشاں حالی و درماندگی

یہی حالت ان لوگوں کی تفسیر دانی کی ہے۔ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں آئے تھے جو جدید تعلیم کا کافی اثر لئے ہوئے تھے اور اسوقت تو اس منحوس کا قریب قریب سب ہی پر اثر ہے۔ کہنے لگے کہ میں کچھ پوچھ سکتا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی اسی قسم کا سوال کرینگے جس خیال کے ہیں اسلئے کہ یہ بھی آجکل مرض عام ہے خصوص ان جدید تعلیم یافتوں میں کہ نصوص میں عقلی شبہات نکالا کرتے ہیں۔ ایک حکایت اسیر عجیب وغریب بیچ میں یاد آگئی۔ ایک سرحدی ایک اسٹیشن پر اُترا اور ایک کشمش کا بورا جو وزن میں دو من کا ہوگا بغل میں تھا۔ بابو کو اپنا ٹکٹ دیا۔ بابو نے کہا کہ اس بورے کا ٹکٹ مراد بلٹی تھی۔ ولایتی نے کہا کہ اسکا ٹکٹ بھی یہی ہے۔ بابو نے کہا کہ پندرہ سیر سے زائد کا قانون نہیں (اُسوقت یہی قانون تھا) اور یہ دو من سے کم نہیں اُس ولایتی نے کہا کہ یہ قانون ہندوستانی کیلئے ہے وہ اتنا ہی بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ ہمارا یہی پندرہ سیر ہے۔ دیکھو ہم بغل میں دبائے کھڑا ہے۔ یہ اُس ولایتی نے قانون کی تفسیر اور شرح بیان کی کہ پندرہ سیر سے مراد خاص وزن نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مسافر جتنا آسانی سے اُٹھا سکے۔ سو ہندوستانی اتنا ہی اُٹھا سکتا ہے اسلئے قانون کا عنوان پندرہ سیر مقرر کر دیا گیا۔ تو کیا اسکو قانون کی تفسیر اور شرح کہا جاسکتا ہے۔ اور کیا یہ تفسیر ایک قانون داں کے سامنے قابل قبول ہے۔

اسی طرح غیر اہل فن کی تفسیر قرآن شریف کی اہل فن کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے اس جاہل کی تفسیر قانون کی۔ اب کیا قانون داں اسکو سمجھائے۔ اُسکو تو اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ تو احمق ہے تو کیا جانے قانون کیا چیز ہے۔ غرض اُن ڈپٹی صاحب نے مجھسے کہا کہ سُود کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا کہ میرا کیا خیال ہوتا۔ آپکو معلوم ہے کہ میں فلسفی نہیں ہوں۔ مذہبی شخص ہوں۔ قرآن وحدیث کا حکم ظاہر کر دینا میرا کام ہے۔ قرآن وحدیث سے جواب دوں گا۔ میرے اتنا کہدینے سے ہی اُن کے سوالات کا بہت بڑا ذخیرہ تو ختم ہو گیا۔ اکثر ایسے مدعی اصول موضوعہ ہی سے اللہ کا شکر ہے کہ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ حکم سنئے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں واحل اللّٰہ البیع وحرم الربوٰا۔ کہنے لگے فلاں دہلوی تو اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ میں نے کہا وہ بیچارا کیا جانے قرآن کی تفسیر۔ اسکو اس طرح سمجھئے کہ آپ قانون کی دفعات کی بنا پر فیصلے دیتے ہیں۔ آپ وہ قانون اور دفعات مجھکو دیجئے۔ میں اُسکی شرح کر دوں گا۔ اسکے بعد آپ اُس شرح کے ماتحت فیصلے دیا کریں پھر دیکھئے کہ گورنمنٹ کی طرف سے آپکو کیسی لتاڑ پڑتی ہے۔ اور آپ سے کیسا جواب طلب ہوتا ہے۔ آپ اسپر اگر یہ کہیں کہ فلاں شخص نے قانون کی بھی شرح کی ہے اور وہ عربی فارسی اُردو سب جانتا ہے اُس سے میں نے یہ فیصلہ لکھا ہے تو جواب یہی ملیگا کہ زبان دانی اور چیز ہے قانون دانی اور چیز ہے۔ تو اس شخص کی قرآن شریف کی تفسیر ایسی ہی ہے کہ جیسے میں قانون کی شرح لکھوں۔ کہنے لگے کہ سود نہ لینے کی وجہ سے مسلمان تباہ اور برباد ہو رہے ہیں بلا اسکے ترقی نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کے نزدیک ترقی اسپر موقوف ہی تو آپ حرام سمجھکر بھی تو لے سکتے ہیں۔ اس صورت میں بھی ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ترقی تو لینے پر موقوف ہے عقیدہ پر موقوف نہیں۔ ترقی کو کیا خبر کہ اسکا عقیدہ کیا ہے۔ حرام سمجھکر لیں تب بھی ترقی ہو سکتی ہے مگر اس میں فرق یہ ہوگا کہ اگر حرام سمجھکر لیگا تو چور اور ڈاکو سمجھا جائیگا اور اس جرم کی سزا زائد سے زائد یہ ہوگی کہ جیلخانہ چلا جائیگا اور اگر حلال سمجھکر لیگا تو یہ بغاوت ہوگی اسپر دائم الحبس یا پھانسی کا حکم ہوگا۔ ایک صاحب اُن ڈپٹی صاحب کے ہمراہ تھے اُن سے کہنے لگے کہ دیکھو یہ ہے اعلیٰ درجہ کا فلسفہ۔ غالباً وہ اپنے نزدیک اسکو اجازت سمجھے مگر یہ اجازت

۳۲

ایسی ہے جیسا ساحران موسیٰ کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہمکو سحر کی اجازت فرمادی کہ القوا ما انتم ملقون فرمادیا۔ یعنی ڈالو جو تمکو ڈالنا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا جواز سحر کیلئے تھوڑا ہی تھا بلکہ عدم مبالاۃ کا اظہار تھا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو دکھلاؤ ہمکو کچھ فکر نہیں۔ پھر میں بھی دکھلاؤں گا اسی طرح میرے جواب میں سود کے حرام ہونیکا صریح حکم تھا۔ حرام کہنا خود دلیل ہے اُس کام سے منع کرنے کی۔ ایسی سمجھ اور فہم کا علاج کسکے پاس ہے۔ پھر اس بدفہمی اور بدعقلی پر دعویٰ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھتے ہیں باوجود اسکے کہ میں اپنی مثال میں مُحرم ہونا اور چور ڈاکو سے تشبیہ بیان کرچکا ہوں۔ کیا بیچارے ڈپٹی کلکٹری کرتے ہونگے اور کیا خاک فیصلے معاملات کے کرتے ہونگے۔ خواہ مخواہ کُرسی کو بھی بدنام کیا۔ ایسے ایسے بدفہم دنیا میں آباد ہیں۔ ان مدعیوں کا فہم تو بالکل ہی مسخ ہوگیا اور پھر عقل کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ عقل کا ان میں نام ونشان نہیں ہوتا بالکل کورے ہوتے ہیں۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ آجکل کے عاقل نہیں آکل ہیں۔ عقل کی ایک بات نہیں البتہ ہر وقت اکل کی فکر ہے وہ چاہے بصورت سود ہو یا بصورت رشوت ہو۔ یہی نئی ترقی کے ترانوں کا حاصل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ہی ان کی محبوبہ مرغوبہ ہے اُسکی ہر وقت فکر ہے دُھن ہے آخرت کی ذرہ برابر فکر نہیں نہ اُسکی طرف توجہ ہے۔

۳۳

۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۳۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کشمیر میں بھنگی کا پیشہ مسلمان کرتے ہیں۔ بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اب کچھ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا ہے مطلب یہ کہ تعلیم کے بعد یہ پیشہ چھوڑ دینگے۔ دریافت فرمایا کہ کس قسم کی تعلیم۔ عرض کیا کہ انگریزی ہی تعلیم کے اسکول کھولے گئے ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ بھنگی کا پیشہ چھوٹ جائیگا تو یہ انگریزی تعلیم کا پیشہ اُس سے بدتر ہے۔ اب تک تو ظاہری ہی نجاست تھی اور یہ باطنی نجاست ہوگی۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس تعلیم سے عقائد خراب ہو جاتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ انتظام تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر دینیات پڑھا کر پھر ضرورت کیلئے انگریزی تعلیم ہو تب اندیشہ عقائد خراب ہونیکا بہت کم ہوتا ہے اور جب اپنے

مذہب کے عقائد کی خبر نہیں ہوتی تو اکثر بگڑ ہی جاتے ہیں۔ اور ملانوں پر اعتراض ہے کہ انگریزی کو
منع کرتے ہیں۔ یہ منع کرتے ہیں یا طریقہ بتلاتے ہیں۔ آجکل یہ بھی ایک مرض عام ہو گیا ہے کہ اگر کسی
گروہ کسی طبقہ کی اصلاح کرو یا اصلاح کا طریقہ بتلاؤ تو اسپر تو نظر کرتے نہیں۔ بس ایک یہ بات
لیکر بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں مفید بات سے منع کرتے ہیں۔ اسیطرح یہ بدعتی ہیں انہوں نے ہزاروں
لاکھوں بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں کوئی اصلاح کرے تو اسکو بدنام کرتے ہیں۔ مثلاً انکو اگر ایصال
ثواب کا صحیح طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان نیچریوں کو
کہا جاوے کہ پہلے علم دین پڑھکر پھر بعد میں انگریزی پڑھو تو کہتے ہیں کہ انگریزی کو منع کرتے
ہیں۔ اسی طرح اہل مدارس کی حالت ہے کہ اگر انکو شرعی اصول کے ماتحت تحصیل چندہ کا طریقہ
بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ چندہ وصول کرنیکو منع کرتے ہیں۔ غرضکہ ہر طبقہ اس ہی مرض میں مبتلا ہے
اسی طرح تحریک خلافت کے زمانہ میں میں نے تصریحاً کہدیا تھا کہ میں مقامات مقدسہ کی
حفاظت اور اسلامی حکومت کے خلاف نہیں ہوں۔ مجھکو صرف طریق کار سے اختلاف ہے اُس
کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن۔ اور سی۔ آئی۔ ڈی۔ سے تنخواہ پانیوالا ہے۔
لوگوں کا دین ہے۔ ذرہ برابر خدا کا خوف قلب میں نہیں۔ بھلا ایسے گروہ اور قوم کی کیا اصلاح
کی اُمید ہوسکتی ہے۔ اس منع کرنیکی اور مانع کے بدنام کرنے کی بالکل ایسی ہی مثال ہے کہ
ایک شخص بجائے قبلہ رُخ ہونیکے نماز میں پورب کو منہ کرکے کھڑا ہو اور اسکو کوئی آگاہ کرے
اور صحیح نماز کے ادا کرنیکا طریقہ بتلائے اور وہ اسپر شور و غل کرے کہ لوگو دیکھو یہ شخص مجھکو
نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے تو تم ہی فیصلہ کرو تم بڑے عاقل اور بیدار مغز ہو کہ کیا یہ نماز پڑھنے
سے منع کرتا ہے۔ یا نماز کا طریقہ بتلا رہا ہے۔ اس زمانہ میں نہ کوئی اصول ہیں نہ کوئی قاعدہ ایسی
بدفہمی کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل کامل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ انکی ان حالتوں
افسوس ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۴۱۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل اُردو میں خطبۂ جمعہ پڑھنے پر بڑا زور دیا
جا رہا ہے۔ اسکی حقیقت کیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ خطبہ سے مقصود نصیحت ہے جسکو سامعین سمجھ
سکیں۔ فرمایا کہ نصیحت ضرور ہے مگر اُس میں دلیل سے عربی میں ہونیکی بھی تو قید ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فارس اور روم کے سلاطین کو عربی زبان میں خطوط بھیجے ہیں حالانکہ اُسوقت حضور کی خدمت میں فارس اور روم کی زبان جاننے والے موجود تھے مگر پھر بھی اسکی رعایت نہیں فرمائی۔ راز اس کا یہی تھا کہ شریعت چونکہ اس زبان میں ہے اور یہ شاہی زبان ہے اُسی میں اس کا نفاذ چاہیئے۔ دیکھو قانو ناً وئسیرائے کو واجب ہے کہ فرمان شاہی کا انگریزی زبان میں اعلان اور تقریر کیا کرے۔ وئسیرائے کو اجازت نہیں اردو میں تقریر کرنے کی۔ اسی طرح یہ خطبہ فرمان شاہی ہے اس کا عربی میں ہونا واجب ہے بلکہ خطبہ کو تو قرآن شریف میں سورہ جمعہ میں ذکر اللہ فرمایا گیا ہے جو نصیحت اور غیر نصیحت کو عام ہے ذکریٰ نہیں فرمایا گیا۔ اور قرآن شریف کیلئے ذکریٰ کا لفظ آیا ہے جسکے معنے نصیحت کے ہیں۔ تو نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ بدرجہ اولیٰ اُردو میں ہونی چاہئے۔ اور ایک بات میں اور کہتا ہوں کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ سامعین کے سمجھانیکے لئے ہوتا ہے اور خطبہ سے مقصود نصیحت ہے جسکو سامعین سمجھ سکیں۔ تو اگر اسکو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اگر سامعین میں بعض ہندی ہوں بعض عربی۔ بعض ترکی۔ بعض مصری۔ بعض چینی۔ بعض ولایتی۔ اور تمہارے قاعدہ کیموافق ان سبکی رعایت کرنا ضروری ہوگا۔ تو اس صورت میں خطبہ کیا ہوگا معجون مرکب ہوگا اور اس میں وقت کتنا صرف ہوگا۔ ممکن ہے نماز کا وقت ہی ختم ہو جاوے تو خطیب کس کس کا تابع ہو اور عقلی اصول سے بھی پچاس کو تو مرکز واحد پر جمع کر سکتے ہیں اور نقطہ کو پچاس پر کیسے تقسیم کریں۔ تو اسکی کیا وجہ کہ خطیب کو تو مجبور کیا جاوے کہ سامعین کی رعایت سے خطبہ کو عربی سے اُردو میں کر دیا جائے اور سامعین سے نہ کہا جائے کہ بقدر ضرورت دین کی تعلیم حاصل کریں۔ عربی سیکھیں۔ دین کو تو اپنا تابع بنایا جائے اور خود دین کے تابع نہ بنیں۔ کل کو نماز بھی اُردو میں پڑھنے کو کہنا۔ کیا واہیات ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر اس زمانہ تک تمام اُمت کا اسی پر عمل رہا کیا اُسوقت سے اسوقت تک اتنی بات کو بھی کوئی نہ سمجھ سکا جسکو اب سمجھے ہیں خود ہندوستان ہی میں اسوقت تک عربی میں خطبہ رہا۔ صدہا برس اسلامی سلطنت رہی۔ ہزارہا علماء اور بزرگان دین گذرے گئے جنہوں نے ہندوستان جیسی جگہ میں عربی خطبہ کو شائع کیا جس سے اسکا شعار اسلامی ہونا

ظاہر ہے۔ افسوس آج اسکو مٹانیکی کوشش کیجارہی ہے۔ بھلے مانسو۔ بھلے مانسو کیوں دین کی بیخکنی پر تُلے ہوئے ہو۔ خود ہی اپنی جڑیں کھوکھلی کررہے ہو۔ دین کا تو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہ ہوگا وہ تو اپنی حالت اور اپنی جگہ ہی پر رہیگا مگر تم خود ہی مٹ جاؤگے۔ آخر عقلیں کیا ہوئیں۔ جو سوجھتی ہے اُلٹی ہی سوجھتی ہے کسی نے خوب کہا ہے۔ اسکی مصداق بالکل اسوقت کے مسلمانوں کی حالت ہو رہی ہے ؎

ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا ۔۔۔ بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا

اور آخرت اور دین کی عقل کا تو قحط مسلمانوں میں ہوا ہی تھا افسوس ہے کہ دنیا کی بھی عقل نہ رہی۔ ایک اور بات پر متنبہ کرتا ہوں کہ تمہارا شعار ہو گیا ہے کہ سب باتوں میں دوسری قوموں کی تقلید کیا کرتے ہو۔ مگر یہاں اُن کی بھی تقلید نہ کی۔ کیا صرف اسوجہ سے کہ یہ دین کا مسئلہ ہے جسکا حاصل یہ ہوگا کہ اصل مخالفت احکام شرعیہ ہے جو شریعت کہے اُسکے خلاف کرنا ضرور ہے خواہ اسمیں وہ شعار تقلید غیر کا بھی فوت ہو جاوے۔ بیان اسکا یہ ہے کہ دوسری قومیں اپنی اپنی زبانوں کی بقاء کی کوشش میں شب و روز سرگرم ہیں اور بقاء قوم کا ایک جزء بقاء زبان پر بھی سمجھتے ہیں تم اُسمیں اُنکی تقلید کیوں نہیں کرتے۔ اگر اسکی روک تھام نہ کی تو پھر اسی پر بس تھوڑا ہی ہوگا۔ قرآن شریف بھی اُردو میں چھپنے شروع ہو جائیں گے جس سے اندیشہ تحریف کا یقینی ہے۔ خدا معلوم مسلمانوں کی عقلیں کہاں گئیں۔ پھر اگر انکو بتلایا جائے سمجھایا جائے تو ناصح پر الزامات کی بوچھار شروع کردیتے ہیں اُسکو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھ بیٹھتے ہیں۔ افسوس ہے مسلمانوں کی نکیل اور باگ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔ وہ علم دین۔ دین۔ فہم۔ عقل سب سے معرا ہیں اور جب وہ خود گم کردہ راہ ہیں۔ دوسروں کو کیا راہ بتائیں گے۔ اور آجکل ایسے ہی لوگ لیڈر ہیں جنمیں اکثر ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے ہی ملک اور مخلوق کو تباہ اور برباد کیا اور امن تو ان کی بدولت دنیا سے رخصت ہی ہو چکا۔ آئے دن ایک نیا فساد ملک میں کھڑا رہتا ہے ایسے ہی بداندیش لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند ۔۔۔ ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

۴۳۸
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عقل اور فہم تو لوگوں میں ہے نہیں محض پالیسی چالاکی۔ مکاری ہے۔ اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ سب ہی کو آتی ہیں۔ مگر جنکو نفرت ہے وہ اسکو عمل میں نہیں لاتے۔ جیسے گو کھانا کسے نہیں آتا۔ جیسے سور کو گو کھانا آتا ہے انسان کو بھی آتا ہے مگر کون کھاتا ہے۔ اگر میں بھی ان چیزوں سے کام لیتا تو لے سکتا تھا مگر میں انتقام میں بھی اس سے کام نہیں لیتا اور کسی سے میں چونکہ کچھ نہیں بولتا اسلئے مجھکو سب چپٹتے ہیں۔ فلاں مولوی صاحب بولتے ہیں اُن سے کوئی بات نہیں کرتا۔ باقی میں تو صبر کرتا ہوں اور خدا کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اور دل سے بھی معاف کر دیتا ہوں اور اللہ سے یہ دعاء کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کسی مسلمان سے مواخذہ نہ فرمائیں۔ لوگ مجھکو بُرا بھلا کہیں۔ مجھکو سب وشتم کریں۔ بہتان باندہیں۔ الزامات لگائیں۔ مجھکو قوم اور ملک کا بدخواہ ٹھہرائیں۔ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن بتلائیں۔ مگر میں اس سب پر بھی بتلائے دیتا ہوں کہ مجھسے مخلوق پرستی نہ ہو گی۔ میں ایک منٹ اور ایک سکنڈ کیلئے اپنے مسلک اور مشرب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک انچ احکام شرعیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اور اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل میری فطرت کے بن گئی ہے۔ میں اُسکے خلاف پر قادر نہیں ہوں جیسے تم بزعم خود معذور ہو۔ میں بھی معذور ہوں۔ تمہیں دنیا کی فکر سے فراغ نہیں۔ رات دن اُس میں کھپ رہے ہو اُسکی فکر ہے۔ مجھکو آخرت کی فکر سے فراغ نہیں ہر وقت اُسی کی فکر ہے۔ مقید دونوں ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ایک محبوب کا مقید ہے اور ایک غرض کا مقید ہے مگر ہیں دونوں مقید۔ فرصت نہ تمہیں نہ ہمیں ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کم خالی + چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

۴۳۹
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں ہر شخص کی رعایت کرتا ہوں مگر میری رعایت کی کسیکو فکر نہیں۔ الاماشاء اللہ۔ ایک شخص یہاں پر آئے تھے ایک شنیع حرکت اُن سے خلاف شرع سرزد ہوئی تھی کئی سال کی بات ہے مگر نام سنکر مجھکو وہ بات یاد آ گئی تو اُس سے مجھکو انقباض ہوا ہے وہ پھر آئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہلا بھیجا ہے کہ آپکے یہ واقعات ہیں اور

اُن کے پیام کا جواب بذریعہ تحریر دیدیا ہے۔ مگر ملنے کو جی نہیں چاہا۔ میں نے یہ سب خط میں لکھدیا
اتنی رعایت پھر بھی کی کہ منہ پر نہیں کہا کہ اب نہ ملیں مگر ملنے سے میں مجبور ہوں کیا کروں۔

(**ملفوظ** ۱۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر بندہ بندہ ہو تو حق تعالیٰ کو اُس سے خاص بیکیف
قرب ہوتا ہے۔ اس قرب کی بزرگوں نے کچھ مثالیں بھی دی ہیں مگر اسمیں زیادہ کلام کرنا
محل خطر ہے۔ اسیواسطے مولانا فرماتے ہیں ؎

اے بروں از وہم وقال وقیل من ۔۔۔ خاک بر فرق من وتمثیل من

(**ملفوظ** ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونیکا
دعویٰ ہی دعویٰ ہے عمل کیوقت کورے نظر آتے ہیں اور حدیث کو سمجھتے خاک بھی نہیں ایک
صاحب میرے پاس آئے۔ اُسوقت ایک غیر مقلد صاحب بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے
مجھسے کہا کہ مجھکو شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں کوئی علاج تجویز کر دیجئے
میں ابھی بولا بھی نہ تھا کہ وہ غیر مقلد صاحب بولے کہ روزہ رکھا کرو۔ اُنہوں نے کہا کہ میں روزہ
بھی رکھ چکا ہوں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔ اسپر وہ غیر مقلد صاحب تو خاموش ہوگئے گویا کہ
سب ترکی تمام ہوگئی۔ میں نے کہا کہ تمنے دو چار روزے رکھے ہونگے کہا کہ جی ہاں۔ میں نے
کہا کہ کثرت سے رکھو۔ کثرت سے روزہ رکھنا شہوت کو مغلوب کر دیگا اور یہ خود حدیث میں ہے
کہ علیہ بالصوم فرمایا ہے علیہ لزوم کیلئے ہے اور یہ لزوم اعتقادی تو ہے نہیں عملی ہے اور
لزوم عملی تکرار و کثرت سے ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی ہے کہ رمضان کے اول روزوں میں
شہوت بڑھتی ہے کیونکہ رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے اور حرارت غریزیہ معین شہوت
ہے۔ اول روزوں میں رطوبت فنا ہوکر حرارت بڑھتی ہے اسلئے شہوت بڑھتی ہے۔ اور
آخر روزوں میں بوجہ کثرت جب رطوبت اصلیہ گھٹنے لگتی ہے اُس سے شہوت گھٹتی ہے
اسکو سنکر اُن غیر مقلد صاحب کی آنکھیں کھلیں۔ اُنہوں نے ساری عمر بھی یہ بات نہ سنی
تھی تو بعضے لوگ سمجھتے خاک بھی نہیں۔ پھر دعویٰ اتنا بڑا کہ ہر عامی آدمی اپنے کو مجتہد سمجھتا ہے
جیسے کہ ایک غیر مقلد کی یہ حکایت سنی ہے کہ وہ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا
کرتے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں یہ کیا حرکت تھی کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اُنہوں نے

کہا کہ بھائی ہمنے تو آجتک کوئی ایسی حدیث نہ سنی نہ دیکھی۔ آجکل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اُردو میں چھپ گئے ہیں وہ ایک کتاب مترجم اُٹھا لائے اُس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہو۔ آپ نے اُس ہلکی بیائے معروف کے لفظ کو ہلکے بیائے مجہول پڑھا اور عمل شروع کر دیا۔ بس یہ انکی سمجھہ کی حقیقت ہے۔

(ملفوظ ۲۲) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اگر کسیکو لکھنا آجاوے مگر علمی لیاقت نہ ہو تو یہ بھی ایک عذاب ہے۔ ایک خط آیا ہے نہ سر نہ پیر۔ ایسے بدفہم لوگ ہیں کہ جو جی میں آتا ہے بدون سوچے سمجھے لکھہ مارتے ہیں جس سے بعض اوقات بڑی اذیت ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ حضور مجھکو بھی فیض باطنی سے کچھ عطاء فرمائیں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ فیض باطنی تم کسے سمجھتے ہو اور عطاء فرمانے سے کیا مراد ہے دیکھو کیا جواب آتا ہے اس سے اُن کی عقل اور فہم کا بھی اندازہ ہو جائیگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی انگریزی اسکول میں ماسٹر رہ چکا ہے۔ یہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ بھی سوال کیا ہے کہ تمہاری تعلیم کہاں تک ہی اور کیا کیا پڑھا ہے اور اسوقت تک کیا مشغلہ رہا سب لکھو اس سے سب معلوم ہو جاویگا۔ اکثر ایسی بدعقلی اور بدفہمی کی باتیں ماسٹر لوگوں سے زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔ ان کی عقل لڑکے لیجاتے ہیں۔

۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کے ذہنوں میں بزرگی کی خاص علامتیں جمی ہوئی ہیں وہی خیال لیکر یہاں بھی آتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بڑا عمامہ سر پر ہوگا۔ ایک بڑا جوغہ زیب تن ہوگا۔ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہوگی۔ گردن جھکائے دنیا ومافیہا سے بیخبر بیٹھا ہوگا۔ کسی بات کا احساس نہ ہوگا۔ یہاں پہونچکر اُسکا عکس نظر آتا ہی نیز اگر کوئی گڑبڑ کی تو پھر بال کی کھال کھینچتی نظر آتی ہے۔ اور اُن بیچاروں کے اس خیال

کی وجہ یہ ہے کہ آجکل کے رسمی پیروں نے ایسی ڈھونگ کیساتھ دکانیں جمار کھی ہیں۔ میں ایسی باتوں سے نفرت رکھتا ہوں نہ اپنے بزرگوں کو ایسی باتیں کرتے دیکھا نہ یہ پسند۔ میں ایک مرتبہ پانی پت سے آرہا تھا ایک شخص دہلی تک پہونچانے کیلئے ساتھ آئے تھے۔ اسٹیشن دہلی پر پہونچکر وہ صاحب مصافحہ کر کے چلدئیے میں تنہا رہ گیا۔ ایک رئیس پنجاب کے اُس ہی ڈبہ میں سوار تھے۔ مجھسے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایک گاؤں ہے تھانہ بھون وہاں رہتا ہوں۔ مجھسے پوچھا کہ آپ اشرف علی کو بھی جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ میں ہی ہوں۔ اُنکو یقین نہ آیا۔ یقین نہ آنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ اُنکے ذہن میں میرا ایک خاص ہیئت کا نقشہ ہوگا کہ بڑا چوغہ اور عمامہ ہوگا۔ بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہوگی۔ دس پانچ خدام داہنے بائیں دست بستہ ہونگے اسلئے کہ پنجاب کے پیر تو سلاطین کی سی شان رکھتے ہیں۔ اچھی خاصی حکومت کرتے ہیں۔ اور میں کبھی سفر میں اپنے کو چھپاتا نہیں تھا محض اس مصلحت سے کہ ممکن ہے کہ کسی شخص کی کوئی حاجت ہو۔ اور بعد میں اُسکو معلوم ہو تو حسرت اور ارمان ہو۔ غرضکہ اُن رئیس صاحب نے مجھکو جھوٹا سمجھا اور امتحان کیلئے مجھسے ایک مسئلہ پوچھا جو اُنکے نزدیک لاجواب تھا۔ میں نے اُسکا جواب دیا تب اُنکو یقین آیا اور نیازمندانہ برتاؤ شروع کر دیا۔

(ملفوظ ۴۸۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں آجکل بے پردگی کا زور ہے بڑے فتنہ کا زمانہ ہے۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ پردہ عورتوں کو قید میں رکھنا ہے۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں یہ قید نہیں بلکہ حفاظت ہے جو ہر نفیس چیز کیلئے عقلاً تجویز کیجاتی ہے۔ دیکھو ریل کے سفر میں کوئی اپنے روپیہ پیسہ کو کھولکر عام منظر پر دکھلاتا ہوا نہیں چلتا کیسی حفاظت سے رکھتا ہے ایسے ہی عورت کا عام منظر پر لانا ظاہر ہے کہ خطرات سے خالی نہیں پس جو اندیشہ وہاں ہے وہی اندیشہ یہاں ہے۔ ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو پردے میں رکھنے کی مصلحت یہ کہی جاتی ہے کہ عفت محفوظ رہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ میں بھی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی نہ ہوگی۔ خرابی جب ہوگی بے پردگی ہی سے ہوگی جب تک وہ پردہ رکھیں گی خرابی ہو ہی نہیں سکتی

خرابی کی ابتدا ہمیشہ بے پردگی ہی سے ہوگی۔ یہ عقل وحیا کے دشمن ایک یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ عورتیں محبوس ہیں بند ہیں قید ہیں اسلئے ترقی نہیں کر سکتیں اسلئے کہ ترقی کیلئے لازم ہے علم۔ اور اس صورت میں علم حاصل نہیں کر سکتیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بے پردگی ذریعہ ہے علم کا تو ہندوستان ہی میں بہت کم ایسی قومیں ہیں جنمیں پردہ کا اہتمام ہے خود مسلمانوں ہی میں کثرت سے وہ قومیں ہیں جنکی عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں ان میں کونسی علامہ یا ڈگری یافتہ ہوگئیں اس سے معلوم ہوا کہ بے پردگی ذریعہ علم کا نہیں بلکہ توجہ اور فکر سے ہر کام ہوتا ہے اُسمیں چاہے بے پردگی ہو یا پردہ ہو بلکہ اگر تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو پردہ معین علم ہے۔ دیکھئے کہ جب طلبہ کو کسی اہم مضمون کا سمجھنا یا لکھنا ہوتا ہے تو گوشہ نشینی تنہائی خلوت کی تلاش ہوتی ہے اکثر دیکھا ہے کہ اسکولوں کالجوں اور مدارس کے طلب ایسے موقع پر جنگلوں میں نکلجاتے ہیں تاکہ اُس اہم مضمون کو سمجھ لیں تو یہ موقع عورتوں کو بدون اہتمام ہی کے حاصل ہے تو اگر یہ علوم کیطرف متوجہ ہوں تو مردوں سے زیادہ قابلیت پیدا کر سکتی ہیں، اور اس قابلیت کا ذریعہ یہ پردہ ہی ہوگا چنانچہ بزرگان سلف میں عورتیں کتنی بڑی بڑی عالم ہوئی ہیں۔ پردہ کے قید کہنے پر ایک حکایت یاد آئی ایک افسر انگریز نے حافظ عبدالرزاق صاحب تھانوی انجنیر سے پردہ کے متعلق گفتگو کی کہ مسلمانوں کی سب باتیں اچھی ہین مگر ایک بات بہت خراب ہے وہ یہ کہ یہ عورتوں کو قید میں رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قید کا مطلب میں نہیں سمجھا کہا کہ یہ ہی جسکو تم پردہ کہتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ قید ہے ذرا مجھکو سمجھا دیجئے اسلئے کہ قید کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو بند کیا جائے اور اسکو وہ بند کرنا ناگوار ہو وہ بھاگنا چاہتا ہو پھر اُسپر پہرہ چوکی قایم کرتا ہو آپنے کسی مسلمان کے گھر پر پہرہ چوکی دیکھا ہے۔ کہا کہ پہرہ چوکی تو نہیں دیکھا۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر آپنے قید کیسے کہا بلکہ اُنکو باہر نکالنا قید ہے کیونکہ وہ اُنکی طبیعت کے خلاف ہے اگر بالفرض ہم اُنکو باہر جانیکو کہیں تو وہ اندر کو بھاگیں تو اصول کی رو سے یہ پردہ آزادی ہے اور بے پردگی قید ہے غرض یہ قید نہیں حیا ہے جو تمہاری عورتوں میں نہیں اسپر وہ انگریز خاموش ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ بعضی عورتوں پر تعجب ہی جنہوں نے پردہ توڑ دیا مرد تو قلیل الحیاء ہوتے ہیں لیکن عورتیں کثیر الحیاء ہوتی ہیں مگر یہ بے پردگی کیسے آمادہ ہوگئیں مسلمانوں کی ان حرکات پر بڑا ہی رنج اور صدمہ ہوتا ہے

(جامع کہتا ہے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مدظلہ العالی پردہ کے متعلق کیا خوب فرماتے ہیں ؎

مسلمانوں سے بھی اُٹھ جائے پردہ کیا قیامت ہے | چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

پتہ کی کہہ رہا ہے بڑ میں ایک مجذوب دیوانہ | چرا کاری کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۱۲

احقر جامع ملفوظات)

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صدق اور خلوص بڑی چیز ہیں بدون اسکے کام چلنا یا بننا مشکل ہی ہوتا ہے یہ آجکل جو اکثر ناکامی ہوتی ہے اس کا سبب عدم خلوص ہی ہے۔ اگر خلوص ہو تو بڑے سے بڑا کام اور سخت سے سخت کام سہل بنجاتا ہے۔ حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا ایک پیسہ پاس نہ تھا اور اُسمیں تمام کمالوں میں صرف ایک کمال یہ تھا کہ گدھے کی بولی بولنا جانتا تھا۔ ایک سیٹھ نے بولتے ہوئے سُن لیا اپنی تفریح کیلئے سفر حج میں اُسکو ہمراہ لیلیا بعد فراغ حج اُسی کمال کی بدولت بدوں سے ریل میل ہو گیا اُنکی معیت میں مدینہ منورہ بھی پہنچگیا۔ دیکھ لیجئے ارادہ حج خلوص سے کیا حق تعالیٰ نے سب آسان فرمادیا۔ اسیکو فرماتے ہیں ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست | با کریماں کارہا دشوار نیست۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے درجہ کے لوگ کیسے ہی ہوں مگر پھر انہیں اکثر حوصلہ ہوتا ہے۔ چھوٹے درجہ کے لوگوں میں وہ حوصلہ نہیں ہوتا مگر بعض قومیں ایسی بھی ہیں کہ اُنکے بڑے لوگ بھی کم حوصلہ ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں سے کوئی توقع نہیں ہوتی اسلئے کہ اُنکے یہاں کوئی اصول یا آئین نہیں ہوتے جو جی میں آیا کر لیتے ہیں ایسوں کی دوستی اور دشمنی دونوں خطرناک ہوتی ہیں

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ میں کسی بات کے پیچھے نہیں پڑتا۔ اول کوشش کرتا ہوں سمجھانیکی اور سمجھنے کی جب دیکھتا ہوں .... کہ الجھن پیدا ہو چلی ایک دم کلام کو بند کر دیتا ہوں اور کہدیتا ہوں کہ یا تم سمجھنے کے اہل نہیں یا میں اہل نہیں چھوڑو قصہ کو ختم کرو۔ ایک بات کو تو بیٹھا ہوا محض وہ کہرل کیا کرے جسکو کوئی اور کام نہو یہاں اتنی فرصت کہاں اور یہی مشغولیاں کیا کم ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جب کوئی ایسا موقع پیش آئے تو مخالف کے سامنے سب رطب و یابس رکھکر الگ ہو جاؤ

اسی میں عافیت ہے۔ واقعی ان باتوں میں پڑکر آدمی کسی کام کا نہیں رہتا اور مجھکو تو ان باتوں سے طبعًا بھی نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں مناظرہ مروجہ کو پسند نہیں کرتا سوائے تضییع اوقات کے اسمیں کیا رکھا ہے۔ مولانا نے ایک حکایت مثنوی میں لکھی ہے کہ ایک بانسلی بجانیوالا بڑا مسخرہ تھا۔ بانسلی بجاتے وقت بڑے زور سے اُسکی ریح صادر ہوئی تو بانسلی مقعد پر رکھکر کہتا ہے کہ لے بی اگر تو اچھا بجانا جانتی ہے تو ہی بجا۔ اسی طرح جب کسی کام میں کشمکش ہو تو بس یہی کہدے لے بھائی تو ہی کام کر اسلئے انسان خواہ مخواہ کیوں اُلجھن اور پریشانی میں پڑے اگر دوسرا شخص کام کرنا چاہے اُسکے سپرد کرکے الگ ہو جاؤ مقصود تو کام ہونا ہے اور مخالفت کرنے سے زیادہ ہیجان ہوتا ہے اگر مخالفت نہ کیجائے تو سب ٹھنڈے ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہانپر ایک مرتبہ ایک جماعت میں سازش ہوئی کہ اس مدرسہ کے مقابلہ دوسرا مدرسہ کھولنا چاہئے۔ پھر سازش ہوئی کہ اسی پر قبضہ کرو۔ مجھکو معلوم ہوا کہ یہ قصہ ہے۔ شب کو ایک مکان میں مجھسے مخفی کمیٹی قرار پائی موقع ایسا تھا کہ وہ مکان میرے مکان سے قریب تھا عین کمیٹی کیوقت جبکہ ایک مقرر تقریر فرما رہے تھے میں دفعۃً پہونچ گیا اور جاکر السلام علیکم کرکے میں نے کہا کہ میں نے آپ حضرات کو بڑی تکلیف دی آپ کا بڑا حرج کیا اُسوقت تمام جلسہ پر ایک سناٹا چھایا ہوا تھا سب دم بخود تھے۔ میں نے کہا کہ میں نے ایک ضرورت سے یہ جرأت کی اور ابھی ایک ضروری مختصر بات کہہ کر واپس جاتا ہوں۔ آپکے جلسہ میں مخل نہ ہونگا اور وہ بات یہ ہے کہ مدرسہ پر جسوقت آپ کا جی چاہے قبضہ کر لیں (تمام ارکان اُس سازش کے کرنیوالے جمع تھے) صبح کو آپ حضرات مدرسہ میں تشریف لاکر اُسکی تمام چیزوں کو ہمسے وصول کرلیں۔ صرف وہ کتابیں جو میرے اثر سے آئی ہیں دو سال تک نہ دونگا لیکن اگر ضرورت ہوگی عاریۃً دیدونگا کیونکہ میرے اثر سے جمع ہوئی ہیں۔ میرے ہی اعتماد پر آئی ہیں دو سال کے بعد جب میں دیکھونگا کہ مدرسہ کا کام اچھا ہو رہا ہے وہ کتابیں بھی مدرسہ میں داخل کردونگا اور یہ کہکر میں نے کہا کہ میں جاتا ہوں۔ صرف یہی کہنے آیا تھا السلام علیکم بس پھر نہ وہ جلسہ رہا اور نہ مقرر نے تقریر کی وہ مشورہ ہی ختم ہو گیا۔ یہ گڑبڑ تو مخالفت سے ہوتی ہے سو مخالفت کی ضرورت ہی کیا ہے بس یہ کہدینا چاہئے کہ لو بھائی تم ہی کام کرو ہم دین کے کسی اور کام میں مصروف ہو جاوینگے۔ باقی مخالفت کا اصل راز یہ ہے کہ مقصود نام ہوتا ہے کام مقصود نہیں ہوتا اسلئے ایک ہی

چیز کے درپے ہو جاتے ہیں۔ پھر اُس میں طرفین سے کشاکشی ہوتی ہے۔ جھگڑے قصے فساد ہوتے ہیں

(**ملفوظ ۲۸۴**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب قلب کے اندر کسی چیز کی لگن ہوتی ہے اُسکی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ ریاست رامپور کے ایک ریاستی خاندان کے ایک صاحب نے ایک قاری صاحب کا قصہ بیان کیا تھا کہ کُل ایک روپیہ چار آنہ اُن کے پاس تھے اور حج کا ارادہ کر دیا۔ ایک روپیہ کے بھنے ہوئے چنے لئے اور چار آنہ میں ایک تھیلہ بنوایا اور اسمیں چنے بھر کر کندھے پر ڈال بمبئی کو چل دیئے جہاز کی روانگی کے وقت جہاز کے ایک افسر انگریز سے کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے آپ کوئی ملازمت مجھکو جہاز میں دیدیں اُسنے صورت شان دیکھکر کہا کہ تمہاری لائق کوئی نوکری نہیں کہنے لگے اسکو مت دیکھو کوئی بھی ہو اُسنے جھلا کر کہا کہ بھنگی کی نوکری ہے۔ قاری صاحب نے کہا کہ مجھکو منظور ہے میرا نام ملازموں میں لکھ لیجئے اُسنے عاجز کرنیکے لئے کہا کہ اُس میں بوجھ بھی اُٹھانا پڑے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ اُٹھاؤنگا وہاں ایک بورا پڑا تھا کئی من کا۔ کہا کہ اچھا یہ اُٹھا کر دکھاؤ مگر وہ انکی قوت سے باہر تھا اول تو کبھی وزن اُٹھانیکا اتفاق نہ ہوا تھا پھر وزن بھی اتنا زائد۔ اُسوقت اُنہوں نے دل ہی دل میں خدا سے دعا کی کہ اے اللہ یہانتک تو میرا کام تھا اب آپ کی نصرت اور امداد کی ضرورت ہے آپ اتنی قوت عطا فرمادیں کہ میں اس وزن کو اُٹھا سکوں یہ کہکر اور اللہ کا نام لیکر اُس بورے کو سر سے اُونچا اُٹھا کر دور پھینکدیا انگریز بہت خوش ہوا وہی نوکری دیدی۔ اُنہوں نے بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ دو شخص وہاں اور کھڑے تھے اُنہوں نے کہا کہ ہم بھی جانا چاہتے ہیں اور ہیں غریب آدمی ہمارا نام بھی کسی خالی نوکری میں لکھ لیجئے۔ اُسنے کہا کہ بھنگی ہی کی اور ملازمت بھی ہے۔ نام سنکر وہاں سے بھاگے۔ ان دونوں میں کچھ فرق معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایک کے دل کو لگی ہوئی تھی اور دوسرے کے نہ لگی تھی۔ قاری صاحب نے فرمایا بھاگو مت تمہارا کام بھی میں ہی کرونگا۔ اُن کا نام بھی لکھ لیا گیا۔ غرض قاری صاحب نے بھنگی کا کام شروع کر دیا اپنا بھی اور اُن دو کا بھی۔ شب کو معمول تھا کہ تہجد کے وقت قرآن پاک کی نفلوں میں تلاوت فرماتے ایک روز وہ انگریز عین نماز تہجد کیوقت ان کی طرف پھونچگیا جب تک یہ نماز سے فارغ نہیں ہوئے کھڑا قرآن شریف سنتا رہا۔ قاری صاحب نہایت خوش الحان تھے پھر دل میں درد تھا قلب میں اللہ کی محبت تھی اُس تلاوت قرآن نے اُس انگریز پر وہ اثر کیا کہ قاری صاحب سے دریافت کیا کہ یہ تم کیا پڑھتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ

کلام اللہ ہے یعنی خدا کا کلام۔ اُسنے کہا کہ یہ ہمکو بھی سکھا دو اُنہوں نے کہا کہ یہ یوں نہیں سکھایا جاتا اسکے لئے پاکی شرط ہے اُسنے کہا کہ ہم غسل کر لیگا اُنہوں نے کہا کہ اس سے کیا ہوتا ہے باطن کی پاکی ہونا چاہئے اُسنے کہا کہ وہ کیا ہے۔ فرمایا کلمہ پڑہو۔ اُسنے کہا کہ اچھا ہمکو کلمہ سکھلا دو۔ اُسیوقت کلمہ پڑھا مگر ہنوز اُسکو یہ خبر نہ تھی کہ اس سے مسلمان ہوجاتا ہے اور قاری صاحب سے قرآن شریف یاد کرنا شروع کیا اور ہر وقت کلمہ پڑہتا پھرتا تھا۔ دوسرے انگریزوں نے کہا کیا تم مسلمان ہوگئے اُسنے کہا نہیں جب اُس سے بار بار کہا گیا تو وہ قاری صاحب کے پاس پہونچا اور اس کا ذکر کیا اُنہوں نے فرمایا آج کیا تم تو بہت دن سے مسلمان ہوگیا اول تو وہ مبہوت سا ہوا پھر سب سے کہدیا کہ مسلمان ہی ہیں اسی حالت میں جب جدہ پہونچا کہا کہ ہم بھی حج کو چلے گا اور نوکری بھی چھوڑ دی اور قاری صاحب کی خدمت میں اپنی عمر گذار دی۔ دیکھا قاری صاحب کے خلوص اور صدق کی برکت کو کہانتک آثار و ثمرات کی نوبت پہونچی۔ آجکل مسلمان صرف باتیں بناتے ہیں ہر کام نام کے واسطے کرتے ہیں اللہ کے واسطے کوئی کام نہیں ہوتا۔ ہر وقت جاہ اور عزت کے متلاشی ہیں تو اُسکے آثار و ثمرات بھی ایسے ہی ہیں۔ ارے اللہ کے ہوجاؤ۔ مٹ جاؤ۔ فنا ہوجاؤ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے بس وہ ہوگا جسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ　　　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اور اگر اعتقاد سے ایسا نہیں کرتے تو بطور امتحان ہی کر کے دیکھو بت پرستی تو کر کے دیکھ لی۔ اب خدا پرستی بھی کر کے دیکھ لو ؎

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　　آزموں را یک زمانے خاک باش

اور حسبۃ اللہ یہ اُسوقت ہوسکتا ہے کہ کسی کامل کی معیت اور صحبت نصیب ہو اُسکی صحبت سے قلب کے اندر جذب پیدا ہوگا پھر اس چیز کے پیدا ہوجانیکے بعد ساری عمر کیلئے ایک تجلی قلب کے اندر پیدا ہوجائیگی اور وہ کندن بنادیگی یہ صحبت کامل ہی اکسیر اعظم ہے مگر افسوس اسی سے غفلت ہے یہ وہ چیز ہے کہ ؎

گر تو سنگِ خارہ و مرمر شوی　　　چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

گو بظاہر ہمکو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ صحبت ایک اپنے جیسے ہمجنس کی ہے لیکن یہ سمجھنا سراسر

غلط ہے اور اپنے پر اُسکو قیاس کرنا صحیح نہیں ایسے قیاس کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور اسی صحبت کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا گو نشیند در حضور اولیا

اور فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

صحبت نیکاں اگر یک ساعت ست بہتر از صد سالہ زہد و طاعت ست

(ملفوظ ۴۹۴) ایک مولوی صاحب نے ایک رسالہ کا مسودہ حضرت والا سے دیکھنے کیلئے طلب کیا حضرت والا نے فرمایا کہ میں سب صفحات درست کر کے دوں گا۔ میں وہمی آدمی ہوں اگر صفحات لگانے میں کچھ فروگذاشت ہو گئی تو خواہ مخواہ کسی پر کیوں شبہ کیا جاوے۔ اسپر میں سخت مشہور ہوں اگر یہ سختی ہے تو میں اپنے نفس پر بھی تو سخت ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے نفس کیلئے کوئی شخص سختی گوارا نہیں کیا کرتا معلوم ہوا کہ یہ سختی نہیں اور اگر پھر بھی یہ سختی ہے تو میں جب اپنے لئے کرتا ہوں تو پھر دوسروں کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں اور اصل بات تو یہ ہے کہ نہ میں تمسے اپنا اتباع چاہتا ہوں اور نہ میں خود کسی کا تبع بنتا ہوں بس یہ چاہتا ہوں کہ اصول صحیحہ کے تم بھی تابع بنو اور میں بھی تابع بنوں۔

(ملفوظ ۴۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا بھلا کرے ان رسمی مشائخ اور کاندار پیروں کا اُنہوں نے مخلوق کو گمراہ کر دیا ان کی بدولت مخلوق کے عقائد اسقدر خراب اور برباد ہوئے کہ جسکا کوئی حد و حساب نہیں۔ بالکل گمراہی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ حیدرآباد دکن کا قصہ ہے وہاں پر ان جاہل مشائخ اور پیروں کی بدولت لوگوں کے عقائد کی یہ حالت ہے کہ جسوقت موسی ندی چڑھی اور تباہی ہوئی تو یہ عبرت کا وقت تھا مگر یہ عبرت حاصل کی گئی تجویز کی اولیاء اللہ کا ادب کم ہو گیا تھا اسلئے یہ وبال آیا۔ یہ توجیہ کر کے اور زیادہ قبر پرستی شروع کر دی۔ اس فہم اور سمجھ کو ملاحظہ فرمایئے کہ انکے زعم میں بعض الشرک جسکا نام اُنہوں نے قلت ادب اولیا در کھا سبب ہو گیا قہر خداوندی کا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ملفوظ ۵۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں پنجاب کے بعضے پیر سلاطین کی سی شان رکھتے ہیں۔ جب چلتے ہیں بڑا مجمع ساتھ ہوتا ہے۔ لباس فاخرہ ہوتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ خود اُن میں امراض بھرے ہوتے ہیں۔ دوسروں کا کیا علاج کریں گے الحمد للہ ہمارے بزرگوں میں یہ بات نہ تھی وہ تو اپنے کو مٹائے ہوئے رہتے تھے اور یہ حالت تھی کہ باوجود اسکے کہ جامع تھے کمالات کے اور پھر دیکھنے والوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کچھ جانتے بھی ہیں یا ان کے اندر کوئی کمال بھی ہے حالانکہ کمال کی یہ کیفیت تھی کہ ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

لیکن گو وہ اپنے کو ظاہر نہ فرماتے تھے اپنے کو فنا کئے ہوئے اور مٹائے ہوئے رہتے تھے مگر مشک کہیں چھپائے چھپتا ہے اُن حضرات کے چہروں سے نور عیاں تھا اور یہ حالت تھی جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہیں سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نور حق ظاہر بود اندر ولی نیک بین باشی اگر اہل دلی

اسی کا ترجمہ مولوی ابوالحسن صاحب کاندہلوی نے گلزار ابراہیم میں کیا ہے ؎

مرد حقانی کے پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہے پیش ذیشعور

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی مکتوب میں لقسم یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں کچھ نہیں اسپر بعض کج فہم معاندین نے یہ کہا کہ مولانا تو خود ہی فرماتے ہیں کہ میں کچھ نہیں۔ سو ہمتو مولانا کو سچا سمجھتے ہیں اسلئے یہی سمجھتے ہیں کہ مولانا کچھ نہیں۔ خیر یہ تو معاندین کی بیہودگی تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اپنی جماعت کے ایک عالم فاضل شخص حضرت مولانا سے از حد درجہ خلوص اور محبت رکھنے والے ہر طرح پر معتقد اور جان نثار وہ اس شبہ میں مبتلا ہو اور مجھ سے کہنے لگے کہ ہمتو حضرت کے کمالات کے بھی معتقد ہیں اور اُن کے صدق کے بھی یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ سے تعجب ہے کہ آپ جیسا عالم فاضل شخص ذکی اور ذہین ایک واہیات اور لچر شبہ میں پڑ گئے۔ جواب ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ کمالات کی دو قسمیں ہیں ایک کمالات واقعیہ اور ایک کمالات متوقعہ۔ حضرت مولانا تو

کمالات متوقعہ پر نظر کر کے فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں اور ہم کمالات واقعہ پر نظر کر کے معتقد ہیں۔
یہ جواب سنکر بہت مسرور ہوئے۔ یہ سب اللہ کا فضل ہے وقت پر قلب میں ڈالدیتے ہیں

(ملفوظ ۵۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے جسقدر قرآن و حدیث سے مسائل تصوف کا استنباط اور اُن پر استدلال کیا ہے وہ نکات کے درجہ میں نہیں بلکہ وہ وجوہ دلالت لئے ہوئے ہیں جو اہل علم کے نزدیک بھی وجوہ دلالت ہیں۔ میں نے ایسے مسائل کی ایک فہرست تیار کرائی ہے اُسکو ذرا لوگ دیکھیں تو کہ تصوف کتاب و سنت سے کیسا ثابت ہے جسکو خلاف کتاب و سنت سمجھتے تھے اس فہرست سے سب معلوم ہو جائیگا اور حقیقت کا انکشاف ہو جائیگا۔ اُس فہرست کا نام ہے **عنوانات التصوف** وہ چھپ بھی گیا۔

(ملفوظ ۵۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو جو بیعت کے توقف میں انتظار ہوتا ہے وہ مناسبت کا ہوتا ہے اور یہ مناسبت اکثر زیادہ ملنے جلنے سے پیدا ہو جاتی ہے لوگ اسکو ٹالنا سمجھتے ہیں اور اگر مناسبت نہیں دیکھتا تو صاف کہدیتا ہوں کہ تمکو مجھسے مناسبت نہیں کسی اور جگہ اصلاح کا تعلق پیدا کر لو۔ اور یہ بھی کہدیتا ہوں کہ اگر مصلح کا نام پوچھو گے تبلادوں گا۔ ہر حال میں غرض تو اصلاح ہے اگر ایک سے مناسبت نہیں دوسرے سے سہی کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے نہ نام کرنا مقصود ہے مقصود تو کام ہے یہ تو دوکانداروں کی باتیں ہیں کہ جو بھی آئے ضرور پھنسالو۔ شکار ہاتھ سے نہ نکلجائے۔ الحمدللہ یہاں پر یہ باتیں نہیں۔ یہاں پر تو سیدھی اور سچی اور صاف بات ہے کسی کو دھوکا نہیں ہوتا اور ضرورت ہی کیا ہے ایچ پیچ کی ایسی باتیں تو وہ کرے کہ جسکی کوئی غرض وابستہ ہو۔ یہاں تو صرف اللہ کا بندہ بنانا اللہ کا راستہ بتلانا ہی غرض ہے اور یہی کام ہے اسکے علاوہ نہ کوئی غرض ہے اور نہ کوئی اور کام ہے۔

(ملفوظ ۵۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانیکی تدبیر یا ترغیب دی جائے یہ طریقہ نہایت ہی ناپسندیدہ ہے اپنے دوستوں کو میری تاکید ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں ہاں ایک اور صورت ہے جسمیں ایک مسلمان کی امداد ہے اور ثواب بھی ہے کہ طالب کو چند جگوں کے نام بتلادے اور یہ مشورہ دیا جاوے کہ اپنے حالات سب جگہ لکھو جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو وہاں تعلق پیدا کر لو۔ باقی یہ ایجنٹوں کی سی

صورت اختیار کرنا نہایت بُرا طرز ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھنسا نیکے لئے لوگ چھوڑ رکھے ہیں۔ بڑی غیرت معلوم ہوتی ہے

(ملفوظ ۵۵۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیا کو دین پر مقدم کرکے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ طریقہ سرا سر گمراہی ہے کہ دنیا کو مقدم رکھکر دین کو اُسکا تابع بنائیں اگر دین کو مقدم رکھیں اور پھر حصول دنیا کی فکر کریں بشرطیکہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو تو پھر کامیابی بھی بہت قریب ہے

(ملفوظ ۵۵۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل چیز محبت اور اتباع ہے پھر اسمیں بھی اساس محبت ہے اتباع عادۃً اسپر مرتب ہو جاتا ہے اسلئے کہ محب محبوب کے خلاف نہیں کر سکتا باقی بیعت وہ محض ایک برکت کی چیز ہے اسپر نہ تعلیم موقوف ہے اور نہ نفع۔ مگر آجکل کے پیروں نے اس بیعت کو لوگوں کے پھنسانیکا اچھا خاصہ آلہ بنا رکھا ہے۔ لوگوں کے عقائد بیعت کیمتعلق درجہ منکر تک پہونچ گئے ہیں کہ اُسکو فرض و واجب سمجھتے ہیں۔ علماء اہل حق کو اس طرف متوجہ ہوکر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جیسے اور بدعتوں کی اصلاح کرتے ہیں یہ بھی تو بدعت ہے اور قابل اصلاح آخر فرق دونوں میں کیا ہے۔

۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۵۵۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا لفافہ آیا ہے جسمیں نہ واپس ہونے والے لفافہ پر پتہ لکھا ہے اور نہ اندر کے خط پر کہیں پتہ لکھا ہے اب تبلائیے کہ یہ خط جائیگا کیسے۔ اسپر فرمایا کہ لوگوں میں بڑی ہی غفلت ہے ایسی کھلی بات اور اُس میں یہ غلطی جس سے دوسرے کو ایذا پہونچے۔ اب اس لفافہ کی حفاظت کرنا امانت میں رکھنا کس قدر گرانی کا کام ہے۔ اُن کی تو ذرا سی غفلت ہوئی یا بھول ہوئی اور دوسرے کو تکلیف پہونچی۔ یہی باتیں ہیں جنپر روک ٹوک کرتا ہوں جسکا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بیداری پیدا ہو غفلت دور ہو اسپر بعضے خفا ہوکر چلدیتے ہیں۔ باہر جاکر بدنام کرتے ہیں اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے۔

(ملفوظ ۵۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب رحمت حق متوجہ ہوتی ہے تو ساری عمر کے میل کچیل دُھل جاتے ہیں مگر خود رحمت کے متوجہ ہونیکے لئے طلب شرط ہے اور یہ انسان کا اختیاری فعل ہے یہ اپنے اختیاری کام کو کرے پھر آگے سب کچھ وہی کر لیتے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں پچیس ۲۵ سال سے فلاں خانصاحب کا مرید ہوں اب تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اُن کے عقائد فاسد تھے اسلئے ان عقائد باطلہ سے توبہ کر کے آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ کے دست مبارک پر بیعت ہونا چاہتا ہوں عمر میری تقریباً پینسٹھ ۶۵ سال کی ہے اسلئے جلد از جلد مجھکو بیعت فرما لیا جائے۔ میں نے لکھدیا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ پھر دوبارہ خط آیا لکھا تعجیل نہ کرنے کی حد بتلا دی جائے۔ اُسوقت تک میں کچھ نہ بولوں گا۔ میں نے لکھدیا کہ جب تک میری چالیس ۴۰ وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو۔ بیس ۲۰ مرتبہ خط و کتابت نہ کر لو۔ دس ملاقات اور مجالست نہ کر لو اسوقت تک اسکی حد ہے۔ دوسری جگہ یہ خط جاتا اور اسطرح رجوع کرتے نہ معلوم غنیمت سمجھکر کسقدر عجلت سے ہاتھوں ہاتھ انکو لیا جاتا اور مدح سرائی کیجاتی۔ یہاں پر یہ جواب ملا کہ تعجیل مناسب نہیں۔ یہ اسلئے کہ اُنکو یہ شبہ نہو کہ یہ لوگ ہر وقت انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ اُدھر سے کوئی ٹوٹ کر آئے تو ہم دبوچیں اس صورت میں طریق کی تذلیل ہے کہ طالب کو مطلوب بنایا جائے۔ مجھکو تو غیرت آتی ہے کہ کسی کو شبہ بھی ہو کہ اسکو ہمارا انتظار ہے۔ میں چاہتا یہ ہوں کہ ہر چیز اپنی حد پر رہے۔

(ملفوظ ۵۶۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس اُمت میں ایسے ایسے اہل اللہ گذرے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا انکو ہر وقت مشاہدہ رہتا تھا۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث سنکر فرماتے کہ یہ حدیث ہے یا حدیث نہیں کسی نے پوچھا فرمایا میں حدیث سنکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر کرتا ہوں اگر بشاش پاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے اور اگر منقبض دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث نہیں۔ ایک بزرگ ہیں عبدالعزیز دباغ یہ عالم نہ تھے۔ ایک شخص بطور امتحان آپکے پاس بھونچا اور کچھ قرآن پاک کی آیت کے الفاظ اور کچھ حدیث شریف کے الفاظ اور کچھ ویسے ہی عربی کے الفاظ ایک جگہ ملا کر پڑھے۔ آپنے فرمایا کہ اتنا تو قرآن ہے اور اتنی حدیث ہے۔ اور آگے نہ قرآن نہ حدیث ویسے ہی عربی کے الفاظ ہیں

اس شخص کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ بزرگ عالم نہیں پھر کیسے معلوم کر لیا۔ عرض کیا کہ حضرت نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ اتنا قرآن پاک ہے اور اتنی حدیث ہے اور آگے نہ قرآن نہ حدیث۔ فرمایا کہ جب کوئی پڑھنا شروع کرتا ہے اگر اسکی ساتھ نور قدیم ظاہر ہوا تو سمجھتا ہوں کہ یہ قرآن ہے اور اگر نور حادث ظاہر ہوا تو حدیث سمجھتا ہوں اور اگر نور ظاہر نہ ہوا تو امتی کا کلام سمجھتا ہوں ماشاء اللہ کیا ٹھکانا ہے اس ادراک کا۔

(ملفوظ ۵۶۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل عام طور سے عملیات و وظائف کی طرف لوگوں کو زیادہ توجہ ہے حتے کہ مقاصد طریق کیلئے بھی اوراد ہی تجویز کئے جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو مجموع الوظائف بنے ہوئے ہیں منجملہ اُن کے ایک خاص چیز کیلئے بہت کثرت سے عمل کے متلاشی ہیں کہ کوئی ایسا وظیفہ اور عمل ہو کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاویں۔ نیت تو بری نہیں بہت اچھی ہے لیکن بڑی ہی ناواقفی کی بات ہے کہ وظائف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا جاوے۔ اگر ایسا ہی ذوق شوق ہے تو اتباع کرو اُسپر بھی اس مقصود کا ترتب لازم نہیں مگر بہ نسبت اوراد کے پھر اس میں توقع زیادہ ہے بعض بزرگ ایسے گذرے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا انکو ہر وقت مشاہدہ رہتا تھا اور یہ سب اتباع کی برکت ہے۔ اتباع ہی بڑی چیز ہے اور بدون اتباع کے ایسی خواہش کرنا عجیب ہے بلکہ ہم جیسوں کو تو اتباع کامل کے بعد بھی اپنے کو اس شرف کا اہل نہ سمجھنا چاہئے۔ کہاں وہ دربار کہاں ہم ذلیل و خوار ہماری تو اس دربار کی ساتھ یہ نسبت ہے کہ ؎

بخدا کہ رشکم آید ز دو چشم روشن خود | کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے

مگر یہ مضمون ذوقی ہے عقلی و استدلالی نہیں۔

(ملفوظ ۵۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمیں تو ہر وقت اُن کی رحمت اور اُنکے فضل کی ضرورت ہے جو کچھ ملیگا وہ انعام ہی ہے گو نام کو جزائے اعمال ہے مگر ہمارے اعمال ہی کیا جسپر جزا کا استحقاق ہو بلکہ خود ان اعمال کو اعمال میں شمار کرنا یہ بھی انعام ہی ہے ورنہ ہمارے اعمال تو حسنات کہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ وہ اپنے فضل سے اُن کو حسنات بنا دینگے بعض اہل لطائف نے اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر ایک بڑی ... رحمت یہ ہے کہ

ہمارے اعمال محدود اور جزاء غیر محدود اور میں نے جو کہا ہے کہ وہ جزاء برائے نام ہے ورنہ محض عطاء ہی ہے اسکی دلیل خود قرآن میں ہے جزاء من ربک عطاء حسابا اس تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر وہ جزاء ہے تو عطاء کیسی اور اگر عطاء ہے تو پھر حساب کیسا۔ جواب یہ ہے کہ جزاء صورۃً ہے اور عطاء حقیقۃً اور حساب جزاء یا عطاء کیلئے نہیں بلکہ خود اہل عطاء میں تفاوت کیلئے حساب ہوگا باقی عطا بغیر حساب ہی ہوگی

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے لوگ طرح طرح کے ڈھونگ بناتے ہیں امتیازی شان کا اہتمام رکھتے ہیں لیکن کیا کریں ہماری نظروں میں نہیں سماتے سچ تو یہ ہے کہ ہمکو تو ہمارے بزرگ بگاڑ گئے کس طرح کی سادہ زندگی گذار گئے بس اُن کا جو رنگ ڈھنگ دیکھا وہی پسند ہے آجکل کے ڈھونگ اور بناوٹیں پسند نہیں۔ ہمارے بزرگوں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ خودداری کا نام ونشان نہ تھا ملے جلے ہنستے بولتے رہتے تھے مگر دل میں ایک انگارا دہک رہا تھا بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو　　که بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اس ہنسنے پر ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے توا ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے پتہ چل جائیگا کہ کیسے ہنستا ہے اُنکے قلب میں خدا کی محبت کی ایک آگ بھری تھی ہر وقت خشیت کا غلبہ رہتا تھا شب و روز آخرت کی فکر لگی تھی یہ بات اس درجہ کی کسی جماعت کے بزرگوں میں نہیں دیکھی

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض نقشبندی حضرات کی رائے ہے کہ شیخ کو وقار و تحمل کیساتھ رہنا چاہئے تاکہ طالبین کے قلب میں عظمت ہونے سے ان کو نفع زائد ہو مگر چشتیوں سے یہ نہیں ہو سکتا اُن کا وقار اور تحمل یہی ہے کہ کوئی وقار و تحمل نہ ہو اُن کی تو بس یہ شان ہوتی ہے ؎

نہ باشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر　　بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

اور یہ حالت ہوتی ہے ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　دلبر ماست کہ باحسن خدا داد آمد

زیر بار ند درختاں کہ ثمر ہا دارند ۔۔۔ اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

اور اصلی حسن سادگی ہی میں معلوم ہوتا ہے۔ اس رنگ میں حضرات چشتیوں کا حال بچوں کا سا ہے کہ انکی ہر ادا سے محبوبیت کی شان معلوم ہوتی ہے اور ہر ادا میں کشش ہوتی ہے

(ملفوظ عہ۴۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صحابہ کرام گویا اضداد کے جامع تھے جو اعلے درجہ کا کمال ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق تو ایسا تھا کہ حضور کے وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور ساتھ ہی بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح میں ایک صحابی کے پہلو میں انگلی چبھو دی وہ کہتے ہیں میں بدلہ لونگا چنانچہ آپ آمادہ ہو گئے انہوں نے بجائے بدلہ کے بوسے لینے شروع کر دئے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے امتی بھی گو جان نثار تھے مگر جیسے صحابہ حضور پر نثار تھے وہ بات نہ تھی اور یہی دلکشی تو تھی جس نے صحابہ کو فدائی بنادیا۔ مخالفین کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا خوب جواب فرمایا کہ شمشیر خود تو چلا نہیں کرتی کوئی چلاتا ہے جب ہی تو چلتی ہے تو ان چلانے والوں پر کسنے شمشیر چلائی تھی بس معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور ہی چیز تھی جسنے شمشیر زنوں کو جمع کر دیا وہ چیز آپ کی محبوبیت ہے جسکا دوسرا نام حسن خلق ہے۔ اور یہ تو انسانوں کا ذکر تھا آپ کی شان محبوبیت تو ایسی ہے کہ حجۃ الوداع میں جب حضور نے اونٹ قربان کئے تو ہر اونٹ آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ حضور پہلے مجھکو ذبح کریں۔ ان جانوروں پر کونسی تلوار کا اثر تھا کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف ۔۔۔ بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ سب کچھ کیا تھا محض حضور کا عشق تھا اور جسکے دل میں عشق ہوگا وہ تو محبوب کے سامنے گردن جھکا کر ہی کہیگا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ۔۔۔ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(ملفوظ عہ۴۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جانوروں میں بھی عقل ہے گو بقدر تکلیف احکام کے نہ ہو۔ واقعات اور مشاہدات اسکے مؤید ہیں جنکے بعد اسکو اضطراراً ماننا پڑیگا

(ملفوظ عہ۴۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تعجب ہے ہمنو ہنود کے نزدیک گاؤکشی کرکے

ظالم اور وہ خود آدمی کشی کرتے ہیں اور ظالم نہیں - عجیب -

(ملفوظ ۴۶۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بُرا بھلا کہنے والوں نے کسکو چھوڑ دیا - اللہ کو چھوڑ دیا - اللہ کے رسول کو چھوڑ دیا - صحابۂ کرام کو چھوڑ دیا - آئمہ مجتہدین کو چھوڑ دیا - بعد کے علماء اور بزرگان دین تو بیچارے کس شمار میں ہیں - مگر کسی کے بُرا بھلا کہنے سے بُرا کیوں مانے اس سے بگڑ تا کیا ہے - معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے - مخلوق سے لینا ہی کیا ہے اگر کسیکو اسکی فکر ہے تو یہ تو اچھی خاصی مخلوق پرستی ہے پھر خدا پرستی کہاں اور یہ فکر خود ایک مستقل اور بہت بڑا عذاب ہے کہ فلاں بُرا نہ کہے فلاں بھلا نہ کہے کون بیٹھا ہوا ان خرافات کا مراقبہ کیا کرے ایسے موقعہ کے متعلق ذوق نے خوب کہا ہے ؎

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا ای ذوق ہے بُرا وہ ہی کہ جو تجھکو بُرا جانتا ہے
اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے پھر بُرا کہنے سے کیوں اُسکے بُرا مانتا ہے

خصوص عشاق کی تو یہ شان ہونا چاہیئے ؎

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا اور جو خود ناکام ہو اُسکو کسی سے کام کیا

(ملفوظ ۴۶۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص ہیں حافظ بھی ہیں اُن سے ایک بات شریعت کے خلاف ہو گئی تھی بات سخت تھی میرے مواخذہ پر اُس کا اُنہوں نے اقرار کیا - میں نے کہا کہ تم اپنی غلطی کو شائع کرو (یعنی السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ کے قاعدہ سے توبہ ہو) اسلئے کہ تمہاری اس حرکت سے نیک اور اہل علم بدنام ہوئے کہ مولوی حافظ بھی ایسا کرتے ہیں اسپر اُنہوں نے مجھسے وعدہ کیا کہ میں اپنی غلطی ضرور شائع کروں گا - لیکن تین سال کے قریب ہو گئے آج تک خبرے نباشد - پرواتک بھی نہیں کی - ایک تو حرکت خلاف شریعت پھر وعدہ خلافی - وہ بھی ایک فعل خلاف شریعت ہے - اب میں ہی آخر کہانتک رعایت کروں - اگر کوئی اپنا ذاتی معاملہ ہو تو رعایت بھی کر دوں - دین کے معاملہ میں کیا رعایت - اب وہ ایک صاحب کا سفارشی خط لیکر آئے ہیں - میں نے اُنکو تو یہ کہلا دیا کہ یہ معاملہ کی حقیقت ہے صاف بات ہے تم مجھسے نہ ملنا اور جنہوں نے اُنکو خط دیکر بھیجا تھا اُنکو لکھدیا کہ آئندہ ایسی فرمائشون سے مجھکو معاف رکھا جائے - یہ اصلاح کا معاملہ ہے - مریض کے حالات کو طبیب ہی خوب سمجھتا ہے -

(ملفوظ ۴۷۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بیعت ہونیسے اکثر یہ فائدہ ضرور ہے کہ اپنے

بزرگوں سے محبت بڑھ جاتی ہے اور حدیث المرء مع من احب میں محبت کی ساتھ معیت کا وعدہ ہے۔ اب اسکو سنکر خشک منکر طریق لوگ کہیں گے کہ ازدیاد محبت کا خیال محض وہم ہے ہم کہتے ہیں کہ وہم ہی سہی جس سے مقصود حاصل ہو بلا سے وہ کچھ ہی ہو۔ جیسے کسیکو سوکھی روٹی کھانے میں شیرمال کا مزا آتا ہو تو اسکو ضرورت نہیں کہ وہ اس روٹی کو شیرمال ثابت کرے۔ ایسے ہی ہمکو یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ محبت کا ذریعہ ہے مگر یہ بات بھی قابل تنبیہ ہے کہ کسی چیز کے سبب ہونے سے اسکا شرط ہونا لازم نہیں آتا ایسی محبت مقبولین سے بدون بیعت بھی ہو سکتی ہے۔ وہم پر یاد آیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک شخص کا علاج کیا تھا اسکو یہ وہم ہو گیا تھا کہ میرے سر نہیں ایک بڑا سا پگڑ باندھے پھرا کرتا تھا حضرت مولانا نے اسکے پگڑ اُتار اور جوتہ لیکر سر پر بجانا شروع کیا اسپر رویا چلایا اور کہا کہ حضرت مر گیا چوٹ لگتی ہے۔ دریافت فرمایا کہاں چوٹ لگتی ہے کہا کہ سر میں۔ فرمایا تیرے تو سر ہی نہیں کہا کہ حضرت ہے۔ پھر کبھی یہ وہم اسکو نہیں ہوا۔ حضرت مولانا بڑے ہی حکیم تھے

(ملفوظ ۱۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف سے التزام ہو اتباع کا اور ایک طرف سے التزام ہو تعلیم کا بس اصل بیعت یہ ہے خواہ اسکی ظاہری صورت نہ ہو

(ملفوظ ۱۴۶) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ہمسے دین کی کوئی خدمت لوگے ہم خدمت کرینگے بشرطیکہ ڈھنگ اور طریقہ سے خدمت لیجائے ورنہ چلتے بنو۔ کیا کوئی تمہارا نوکر ہے۔ بعضے نواب صاحب بنکر آتے ہیں۔ بے ڈھنگی باتیں کہتے ہیں جس سے اذیت ہوتی ہے کہاں تک صبر کیا جائے اور تغیر نہ ہو۔

(ملفوظ ۱۴۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خیال اور عقیدہ کو اثر میں بڑا دخل ہے اور ان بے لکھے پڑھوں کا جو بھی عقیدہ ہوتا ہے وہ راسخ ہوتا ہے اور یہ لکھے پڑھے اکثر اگر مگر ہی میں رہتے ہیں ایک گاؤں والے شخص کا عدالت میں مقدمہ تھا وہ ایک بزرگ سے مقدمہ کیلئے تعویذ لایا تھا حاکم نیچرل عقیدہ کا آدمی تھا جسوقت آواز دلوائی گئی تو یہ گاؤں والا پیش ہوا۔ اجلاس پر پہونچکر اسکو خیال ہوا کہ جو تعویذ میں نے حاکم کے نرم ہونیکے لئے کرایا تھا وہ اسوقت ساتھ نہیں ہے باہر بھول آیا ہوں۔ ان لوگوں میں اکثر سادگی ہوتی ہے گو ابتو گاؤں والوں میں بھی یہ بات نہیں رہی۔ غرض حاکم

سے کہتا ہے کہ میں مکرمہ (مقدمہ کیلئے) دیوبند (دیوبند) والے حاجی سے تسبیح (تعویذ) لایا تھا وہ باہر بھول آیا۔ ذرا ٹھیر جائیں تسبیح (تعویذ) لے آؤں۔ اُسنے اپنے نیچری خیال کیموافق کہاکہ جاکر لے آؤ دیکھیں تعویذ کیا کرے گا۔ وہ باہر گیا اور اپنے ساتھ والے سے تعویذ لے آیا اور حاکم سے کہاکہ تسبیح لے آیا اور یہ میری پگڑی میں ہے اب پوچھ کیا پوچھے حاکم کی نیت سزا کی تھی مگر حق تعالیٰ کی قدرت کہ بروقت فیصلہ لکھنا چاہتا ہے سزا اور لکھا جاتا ہے بری۔ اپنے خیال کے موافق جب فیصلہ سناتا ہے تو بری۔ حاکم حیران رہگیا اور اُن بزرگ کے پاس آکر توبہ کی۔ واقعی اسماء الہیہ کا اثر اور برکت کہاں جاسکتی ہے مگر خلوص کی ضرورت ہے۔ غرض عملیات میں موثر مجموعہ ہے دو چیز کا۔ خود عمل اور دوسرا خیال اور اس میں کوئی بُعد نہیں۔ ایک یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ کلام الٰہی گو اس کام کیلئے موضوع نہیں لیکن اگر کوئی اُسکی لئے استعمال کرے تو برکت ضرور ہوتی ہے جیسے قلم لکھنے کیلئے ہے لیکن اگر اُس سے کوئی کان کا میل نکال لے تو اس میں بھی کام آجاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۳۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میری بیوی ایک عرصہ سے بیمار ہے۔ حکیم صاحب سے علاج کرایا کوئی نفع نہیں ہوا۔ حضرت دعاء فرماویں اور کوئی عمل بتلادیں۔ فرمایا کہ دعا تو کرتا ہوں مگر عامل نہیں ہوں۔ ہاں بزرگوں سے سنا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس بار الحمد شریف پڑھکر پانی پر دم کرکے مریض کو پلادیا جائے تو اُمید نفع کی ہے۔

(ملفوظ ۱۴۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک جگہ مدرس ہوں۔ بعض لوگ اوقات تعلیم کے وقت پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اُن سے باتیں کرنے میں جو طلبہ کا حرج ہوتا ہے کیا یہ خیانت ہوگی۔ فرمایا کہ بیشک خیانت ہے۔ اُن لوگوں کو منع کردینا چاہئے کہ یہ کام کا وقت ہے۔ عرض کیا جو اس وقت تک ہوچکا یا آیندہ اتفاقاً ایسا پھر ہوجاوے تو کیا اس کا کوئی بدل ہوسکتا ہے۔ فرمایا سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔ عرض کیا کہ خارج اوقات میں کام کردیا جائے۔ فرمایا کہ یہ بھی اُس کا بدل نہیں۔ فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہوسکتی ہیں۔ کام کے وقت کام کرنا چاہئے اور لوگوں کو منع کردینا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے عقیدت زیادہ ہوتی ہے اور وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو انکا دل نرم ہوتا ہے۔ دوسرے صاحب الرائے نہیں ہوتیں۔

۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۷۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طریق کی حقیقت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو غلطیوں میں ابتلا ہے کل ایک صاحب نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا بیچارے مریض ہیں۔ میں نے بحمد اللہ تسلی کر دی بہت خوش ہوئے۔ حاصل میرے جواب کا یہ تھا کہ اگر حالت مرض میں قلب کے اس طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں کمی ہو جائے تو اس وقت جسقدر استحضار ہے وہی کامل ہے۔ اسکو یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے مرض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے بیٹھکر پڑھتا ہے تو اسکی وہی نماز جو بیٹھکر پڑہی ہے کامل ہے۔ یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تیمم کرتا ہے اسکی وہی طہارت کامل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جتنا اسوقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں تو پھر ہمیں اس تفاوت کے دیکھنے کی کون ضرورت ہے۔ ایک شخص ہے کہ وہ ایک شخص کو ایک روپیہ کی سیر مٹھائی دیتا ہے اور ایک کو آٹھ آنہ سیر دیتا ہے تو اس آٹھ آنہ والیکو کون ضرورت ہے کہ یہ اسپر افسوس کرے کہ مجھسے کم لیا بلکہ خوش ہونیکا موقع ہے کہ تھوڑا لیا اور زیادہ دیا اور صورت میں جو کمی ہے وہ کمی حساً ہے حکماً و معنےً نہیں۔ غرض ہر حال میں جبکہ حتے الوسع امتثال کر لیا بندہ کو خدا کیساتھ نیک گمان رکھنا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۷۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مراقبہ جلال کا تو نافع ہے ہی مگر جمال کا اس سے زیادہ نافع ہے خصوص ضعفاء کو۔ جمال کا مراقبہ زیادہ چاہئے اس سے محبت بڑھکر بہت جلد کامیابی ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۱۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر اختیاری عارض پیش آنے سے عمل کے ثواب میں کمی نہیں کیجاتی یہ ان کی رحمت ہے مثلاً بیماری ہے تو یہ اختیاری تھوڑا ہی ہے۔ ایک غیر اختیاری چیز ہے سو اسکی وجہ سے بظاہر جو اعمال میں کمی ہوتی ہے وہ صورۃً کمی ہے حقیقۃً کمی نہیں اور تشویش اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی۔

(ملفوظ ۱۸۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کمزور ہوں ضعیف ہوں۔ میں نے تو اپنے ضعف کیوجہ سے

ایسے ایسے مسائل ڈھونڈ رکھے ہیں کہ جن میں کام تو کم کرنا پڑے اور ثواب پورا ملنے کی امید ہو۔ اور اسکی ساتھ یہ بھی ہے کہ میرے پاس دلائل بھی ہیں یہ نہیں کہ بلا دلیل کے کہہ رہا ہوں

(ملفوظ ۱۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ صوفیہ اور فقہاء دونوں حکماء ہیں ان کے کلام میں بحمد اللہ باہم تعارض نہیں لیکن سمجھنے کیلئے عقل اور فہم کی ضرورت ہے اگر فہم نہ ہو تو ٹھوکریں ہی کھاتا پھریگا اور اکثر دو شخصوں میں جو اختلاف ہوتا ہے اُن کے غیر محقق ہونیکی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر دونوں محقق ہوں تو اختلاف کچھ بھی نہیں دونوں ایک ہی ہیں۔ جیسے اگر کسی کو ایک چیز کی دو جدا جدا نظر آویں تو اسکی نظر کا قصور ہے جیسے بھینگے کو ایک چیز کے دو نظر آیا کرتے ہیں۔ اسیکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شاہِ احول کرد در راہِ خدا — آں دو دمساز خدائی راجدا

(ملفوظ ۱۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ طریق اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے اس میں طالب کی ہمت بڑھانیکے لئے عنوانات اختیار کئے جاتے ہیں اور اسکی سخت ضرورت ہے مایوسی اور ہراس کو تو کبھی اس طریق میں راہ ہی نہ دیا جائے مگر یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اہل فن کے ہاتھ میں ہاتھ ہو ایسے صاحب فن کو اصطلاح میں شیخ کامل بھی کہتے ہیں مراد اس سے ماہر فن ہی ہے کہ طالب کی کوئی بھی حالت ہو اُسکو کام میں لگائے رکھے اُسکو سمجھا دے کہ وہ چلا چلے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ مثلاً اگر کوئی غیر اختیاری حادثہ پیش آئے جیسے بیماری وغیرہ ہے تو اُسوقت اُسکو بھی سمجھائے کہ قلت اعمال کی وجہ سے مایوس نہ ہو وہ ہمارے نزدیک کمی ہے مگر چونکہ امر کی موافق ہے اسلئے اُنکے نزدیک وہی کامل ہے۔ سنئے اسپر ایک صاف دلیل یاد آئی حق تعالیٰ فرماتے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ کوئی خیر ذرہ سے کم تو نہیں ہوگی اُسپر بھی وعدہ ہے اجر کا اور یرہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اجرت عمل سے زیادہ ملیگی کیونکہ اگر ذرہ کی برابر ہوئی تو عادۃً نظر بھی نہ آئیگی اسلئے وہ اُس ذرہ ہی کو پہاڑ بنادیں گے وہ قطرہ کو دریا بنادیں گے۔

(ملفوظ ۱۸۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کی شان ہی کچھ اور تھی وہ آج کسی میں نہیں پائی جاتی یہ حضرات اپنے کو مٹائے ہوئے تھے ورنہ وہ اپنی شان تحقیق اور کمالات میں غزالی اور رازی سے کم نہ تھے اگر شبہ ہو تو اُن حضرات کی تحقیقات اور ملفوظات بھی موجود ہیں

اور ان بزرگوں کے بھی موجود ہیں موازنہ کر لیا جائے معلوم ہو جائیگا

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آنیوالوں کیلئے ایک اور قید لگا دی ہے جب سے ذرا امن ہے مگر پھر بھی بعض بدفہم ستاتے ہیں وہ قید یہ ہے کہ جب تک یہاں قیام رہے خاموش مجلس میں بیٹھا کریں مکاتبت مخاطبت کچھ نہ کریں۔ جب بصیرت بڑھ جائے وطن واپس پہونچکر خط و کتابت کریں اور زیادہ کریں کیونکہ کثرت مکاتبت سے مناسبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ غرض مجلس میں خاموش رہنا تجربہ سے بیحد مفید ثابت ہوا لوگ اسکی قدر نہیں کرتے یہاں سے وطن واپس جا کر لوگ لکھتے ہیں کہ پہلے تو سمجھ میں نہ آیا تھا مگر اس خاموش رہنے سے جو نفع ہوا دس برس کے مجاہدہ سے بھی نہ ہوتا۔ یہ اسقدر مفید چیز ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے گھر میں سے علاج کرانے مظفر نگر گئیں تھیں۔ حافظ سخاوت علی کے مکان پر ٹھیریں ایک عیسائی مس کے زیر علاج تھیں وہ صبح شام دیکھنے آتی تھی میں بطور مزاح کہا کرتا کہ سخاوت مس عیب را کیمیاست۔ سخاوت کا مکان علاج کرنیوالی مس۔ اور کیمیا یہ کہ فیس لیتی تھی۔ اُس مس کا مقولہ حافظ سخاوت علی نے بیان کیا کہ وہ کہتی تھی کہ میں مردوں کے بڑے بڑے مجمعوں میں جاتی ہوں کبھی کوئی بات محسوس نہیں ہوتی اور آج پیر صاحب کو بیٹھے دیکھکر میرا پیر نہ اُٹھتا تھا یہ اثر محض منجانب اللہ ہے ایک مرتبہ ریاست رامپور میں نواب صاحب نے علماء دیوبند کو قادیانیوں سے مناظرہ کیلئے مدعو کیا تھا بعض حضرات کے اصرار پر میں بھی چلا گیا تھا۔ ایک خاص وقت سب علماء دربار میں بیٹھے تھے۔ میں بھی نواب صاحب سے بہت دور بیٹھا تھا۔ نواب صاحب نے اپنے ایک مصاحب سے جو انگریزی میں انسپکٹر تھے کہا تھا کہ یہ جو شخص جو ایک طرف کو گردن جھکائے بیٹھا رہتا تھا کون ہے معلوم نہیں اسکی طرف قلب کو کیوں کشش ہوتی ہے اُن انسپکٹر نے سب بتلایا۔ یہ سب کشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ سب اپنے بزرگوں کی دعاء اور توجہ کی برکت ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل برساتی مینڈکوں کی طرح بہت سے مجتہد اور مصنف پیدا ہو گئے۔ بڑے ہی فتنہ کا زمانہ ہے۔ جاہل لوگ قرآن و حدیث میں دخل دیتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز معانی میں تحریف ہو رہی ہے احکام میں اصلاح دی جا رہی ہے

انکی اس اصلاح دین کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص ایک جلد ساز کے پاس قرآن شریف کی جلد بندھوانے کیواسطے لیگئے اُنکو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ اسکی عادت ہے کہ جو کتاب یا قرآن جلد بندھنے کیلئے ان کے پاس آتا ہے یہ اپنی طرف سے اُسمیں کچھ نہ کچھ اصلاح دیتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ بھائی قرآن شریف کی جلد بندھوانا ہے معلوم ہوا ہے کہ تم ہر کتاب میں اپنی طرف سے کتر بونت کرتے ہو۔ دیکھو یہ اللہ کا کلام ہے اس میں کچھ گڑبڑ نکرنا۔ کہا کہ اب تو میں نے یہ حرکت چھوڑدی ہے آپ بالکل مطمئن رہیں وہ دیکر چلے گئے اور یہ وعدہ پر قرآن شریف لینے گئے دیکھا کہ جلد بندھکر تیار رہے اُنہوں نے دریافت کہ کہو بھائی کوئی کتر بونت تو نہیں کی۔ کہا کہ جی نہیں مگر بعض غلطیاں بہت فاش تھیں اُنکو البتہ صحیح کردیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ غلطیاں کیا تھیں۔ کہا کہ اس میں لکھا تھا خرّ موسی حالانکہ خرّ تو عیسےٰ کا تھا۔ میں نے وہاں کاٹ کر لکھدیا ہے خرّ عیسےٰ ایک جگہ لکھا ہے عصیٰ اٰدم۔ عصے موسیٰ کا تھا میں نے وہاں کاٹ کر لکھدیا ہے عصی موسیٰ۔ ایک جگہ لکھا ہے ولقد نادانا نوح۔ بھلا نوح نادان تھے۔ میں نے وہاں لکھدیا ہے ولقد دانا نوح۔ اور ایک بات تو اس میں بہت ہی گڑبڑ کی تھی وہ یہ کہ اُس میں جابجا فرعون ہامان قارون شداد کافروں کے نام تھے۔ میں نے سب کاٹ کر اپنا اور تمہارا نام لکھدیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا تیرا ناس کرے تو نے تو قرآن شریف ہی کو گڑبڑ کردیا۔ بس یہی حالت آجکل کے مجتہدوں اور مصنفوں کی ہے۔ یہ بھی من گھڑت باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ بچائے ایسے خیرخواہان اسلام و ہمدردان اسلام سے۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کے دوست نما دشمن ہیں بلکہ اپنے بھی دشمن ہیں اپنی عاقبت اور آخرت کو برباد کر رہے ہیں باقی اسلام کی تو وہ شان ہے کہ جسکو فرماتے ہیں

چراغے را کہ ایزد بر فروزد   ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جان مفت تھوڑا ہی دیجا سکتی ہے جب تک کہ یہ اطمینان نہو کہ اپنے محل پر جا رہی ہے اور راز اسکا یہ ہے کہ جان اپنی ملک نہیں کہ اُس میں جو چاہو تصرف کرلو۔ دیکھئے اگر جان اپنی ہوتی تو خودکشی کیوں حرام ہوتی۔ ہاں جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں جان دینا طاعت ہے تو وہاں کمزور مسلمان بھی قوت ایمان سے بہادر ہو جائیگا کیونکہ شجاعت میں کمی تردد سے ہوتی ہے۔ اور بے موقع بے محل بدون اذن شرعی کے جان دینا کوئی بہادری نہیں

بلکہ بزدلی ہے جیسے خودکشی بہادری نہیں اور اگر یہ بہادری ہے تو ویسی ہی ہے جیسے عورتیں کنوئیں میں گر کر مر جاتی ہیں کیا کوئی عاقل اُنکو بہادر کہیگا اور حقیقی شجاعت صرف مسلمان میں ہے اور شجاعت ہی کی کیا تخصیص ہے تمام کمالات کی یہی حالت ہے کہ دنیا کی غیر مسلم اقوام مسلمانوں سے کسی چیز میں نہیں بڑھ سکتیں خواہ علم ہو یا عمل ہو شجاعت ہو یا عقل ہو۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے اندر ایک چیز ہے جسکو ایمان کہتے ہیں اور نور ایمان کے اندر جو چیز نظر آویگی وہ ظلمت اور اندھیرے میں کہاں نظر آسکتی ہے اسکے موازنہ کی سہل صورت یہ ہے کہ ایک کافر کو لیجئے اور ایک مسلمان کو لیکن وہ دونوں ایک ملک ایک تعلیم ایک سے قوی ایک سی وسعت میں شریک ہوں پھر موازنہ کر لیجئے معلوم ہو جائیگا کہ کون قابل اور کون نا قابل ہے۔

(ملفوظ ۴۹۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شجاعت اور تدبیر ایک جگہ جمع ہو سکتیں ہیں دیکھئے شیر جیسا بہادر اور شجاع جانور چھپکر شکار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں یہ جو عام لوگ کہتے ہیں کہ تدبیر شجاعت کے خلاف ہے محض غلط ہے فرمایا شیر کے ذکر پر اُسکی ہیبت کے متعلق یاد آگیا۔ ایک مدراسی طالب علم بیان کرتے تھے کہ ایک پہلوان پہلوان تھا فربہی کے سبب اُسکے ہاتھ کی اُنگلی میں ایک انگوٹھی پھنس گئی تھی کسی طرح نکلتی نہ تھی۔ ایک مرتبہ چھکڑے میں بیلوں کو ہانکتا ہوا سفر کر رہا تھا جنگل کا موقع تھا سامنے سے شیر آگیا اُسکو دیکھکر انگوٹھی ہاتھ سے نکل گئی۔

(ملفوظ ۴۹۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کل ایک صاحب کا منی آرڈر آیا تھا بندہ خدا نے منی آرڈر تو بھیجا اور یہ نہیں لکھا کہ کس مد کا ہے۔ آخر کون میں تو بہت جگہ ہوتی ہے اور وہ ہے بھی اس ہی لئے تو میں اب کیا کرتا جب کوئی مد ہی متعین نہیں۔ میں نے واپس کر دیا۔ میں کیوں گڑبڑ میں پڑوں کیوں اُلجھن اور خلجان اور پریشانی سر لوں۔ اُسکو وصول کر کے پوچھتا پھروں۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اُسکے آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی مجھے دیتا ہے اُس کی اور طرح کی خوشی ہوتی ہے اور اگر مجھکو کسی کار خیر کا واسطہ بناتا ہے اُسکی اور طرح کی خوشی ہوتی ہے۔ فطری فرق ہے۔ میں بزرگ نہیں بنتا جو حقیقت ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ مگر یہ خوشی جب ہی ہوتی ہے کہ اُسکی ساتھ کوئی بے ڈھنگا پن نہ ہو۔ اپنی آزادی اور اُصول میں خلل نہ آوے ورنہ

ہزاروں کے لینے سے بھی انقباض ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے چار ہزار اٹھائیس روپیہ یہاں پر مدرسہ کیلئے بھیجنا چاہا وہ ایک صاحب کی وصیت تھی۔ لکھا کہ فلاں صاحب کی وصیت کی بناء پر چار ہزار روپیہ بھیجا جاتا ہے لہذا ایک تو رسید بھیجدیں اور ایک یہ کہ اُس رسید پر سب رجسٹرار کی تصدیق کراکر رجسٹری کراکر بھیجدیں۔ میں نے لکھدیا کہ نہ یہاں سے رسید بھیجنے کا معمول ہے اور نہ ہم سب رجسٹرار کے پاس جائیں گے۔ دوبارہ لکھا کہ کسی مجسٹریٹ کی ہی تصدیق کراکر بھیجدیں جو وہاں پر ہوں۔ میں نے لکھا کہ مجسٹریٹ تو ہیں اور ایسے ہیں کہ گھر پر آکر تصدیق کرسکتے ہیں مگر ہم نہ اُنکو تکلیف دینا چاہتے ہیں اور نہ خود تکلیف اُٹھائیں گے پھر لکھا ہوا آیا کہ پھر کیا ہو۔ میں نے لکھا اس کا فتوی علماء سے حاصل کرلو کہ ایک شخص کی یہ وصیت تھی اور ہم اُس وصیت کی موافق ان شرائط سے روپیہ دینا چاہتے ہیں۔ خادمان مدرسہ ان شرائط کو قبول نہیں کرتے اس میں کیا فتوی ہے بس جو فتوی ہو اُسپر عمل کرلیا جائے۔ اسپر لکھا ہوا آیا کہ نہ ہم رسید چاہتے ہیں اور نہ تصدیق مذکور صرف دو طالب علموں کی تصدیق کرادیں اور روپیہ بھیجتے ہیں۔ میں نے منظور کرلیا اتفاق سے اُسوقت ہمارے یہاں دو افسر سرکاری ایک جج ایک ڈپٹی کلکٹر قیام کئے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں کی تصدیق لکھا کر بھیجدی۔ بھیجنے والے بیحد خوش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ ایک تو ہم کام کریں اور اوپر سے پابندیاں اور نخرے اُٹھائیں اسکی ضرورت ہی کیا ہے اگر ہمپر اعتماد ہے بھیجو۔ نہیں تو مانگتا کون ہے۔ یہاں پر نہ ترغیب ہے نہ تحریک ہے پھر کیوں کسی کا ناز اُٹھایا جاوے۔ جی یوں چاہتا ہے کہ دین کی عزت کیلئے اینٹھ مروڑ بھی ہو اور دنیا کی مصلحت کیلئے لاکھ کروڑ بھی ہو۔ اجی استغنائی القلب تو جسقدر ہونا چاہئے ہے نہیں۔ مگر الحمد للہ استغناء عن الکلب ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص ایک ہزار روپیہ لیکر آیا اور خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا کہ آجکل مجھکو حاجت نہیں کیا کروں گا۔ عرض کیا کہ حضرت کسی مصرف خیر میں صرف فرمادیں۔ فرمایا کہ میں تمہارا نوکر ہوں منیجر ہوں۔ خزانچی ہوں۔ میاں خود صرف کردو۔ ان بزرگوں کی کیسی استغناء کی شان تھی۔ اور ہمارے سب بزرگوں کی قریب قریب یہی شان تھی۔ بحمد اللہ سب ایسے ہی گذرے ہیں۔ استغناء کی شان سب میں تھی مگر ان کمالات پر بھی اپنے کو چھپائے

اور مٹائے ہوئے تھے اس وصف میں وہ شان تھی جیسا کسی بزرگ کا الہام ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اولیائی تحت قبائی لایعرفھم سوائی وہاں بجز مشغولی حق کے کچھ نہ تھا۔ اس مشغولی بحق اور غیرت عن التشغل بغیر الحق کا ایک نمونہ ایک حکایت سے پیش کرتا ہوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا ایک خط آیا تھا نواب صاحب چھتاری کے نام۔ جب اُن کا ارادہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں عمر گذارنے کا تھا اور عارضی طور پر اپنی ریاست کا انتظام کرنے کیلئے ہندوستان آئے تھے اُسوقت حضرت نے اُنکو لکھا تھا کہ اس انتظام میں اپنے خرچ کیلئے تو ریاست سے روپیہ منگانا تجویز کریں۔ مگر داد و دہش کیلئے منگانے کا انتظام نکریں یہ بھی غیر حق کی طرف مشغولی ہے جو عابد مجرد کیلئے تو زیبا ہے مگر عاشق کیلئے زیبا نہیں اور یہ شعر لکھا ؎

نان دادن خود سخائے صادق است جان دادن خود سخائے عاشق است

اور یہاں مکہ میں رہکر مشغولی بغیر حق سخت مضر ہے۔ اور اصل بات تو یہ تھی کہ تم اپنے لئے بھی منگانا تجویز نہ کرتے اسلئے کہ کریم کے دروازہ پر کھانا باندھ کر لانا بہت ہی سوءِ ادب ہے۔ مگر چونکہ تم ابتداء سے اسکے خوگر ہو اسلئے تم اپنے لئے انتظام کرکے لاؤ ورنہ موجب تشویش ہوگا اور تشویش بھی مضر ہے کیا ٹھکانا ہے حضرت کی اس بصیرت کا۔ بزرگوں کے یہاں اس کا ہمیشہ اہتمام رہا کہ مشغولی بغیر حق نہ ہو۔

(**ملفوظ** ۴۹۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔ کام کرنے سے کام چلتا ہے۔ ایک بزرگ نے بہت اچھی بات لکھی ہے۔ بڑے کام کی بات ہے کہ اے عزیز بزرگوں کے ملفوظات کے یاد کرنے کا اہتمام نکرو بلکہ اسکی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہاری زبان سے بھی وہی نکلنے لگے جو اُن کی زبان سے نکلا۔ اسکی ایک مثال ہے کہ ایک قلعہ ہے اُس میں رسد جمع کرنا ہے تو پانی کا ایک بہت بڑا حوض تیار کرایا اور اُسکو بیرونی پانی سے بھر لیا مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنواں اندر کھود لو گو پانی تھوڑا ہوگا مگر آتا رہیگا برابر خرچ کرتے رہو نکالتے رہو۔ کمی نہ ہوگی۔ اسیطرح اپنے اندر کنواں کھود لو۔

(**ملفوظ** ۴۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حقیقی مسرت بچوں کو نصیب ہوتی ہے کہ وہ تکلف سے مسرت ظاہر نہیں کرتے جو کچھ دل میں ہوتا ہے اُسی کو ظاہر کرتے ہیں اسیواسطے ان کی ہر ادا محبوب اور

پیاری ہوتی ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانان رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود حد درجہ نازک مزاج ہونے کے اور باوجود بچوں کے بے تمیز ہونے کے اُن کی ادائیں دیکھنے کیلئے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ میاں تم اپنے لڑکوں کو ہمکو دکھاؤ۔ یہ یہ سمجھے کہ حضرت نازک مزاج ہیں بچے شوخ ہوتے ہیں کوئی گڑبڑ کریں گے حضرت کو تکلیف ہو گی اس خیال سے ٹال گئے۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ میاں تم سے بچوں کے لانیکو کہا تھا۔ اسی طرح کئی دفعہ فرمایا۔ اب یہ سمجھے کہ جان نہ بچیگی۔ بچوں کو خوب تعلیم دیکر اور انکو خوب مہذب بنا کر انکو لیکر خدمت میں حاضر ہوئے وہ لڑکے گردن جھکا کر نہایت متانت اور تہذیب سے بیٹھ گئے۔ حضرت نے اُنکو بہت چھیڑا مگر وہ کھلے نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں تم بچوں کو نہیں لائے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بیٹھے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بچے ہیں یہ تو تمہارے بھی باوا ہیں۔ بچّے تو ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی کودتا کوئی پھاندتا کوئی ہمارے سر کی ٹوپی اُتار کر بھاگ جاتا پھر فرمایا دیکھ لیجئے ان حضرات کا عدل کہ بچوں سے وہی بات پسند تھی جو بچوں میں فطری ہوتی ہے یہ حضرات بڑے عادل ہوتے ہیں۔

(ملفوظ ۹۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے حیدر آباد والے ماموں صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزیں خاص طور پر قابل رحم اور قابل خیال ہیں۔ ایک عورت اور ایک مسجد ان دونوں میں ایک چیز مشترک ہے کہ ان دونوں کا اپنے کو کوئی ذمہ دار نہیں سمجھتا اسلئے ان کے حقوق بہت ہی کم ادا کئے جاتے ہیں حالانکہ اگر عورتیں خاوندوں کو تنگ کرنا چاہیں تو خاوند کچھ نہیں کر سکتے اور جو عورتیں خاوندوں کے قابو میں ہیں اور انکو پریشان نہیں کرتیں وہ مردوں کا کمال نہیں عورتوں کا کمال ہے اگر خدانخواستہ عورتیں بگڑ جائیں تو خاوند اُن کا کچھ نہیں کر سکتے۔ مردوں کی یہ تمام اکڑ فوں اُسی وقت تک ہے جبتک کہ عورت کچھ نہیں بولتی۔

(ملفوظ ۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل خوشخطی تو فنا ہی ہو گئی۔ اکثر بہت ہی بھدے خطوط آتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خط نسخ و نستعلیق دونوں قسم کا نہایت پاکیزہ تھا۔ اللہ نے ہر قسم کا حُسن دیا تھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت خوش نما خط تھا۔ ان حضرات کی تو ہر بات ہی دلکش تھی

(ملفوظ ۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص کی ماں بدکار تھی اُسنے ماں کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے

پوچھا کہ یہ کیا گیا اُن بدمعاشوں کو کیوں نہ قتل کیا کہا کہ جڑ تو یہی تھی اسلئے جڑ ہی کو الگ کر دینا چاہئے یہ حکایت اسیر بیان فرمائی کہ ایک صاحب اپنی ملازمت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کر رہے تھے کہ بہت سے کام ایسے ایسے کرنے پڑتے ہیں جنکو بوجہ خلاف دین ہونے کے کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اُسکو خوش رکھو اور یہی خاوند کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۹۶) ایک مولوی صاحب یہ ذکر کر رہے تھے کہ جسقدر تعلیم میں وسعت کیجا رہی ہے اور اسپر ہزاروں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اُسیقدر قابلیت گھٹتی جاتی ہے حتے کہ ان جدید تعلیم یافتوں کا املا تک صحیح نہیں ہوتا باوجود اسکے کہ وہ سرکاری عہدوں پر ممتاز ہو جاتے ہیں۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ آپنے بالکل صحیح فرمایا قابلیت کی یہ حالت ہے بھائی اکبر علی مرحوم کہتے تھے کہ ایک سب جج کے اجلاس پر اُنکی شہادت تھی۔ بیان ختم ہونیکے بعد کہا کہ یہ اپنا بیان پڑھکر دستخط فرما دیجئے اور جہاں کوئی اعتراض ہو درست کر دیجئے۔ اُس میں ایک جگہ اعتراض کا لفظ تھا اور وہ (ز) سے لکھا تھا۔ بھائی نے کہا کہ مجھکو صرف اس اعتراض پر اعتراض ہے۔ سب جج صاحب کہنے لگے کہ آہا میں بھولا (ظ) ہونی چاہیئے تھی اگر اتنا کہکر خاموش ہو جاتے کہ میں بھول گیا تب بھی بہتر تھا (ظ) کہکر اپنی قلعی کھولی اور تھے سب جج۔

(ملفوظ ۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ قناعت بھی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ اپنے حوائج کو محدود رکھے اور حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں پھر قناعت بھی مشکل ہے۔

(ملفوظ ۹۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ اُنہوں نے مقدمہ میں دعاء کرائی تھی بحمد اللہ کامیاب ہو گئے۔ لکھتے ہیں کہ حضور کو اور ذاکرین کو کچھ مٹھائی پہونچانیکا ارادہ ہے اگر اجازت ہو۔ میں نے لکھدیا کہ معمول کے خلاف ہے اسپر فرمایا کہ غنیمت ہے کہ فہم سے کام لیا اجازت حاصل کی۔ اگر بدون اجازت ایسا کرتے تو بڑی گڑبڑ ہوتی۔ بس میں یہی چاہتا ہوں کہ ہر معاملہ

میں عقل اور فہم سے کام لو کچھ بھی گڑبڑ نہ ہو۔ انہوں نے ڈھنگ اور سلیقہ سے ایک بات معلوم کی لطف سے جواب دیدیا گیا۔ کوئی قصہ جھگڑا نہیں ہوا۔ اگر بے ڈھنگا پن اختیار کرتے تو اس طرف سے بھی ویسا ہی روکھا سوکھا جواب ملتا۔ یہی میری بد خلقی سمجھی جاتی۔

(ملفوظ ۵۹۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہاں پر ایک شخص ہیں وہ عرضی نویسی کا کام کرتے ہیں انکو وعظ کہنے کا شوق ہے اور وہ جمعہ سے پہلے وعظ بیان کرتے ہیں جس سے لوگوں کی سنتوں میں خلل پڑتا ہے اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ کیا وہ شخص فتوی دیکھکر رک جائیں گے اگر یہ امید ہے تو ان سے کہئے کہ وہ خود پوچھیں۔ اسپر فرمایا کہ اس جواب سے فتنہ فساد کا بھی سد باب ہو گیا اور عاقل کے نزدیک حکم بھی ظاہر ہو گیا۔ ورنہ اچھا خاصا جنگ کا سامان ہوتا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ امیر مختار کی شرح فرمائیے۔ میں نے لکھا ہے کہ آپ اس شرح کو لیکر کیا کریں گے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ بعد نماز جنازہ کہا کرتے ہیں کہ قل ھو اللہ پڑھکر میت کو بخشدو۔ کیا یہ جائز ہے۔ میں نے لکھا کہ آپکو شبہ کاہے سے پڑا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں رسم ہے کہ مردے کو ایک صندوق میں بند کرکے اسکو دفن کر دیتے ہیں اور قبر اوپر سے خام رہتی ہے مگر چہار طرف سے اسکو پختہ کرا دیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے۔ اس سب کی ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمایا جاوے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ کیا اس رسم کے متعلق آپکے ذمہ انتظام ہے۔ اور کیا بدون حوالہ کتب غلط جواب ملنے کا احتمال ہے۔ اب ان جوابات پر جھلائیں گے اسلئے کہ سب ضابطہ کے جواب ہیں۔ ان سب سوالوں کے متعلق یہ فرمایا کہ بعض لوگوں میں مرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے درپے ہوتے ہیں انکو اپنی فکر ذرا نہیں ہوتی۔ ان سب جوابات کا حاصل یہ ہے کہ اپنی فکر میں لگو مگر چونکہ فہم کا قحط ہے اسلئے ان جوابوں سے کسی نفع کی امید نہیں بلکہ خفا ہو جائیں گے حالانکہ یہ سب اصلاح ہے۔ کہ تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

(ملفوظ ۶۰۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ غیر مقلد بظاہر تو متبع سنت معلوم ہوتے ہیں فرمایا جی ہاں یہانتک کہ سنت کے پیچھے بعضے فرائض تک کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں یہ ایسے متبع سنت ہیں۔ اکابر امت کی شان میں گستاخی کرنا کیا یہ فرض کا ترک نہیں۔ بہت ہی

بیباک فرقہ ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن القیم جو انکے بڑے ہیں اور یہ اُنکو امام مانتے ہیں اور واقع میں ہیں بھی بڑے درجے کے مگر جرأت سے وہ بھی خالی نہیں۔ اور باوجود اسکے کہ وہ ہمارے اکابر ہیں بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں مگر ہماری ہمت اُنکے ساتھ گستاخی کرنے کی نہیں ہوتی۔ ان حضرات میں غصہ بہت ہے۔ جب غصہ آتا ہے بیدھڑک لکھتے چلے جاتے ہیں۔ ادب یا احترام کسی کا یاد نہیں رہتا۔ استوی علی العرش کے مسئلہ میں دعوے تو سلف ہی کے مسلک پر ہونے کا ہے مگر تقریر میں ایسے غلو کے الفاظ آجاتے ہیں جن سے مشبہہ اور مجسمہ کے مذہب کا ایہام ہوجاتا ہے

(ملفوظ ۵۴۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ مجھکو متعارف نرمی کا برتاؤ کرنیکا مشورہ دیتے ہیں۔ اُن کا یہ مشورہ حقیقت سے بیخبری کی بناء پر ہے جو دخل در معقولات سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ اب میں اپنے تجربات پر عمل کروں یا انکے مشوروں پر۔ کام تو میرے سپرد اور مشورہ ان کا۔ یہ کیسی بے جوڑ بات ہے۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میں حضور اقدس کے دیدار سے مشرف ہو کر دست مبارک پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ کیا ان دونوں کا جمع کرنا لازم ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ؎

یک زمانے صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

میں نے لکھا کہ یہ معمہ بازی چھوڑو ایک جز کو صاف صاف لکھکر اُس کا جواب معلوم کرو جب وہ طے ہوجائے تب دوسری بات لکھو۔ یہ بھی لکھا ہے کہ حضور بیعت فرما کر مشرف فرمائیں اس میں بھی صفائی اور سادگی نہیں اور بات جب تک صاف نہو تلخیص اور تمحیص کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا مطلب کیا۔ اس تمحیص پر مجھکو لوگ وہمی کہتے ہیں۔ اب تحقیق اور تفتیش پر دیکھ لیجئے کیسے ان کے پر پرزے کیا معلوم ہوتے ہیں اور کیسی چوری پکڑی جاتی ہے۔ ایک صاحب بیعت پر بیحد مُصر تھے اُنہوں نے بھی لکھا تھا کہ میں ہر حکم کے بجالانے کیلئے تیار ہوں۔ میں نے لکھا کہ اچھا ایک حکم یہ ہے کہ بیعت پر اصرار کرنا چھوڑ دو۔ جواب لکھا ہے کہ حضور بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے لکھا کہ پھر یہ بات لکھی ہی کیوں تھی۔ یہ ہر حکم کی تعمیل کہاں ہوئی ان لوگوں کی نبضیں میں بھی خوب پہچانتا ہوں۔ ان میں جو مرض ہے میں اُسکو بحمد اللہ خوب سمجھتا ہوں۔

(ملفوظ ۵۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تبلیغ وہاں فرض ہے جہاں تبلیغ

نہ ہوئی ہو۔ اور جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں اس میں استحباب کا درجہ ہے۔ جیسے ایک شخص کو معلوم نہیں کہ سنکھیا مضر اور سبب ہلاکت کا ہے اُسکو تو بتلانا فرض ہے اور جسکو معلوم ہو اُسکو بتلانا فرض نہیں ویسے اگر اُسکو کھاتے دیکھے اور بتلائے تو تبرع اور احسان ہے۔

عـ۸۰۳
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس بڑی ہی بابرکت ذات تھی۔ حضرت کے فیوض باطنی سے ایک عالم منور ہو گیا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرما رہے تھے اور ذکر میں درجہ محویت کا تھا مگر ذکر کرتے کرتے دفعۃً فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے مگر جو بات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں تھی وہ کسی میں بھی نہیں تھی۔ واقعی حضرت حاجی صاحب عجیب جامع تھے۔ عاشق بھی بے بدل اور عارف بھی بے بدل۔

عـ۸۰۴
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں ایک خاص کیف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مقبول کی یہی شان ہوتی ہے۔

عـ۸۰۵
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ اصلاح کا باب بڑا ہی نازک ہے۔ بدون مہارت فن کے مشکل ہے کہ کسی کی اصلاح کر سکے۔ ایک صاحب نے اپنے حالات لکھے تھے۔ ان کی چند مرتبہ کی مکاتبت کے بعد میں نے لکھا کہ آپنے ناتمام جواب دیا ہے یہ تو خیال کا انقلاب ہے۔ میں اعمال کا انقلاب پوچھتا ہوں۔

عـ۸۰۶
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب ہیں نہایت قابل ہیں۔ پہلے وہ بالکل جنٹلمین تھے۔ اب حضرت کے وعظ دیکھتے ہیں۔ بالکل حالت بدل گئی۔ ایک صاحب نے اُن سے کہا کہ ہندوستان میں حضرت سے بڑھکر کوئی نہیں اُنہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ تمام دنیا میں حضرت مولانا سے بڑھکر کوئی نہیں۔ فرمایا کہ اُنہوں نے دنیا دیکھی کہاں ہے جو اُن کا یہ کہنا صحیح مانا جائے یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے ہماری ایک تائی صاحبہ تھیں اُنہوں نے کسی بات پر بھائی اکبر علی مرحوم سے کہا کہ دنیا میں یوں ہی ہوتا ہے۔ بھائی مرحوم نے کہا کہ تمکو دنیا کی کیا خبر۔ میرا گھر تمہارا گھر بس یہ تمہاری دنیا ہے تمنے دنیا دیکھی کہاں ہے۔ اسیطرح اُن بیچاروں نے دنیا دیکھی کہاں ہے۔ دوسرے ان بیکار باتوں میں کیا رکھا ہے۔ کام کی باتیں کرنا چاہئے۔ کام میں لگنا چاہئے

یہ مسلّم ہے کہ وعظ دیکھکر اپنی اصلاح میں لگے ہوئے ہیں مگر یہ باتیں بیکار ہیں کوئی ایسا دنیا میں ہو یا نہ ہو۔ اُن کو اس سے کیا بحث۔

۷ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۵۰۷) ایک صاحب نے عرض کیا حضرت السنۃ الجلیہ میں وحدۃ الوجود کی بحث ہے یا نہیں فرمایا کہ السنۃ الجلیہ میں بزرگوں کی اُن چیزوں کی تحقیق ہے جن سے لوگ تمسک کرتے ہیں مثلاً سماع ہے کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا تھا ہم بھی سنیں گے۔ مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ حسین بن منصور نے انا الحق کہا تھا ہم بھی کہیں گے اسلئے وحدۃ الوجود کے مسئلہ کا اس میں کوئی جوڑ نہ تھا۔

(ملفوظ ۵۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ محض اپنی رائے سے کسی قسم کا مراقبہ وغیرہ کرنا بدون مصلح کی اجازت کے مناسب نہیں بلکہ بعض اوقات بجائے نفع کے مضرت کا اندیشہ ہے کبھی ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ جیسے مریض کا اپنی رائے سے کوئی دوا کھانا۔

(ملفوظ ۵۰۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیۃ العلیہ جو بزرگان دین کی نصرت میں میں نے لکھا ہے اُس رسالہ میں تین باب ہیں اول میں اُن حضرات کے وہ اقوال جنمیں اُنہوں نے اتباع شریعت کی تاکید فرمائی ہے ثانی میں اُن کے بعض وہ افعال جن سے خود اُن کا شدت کی ساتھ متبع شریعت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ثالث میں بعض ایسے اقوال یا افعال کی توجیہ جو خلاف ظاہر حالت غلبہ میں یا کسی مخفی عارض سے اُن سے صادر ہوگئے ایسے امور متعدد ہیں مگر اُن میں سے ایک خاص اشکال کے متعلق جو کثیر الوقوع اور کثیر التذکرہ ہے نمونہ کے طور پر عرض کرتا ہوں اور وہ سماع کے متعلق ہے اس میں مختصر تفصیل یہ ہے کہ مزامیر کو تو ان بزرگوں نے بڑی سختی سے منع کیا ہے خود سلطان جی کا ارشاد بھی ان کے ملفوظات فوائد الفواد میں چھپا ہوا موجود ہے اور بے مزامیر بھی آجکل کا سا سماع نہ تھا جیسے کہ بریلی میں ایک مجلس سماع میں کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو کہ دونوں یوروپین تھے مدعو کیا گیا

اور بوقت سماع اُن پر بھی وجد کی سی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ کیا یہ حالت محمودہ تھی جسمیں ایمان بھی شرط نہیں۔ پھر اسکو نہایت فخر کیساتھ بیان کیا گیا اس غلو کی کوئی حد ہے بڑا ہی دھوکہ ہے اور اسپر بزرگوں کے فعل سے استدلال کرنا سخت جہل ہے اور علاوہ اسکے کیا ایک ہی چیز میں اُن کا اتباع یا اُن کے قول و فعل سے استدلال کرنا رہگیا۔ اور اُن کے طاعات و مجاہدات میں اُن کا اتباع نہیں کیا جاتا چنانچہ خود اُن ہی کتابوں میں اُنکے حالات کتاب و سنت پر عمل کرنیکے بھی تو لکھے ہیں اُنکو کیوں نہیں اختیار کرتے۔ سنۃ جلیبہ کے لکھنے کے وقت میرے پاس ان حضرات کے حالات معلوم کرنیکے لئے زیادہ کتابیں نہ تھیں اور نہ اسکی ضرورت تھی مجھکو تو نمونہ پیش کرنا تھا سو وہ بحمد اللہ جمع ہوگیا علاوہ اعمال اختیاریہ کے اللہ تعالیٰ نے اُنکو کمالات و کرامات بھی تو عطا فرمائے تھے سو تم کس کس بات میں اُن کی مساوات کروگے۔ چنانچہ حضرت قطب صاحب سماع سُن رہے تھے اُسوقت بہت کم عمر تھے کہ داڑہی بھی نہ نکلی تھی۔ چند علماء جمع ہوکر اعتراض کرنے کیلئے آئے اور قطب صاحب سے کہا کہ سماع کی بہت سی شرائط ہیں منجملہ اُنکے ایک یہ بھی ہے کہ امرد شریک نہو اور آپ خود امرد ہیں ایسی حالت میں کہاں جائز ہے آپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا لو دیکھو یہ داڑہی ہے چنانچہ داڑہی ظاہر ہوگئی۔ علماء قدموں پر گر گئے اور معافی چاہی۔ اور حقیقت مشترکہ سب عذروں کی یہ ہے کہ یہ لوگ عشاق تھے اور عاشق اپنے خاص حالات میں معذور ہوتا ہے جو کچھ اُنسے ہوا اکثر غلبۂ حال میں ہوا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگوں کو آجکل یہ مرض ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے ادھر کی اُدھر کی ہانکا کرتے ہیں۔ یا دل ہی دل میں فضول مسودے گانٹھا کرتے ہیں حتے کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوکر بھی ان وساوس میں آلودہ رہتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھسے خود بیان کیا کہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ معلوم نہیں عند اللہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت اس خطرہ پر مطلع ہوگئے۔ فرمایا میاں تمکو اس سے کیا بحث بادل کا ہر ٹکڑا سیراب کرنے کیلئے تو کافی ہے پھر تمکو اس کی کیا فکر کہ ان میں کونسا ٹکڑا بڑا ہے کون چھوٹا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن بزرگوں پر اعتراض ہے کہ متبع شریعت نہ تھے محض غلط ہے

یہ حضرات سلف کے طریق پر تھے اُنمیں خشیت تھی۔ اور بعضی خلاف ظاہر باتوں کا جو اُن سے صدور ہوا وہ اسوجہ سے کہ بعض حضرات پر شورش کا غلبہ تھا اُس میں معذور تھے اور بھلا احکام شریعت میں تو کیا کوتاہی کرتے۔ ان حضرات نے تو حقوق طریق تک پورے ادا کیے ہیں۔ دیکھئے ایک قصہ عرض کرتا ہوں اُس سے حقوق طریق کی کسقدر رعایت ثابت ہوتی ہے۔ حضرت سلطان جی مرید ہیں حضرت شیخ فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ایک بار فصوص کا ذکر آگیا شیخ فرید رح کی زبان سے نکلا کہ فصوص کے نسخے اکثر غلط ہیں۔ سلطان جی کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت فلاں شخص کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جی ہاں واقعی بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ جب سلطان جی مجلس سے اُٹھے حضرت شیخ کے صاحبزادہ نے کہا خبر بھی ہے حضرت شیخ نے کیا فرمایا وہ خالی الذہن تھے کہنے لگے میں تو کچھ نہیں سمجھا صاحبزادہ نے کہا حضرت شیخ نے اپنی ناراضی ظاہر کی گویا تمنے حضرت شیخ کی استعداد علمی پر حملہ کیا کہ بدون صحیح نسخہ کے وہ کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اسلئے صحیح نسخہ کا پتہ بتلایا گیا۔ اتنا سننا تھا کہ سلطان جی دم بخود رہ گئے اور حاضر ہو کر معافی چاہی شیخ راضی نہیں ہوئے۔ صاحبزادہ نے سفارش کی تب راضی ہوئے۔ لوگ آجکل لٹھ دنگا تے پھرتے ہیں ان حضرات کو دیکھئے یہ تو سب فانی تھے پھر کتنی بعید دلالت پر کیسی تادیب فرمائی۔ حضرت سلطان جی فرماتے ہیں کہ گو حضرت راضی ہو گئے مگر میرے دل میں ساری عمر کانٹا سا کھٹکتا رہا کہ میں نے شیخ سے ایسی بات کیوں کہی جس سے حضرت کو تکلیف پہونچی۔ دیکھا شیخ کے حقوق کی رعایت کا قلب میں کسقدر اہتمام تھا جب شیخ کی یہ عظمت تھی تو یہ حضرات اللہ اور رسول ﷺ کے حقوق کو تو کیسے فراموش کر سکتے تھے۔

۲۱۲ (**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تعظیم کو تو پسند نہیں کرتا البتہ محبت سے جی خوش ہوتا ہے مگر وہ بھی ضروری نہیں بلکہ مناسبت ضروری ہے۔ اور علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی حالت پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہو اور اُس سے یہ تردد بھی نہ ہو کہ ایسی حالت میں اس سے تعلق رکھوں یا نہ رکھوں اگر ایسا ن کا اعتراض پیدا ہو تو کسی اور سے تعلق پیدا کرے اسلئے کہ جب شیخ کی طرف سے کھٹک ہے تو نفع ہرگز نہ ہو گا ہر وقت کھٹک حجاب رہیگی۔ اور مناسبت نفع کیلئے اصل شرط ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز امر کو شیخ کیلئے جائز سمجھے بلکہ

باوجود ناجائز سمجھنے کے اعتراض و تردد بقید مذکور نہ ہو۔

(ملفوظ ۱۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف نے طالبین کے بڑے بڑے سخت امتحان لئے ہیں۔ ایک بزرگ سے ایک شخص مرید ہونے آیا غضب کا امتحان لیا کہا کہ میں ایک بلا میں مبتلا ہو گیا ہوں اور مریدوں سے تو کہہ نہیں سکتا اعتقاد جاتا رہے گا اور تم ابھی مرید نہیں ہو محض دوست ہو اسلئے تم پر ظاہر کرتا ہوں اس میں تمہاری امداد کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہوں بہت سی سعی اور کوشش کے بعد اُسنے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک شب کیلئے میرے پاس آجائے۔ لہذا آج وہ آئیگی اُسکے مکان کا یہ پتہ ہے اور مشورہ سے ایک خاص آواز تجویز ہو گئی ہے کہ ایسی آواز پر وہ میرے فرستادہ کی ساتھ چلی آئیگی لہذا تم ایسی آواز دیکر اسکو اپنی ہمراہ لے آنا۔ اور یہ بزرگ یہ سمجھے کہ یہ اب میرے پاس نہیں آئیگا اور یہ خیال کریگا کہ یہ شیخ کدھر بہے ہے یہ تو زانی ہے مگر وہ اس بی بی کو لیکر آگیا اب یہ سمجھے کہ صبح کو نظر نہ آئیگا مگر صبح کو دیکھا کہ گھڑے کے نیچے چولہے میں پانی گرم کرنیکے لئے آگ جلا رہا ہے۔ پوچھا کہ کیا کرتا ہے کہا غسل کیلئے پانی گرم کر رہا ہوں۔ یہ عورت شیخ کی بیوی تھی کوئی غیر محرم عورت نہ تھی۔ مگر کمال ہی کیا امتحان کی بھی حد ہو گئی۔

(ملفوظ ۱۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف کا طرز عمل اور مسلک اصلاح کے باب میں دیکھ لیا جائے کہ کیسے کیسے امتحانات طالبین کے لئے ہیں اور وہ لوگ کسقدر ثابت قدم رہے ہے ایک رسالہ ہے **آداب الشیخ والمرید** یہ شیخ اکبر کا رسالہ ہے عربی میں تھا اب اُسکا ترجمہ اُردو میں ہو گیا اُسکے دیکھنے سے حقیقت معلوم ہو گی کہ طالب کیلئے کیا کیا شرائط لکھے ہیں۔ یہ تو اس زمانہ کے شیخ نہیں سلف میں سے ہیں جنکا مسلک حجت ہے اور میرا انتظام وہاں تک پہونچا ہوا بھی نہیں مگر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے سخت بتلایا جاتا ہے حالانکہ میں نے کبھی امتحان کا قصد بھی نہیں کیا شروع ہی سے تعلیم کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ امتحان سے تو میں خود ہی ڈرتا ہوں۔ مگر بزرگان سلف نے تو ہمیشہ قصداً امتحان لیا ہے۔ ایک شخص ایک بزرگ سے اسم اعظم معلوم کرنا چاہتا تھا اُن بزرگ نے معلوم کیا کہ اس میں ضبط کا مادہ نہیں معلوم نہیں کس کس کو سکھلا دیگا اسلئے یہ اسکا اہل نہیں۔ عرض کیا کہ حضرت کبھی حکم کے خلاف نکر دونگا

یہ لوگ بڑے ظرف کے ہوتے ہیں- فرمایا اچھا ٹھیرو یہ ٹھیر گیا- دو چار روز کے بعد دو پلیٹ بند
لاکر اس شخص کو دیں اور فرمایا کہ فلاں مسجد میں ایک بزرگ رہتے ہیں انکو یہ پہونچا آؤ مگر راستہ میں
کھولکر نہ دیکھنا- یہ شخص لیکر چلا اب راستہ میں اسپر کشمکش کا غلبہ ہوا کہ اس میں ہے کیا- اگر شیخ
یہ نہ فرماتے کہ کھول کر نہ دیکھنا تو شاید اسقدر ہیجان نہ بھی ہوتا مگر وہ کہدینا غضب ہو گیا- سوچا یہ
کہ اس میں ایسی کیا چیز ہے کہ جسکے دیکھنے کی ممانعت کی ہے- پھر خیال کیا کہ شاید کوئی چیز کھانیکی
ہو- اور شیخ نے اسلئے منع کر دیا ہو کہ کہیں کھا نہ لے سو میں نہیں کھاؤں گا اسلئے کھول کر دیکھنا چاہئے
بس جیسے ہی اوپر کی پلیٹ کو اُٹھایا اُس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا اب یہ سخت پریشان
چیز ایسی کہ آسانی سے ہاتھ نہیں آسکتی- غرضکہ خالی پلیٹ لیکر اُن مرسل الیہ بزرگ کی خدمت
میں پہونچا اور واقعہ بیان کیا- اُنہوں نے فرمایا کہ تمنے کوئی درخواست کی ہو گی شیخ نے تیرا
امتحان کیا- یہ شخص نہایت شرمندگی کیساتھ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا- شیخ نے فرمایا کہ بس
اب تو درخواست نہ کریگا- جب تو معمولی چیز کی حفاظت نہیں کر سکا اُس امانت کی حفاظت کی تجھسے
کیا اُمید ہو سکتی ہے- ایک اور بزرگ کے پاس جو شخص مرید ہونے آتا شیخ خادم کے ہاتھ کھانا
بھیجکر فرماتے کہ یہ شخص جب کھانا کھا چکے تو بچی ہوئی روٹی سالن ہمکو دکھلانا- ایسا ہی ہوتا- شیخ
اُسکو ملاحظہ فرماتے اور یہ دیکھتے کہ روٹی سالن تناسب سے بچا یا نہیں اگر تناسب سے نہ بچتا تو فرما دیتے کہ
معلوم ہوتا ہے کہ تم میں مادہ انتظام کا نہیں لہذا تمکو ہمسے مناسبت نہیں ہم تمکو مرید نہ کریں گے-

۳۳

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر ایک شیخ سے مناسبت نہ ہو دوسرے سے
تعلق پیدا کر لے وہاں بھی نہ ہو تیسرے سے کر لے اگر کسی سے بھی نہ ہو تو سبکو چھوڑ دے-
قرآن ہے- حدیث ہے فقہ ہے- انپر خلوص سے عمل کرے اور ہدایت و استقامت کی دعا کرتا
رہے بس کافی ہے- خدانخواستہ کاملین میں یہ احتمال تھوڑا ہی ہے کہ جس سے انکو انقباض ہو
اُسکے دوزخ میں جانیکی تمنا کریں پھر آخرت میں... یہ انقباض بھی جاتا رہیگا ونزعنا ما فی
صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھر- ایک صاحب تھے اُنکو مناسبت ہی نہ تھی
بلکہ اور اوپر سے اُن میں اعتراض کا مادہ بھی تھا اور اُنہوں نے اپنی کج فہمی سے طریق کا خلاصہ یہ نکالا
تھا کہ بس پیر پرستی کرو یہ خودرائی خود اسکی دلیل ہے کہ اس شخص کا دماغ خراب ہے میں نے

خدا کے فضل سے اور اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے طریق کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے منجملہ اور مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصول صحیحہ کا اتباع تم بھی کرو اور شیخ بھی کرے۔ مراد اصول صحیحہ سے اصول شرعیہ و مسائل شرعیہ ہیں۔ پیر پرستی شیخ پرستی تو مخلوق پرستی ہے۔ اسکو چھوڑو خدا پرستی اختیار کرو اور میں نعوذ باللہ مخلوق پرستی کو تو کیا گوارا کرتا آنیوالوں سے خدمت لینے تک کو پسند نہیں کرتا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا شیخ کی تعلیم پر ذرا چوں و چرا نہ کرے ورنہ محروم رہیگا وہ جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے جیسے طبیب حاذق جو مناسب سمجھتا ہے تشخیص کے بعد تجویز کرتا ہے ہاں طالب کو اسکا بیشک حق ہے کہ اس شیخ کو چھوڑ دے مگر یہ حق نہیں کہ تعلق رکھکر پھر اسکی تجویز میں چون و چرا کرے یا دخل دے۔ اسکی نظیر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توریت میں مشغول ہونیکی اجازت نہیں فرمائی تھی اور فرمایا کہ میں ایسی شریعت لایا ہوں اسکے سامنے کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب حضور کے سامنے توریت کے پڑھنے سے یہ تھا کہ سامنے پیش کر دوں گا تو اصل معلوم ہو جائیگی مگر پھر بھی اجازت نہیں دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم تمام انبیاء علیہم السلام کے غلام ہیں مگر کرینگے وہی جو حضور حکم فرمائیں دوسری طرف بلا ضرورت توجہ بھی نہ کرینگے جیسے ایک شخص کا کوئی غلام ہو تو وہ غلام اس شخص کے بھائی کا حکم تھوڑا ہی مانیگا حکم تو اُس کا ہی مانیگا جس کا غلام ہے البتہ بھائی ہونیکے دوسرے حقوق ہیں وہ ادا کریگا۔ اسی طرح شیخ کی تعلیم ہوتے ہوئے دوسری تعلیم کی طرف توجہ مُضر ہے ہاں تعظیم و ادب و اعتقاد سب شیوخ کا ضروری ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض باتیں صورۃً دین ہوتی ہیں مگر حقیقت میں دین نہیں ہوتیں نفسانیت ہے اُنکو دین سمجھ بیٹھتا ہے۔ میرے متعلقین میں ایک شخص تھے لکھے پڑھے مولوی۔ انکو اس مسئلہ میں عملاً غلو ہو گیا تھا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔ مسئلہ تو احناف کے مسلک کیموافق صحیح ہے۔ جو علماء اُنکے مقابل تھے اُنپر احتجاج کیلئے انہوں نے ایک فتوی مرتب کر کے اُسپر تمام ہندوستان کے مشاہیر علماء کے جنکو وہ جانتے تھے دستخط کرائے۔ جہاں جاتے اُس فتوی کو ساتھ رکھتے۔ چنانچہ یہاں پر بھی اُسکو ساتھ لائے۔ معلوم ہوا کہ ڈیڑھ دو سال سے اسی میں منہمک

ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اس اہتمام کو دین سمجھ رہے ہونگے حالانکہ کھلی دنیا ہے اسلئے کہ اس میں نفس کی آمیزش ہے دوسروں کی تو آپکو فکر ہے مگر اپنی فکر نہیں کہ نفسانیت سے دین تباہ ہو رہا ہے۔ غرض میں نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان سب کاغذات کو جلوایا۔ ایسے ہی اوراق ناشی عن النفس کے حق میں کہا گیا ہے ؂

جملہ اوراق وکتب در نار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

مجھسے تو نہیں کہا مگر اور لوگوں سے کہا کہ جسوقت سے وہ ذخیرہ جلا ہے قلب ہلکا اور صاف ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑی اندھیری اور ظلمت سے میں روشنی میں آگیا ؂

ہر چہ از دوست دامانی چہ کفر آنحرف و چہ ایماں ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

(ملفوظ ۵۱۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دنیا میں اس درجہ بدفہمی بڑھ گئی ہے اور پھر اسکے ساتھ نفس کی .... شرارت اور چالاکی بھی کہ جسکا کوئی حد و حساب نہیں۔ ہیں تو بدفہم بدعقل اور سمجھتے ہیں اپنے کو عاقل۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ اگر کسی عورت کو اس نیت سے دیکھے کہ اگر اس سے نکاح ہو گیا تو اسی طرح دیکھوں گا تو کیسا ہے۔ ذرا یہ شیطانی اور نفسانی تدبیر ملاحظہ ہو۔ میں نے لکھا کہ اگر کسی عورت سے زنا کرے اس نیت سے کہ اگر اس سے نکاح ہو گیا تو اسی طرح صحبت کیا کروں گا تو کیسا ہے۔ بس رہ گئے اور سمجھ گئے۔ دیکھا نفس کا کید ایسی ایسی سوجھا تا ہے بڑا ہی چالاک اور مکار ہے۔ شیطان کو تو اسی نفس نے تو مردود کرایا۔ بڑا ہی خطرناک ہے۔ عارف ہی اسکی چالاکیوں اور مکاریوں سے خود بھی بچ سکتا ہے اور دوسروں کو بھی بچا سکتا ہے ورنہ ہزاروں کو اسنے خراب اور برباد کر دیا اور خاصکر جب اسکی مدح کیجائے اور اسکی خواہشات کو پورا کیا جائے تب تو یہ اور ہی رنگ اختیار کر لیتا ہے ؂

نفس از بس مدحہا فرعون شد کن ذلیل النفس ہوناً لاتسد

ہر وقت اور ہر لمحہ ایک نئی شاطرانہ چال نکال کھڑی کرتا ہے۔ البتہ جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہی بچ سکتے ہیں۔ دین کو آلہ بنانا معصیت کا یہ اسی کا کام ہے جس سے اندیشہ کفر کا ہے

(ملفوظ ۵۱۶) ایک مولوی صاحب کے کسی فضول سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان بیکار الجھنوں میں پڑنا وقت کا خراب کرنا ہے۔ ان لفظی تحقیقات میں رکھا کیا ہے اس سے تو اتنا بھی نفع نہیں کہ آدمی کو

فن ہی سے مناسبت ہو جائے۔ اصل چیز وحی ہے اس کا اتباع کرنا چاہئیے اور اُسی کی موافق کام میں لگنا چاہئیے۔ اگر انسان کام میں لگے تو ایسی تحقیقات سے بہتر اسکو ایک دولت نصیب ہو گی وہ یہ کہ اپنی آنکھوں سے حقیقت دیکھ لیگا۔ یہ ثمرہ ہو گا اتباع وحی کا اسلئے علاوہ وحی کے دوسرے زوائد کو چھوڑ دینا چاہئیے۔ ہاں اصول اور قواعد شرعیہ کے ماتحت اگر کسی علم کا وحی سے استنباط ہوتا ہو تو اسکو اُسکے درجہ میں رکھکر اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں وہ من وجہ مدلول وحی میں داخل ہے جیسے مجتہدین ظاہری یا باطنی کے علوم

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھکو سخت گیر بتلاتے ہیں۔ حالانکہ میں دعوی سے تو نہیں کہتا مگر واقعہ ہے کہ میں بہت نرم ہوں۔ خورجہ میں ایک ولایتی بزرگ تھے۔ میں اُن سے ملا ہوں اُنہوں نے میری نسبت ایک شخص سے کہا کہ بہت اچھے آدمی ہیں مگر مزاج میں قدرے مداہنت ہے بتلائے اُنکی یہ رائے تھی گویا میں اتنا نرم ہوں کہ اُنکو مجھپر شبہ مداہنت کا ہوا۔ بات یہ ہے کہ سمجھنے کیلئے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ معترضین سمجھتے نہیں میں بتلاتا ہوں ایک صورت تو یہ ہے کہ خود اصول اور قواعد سخت ہوں وہ بیشک سختی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ اصول اور قواعد تو نہایت نرم اور راحت کے ہیں مگر اُن کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے سو اسمیں تشدد کہاں ہوا بلکہ یہ تو راحت اور نرمی ہی کی تقویت ہے۔ دیکھئے نماز کسقدر سہل چیز ہے مگر اسکی پابندی کس سختی سے کرائی جاتی ہے اور اُسکے ترک پر کسقدر سخت سزا ہے گو اُس سزا میں اختلاف ہے مگر اسپر سبکا اتفاق ہے کہ اُسپر سزا سخت ہے بعض نے قتل تک کا فتوی دیا ہے تو دیکھئے نماز تو سہل مگر اُسکا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے تو کیا نماز کو سخت کہدینگے ۔۔۔ سختی یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ پندرہ گھنٹے نماز میں کھڑے رہو یہ سختی تھی۔ اب تو یہ ہے کہ الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ ہی پڑھکر قیام کو ختم کر دو۔ اور اگر کسیکو یہ بھی یاد نہ ہو تو جبتک یاد ہو تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھکر رکوع میں چلے جاؤ۔

(ملفوظ ۲۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری نظر احتمالات پر بہت جاتی ہے اور یہ خدا کی نعمت ہے کہ مضر احتمالوں کو روکتا ہوں جس سے دوسروں کو نفع پہونچتا ہے اس روک ٹوک کو لوگ بداخلاقی سمجھتے ہیں اسکے متعلق میں کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی کا منشا خوش اخلاقی ہے کہ سبکو

راحت پہونچانا چاہتا ہوں اور کلفت کے اسباب کو روکتا ہوں۔

۵۲۲ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو جیسے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام کرتا ہوں الحمدللہ اپنے سے بھی غافل نہیں ہوں ہر وقت اپنی اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں اور یہ تو راہ ہی ایسی ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

۵۲۳ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ الحمدللہ میں خود کسی پر اپنی طرف سے بار ڈالنا نہیں چاہتا آپکو سنکر تعجب ہوگا کہ اوروں پر تو کیا بار ڈالتا اپنے گھر والوں کیساتھ الیسا برتاؤ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے انپر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو۔ تنخواہ دار ملازموں تک کے ساتھ یہی برتاؤ ہے اور یہ میں تحدث بالنعمۃ کے طور پر بیان کرتا ہوں کہنا تو نہیں چاہیئے تھا مگر مصلحت تعلیم سے کچھ حرج بھی نہیں شاید اور کوئی اسپر عمل کرے۔ میری وجہ سے گھر والے ہوں یا تنخواہ دار ملازم ہوں یا دین کا تعلق رکھنے والے ہوں یا نو وارد آنیوالے ہوں بحمداللہ تعالیٰ کسیکو کوئی گرانی یا بار نہیں ہوتا اور مسلمان کا تو مذہب یہی ہونا چاہیئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

مثلاً عرض کرتا ہوں کہ میں چھینک کر الحمدللہ زور سے نہیں کہتا تاکہ دوسروں کو اسکے جواب کا اہتمام نہ کرنا پڑے پھر اگر ایسے شخص کو دوسروں کی موذی حرکت پر تغیر ہو جاوے کہ ہم تو ان کی راحت کا اتنا خیال کرتے ہیں انہوں نے ہماری راحت کا کیوں نہیں خیال کیا تو اسکو اس شکایت کا حق ہے مگر میں تو اسپر بھی صبر کرتا ہوں اور کبھی اس نیت سے مواخذہ نہیں کرتا کہ مجھکو ستایا ہی بلکہ پھر بھی ان ہی کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ کسی طرح ان کی اصلاح ہو جاوے اور بظاہر گو میں کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت سے تکلیف اور اذیت پہونچی مگر اکثر اس کا منشا بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ دوسروں کو تکلیف اور اذیت نہ پہونچائیں۔

۵۲۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو خدا کی نعمتوں اور رحمتوں کا شکر نہیں ادا کر سکتا یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ قلب کے اندر عدل رکھا ہے ایک شخص کے واقعہ کا دوسری کے معاملہ پر اثر نہیں ہوتا یہ کیا اُن کا تھوڑا فضل ہے۔

۵۲۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک نعمت ہو تو ذکر کروں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں الحمدللہ

مجھ میں رحمدلی اسقدر ہے کہ اگر کوئی بچہ کو مارتا ہو اور وہ اُسی کا بچہ ہو اور میرا اُس شخص سے تعلق ہو تو اسکو ڈانتا ہوں کہ میرے سامنے مت مارو دل دُکھتا ہے۔ نیز میں سوتے ہوئے شخص کو نہیں اُٹھاتا حالانکہ ثواب ہے کہ سوتے ہوئے کو نماز کے لئے اُٹھایا جائے مگر اپنے ثواب کی وجہ سے اسکو اُٹھانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سونے والیکو تو کوئی گناہ نہیں کہ اسپر ایک غیر اختیاری چیز مسلط ہے اور اُٹھانے سے ممکن ہو کہ تکلیف ہو۔ البتہ اگر محل میں وجوب کا شرعی فتوی ہو تو اسوقت رعایت نہیں کرتا۔ ایک اور واقعہ ترحم ورعایت کا یاد آیا۔ میں ایک روز نماز کو آرہا تھا چند بچے راستے میں چپٹ گئے کوئی دامن کھینچ رہا تھا کوئی آستین وہ اپنے محلہ میں لیجانا چاہتے تھے۔ ان کی اس حرکت پر اسقدر قلب خوش اور مسرور تھا کہ میں کیا بیان کروں اسلئے کہ بچوں کی جو بات بھی ہوتی ہے بیساختہ ہوتی ہے اور وہ حقیقت ہی ہوتی ہے اس میں تصنع نہیں ہوتا۔ اس بیساختگی کی محبوبیت پر ایک اور قصہ یاد آیا۔ ایک شخص مجھسے بیعت تھا اُسنے مجھسے پوچھا کہ ایک فقیر ہمارے گانوں میں آیا ہے اگر اجازت ہو تو میں اس کا طالب بن جاؤں چونکہ ایک عبث فعل تھا اور کچھ پتہ بھی نہ تھا کہ وہ فقیر کیسا تھا اسلئے میں نے اسکو ڈانٹا کہ کیا واہیات خرافات ہے۔ چند روز بعد پھر ملا میں نے مزاحاً پوچھا کہو بھائی طالب ہو گئے کہنے لگا بس اب تو تیرا ہی پلہ پکڑ لیا ہے۔ یہ سادگی سے کہنا ایسا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ یہ یوں ہی کہے جائے یہ اس کا کہنا بہت ہی پیارا معلوم ہوتا تھا۔

(ملفوظ) ایک نووارد شخص انگریزی تعلیم یافتہ کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگون کو تہذیب کا بڑا دعوی ہے اپنے کو مہذب سمجھتے ہو اور دوسروں کو بد تہذیب اور غیر مہذب اپنے کو عاقل دوسروں کو بیوقوف مگر یہ تبلاؤ کیا یہی تہذیب ہے یہی عقل کی بات ہے کہ باوجود خط میں شرط ہونیکے کہ یہاں زمانہ قیام میں خاموش بیٹھے رہنا ہوگا مکاتبت مخاطبت کچھ نہ ہوگی پھر اسکے خلاف کیا گیا۔ آخر منشا ایسی حرکت کا ہے کیا۔ کیا کسیکو ستانا اذیت پہونچانا تکلیف دینا تہذیب اور عقل کے خلاف نہیں۔ کیوں تم لوگوں کے دماغوں میں گوبر بھرا ہے عرض کیا کہ غلطی ہوئی حضرت اللہ معاف فرمائیں۔ فرمایا معافی کو معافی ہی ہے میں کوئی انتقام خدانخواستہ تھوڑا ہی لے رہا ہوں مگر کیا اس کہنے سے تمہاری حرکت سے جو اذیت پہونچی وہ بھی جاتی رہی اچھا

اس وقت مجلس سے اُٹھ جاؤ تمکو دیکھکر اور تغیر ہوتا ہے اور اس بات کا جواب تمہارے ذمہ پر باقی ہے کہ ایسی کھلی ہوئی اور موٹی بات کے خلاف کرنیکا منشا ہے کیا چاہے اس کا جواب اسی وقت دیدو اور چاہے کسی دوسرے وقت دو اور وہ جواب چاہے زبانی ہو یا تحریری۔ اور تحریری کی صورت یہ ہے کہ یہاں پر دیوار میں ایک لیٹر بکس لگا ہے جو بعد نماز فجر کھلتا ہے اس میں پرچہ ڈالدینا۔ عرض کیا کہ جو حقیقت اور واقعیت ہے میں حضرت سے ابھی عرض کرتا ہوں۔ فرمایا بہت اچھا فرمائیے۔ عرض کیا کہ اور لوگ مختلف قسم کے سوالات اور مسائل وغیرہ معلوم کر رہے تھے میرے نفس میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر میں خاموش رہوں شاید یہ سمجھیں کہ اسکو کچھ نہیں آتا جاتا اسلئے بولنے کی اجازت چاہی۔ فرمایا کہ بس یہی میں نے تشخیص کیا تھا مگر چونکہ تمنے حقیقت اور واقعیت کو ظاہر کر دیا کسی تلبیس اور تاویل سے کام نہیں لیا اسلئے تمام کلفت دور ہو گئی۔ مجلس میں بیٹھئے اور آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھئے اور میرے مواخذہ کا حاصل بھی یہی تھا کہ تمکو معلوم ہو جائے کہ ہماری چوری پکڑنے والا اور ہمارے نفس کی چالاکی اور مکر و فریب کو سمجھنے والا بھی کوئی ہے تاکہ پتہ چلے کہ ہم تو خر دماغ ہیں ہی مگر کوئی دوسرا بھی اسپے دماغ ہے

(ملفوظ ۵۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا ہمتو مسکین ہیں۔ وہی ہادی ہیں۔ وہی محافظ ہیں کسی کو ناز کسی بات پر ہو ہماری وجود اور ہستی ہی کیا ہے ہر وقت نیاز ہی کی ضرورت ہے۔ ناز کا انجام محض ہلاکت ہے ؎

ناز را روئے بباید ہمچو ورد — چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

(ملفوظ ۵۲۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مربی کیساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اسکو اسکی کسی حرکت سے تحقیر کا شبہ نہ ہو اس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ عرفی تعظیم کا بھی شبہ نہ ہو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو بنا رہا ہے اور یہ بھی مضرت سے خالی نہیں غرض دونوں چیزیں اخلاص اور محبت کے خلاف ہیں۔

(ملفوظ ۵۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ذکر و شغل سے اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اصلاح اعمال سے ہوتی ہے اعمال سے جو چیز قلب میں پیدا ہوتی ہے ذکر و شغل اس کا معین ہوتا ہے مگر آجکل کے جاہل صوفیوں میں احکام کی پابندی یا اہتمام بالکل ہی ندارد۔

(ملفوظ ۵۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے غور کر کے دیکھا کہ آجکل درویشی امتیاز کا نام رہ گیا یعنی اسمیں ایسی عجیب بات ہو کہ وہ دوسری جگہ نہ ہو اس ہی لئے دکاندار لوگ آئے دن روزانہ بہروپیوں کے سے روپ بدلتے رہتے ہیں۔ نئی نئی باتیں اور نئی نئی صورتیں اختیار کرتے رہتے ہیں

(ملفوظ ۵۳۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مخالفین کا ہمارے بزرگوں پر یہ اعتراض کہ فلاں بزرگ کے بعضے متعلقین ایسے ایسے ہیں نہایت ہی لغو اعتراض ہے۔ ہمنے یہ دعوی کب کیا ہے کہ جتنے لوگ ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب ہیں وہ سب کے سب ولی کامل ہیں خود امتی تمامتر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں مگر ان میں کوئی فاسق ہے کوئی فاجر ہے کوئی بدعتی ہے تو اسمیں حضور پر کیا شبہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر ہمارے بزرگ ان معائب کی تعلیم فرماتے تو شبہ صحیح تھا۔ ہاں پھر بھی یہ بات ضرور ہے کہ ہمارے بزرگوں کی ساتھ نسبت رکھنے والے اور صحبت میں رہنے والے اکثر دیندار اور فکر آخرت رکھنے والے ہیں۔ دیانت اکثر میں ہے۔ اور دوسری جماعت کے بزرگوں سے تعلق رکھنے والوں میں یہ بات اس درجہ نہیں پائی جاتی یہ امر مشاہد ہے جسکا انکار نہیں ہو سکتا جسوقت جی چاہے آزمالو جانچ کر لو معلوم ہو جائیگا۔

۴۰

۷ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۵۳۲) ایک نو وارد صاحب نے ایک تسبیح سیپ کی جو نہایت خوشنما اور خوبصورت تھی بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت والا نے دیکھکر فرمایا کہ اسکے متعلق آپ سے دو سوال ہیں ایک تو یہ کہ اسقدر قیمتی کیوں خریدی اور پھر مجھکو کیوں دیتے ہو۔ عرض کیا کہ مجھکو یہی پسند آئی اور بعد میں یہ خیال ہوا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اسپر ایک صاحب نے جو مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ہدیہ پیش کرنیوالے صاحب سے تسبیح کی قیمت معلوم کرنا چاہا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ ہدیہ دینے کیوقت قیمت نہیں پوچھا کرتے یہ ہدیہ کے آداب میں سے ہے

(باقی آئندہ)

اس سے مُہدی کے دل پر ناگواری کا اثر ہوتا ہے کہ شاید قیمت کی کمی سُنکر ہدیہ کو خفیف سمجھیں۔ اور اُن مہدی صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ چونکہ مجھکو ضرورت نہیں اسلئے مجھکو لینے سے انکار ہے اور دوسری وجہ نہ لینے کی یہ ہے کہ میرا معمول ہے کہ میں جبتک بے تکلفی نہ ہو ہدیہ قبول نہیں کرتا اور آپ سے تو یہ پہلی ہی ملاقات ہے۔ اور میں آپکو یہ بھی بتلائے دیتا ہوں کہ میرے یہاں جسقدر اصول اور قواعد اور معمولات ہیں یہ سب تجربات کی بناء پر ہیں۔ اگر میں انکے اسباب تجویز بیان کروں تو ایک اچھا خاصہ ضخیم رسالہ تیار ہو جائے۔ سو چونکہ سب تجربہ سے تجویز ہوتے ہیں اسلئے میں کسی کی وجہ سے اپنے ان اصول اور معمولات کو بدل نہیں سکتا نہ چھوڑ سکتا ہوں تم بیچارے نو وارد ہو تمہیں ابھی خبر نہیں ہاں آیندہ سب معلوم ہو جائیگا۔ اسپر اُنہوں نے نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ بہت اچھا جسمیں حضرت کو راحت ہو۔ اور معمول کے بھی خلاف نہو میں بھی اسکو ترجیح دیتا ہوں اسپر حضرت والا نے ان کی اس لجاجت واطاعت سے متاثر ہوکر فرمایا کہ لاؤ میں تمہاری دل آزاری کرنا نہیں چاہتا اور قبول فرمالی۔

۱ (**ملفوظ** ۴۳۴) ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ۔ حضرت والا نے فرمایا کہ جب سمجھ لونگا تب جواب دونگا ابھی میں سمجھا نہیں پوری بات کہو۔ عرض کیا کہ اوپرے اثر کا تعویذ چاہیئے - دریافت فرمایا کہ پہلے اوپرے اثر کا ذکر کیا تھا یا نام لیا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا پھر کاہے کا تعویذ دیتا جاؤ ابتو جی بُرا کردیا کل آنا انشاءاللہ کام ہو جائیگا بشرطیکہ اگر پوری بات کہی جاوے۔ یہ سب بیفکری کی باتیں ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ ہم انجان ہیں بالکل غلط۔ خوب جانتے ہیں۔ میں نے ایک دیہاتی ہی شخص سے اس اہمال کا سبب پوچھا تھا اُسنے صاف بات کہدی کہ جی میں باٹ دیکھوں تھا جب پوچھیں گے کہدوں گا۔ یہ گنوارو بولی ہے باٹ انتظار کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اور میں یہ باٹ دیکھوں تھا کہ جب بتلاویگا تب دیدوں گا۔ تو بھی باٹ میں رہا اور میں بھی باٹ میں۔ کام بارہ باٹ ہوگیا۔

(**ملفوظ** ۴۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں خصوص طرق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدابیر کا ہے اُنکو بھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا ایک موقع تو

ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا بنایا ملتا ہے وہ لاکر استعمال کر لیگا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا بنایا نہیں ملتا تو وہ نسخہ کے اجزاء خرید کر لایا - جو کہ بنایا - دیگچی لی - آگ جلائی - اب اگر کوئی اسکو بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادت کی تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا - اسیطرح دین کے متعلق کسی چیز کی ایجاد کی دو بڑی قسمیں ہیں - ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین - اول بدعت ہے اور دوسری قسم چونکہ کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں سو طرق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے تو یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہیں ورنہ نہیں -

(ملفوظ ۵۳۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یقیناً تمام قرآن شریف حفظ یاد تھا اسمیں شبہ کیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضور دور بھی فرماتے تھے اور یہ حفظ ہو جانا قرآن مجید کا محض عطاء خداوندی ہے اور بیحد عجیب بات ہے کہ اتنی بڑی کتاب کیسے یاد ہو جاتی ہے اور وہ بھی چھوٹے بچوں کو آخر یہ بات کیا ہے بجز عطاء حق و اعجاز قرآن کے - پھر فرمایا کہ قرآن شریف پر ایک واقعہ یاد آگیا - یہاں قریب ہی ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ تبرک مشہور ہے اُسکے ساتھ ایک حمایل شریف ہے عام طور پر کہتے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے - ایک رئیس شیعی ہیں جھنجانہ میں اور قاضی اشتیاق احمد ایک سنی بڑے ذہین ہیں - ایک بار اُن رئیس کے گھر زیارت ہوئی مگر وہ رئیس زیادہ تر حمائل شریف کی طرف ملتفت تھے چونکہ اُسکی نسبت حضرت علی رض کی طرف تھی - ان سنی صاحب نے ان شیعی سے کہا کہ آپ جسقدر توجہ اس حمائل شریف کی طرف کرتے ہیں جُبہ کی طرف اُسکا عُشر عشیر بھی التفات نہیں ان شیعی نے کہا کہ یہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے - ان سنی صاحب نے کہا کہ ہمکو تو یقین نہیں کہا کہ تم بد عقیدہ ہو - ان سنی نے کہا کہ کیا آپکو پورا یقین ہے - اُنہوں نے کہا بیشک مجھکو یقین ہے - ان سنی نے کہا کہ بالکل یقین ہے اُنہوں نے کہا کہ بالکل یقین ہے دریافت کیا کہ بالکل شک نہیں کہا کہ بالکل شک نہیں وہ شیعی بیچارے خالی الذہن تھے سمجھے نہیں کہ یہ کیا نتیجہ نکالیں گے جسوقت یہ گفتگو ہو رہی تھی مجمع کافی تھا ان سنی صاحب نے کہا کہ تو بس آج شیعی اور سنی مذاہب کا کافی فیصلہ ہو گیا اب آپ یہ دیکھ لیں کہ یہ قرآن سنیوں کے قرآن سے ملتا جلتا ہے یا نہیں

اگر اُسکی موافق ہے تو سنیوں کا مذہب صحیح ہے ورنہ شیعوں کا وہ شیعی رئیس دم بخود رہ گئے بس اتنا کہا کہ اشتیاق تو بڑا شریر ہے۔ اسنے کہا کہ یہ تو جو کچھ آپ فرماویں مجھکو تسلیم ہے لیکن گفتگو شرارت عدم شرارت پر نہیں گفتگو تو اسپر ہے کہ یہ حمائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جو آپ کو تسلیم ہے تو اب اگر یہ قرآن سنیوں کے قرآن سے ملتا جلتا ہے تو سُنّی مذہب حق ہے اور اگر نہیں تو شیعی مذہب حق ہے اس کا جواب دیجئے مگر کوئی جواب نہیں بن پڑا

(ملفوظ ۵۳۶) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ فدوی کو نماز میں وسوسے آتے ہیں کوئی تعویذ دیدیجئے۔ دیکھئے مریض ہیں اور طبیب سے اپنی تجویز بیان کرتے ہیں کہ مربا سیب دیدیجئے اس بدفہمی اور کور مغزی کی کوئی حد ہے یہ درخواست کرنا چاہیے کہ کوئی علاج کردو اب جو مناسب ہوتا۔

(ملفوظ ۵۳۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض کو تو ادب میں بہت ہی غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اسکی ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

۸ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۵۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تلاوت کی ترتیب اور ہے اور نزول کی ترتیب اور ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کے اہتمام میں یہ بھی ہے کہ اُسکی ترتیب تلاوت میں بھی کوئی تغیر نہ کیا جائے حتے کہ یہ بھی جائز نہیں کہ رسم خط کے خلاف لکھا جائے اگر کوئی ایسا کریگا تو اُس سے مواخذہ کرینگے۔

(ملفوظ ۵۳۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے۔ دیکھ لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام کیا کچھ ہو گئے

(ملفوظ ۵۴۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور ہی ہوتے ہیں مگر ہیأت وحالات کا اختلاف اسلئے ہوتا ہے کہ حضور آئینہ

بھی ہیں۔ ایک شخص نے حضور کو خواب میں حُقّہ پیتے دیکھا۔ میں نے کہا کہ تمنے اپنی حالت دیکھی حضور آئینہ ہیں۔ اپنی ہی حالت تمکو نظر آئی۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضور کی زیارت جسکو خواب میں ہو جاتی ہے اُس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سفر منقطع ہونے سے بڑی راحت ملی گو کامل اجتماع خاطر تو اب بھی نہیں وہ تو ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ مگر ضروری سکون اور راحت ضرور ہے

(**ملفوظ**) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیتوں کی باہم ترتیب یہ بذریعہ وحی کے ہے اس میں کسی اجتہاد کا دخل نہیں اسوجہ سے اسکا بھی قائل ہونا پڑیگا کہ آیات میں مناسبت ضرور ہے ورنہ ترتیب نزول کو نہ بدلا جاتا۔ اب رہا یہ کہ وہ مناسبت کیا ہے سو اسکا بتلانا ہمارے ذمہ نہیں مگر اجمالاً یہ ضرور کہا جاویگا کہ قرآن شریف کی آیتوں میں تناسب اور تناسق ضرور ہے۔ اب یہ شبہ کہ وہ ربط سمجھ میں نہیں آتا تو سمجھ میں نہ آنا تو مستلزم اسکو نہیں کہ اس میں ربط نہ ہو۔ دوسری بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ جس ربط کو آجکل ربط سمجھا جاتا ہے کہ مسلسل متعارف تصنیفات کا سا رنگ ہو یہ قرآن میں نہیں اسلئے کہ کریم اور رحیم خداوند جل جلالہ کا کلام ہے جو شفقت سے بھرا ہے اور شفقت کے مخاطبات میں تصنیفات کا سا ربط نہیں ہوتا۔ مثلاً باپ نے بیٹے کو ایک جلسہ میں کئی نصیحتیں کیں تو اُن میں ایک گونہ مناسبت ہے مگر تصنیفات کا سا رنگ نہیں ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ خود حالات جو منشا اُن مخاطبات کے ہیں اُن میں بھی تو ویسا جوڑ نہیں ہوتا تو پھر باپ کی نصیحت میں متعارف ربط کیسے ہو۔ جب حالات میں وہ خاص ارتباط نہ ہو تو نصائح میں کیسے ہو گا۔ بلکہ ارتباط کا نہ ہونا ہی خوبی ہے اور دلیل شفقت ہے اسلئے کہ مثلاً باپ نے پانچ نصیحت کیں اور اتفاق سے چار میں تو ربط تھا اور پانچویں میں نہ تھا۔ تو جو شخص ارتباط متعارف کا اہتمام کریگا وہ اسوقت پانچویں نصیحت کو ضرور موقوف رکھیگا جو کہ شفقت اور محبت کے منافی ہے اور اسلئے ایسا اہتمام ارتباط کا نقص ہے اور منافی محبت ہے۔ اگر کوئی باپ سے پوچھے کہ تمہاری اس پانچویں نصیحت میں ربط کیا تھا وہ کہیگا کہ ربط کیا ہوتا جو ضرورت دیکھی ظاہر کر دیا۔ غرض قرآن مجید میں تصنیفات کا سا رنگ نہیں اور یہی بڑی شفقت ہے حق تعالیٰ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں مکررات ہیں یہ تکرار بھی اسی انتہائے

شفقت پر مبنی ہے چنانچہ ارشاد ہے ولقد صرفنا فی ھذا القرآن لیذکروا۔ اور کہیں کہیں مکرر آتا جو عنوان مختلف ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے کیونکہ مخاطب کے حالات بعض اوقات مختلف بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً باپ نے دیکھا بیٹے کو کہ بری صحبت میں بیٹھتا ہے تو ایک وقت کچھ نصیحت کرتا ہے اور کسی طرز سے اور ایک وقت کچھ نصیحت کرتا ہے اور کسی ڈھنگ سے۔ ایک اور نظیر دیکھ لیجئے کہ منادی کرنیوالا جو منادی کرتا ہے سو جو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں اُسکو ظاہر کرتا ہے اُن میں کوئی خاص جوڑ نہیں ہوتا اور یہ خاص جوڑ نہ ہونا اسکی بھی دلیل ہے کہ اس اعلان میں یہ کسی بڑے آزاد مختار کامل حاکم کا مامور ہے اُس حاکم نے اس منادی کرنیوالیکو جو اعلان بتادیا ہے یہ منادی کرنیوالا اسی طرح اعلان کر رہا ہے اگر وہ خود اپنی رائے سے کرتا تو وہ اتنا مقید نہ ہوتا کہ اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا کہ خواہ اسمیں ربط ہو یا نہ ہو بعینہ اعلان کر رہا ہے۔ ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ قرآن شریف میں متعارف مناظرہ کا رنگ نہیں۔ اسسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے حاکم کا کلام ہے کیونکہ حاکم کو ایسے مناظرہ کی ضرورت نہیں دیکھئے شیطان نے شرارت کی دلیل کی ساتھ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ اسکا جواب حق تعالیٰ حکیمانہ دیسکتے تھے کہ ان مقدمات کا ابطال فرماتے مگر ایسا نہیں کیا کہ اسمیں مناظرہ کا رنگ تھا بلکہ حاکمانہ جواب دیا کہ اُخرج منھا فانک رجیم۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید جو ہے یہ ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے کسی مصنف اور ناقص القدرت کا کلام نہیں یہ لاکھوں روپیہ کا نسخہ میں نے بتلا دیا ہے ایک اور بات بھی یاد آئی جس سے یہ خدا کا کلام معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر ہم کسی پر غصہ کریں اور اُس حالت میں کوئی عزیز واقارب آجاوے تو اُسوقت اُس سے بھی ایک گونہ بے رخی کی ساتھ ہمارا کلام ہوگا اور حق تعالیٰ جہاں کفار کا ذکر قرآن میں فرماتے ہیں اُسکے متصل ہی مومنین ومطیعین کا ذکر ہوتا ہے جسمیں وہ پہلا رنگ ذرا نہیں آتا یہ خدا تعالیٰ ہی کو قدرت ہے یہ اُن ہی کا کلام ہے کیونکہ وہ انفعال سے منزہ ہیں اور اس تقریر کے اکثر اجزاء ذوقی وفطری ہیں طالبین حق اسکے مخاطب ہیں معاندین نہیں ہیں

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی لا تناہی نعمتیں ہیں کہانتک انسان شکر ادا کر سکتا ہے۔ اسکو فرماتے ہیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اب میں اُن میں سے صرف ایک نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیوت سے تمہارے لئے مسکن بنایا۔ یعنی اللہ نے تمکو ایک ایسی چیز دی جسمیں تم رہتے ہو۔ میں نے شہروں میں دیکھا

کہ چھوٹی سی کوٹھڑی تاریک آگے صحن نہیں وہیں کھانا وہیں ہگنا۔ قصبہ اور گاؤں کے لوگ تو پھر بڑے بڑے مکانات میں رہتے ہیں تو یہ مکانات اُن تنگ و تاریک کوٹھریوں کے سامنے کتنی بڑی نعمت ہیں پھر خود وہ کوٹھریاں بھی بالکل نہ ہونیکے اعتبار سے نعمت ہیں اور ان چھوٹے بڑے بیوت کا نعمت ہونا اُن لوگوں سے پوچھئے کہ جنکے پاس مکان نہ ہو یا اُس کرایہ دار سے پوچھئے کہ برسات میں جس سے مکان خالی کرایا جائے خصوص جبکہ اُسکے پاس کافی سامان بھی ہو جسکا نقل کرنا بھی مصیبت ہو

(ملفوظ ۵۵۴) فرمایا ہمارے پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سب درحقیقت حق تعالیٰ کی ملک ہیں گو وہ ہمکو ہبہ بھی کر دیں کیونکہ اس ہبہ کے بعد بھی پھر اُن ہی کی ملک ہے۔ جیسے مالک اپنے غلام کو ہبہ کر دے تو وہ محض صورت ہے ہبہ کی حقیقت نہیں ہبہ کی۔ مگر اس صورت میں یہ حکمت ہے کہ اس سے دوسروں کو منع کر دینا ہے کہ کسی کا کوئی اچکن نہ اُتار سکے کوئی کسی کی ٹوپی نہ اُتار سکے کوئی کسی کی بیوی نہ چھین سکے حاصل یہ ہے کہ دوسرا تصرف نہ کر سکے اگر یہ بات نہ ہوتی تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا کیونکہ ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی ملک ہیں اور سب اُسکے بندے ہیں جو چیز جسکے ہاتھ آئے لے سکتا ہے اسلئے یہ صورت ہبہ کی تجویز فرمائی اور اُسکا یہ قانون مقرر کیا کہ یہ صورت بھی مانع ہو دوسروں کے تصرف سے اسی قانون کا نام شریعت ہے۔ پس یہ شریعت ہی کے خواص میں سے ہے کہ نظام عالم باقی رہے کسی قسم کا فساد نہ ہو ورنہ بدون شریعت کے اگر صرف حقیقت ہی پر عمل ہوتا تو حقیقت تو وہی تھی کہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی ملک ہے تو سب سے اول ان ہی شاہ صاحب کی گدڑی اُترتی جو شریعت کی نفی کر کے حقیقت بگھار رہے ہیں۔ غرض قانون حقیقت کی بناء پر تو اول شاہ صاحب ہی کا خرقہ اُترنا چاہیے تھا سو عالم کا یہ نظم شریعت مقدسہ ہی کی بدولت ہے ورنہ سب درہم برہم ہوتا۔ حضرت حاجی صاحب نے اس شعر کی شرح میں یہ مضمون فرمایا تھا ؎

سرِ پنہان ست اندر زیر و بم (مراد توحید حقیقی) فاش اگر گویم جہان برہم زنم (اسناد الی السبب)

پس ان حکمتوں کی بناء پر شریعت کو ظاہر فرما دیا گیا اور حقیقت کو مستور فرما دیا گیا۔

(ملفوظ ۵۵۵) انہماک تعلقات دنیویہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر انسان اپنی زندگی میں غور کرے تو جس طرح کرایہ پر رہنے والے کو کرایہ کی چیز پر ناز نہیں ہوتا یہ بھی کسی چیز پر ناز نہیں کر سکتا یہی سمجھے گا کہ میرا قیام یہاں عارضی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے کہا کہ تم کہاں سے کہاتے ہو اُنہوں نے

کہا کہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہم یہاں خدا تعالیٰ کے مہمان ہیں اور مہمان کا حق مہمانی تین روز ہوتا ہے اور دن کی مقدار اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک ہزار برس کا دن ہوتا ہے پس اس حساب سے تین ہزار برس تک تو یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا اسکے بعد پھر سوال کرنا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔ غرض ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ عطاء ہے اور عطاء پر انسان کو ناز نکرنا چاہئے جب چاہیں نکال باہر کریں پھر ناز کیسا ہاں شکر کرو اور اہل اللہ کو چونکہ نعمت کی حقیقت زیادہ معلوم ہے اسلئے انکو نعمت پر شکر زیادہ ہوتا ہے مگر اسکی ساتھ جسقدر تعلق نعمت سے ہے اُس سے زیادہ منعم سے تعلق ہوتا ہے ان کی زیادہ نظر منعم پر ہوتی ہے۔ نیز وہ ہر نعمت کو اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھتے ہیں اسی لئے وہ موجودہ پر راضی رہتے ہیں مفقود پر نظر نہیں کرتے چنانچہ ایک شخص نے شکایت کی ایک بزرگ سے مجھے افلاس زیادہ ہے۔ فرمایا کہ میاں اگر دل میں امن و اطمینان ہو۔ بدن میں کوئی مرض نہ ہو۔ ایک دن کا کھانا نیکو ہو اسکے زیادہ اور کیا چاہئے۔ اسی لئے اہل اللہ کی یہ شان ہے کہ اگر ملگیا تو شکر نہ ملا تو اسکو بھی نعمت سمجھکر صبر۔ اور عبدیت کی وجہ سے وہ حاجت کی ہر چیز مانگتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز نہ ملے تو اسپر بھی راضی رہتے ہیں کہ یہ بھی ہمارے لئے نعمت ہے۔ ایک بزرگ تھے ان کے گھر میں سات کوٹھریاں تھیں ایک گھڑی دوسری میں جا بیٹھے دوسری گھڑی تیسری میں جا بیٹھے اسی طرح ساتویں کوٹھری میں انتقال ہو گیا بس ان حضرات کی دنیا سے تعلق نہ ہونے کی یہ حالت ہوتی ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ سب ایسا کریں یہ بتلا دیا کہ یہ بھی اہل اللہ کا ایک رنگ ہے اگر ایسا نکر سکو تو اُسکو پسند تو کرو۔ اور ان حضرات کو اگر کسی نعمت کی طلب ہوتی ہے وہ بھی اُن ہی کیواسطے کہ جمعیت قلب میسر ہو قلب کو پریشانی نہ ہو تاکہ اطمینان کیساتھ کام میں لگیں اسلئے ان حضرات کے یہاں جمعیت قلب کا بڑا اہتمام ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سال بھر کا سامان ازواج کو عطا فرما دیتے تھے گو حضور کی جمعیت اسپر موقوف نہ تھی مگر حضور نے اپنے مذاق مبارک کے خلاف صرف ہماری رعایت کی اور ایسا کر کے اس فعل کو جائز سے آگے بڑھا کر سنت بنا دیا تاکہ میری امت کو دنیا میں بھی دین کا ثواب ملے کیونکہ اتباع سنت تو دین ہے۔ کیا انتہا ہے اس شفقت کی کہ ہم نالائقوں کی رعایت سے سال بھر کا خود انتظام فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ امت کو ایسا کرنے سے

جمیعت قلب حاصل ہو۔ اور حضور کے ہر فعل میں یہی شفقت ہے کیا یہ شفقت نہیں کہ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر اُمت کی سفارش کر رہے ہیں حتے کہ قدم مبارک پر ورم بھی آگیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شان تھی۔ عبدیت کا اسقدر غلبہ تھا کہ آپ کی ہر بات سے شان فنا ٹپکتی تھی چنانچہ باوجود زاہد ہونے کے گھر کی حاجت کیلئے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ کوئی ایسا ٹھکانا دیدیجئے جسمیں بیٹھ جاؤں اور کوئی یوں نہ کہے کہ یہاں سے اُٹھو۔ سو حق تعالیٰ نے ایسا ہی سامان فرمادیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلبہ حضور کی یہ کیفیت تھی حضرت کے ایک خادم خاص کہتے تھے کہ میں نے حضرت کو پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا میں نے پوچھا کہ حضرت کیا آرام ملتا ہوگا۔ فرمایا کہ ارے باؤلے کوئی محبوب کے سامنے پاؤں بھی پھیلایا کرتا ہے۔ حضرت سیاہ نری اور کیمخت کا جوتہ نہ پہنتے تھے۔ خادم کے پوچھنے پر فرمایا کہ ارے باؤلے میں نے جب سے خانہ کعبہ کا غلاف سیاہ دیکھا ہے اور روضہ مبارک پر سبز غلاف دیکھا ہے اُس رنگ کو پاؤں میں ڈالنا خلاف ادب سمجھتا ہوں اسی سلسلہ میں ذکر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو واقعہ میں دیکھا کہ کچھ دے رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپے تمہارے ہاتھ پر صرف ہوں گے۔ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں اسکا متحمل نہیں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایسا ٹھکانا ملجاوے کہ وہاں سے کوئی اُٹھائے نہیں جیسا ملفوظ سابق میں مذکور ہوا غرض نعمت کی تحقیر نہیں فرمائی بلکہ ایک نعمت کی خود درخواست کی مگر اپنا ضعف تحمل ظاہر کر کے عذر فرمایا پھر صاحب ملفوظات نے اسی نعمت کی تحقیر نہ کرنے پر خود اپنا معمول بیان فرمایا کہ میری خود یہ حالت ہے کہ میں مال کو خدا کی نعمت سمجھکر اُس ہاتھ میں جوتہ نہیں لیتا جسمیں روپیہ ہوتا ہے پھر فرمایا کہ نعمت کی تحقیر کا کسیکو کیا حق ہے نعمت وہ چیز ہے کہ ہمارے یہ سارے لمبے چوڑے دعوے کمالات کے اور سارا طنطنہ جبھی تک ہے جبتک کہ اُنہوں نے اپنی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ ورنہ ایمان کا سنبھلنا بھی مشکل تھا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھسے فرمایا تھا گھر علیحدہ بنا لینا مناسب ہے اسکی ضرورت ہے کہ اپنا کوئی جدا ٹھکانا ہو۔

۵۵۰

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ سب جو کچھ دیکھتے ہو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی دعاؤں کی برکت ہے ورنہ یہاں کیا رکھا ہے۔

۵۵۱

(ملفوظ) اپنے شیخ کی ساتھ شدت تعلق کے ذکر میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بھی ہوں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں تو ہم حضرت جنید کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔

۵۵۲

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ وہ اہل ایمان کیساتھ ایسے رحیم اور کریم ہیں کہ اگر کوئی مؤمن دوزخ میں بھی جاویگا تو وہ دوزخ بھی دوسری نوع کی ہوگی۔کیونکہ دوزخ میں دو حیثیتیں ہیں وہ دوزخ مسلمانوں کیلئے اور طرح کی ہوگی کفّار کے لئے اور طرح کی ہوگی یعنی کفار کیلئے تو وہ جیلخانہ ہے اور مسلمانوں کیلئے حمام ہے اور بعض مؤمنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پُل صراط پر ان کے گذرنے کیوقت آگ کہے گی کہ جُز یا مومن فان نورک اطفأ ناری یعنی اے مومن جلدی گذر جا تیرے نور ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں اگر تو ذرا ٹھیر گیا تو میں بیٹ ہو جاؤں گی اور بعضے ضعیف الایمان جو دوزخ میں جائیں گے بھی اُن کا جانا تزکیہ و تطہیر کیلئے ہوگا چنانچہ کفار کے وعید میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں لا یزکیھم اور وعید میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے پس ثابت ہوگیا کہ مؤمن کیلئے دوزخ موجب تزکیہ ہوگا حاصل یہ کہ کفار دوزخ میں تعذیب کیلئے بھیجے جائیں گے اور مسلمان تہذیب کیلئے۔یعنی دوزخ میں مؤمن پاک صاف کرنیکے لئے جائیگا جو اُسکے لئے مثل حمام کے ہوگا۔جب یہ ہے تو تم کیوں میلے کچیلے ہو کر جاتے ہو پاک صاف ہو کر جاؤ پھر حمام کی صورت بھی نہ دیکھنے میں آئیگی۔نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے یہ کشف شیخ اکبر کا ہے کہ مُومن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب میں دیکھیں گے کہ جنت ہے حوریں قصوریں اور یہ سونا ایسا ہوگا کہ جیسے کلورا فارم سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے اسلئے دوزخ میں مومن کو موت کی سی حالت دیدیجائیگی۔البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت نہیں بہرحال دوزخ مؤمن کیلئے مطہر ہے گو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔دیکھئے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے اور بعض بدون صابن لگائے دور نہیں ہوتا اور بعض بدون بھٹی پر چڑھائے نہیں جاسکتا۔ٹھنڈے پانی سے

مراد تو یہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری و حوادث ہیں۔ صابن سے مراد موت ہی۔ بھٹی سے مراد دوزخ ہے پس مؤمن کا دوزخ میں جانا میل کچیل داغ دھبہ سے پاک صاف ہونا ہے یہاں کی آگ میں تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ دیکھو جیسے گوبر ناپاک مگر جلکر راکھ ہوکر پاک ہوجاتا ہے اسیطرح تم بھی خدا کی محبت اور عشق میں جلکر فنا ہوجاؤ مٹ جاؤ سوختہ افروختہ ہوجاؤ بس پاک صاف ہوکر بھیجے جاؤ گے۔ اسیکو فرماتے ہیں ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

۵۵۳ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس ایمان پر بھی دخول جنت ہوجاتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ دخول اولی نہ ہو۔

۵۵۴ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اکثر ان اسکولوں اور کالجوں کے مدرسین اور ماسٹروں کی عقلیں لڑکے ہی چھین لیتے ہیں۔

۵۵۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نعمت کی ساتھ تعلق حبی مذموم نہیں البتہ اُس سے زیادہ منعم کی طرف توجہ ہونا ضروری ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں قل ان کان اٰباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ط واللہ لایھدی القوم الفسقین ہ یعنی یہ چیزیں جو غیر اللہ ہیں اگر تمہیں اللہ اور رسول سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو کہ تم پر کوئی وبال آویگا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ نعمتیں بھی خدا کی ہیں ان کا طبعاً محبوب ہونا بُرا نہیں مگر اللہ ورسول سے احب یعنی زیادہ محبوب ہونا بُرا ہے۔ اللہ ورسول کی ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت فرض ہے اسیکو فرماتے ہیں ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لھم الآیہ یعنی اگر خودکشی کا یا گھر سے نکلنے کا اللہ اور رسول کا حکم ہوتا تو ایسا ہی کرنا ضروری تھا۔ غرض نعمت کیسا تھ اگر منعم سے زیادہ تعلق حبی نہ ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اوپر کی آیت میں نعمتوں کی ساتھ ترضونھا بھی فرمادیا یعنی اُنکو دیکھکر خوش ہونا اسکی اجازت ہے مگر خوش ہونیکے بھی حدود ہیں ایک انکی ذات پر اترانا تو اُنکے متعلق فرماتے ہیں لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین۔ دیکھو قارون

بالذات مال سے خوش ہوتا تھا کیا دُرگت بنی - دوسرے خدا کے فضل اور رحمت ہونے کی حیثیت سے اُسپر خوش ہونا اُسکے متعلق ارشاد ہے قُل بفضل اللہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا - بس ایک فرح بطر ہے ایک فرح شکر ہے تو فرح شکر محمود اور فرح بطر منہی عنہ - پس نعمتوں پر شکر کے طور پر خوش ہونا یہ حق ہے منعم کا اور خود ذات نعمت پر ناز کرنا یہ ناشکری ہے منعم کی اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلب میں نعمت کے زوال کے احتمال کا استحضار نہیں رہتا اور اس استحضار زوال کے بعد جو فرح کی کیفیت قلب میں رہجاویگی وہ عین شکر ہے - پھر استحضار زوال کے متعلق فرمایا کہ ہماری تو کیا ہستی اور کیا وجود ہے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک کہ اگر ہم چاہیں تو تمام وحی کے علوم کو محو اور زائل کر دیں اور ظاہر ہے کہ یہ سنکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا کیفیت ہوئی ہو اسلئے اسکی ساتھ ہی اس شان کا ظہور فرمایا کہ ؎

درد از یار است و درمان نیز ہم دل فدائے او شد و جان نیز ہم

یعنی آگے فوراً استثنا الا رحمۃ من ربک یعنی ایک چیز ہے جو آپکی محافظ ہے اور اُسکے محافظ ہونیکے طرق میں ایک طریق یہ بھی ہے کہ وہ رحمت پروردگار کی ہے - حق تعالیٰ اس بقاء علوم کیلئے ایک وظیفہ بتلاتے ہیں کہ آپ یہ دعا کیا کیجئے کہ رب زدنی علماً - پھر بطور تفریع کے فرمایا جب حضور کو ضرورت اس وظیفہ کی ہے تو آجکل جو علوم حاصلہ کو اپنا کمال سمجھکر اپنے محسن اُستاد سے بیفکر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب تو یہ علم ہمارے پاس رہے ہی گا یہ سمجھنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے - کانپور جامع العلوم میں ایک شاگرد نے اُستاد کی بے ادبی کی تھی اُسنے خود اقرار کیا کہ تمام علم سلب ہو گیا پس حدوث و بقاء و آثار و برکات کچھ بھی ہمارے اختیار میں نہیں روزمرہ کا واقعہ دیکھئے جب سوتے ہو تو وہ علم کہاں چلا جاتا ہے اب اسکا نام چاہے اضمحلال رکھہ لو یا زوال رکھہ لو یا مستوریت خلاصہ یہ ہے کہ رہا تو نہیں پھر جب اُٹھے تو سب موجود ہے سو وہ جب چاہیں لیلیں جب چاہیں دیدیں اُن ہی کے قبضہ میں ہے ارشاد ہے واللہ یقبض و یبسط - یہ ہر وقت کا عدم اور وجود بالکل اس کا مصداق ہے ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

پس جسوقت نعمت پر ناز کا وسوسہ ہو تو اُسوقت اسکا مراقبہ کرو کہ اسپر ہماری کیا قدرت تھا ہے تو اس مراقبہ سے فرح بطر جاتا رہے گا فرح شکر باقی رہجاویگا۔

۵۵۳
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ان حضرات پر جو اعتراض ہوتا ہے اسکا سبب اُن کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرنا ہوتا ہے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر　　گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

ایک بزرگ کو کسی نے دیکھا کہ مرغ کھا رہے ہیں شبہ ہوا کہ یہ لذات نفس میں مبتلا ہیں۔ بعد نماز جمعہ اُن بزرگ نے کئی گھنٹے وعظ کہا اور اُس شخص سے پوچھا کہ اب بھی مجھکو مرغ کھانا جائز ہے یا نہیں یعنی اسی مصلحت سے کھایا تھا کہ اس طاعت کی قوت ہو یہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔

۵۵۴
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ انسان کو چاہئے کہ کام میں لگے اور بے نتیجہ فکروں میں نہ پڑے مثلاً یہ کہ معصیت ہوگئی تھی اُس سے توبہ بھی کرلی تھی معلوم نہیں وہ قبول ہوئی یا نہیں آخر اس سے کیا فائدہ اگر اگر کسی وقت زیادہ پریشان ہو تجدید توبہ کرلے اور پھر کام میں لگجاوے مطلب یہ ہے کہ آگے چلنے کی فکر کرے بے نتیجہ خیالات میں وقت صرف نہ کرے اعمال میں وقت صرف کرے اور راز اسکا یہ ہے کہ انسان مکسوب اور اختیاری اعمال کا مکلف ہے چنانچہ ارشاد ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا ط وللنساء نصیب مما اکتسبن ط وسئلوا اللہ من فضلہ ط ان اللہ کان بکل شیء علیما ط ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا کہ آجکل کیا کر رہے ہو۔ کہا کہ توکل کی مشق کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ میاں ساری عمر پیٹ ہی کے دھندے میں رہو گے یعنی توکل کی مشق کا مقصود یہی ہے کہ پیٹ سے بیفکری ہو جاوے اصل چیز مین کب لگو گے پس توکل اختیار کرو خواہ مشق ہو یا نہ ہو یہ تو مامور بہ نہیں صرف نفس کا مقصود مشق سے یہ ہے کہ مشقت نہ ہو سو مشقت سے بچنے کی کیا ضرورت ہے اسیطرح یہ خیالات مضر ہین کہ میں کامل ہوا یا نہیں۔ میں کچھ ہوا یا نہیں۔ غرض بے نتیجہ خیالات اس راہ مین راہزن ہین۔ کام کرنے والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے وہ ایسی چیزون کو کب دیکھتے ہیں۔

۸ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

۵۵۵
(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے پہلے ان کا خط آیا تھا اُس میں آنے کی اجازت چاہی تھی۔ میں نے لکھدیا تھا کہ اگر یہاں پر آکر نہ بولو اور خاموش رہو تو اجازت ہے آج جو خط آیا ہے

اس میں میرے اُس مضمون کے جواب پر لکھتے ہیں کہ حضور جیسا حکم دینگے بندہ تعمیل کریگا اگر حکم بولنے کا
دینگے بولونگا ورنہ خاموش رہوں گا میری کیا مجال ہے کہ حضور کی عدول حکمی کرسکوں - میں نے لکھدیا
کہ نہ بولنے کی شرط کی ہے یا حکم کیا ہے جب تمکو اتنی بھی تمیز نہیں تمکو نہ آنا چاہئے آکر اور ستاؤ گے
اب اسکو لوگ سختی سمجھتے ہیں اگر خدا عقل اور فہم دے اور سمجھ دے تو سمجھ سکتے ہیں کہ اس سختی پر
ہزاروں نرمیاں قربان ہیں اسلئے کہ آنے سے اور تعلق پیدا کرنے سے مقصود تو اصلاح ہی وہ بنے
بدون آئے شروع کردی اگر سمجھ ہوئی تو سمجھ جائیں - اگر نہیں تو بدفہموں اور کوڑ مغزوں کی یہاں
ضرورت نہیں - ایسوں کو یہاں ایک منٹ ایک سکنڈ کیلئے بھی جگہ نہیں مل سکتی -

(ملفوظ ۴۰۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ دوسروں کے معتقد ہونیسے تکلیف ہوتی ہے - فرمایا کہ
اس تکلیف کو برداشت کیجئے - عرض کیا کہ کیا اپنے کو برا بھلا کہا جاوے تاکہ کسیکو اعتقاد نہو
فرمایا کہ اس سے اور زیادہ اعتقاد ہوگا - اور اگر تکلیف بھی ہوتی ہے تو کس کس تکلیف سے بچئیگا سر
میں درد ہوتا ہے اُسکو دفع نہیں کرسکتے - بخار ہو جاتا ہے اُسکو دفع نہیں کرسکتے - اسیطرح
اسکو بھی دردسر اور بخار سمجھئے

(ملفوظ ۴۱۰) ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ واقعہ تو اس میں
لکھا مگر یہ نہیں لکھا کہ اس میں میرے کرنیکا کیا کام ہے - عرض کیا کہ تعویذ دیدیجئے - فرمایا کہ اس میں
تو نہیں لکھا اگر زبانی کہنا تھا تو ساری ہی بات زبانی کہدیتے اور اگر پرچہ دینا تھا تو ساری بات
اس میں لکھواتے یہ کیا کہ آدھی بات تحریر میں اور آدھی زبانی - ذرا عرضی تو دینا کسی حاکم کے یہاں
جسمیں آدھی بات لکھی ہوئی ہو اور آدھی زبانی - دیکھیں کیسے کام ہو جائیگا - عرض کیا کہ میں ابھی
جانیوالا ہوں - فرمایا کہ کیا یہ میری بات کا جواب ہوا - یہ اور دوسری تکلیف دینے والی بات کہی
نہ معلوم تم اس کام کو کب سے سوچ رہے ہوگے اور نہ معلوم کے روز سے ارادہ کرتے کرتے آج آئے
ہو - اپنے لئے تو اتنی گنجائش اور یہاں پر دو گھنٹے کی بھی مہلت نہیں - مُلّانوں کو تو غلام سمجھ رکھا ہے
جسوقت آگئے اُسیوقت حکم کی تعمیل کرو کبھی کسی ضرورت سے عدالت میں حاکم کے یہاں درخواست
دیکر بھی کہا ہے کہ میں ابھی جارہا ہوں - یہی وجہ ہے میرے اندر تغیر ہونیکی کہ ان لوگوں کے دل
میں علم دین اور اہل علم کی وقعت نہیں اسلئے ایسے متکبروں کو میں بھی ٹھیک کرتا ہوں سو اسوقت

چلتے ہو۔ جانے سے پہلے مجھکو مہلت نہیں دی گئی اور تمکو عجلت ہے اپنا حرج مت کرو۔ اب وطن پہونچکر بذریعہ خط تعویذ منگالینا۔

(ملفوظ ۵۶۷) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت روزگار کیلئے ایک تعویذ دیدیجئے۔ فرمایا کہ روزگار کیلئے تعویذ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ پڑھ سکو تو اللہ کا نام بتلادوں۔ عرض کیا تبلادیجئے۔ فرمایا کہ بعد نماز عشاء یا وہاب چودہ سو اکتالیس تسبیح اور چودہ دانے پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اُس شخص نے مری ہوئی زبان سے کہا کہ بہت اچھا۔ اسپر فرمایا کہ طبیعت خوش نہیں ہوئی۔ میں تمہاری نبضیں خوب پہچانتا ہوں۔ تم یہیں آکر ٹھیک ہوتے ہو اور جگہ تو تمہاری آؤ بھگت ہوتی ہے اسیوجہ سے تمہارے دماغ خراب ہو گئے۔ یہ اعتقاد کی خرابی ہے سمجھتے ہیں کہ تعویذ سے تو نعوذ باللہ خدا پر قبضہ ہوجاتا ہے جس سے وہ بھی خلاف نہیں کرسکتے خواہ مشیت ہو یا نہ ہو اور پڑھنے پڑھانے سے یا دعاء کرنے سے کیا ہوتا ہے وہ اُنکی مرضی پر ہوتا ہے قبول کریں یا نہ کریں۔ ایک شخص حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرا فلاں کام ہے یہ ہو جائے۔ فرمایا اچھا بھائی میں دعاء کرتا ہوں کہا کہ حضرت دعاء تو میں بھی کرسکتا ہوں۔ اس کام کو کردیجئے آپ کا مزاج تیز تھا۔ فرمایا دور ہو مردود مشرک ارے ہے کوئی نکالو اس نالائق کو تو عوام کے عقائد کی یہ حالت ہے۔ اور یہ سب عاملوں کے بگاڑے ہوئے ہیں وہ جہلا اس قسم کی باتیں بگھارتے رہتے ہیں کہ یہ کردینگے وہ کردیں گے۔

(ملفوظ ۵۶۸) ایک ہدیہ قبول فرمانیکے سلسلہ میں فرمایا کہ اونی کپڑے سے جی خوش نہیں ہوتا اسلئے کہ اس میں کیڑا وغیرہ لگجاتا ہے۔ اور میرے یہاں حفاظت کا اہتمام نہیں ہوسکتا۔ میں کثیر المشاغل ہوں۔ دوسرے ایسے کاموں میں توجہ اور وقت دونوں صرف ہوتے ہیں اور مجھکو اس سے گرانی ہوتی ہے۔ اور یہ چیزیں ایک ہی سال میں صرف کردینے کی ہیں۔ میں نے ایک سندھی پیر کی حکایت سنی ہے کہ اُن کے یہاں جسقدر چیزیں آتی ہیں وہ ضرورت کی ہوں یا بے ضرورت کی اُن کا ایک گودام ہے اُن کی حفاظت کرنا رکھنا سکھلانا یہ سب اہتمام ہوتا ہے خدا معلوم جی نہیں گھبراتا ہوگا مجھکو تو سنکر تصور سے وحشت ہوتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ضرورت کیلئے سب کچھ پہلے سے دے رکھا ہے۔ اُونی بھی غیر اونی بھی۔ اب جو کپڑا آتا ہے وہ اکثر بلاضرورت ہوتا ہے اسلئے میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ

بلامشورہ کوئی چیز میرے پاس نہ بھیجا کریں اپنی رائے سے بھیجنے میں یہ ہوتا ہے کہ زائد کو فروخت کرنا پڑتا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی زائد چیزیں فروخت کرا دیتے تھے۔ سہارنپور میں حافظ قمر الدین صاحب حضرت کے بڑے مخلص خادم تھے اُنکے پاس بھجوا دیتے تھے پھر فروخت کرنے میں کبھی اُس چیز کی قیمت نہ معلوم ہونیکی وجہ سے مجھکو خسارہ ہوتا ہے اور کبھی خریدار کو یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایک صاحب نے بریلی سے لکھا کہ میں آنا چاہتا ہوں اور تین روپیہ کی مٹھائی لانا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ میں تین عہ روپیہ کی مٹھائی کیا کروں گا مجھکو ایک قلمتراش کی ضرورت ہے وہ لیتے آنا لیکن اگر تین عہ سے زائد قیمت ہوگی وہ میں دیدوں گا وہ چاقو لائے جو تین عہ روپیہ چار آنہ کا تھا۔ میں نے وہ زائد چار آنہ بھی خفیف سمجھکر نہیں دئے وہ خوش ہوگئے۔ ہر چیز اور ہر کام میں رسوم کا اسقدر غلبہ ہوگیا ہے کہ حقائق قریب قریب بالکل ہی مٹ ہی گئے۔ کتنا سہل نسخہ ہے کہ مجھسے پوچھ لو اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ میں ضرورت کی چیز بتلاؤنگا تو دینے والیکی جو نیت ہے کہ اُسکو میں ہی استعمال کروں وہ اس صورت میں بالکل محفوظ ہے نہ فروخت کرنیکی ضرورت نہ کچھ۔ ایک حکمت یہ ہے کہ ہدیہ دینے سے مقصود خوش کرنا ہوتا ہے وہ بھی اس صورت میں زیادہ تر قریب ہے کہ جی چاہی چیز آئی۔ اور جو مروجہ صورت ہدیہ دینے کی ہے اس میں تو دینے والیکا جی خوش ہوتا ہے جو ہدیہ کے مقصود کے خلاف ہے۔ مقصود تو جسکو ہدیہ دیا جائے اُس کا خوش کرنا ہے مگر خود ہدیہ لینے والیکو دینے والے کی خوشی کی بھی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نکرے جیسے ایک بزرگ کی حکایت سنی ہے کہ جس زمانہ میں روم روس کی لڑائی ہورہی تھی اُسوقت ایک شخص نے اُن بزرگ کو پانچ روپیہ بطور ہدیہ دئے۔ اُن بزرگ نے اُسکے سامنے ہی چندہ میں دیدیئے۔ میں اُسکو بھی ناپسند کرتا ہوں اس میں اُسکی افسردگی ہے۔

(ملفوظ ۵۵۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جسقدر الفت اور محبت بڑھتی ہے اُسی قدر تکلف جاتا رہتا ہے اور یہ بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے نفع باطن کیلئے مگر اکثر لوگوں کو ان باتوں کی خبر ہی نہیں۔

(ملفوظ ۵۵۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ اکثر ہدایا میں بڑھیا چیز دیتے ہیں مگر میری نظر میں بوجہ آمیزش رسم کے وہ گھٹیا ہوتی ہے۔ دینا محبت اور خلوص سے ہونا چاہئے خواہ وہ کسی درجہ کی چیز ہو خواہ نقد فلوس ہی ہو۔ ایک بزرگ ایک بزرگ سے ملاقات کرنے کیلئے گھر سے چلے پاس کچھ نہ تھا۔

راستہ مین خیال آیا کہ کچھ ہدیہ ہونا ضرور چاہیئے تو راستہ مین سے کچھ خشک لکڑیان چن لین کہ بزرگ کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائیگی لیکر پہونچے اور لکڑیان پیش کین اُن بزرگ نے اس ہدیہ کی خاص قدر کی اور خادم سے فرمایا کہ ان لکڑیوں کو حفاظت سے رکھدو۔ ہمارے انتقال کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان لکڑیوں سے گرم کیا جائے تاکہ ہماری نجات کا ذریعہ ہو جائے۔ سبحان اللہ ان حضرات کی باتین بھی بزرگ ہی ہوتی ہے دوسرا کیا قدر کر سکتا ہے۔ ایک مقولہ مشہور ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں خالی جائے تو خالی آئے فرمایا کہ یہ مقولہ جس معنی کر مشہور ہے غلط ہے کیونکہ اس کا مطلب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خالی جائے فلوس سے اور خالی آئے فیوض سے یہ نہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ خالی جائے خلوص سے تو خالی آئے فیوض سے۔ یہ دکانداروں پیروں کی اڑائی ہوئی گپ ہے یہ ایسوں کی اُڑائی ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ جسوقت اللہ نے روحوں کو جمع کیا اُسوقت یہ حکم دیا تھا کہ دنیا میں جاکر بنگ یوزہ کی پابندی رکھنا سو ہم تو اول صف مین تھے ہمنے تو صحیح سنا اور یہ مولوی دور تھے انہوں نے سنا نماز روزہ کسقدر یہ کفریہ کلمہ ہے نعوذ باللہ۔

(ملفوظ ۲۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں سبکو تو منع نہیں کرتا مگر ہاں اکثر لوگ قیمتی کپڑا تکلف اور زینت کی وجہ سے پہنتے ہین اُنکو ضرور منع کیا جائیگا اسکا اثر طبیعت پر بُرا ہوتا ہے ایسی تکلف کی زینت تو عورتوں کیلئے ہے نہ مردوں کیلئے۔

(ملفوظ ۲۶۶) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کسی چیز کے لینے یا کھانے سے عذر کر دینا کفران نعمت تو جب ہے جبکہ ضرورت ہو اگر ضرورت ہونے پر ایسا کیا تو یہ ابتلا ہے اور اگر ایسا نہیں جیسا ایک شخص کے پاس ملنے گئے اور اُسنے دودھ سوئیوں کا پیالہ بھر کر رکھ دیا اور خواہش ہے نہیں تو کیا کھانے سے عذر کر دینا کفران ہو گا کفران ایسا سستا نہیں کہ چمٹتا پھرے اور سب معاملات میں بڑا معیار تو شریعت ہی۔ اگر فتوے سے عذر کی اجازت ہے تو پھر کفران کہاں کیونکہ کفران کی تو اجازت شریعت میں نہیں سو جو کفران کی فرد ہو گی اُس مین شریعت کی ممانعت بھی ہو گی اور یہاں ممانعت ہے نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ کفران بھی نہیں بس مسلمانوں کیلئے تو بڑا اچھا معیار شریعت ہے مگر فتوی ایسی چیزوں میں اسی کا معتبر ہے جو جامع شریعت و طریقت ہو اسلئے کہ اہل ظاہر بلا ضرورت کہیں جائز کہدیگا اور کہین ناجائز۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ جو آجکل اہل مدارس دنیاداروں سے چندہ مانگتے ہین اس مانگنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ رنگون مین ایک بڑے مدرسہ اسلامیہ کی طرف سے رمضان المبارک میں کچھ لوگ چندہ کیلئے گئے تھے ایک شخص مجھسے روایت کرتے تھے کہ میں امرا کے ایک مجمع مین موجود تھا وہ سب آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ ابتو یہ لوگ آ گئے کچھ کرنا ہی پڑیگا اور میرا نام لیکر کہا کہ اُسکی سی صفائی کسی میں بھی نہیں - ایک صاحب ہماری برادری کے یہاں تھے وہ ایک مسجد کے چندہ کیلئے سفر کرنے کے بعد جب واپس آئے اسوقت خود مجھسے کہتے تھے کہ میں پہلے خیال کیا کرتا تھا (یعنی میرے متعلق) کہ اگر کسی سے چندہ کیلئے سفارش کر دیں تو کار خیر ہے حرج کیا ہے لیکن اس سفر میں واقعات اور مشاہدات سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت آپکے یہاں جسقدر اصول اور قواعد ہیں نہایت پاکیزہ ہیں اسسے وہ شبہ جاتا رہا -

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جسقدر غیر مسلم اقوام ہیں سبنے اسلام کے اصول لیلئے ہیں راحت اُٹھا رہے ہین - اور مسلمانوں نے چھوڑ دئے پریشان ہین تکلیف اُٹھا رہے ہین مدراس میں ایک انگریز مسلمان ہوا نماز کے لئے مسجد میں آیا دیکھا کہ نالی میں صفائی نہ تھی اُسنے اسپر خادم مسجد سے کہا کہ ذرا صفائی رکھنا چاہئے تو جاہل لوگوں نے کہا کہ بڑا صفائی صفائی گاتا ہے معلوم ہوتا ہے ابھی تو عیسائی ہے گویا مسلمان وہ ہے جسمین صفائی نہ ہو میلا کچیلا رہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لوگوں کو حس نہیں رہا - دیکھئے حدیث میں ہے نظفوا فنیتکم یعنی گھر سے باہر جو اُسکے سامنے میدان ہے اُسکو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اسقدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کسقدر مطلوب ہوگی - پھر کپڑے کی اُس سے زیادہ اور جسم کی اُس سے زیادہ اور روح کی تو کسقدر مطلوب ہوگی - میرے متعلق ایک شخص نے کہا تھا کہ اُسکے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے میں نے کہا کہ کیا لغو بات ہے اگر یہ کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں جیسا انتظام ہے تو یہ ٹھکانے کی بات بھی ہے کیونکہ اُنہوں نے یہ سب اسلام سے لیا ہے نہ کہ اسکا عکس - میں جب حیدرآباد دکن گیا تھا ایک مولوی صاحب میرے دوست تھے اُنھوں نے مدعو کیا تھا رخصت کے قریب بعض احباب نے مشہور چیزوں کی سیر کرائی اُسی سلسلہ مین دارالضرب بھی دیکھنے گیا وہاں ایک انگریز دکھلانیوالا تھا جب کچھ دیکھکر واپسی کیلئے دروازہ پر آئے تو میں نے اُس انگریز سے کہا کہ آپکے اخلاق سے بڑا جی خوش ہوا

آپکے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں۔ اسپر وہ تو خوش ہوا کہ ایک مذہبی شخص نے اُسکی تعریف کی۔ میری ساتھ ایک بڑے افسر مسلمان بھی تھے اُنہوں نے مجھسے آگے چلکر کہا کہ آپنے تو غضب ہی کر دیا عجیب وغریب طرز سے تعریف کی۔ بڑہا بھی دیا اور گھٹا بھی دیا وہ تو اسپر خوش ہوا اور بڑا اثر ہوا کہ ایک مذہبی شخص اپنے مذہبی لوگوں کی ساتھ مجھکو تشبیہ دیتا ہے اور گھٹا یوں دیا کہ اخلاق مین مسلمانوں کو کامل اور اُسکو ناقص قرار دیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے حقیقت کو بیان کیا کہ اپنے اخلاق پر ناز نہ کرنا یہ سب تمنے اسلام سے اور مسلمانوں سے لیا ہے۔ یہ تمہارے گھر کی چیز نہیں بلکہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے۔ اسیطرح ہر امر میں اسلام کی تعلیم اور اصول عجیب ہیں۔ امام شافعی رح سماع حدیث کیلئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ کہانیکے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کہانا تیار ہے۔ فرمایا آؤ وہ ہاتھ دہلانے کیلئے پانی لایا اور پہلے امام شافعی رح کے ہاتھ دہلانے چاہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ اسیطرح کہانا رکہنے وقت فرمایا کہ کہانا پہلے ہمارے سامنے رکہو اسکے بعد خود پہلے کہانا شروع کر دیا۔ یہ ترتیب اسوقت کے رسم و تکلف کے خلاف ہے لیکن اس میں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اسلئے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے خصوص کہانے مین ابتداء کرتا ہوا مہمان شرماتا ہے۔ یہ تجربہ سے معلوم ہوا اسلئے آپنے مہمان کو بے تکلف کرنے کیلئے یہ ترتیب اختیار فرمائی۔

(ملفوظ ۵۶۶) ایک سلسلہ گفتگو میں اوپر کے ملفوظ کی مناسبت سے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ قصبہ کیرانہ گیا تھا وہاں پر جو اُسوقت تحصیلدار تھے سندیلہ کے رہنے والے تعلقدار تھے وہ اس خیال سے کہ یہ (یعنی میں) میرے باپ کا ملنے والا ہے محبت کرتے تھے اُنہوں نے میری دعوت بھی کی مجھکو کوئی وجہ عذر کی نہ تھی قبول کرلی اُن کے یہاں لکھنؤ کا باورچی تھا بہت نفیس نفیس کہانے تیار کرائے۔ اور غایت تکلف سے کہانیکے وقت وہ مجھپر مسلط ہو گئے کہ یہ کہائیے وہ کہائیے پہلے تو میں نے برداشت کیا مگر جب وہ تسلط ختم نہ ہوا تب مجبور ہو کر میں نے گنوارپن سے کام لیا اور اس تسلط کے اُٹھانے کیلئے عرض کیا مگر نہیں مانا۔ اودھ میں تکلف ختم ہے اُس کا اثر تھا بیچاروں پر۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مین شکم سیر ہو کر کہانا نہ کہا سکا اودھ کے تکلف پر ایک قصہ یاد آیا کہ دو شخص اودہ کے تھے۔ ریل مین سفر کا ارادہ تھا مگر عین سوار ہونے کے وقت تکلف کی مشق ہو رہی تھی ایک کہتا تھا قبلہ آپ سوار ہوں۔ دوسرا کہتا تھا کعبہ آپ سوار ہون

اسی میں ریل چھوٹ گئی۔ ایسے ہی دو شخص کیچڑ میں گر گئے اب آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ قبلہ آپ اُٹھئے کعبہ آپ اُٹھئے۔ اودھ کا تکلف مشہور ہے لیکن ادب کو تکلف میں داخل کر کے نہ چھوڑا جاوے۔ ادب نہایت ضروری ہے اور ہر امر میں۔ ایک قصہ مہمانی کے ادب کا یاد آیا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے ایک اعرابی بدوی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھا رہا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھا رہا تھا آپ انتظام و نگرانی فرما رہے تھے۔ آپ نے شفقت سے فرمایا کہ بھائی اتنا بڑا لقمہ مت لو بعض دفعہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ وہ بدوی فوراً دسترخوان پر سے اُٹھ گیا اور کہا کہ آپ نگرانی کرتے ہیں مہمانوں کے لقموں کی یہ دسترخوان اس قابل نہیں کہ کوئی بھلا آدمی اس پر کھانا کھائے یہ کہہ اور دسترخوان سے اُٹھکر چلدیا ہر چند حضرت معاویہ نے کوشش کی مگر نہیں رُکا چلا گیا۔ مجھکو تو حیرت ہو گئی کہ بدوی بھی اصولی ہیں جنکا یورپ کے بڑے بڑے مہذب مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جہلاء کہتے ہیں کہ اسلام میں انتظام نہیں۔ اسلام میں تو وہ انتظام ہے کہ دوسروں نے بھی اسی سے لیا ہے۔ اسلام کا انتظام اسلام کے اصول تو وہ ہیں کہ آج دنیا کی تمام اقوام کا اقرار ہے کہ ہمنے اسلام ہی سے لیئے ہیں۔

(ملفوظ ۵۰۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انگریزوں میں ظاہری تہذیب بہت ہے۔ ایک مرتبہ یورپ میں شاہ ایران مہمان ہوئے۔ کھانے کے بعد پیالیوں میں نہایت رنگین اور خوشنما اور خوشبودار صابون ہاتھ صاف کرنے کیلئے آیا۔ یہ سمجھے کہ یہ کوئی کھانے کی چیز ہے یا پینے کی اُسکو پی گئے اُس کھانے پر جسقدر انگریز تھے سبنے اُسکو پیا محض اس خیال سے کہ انکو کوئی شرمندگی نہو۔ ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ایک نواب زادہ کی حکایت ہے ایک شخص بیان کرتے تھے کہ یہ نواب زادہ ایک جہاز میں سوار تھے اور اُنکے چند دوست احباب بھی ہمراہ تھے۔ ایک انگریز بھی بڑے درجہ کا اُس جہاز میں سفر کر رہا تھا اور انکو رئیس سمجھکر انکے پاس ملنے آتا تھا اور انگریزی میں بات چیت کرتا تھا یہ یوں سمجھے کہ یہ اُردو نہیں جانتا انہوں نے مذاق میں اُس کا نام اُلّو کا بچہ رکھا تھا اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ اسکو نہیں سمجھتا اور وہ باوجود سمجھنے کے کبھی چین بجبین نہ ہوا۔ جب جہاز سے اُتر کر چلنے لگے تو وہ نوابزادہ سے رُخصت ہونیکے لئے کہتا ہے کہ اُلّو کا بچہ آداب بجا لاتا ہے۔ اودھ کا سا سلام کیا اُسوقت معلوم ہوا کہ یہ اردو اعلیٰ درجہ کی جانتے ہیں مگر غضب یہ کیا کہ سارے راستہ انکو محسوس نہیں ہونے دیا کہ

میں اسکو سمجھتا ہوں - برابر اسی کہنے پر بولتا رہا اور کوئی ناگواری نہیں ہوئی - نواب زادہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہو گئے اور بیحد محجوب اور شرمندہ ہوئے اور وہ کہکر چلدیا اس ضبط کو ملاحظہ فرمائیے یہ ایسی قوم ہے مگر دین نہ ہونیکے سبب یہ سب اخلاق کی نقل ہے اصل نہیں -

۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کفر جڑ ہے تمام اخلاق رذیلہ کی اور اسلام جڑ ہے تمام اخلاق حمیدہ کی اسلئے کفر کے ہوتے ہوئے اتفاق ہونا نہایت عجیب ہے اور اسلام کے ہوتے ہوئے نااتفاقی ہونا عجیب ہے ان دونوں کا سبب کچھ عوارض ہوتے ہیں

(ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو کچھ لکھ پڑھ لیتے ہیں انکے دماغ سب سے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں - کل دو صاحب آئے تھے اہل علم تھے مگر جو بات کی اینچ پیچ ہی کی کی میرے پوچھنے پر بھی صاف بات نہ کہی جو لوگ محض جاہل ہیں اکثر وہ بھی صاف بات کہدیتے ہیں - چنانچہ چند معمولی لوگ ملنے آئے مگر میرے دریافت کرنے پر صاف کہدیا کہ بارات میں آئے تھے تمسے بھی ملنے آگئے مگر معلوم نہیں یہ لکھے پڑھوں میں مکر و فریب کہاں سے آگئے سیدھی بات تھی جب میں نے پوچھا تھا کہ یہ سفر کس غرض سے ہوا تو صاف کہدیتے کہ فلاں صاحب سے ملنے آئے ہیں آپ سے بھی ملنے آگئے اس میں ایسی کونسی بات تھی جسکو وہ نہ کہہ سکتے تھے خواہ مخواہ جھوٹ بولا انکے سست لہجے سے سمجھ گیا تھا کہ دل میں کچھ اور ہے مجھکو راز معلوم کرنا تھا لوگ اس قسم کی چالاکیاں اور مکر و فریب کرتے ہیں - کہاں تک تاویل کروں - وجہ ناگواری کی یہ ہوتی ہے کہ جو شخص تعویذ لینے یا مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے یا ملنے کیلئے آتا ہے تو یہ سب دوستی کی افراد ہیں سو دوستوں سے صبر نہیں ہو سکتا - ہاں دشمن سے صبر ہو سکتا ہے - فلاں خانصاحب نے ساری عمر گالیاں دیں مگر مجھپر ذرہ برابر کبھی اثر نہیں ہوا

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ دینا سنت ہے جب سنت ہی تو اس میں برکت کیسے نہ ہوگی نہ ہونیکے کیا معنے لیکن مثل دیگر طاعات کے وہ بھی مناسب شرائط کی ساتھ مشروط ہے چنانچہ ایک بڑی شرط باہم بے تکلفی ہے - بے تکلفی ہی میں ہدیہ کا لطف بھی ہے اور اس مادی ہدیہ

سے بھی بڑا ہدیہ یہ ہے کہ محبت سے مل لئے اگر یہ نہیں ہے تو ہدیہ میں کیا رکھا ہے۔

(ملفوظ ۴۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض آثار طبعیہ فطری ہوتے ہیں وہ زائل نہیں ہوتے گو کمی تو ہو جاتی ہے مگر رہتے ضرور ہیں چنانچہ باوجود اسکے کہ اتنا زمانہ ہدایا قبول کرتے ہوئے ہو گیا مگر اب تک طبیعت میں جھجک ہے اور اجنبی سے تو بالکل ہی طبیعت قبول نہیں کرتی جی شرماتا ہے۔ بے تکلفی کی جگہ بھی جھجک تو ہوتی ہے مگر کم۔ مولوی صدیق صاحب گنگوہی اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب یہ مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے ایک مکان میں کھانا مقرر ہوا۔ جب کھانا لانیکے لئے گئے وہاں پہونچکر اب چپ کھڑے ہیں زبان نہیں اٹھتی۔ اتفاق سے صاحب خانہ آ گئے انہوں نے بڑے احترام سے بٹھایا اور کھانا خود لاکر دیا مگر جاتے جاتے اس خجلت کا کم ہونا شروع ہوا۔ ان چیزوں میں عادت کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے مگر جو چیز فطری ہوتی ہے وہ کچھ نہ کچھ رہتی ہے اور فطرت کی ساتھ اگر عادت بھی منضم ہو جاوے تو اگر وہ امر محمود ہے تو نور علی نور ہو جاتا ہے اور اگر امر مذموم ہے تو کریلا اور نیم چڑھا ہو جاتا ہے چنانچہ مجھ پر عجیب خدا تعالی کی یہ رحمت ہوئی کہ باپ بھی ایسے ملے کہ انہوں نے شیخ کی طرح تربیت کی اور شیخ تو پھر شیخ ہی تھے دونوں کی برکت فطرت کی ساتھ ملکر ارواح ثلثہ ہو گئے والد صاحب کا معمول تھا کہ دعوت میں ہمکو نہ لیجاتے تھے الا نادراً حالانکہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ بچوں کو ہمراہ لیجاتے ہیں۔ والد صاحب فرماتے کہ یہ ٹھیک نہیں اس سے بچوں کو عادت ہو جاویگی پھر انتظار ہونے لگے گا۔ ایسے متحمل تھے ان کی باتیں ایسی تھیں جیسے شیوخ کی ہوتی ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ باپ بھی ایسے ملے۔ استاد بھی ایسے ہی شیخ بھی ایسے ہی یہ ان کا بڑا فضل اور رحمت ہے۔

(ملفوظ ۴۶۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہدیہ لینے میں بعض اوقات ایک تو طبعی انقباض ہوتا ہے اس کا تو کچھ ذکر نہیں اور ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ تجربہ کی بناء پر ہدیہ قبول کرکے پچتانا پڑتا ہے اس میں انتظام کی ضرورت ہے۔ یہاں ہماری برادری میں ایک صاحب تھے جنکا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خادمی کا تعلق تھا اس بناء پر مجھسے بھی محبت کرتے تھے انکے یہاں کوئی پھل آیا کوئی اچھا کھانا پکا میرے لئے بھیجدیتے تھے اور یہاں سے بھی جاتا رہتا تھا مگر کم و بیش کا تفاوت تھا۔ اتفاق سے ایک فرائض کا مسئلہ انہوں نے مجھسے پوچھا۔ میں نے بتلا دیا وہ انکے خلاف تھا اور اسمیں انکے فریق مخالف کا نفع تھا اسپر کہا کہ ہم اتنے زمانہ سے خدمت کرتے ہیں مگر جب ہمارے

کام کا وقت آیا تو ہماری کچھ رعایت نہ کی - دیکھئے کتنی رنج دہ بات ہے - اسوجہ سے بعض ہدیہ میں شبہ ہو جاتا ہے کہ کہیں اس کا بھی یہی انجام نہ ہو - اور ہدیہ دیکر کسی رعایت کی توقع تو نہایت ہی منکر و قبیح ہے - مجھکو تو یہ بھی پسند نہین کہ ہدیہ دیکر دعا کیلئے کہا جاوے اسلئے کہ ہدیہ تو محض طیبِ قلب سے اور تطییب قلب کیلئے ہوتا ہے - اُس میں اور اغراض کی یا دوسرے مصالح کی آمیزش کیسی - اسی لئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ شخص ہمکو غریب سمجھکر ہدیہ دے رہا ہے لینے کو جی نہیں چاہتا - ہم غریب ہی سہی مگر اُسکو کیا حق ہے کہ وہ غریب سمجھکر دے تو مولانا نے دفع حاجت کی مصلحت کی آمیزش کو پسند نہیں فرمایا اور ایک یہ بھی معمول تھا کہ سفر مین ہدیہ لینا پسند نہ فرماتے تھے بعض اوقات پہلے سے آمادگی نہیں ہوتی منھ دیکھکر خیال ہو جاتا ہے تو طیب قلب سے نہ ہوا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ پر غالب حالت مجذوبیت کی تھی مگر کوئی شخص رخصت کیوقت ہدیہ پیش کرتا قبول نہ فرماتے تھے اور جو شخص آتے ہی دیتا لیلیتے تھے - جانیکے وقت دینے کے متعلق فرماتے کہ بھٹیارا سمجھا ہے کہ حساب لگا کر دیتا ہے کہ آٹھ آنہ کا کھایا ہو گا لاؤ روپیہ دیدو - دیکھئے یہان بھی ہدیہ میں دوسری مصلحت یعنی اداءِ عوض کی ملگئی - حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ لیتے تھے کم مقدار مین لیتے تھے اور لینے کیوقت بیحد شرماتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی بڑی حیثیت نہیں اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے کہ بھائی زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ دیدو - اسمیں بھی یہ راز ہے کہ بعض اوقات زیادہ مقدار مین طیب قلب نہیں ہوتا قلیل مقدار سے شرماکر زیادہ دیتا ہے پھر استطراداً فرمایا کہ مجھکو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف زیادہ کشش ہے دوسرے بزرگون کی ساتھ تو اُنکے کمالات کی بناء پر عقیدت ہے اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اضطراری طور پر محبت ہے اُنکی ہر بات مین ایک محبوبانہ شان معلوم ہوتی تھی - ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ میان تم بہت دنوں سے آتے ہو - ہمنے تمہیں کبھی کھانا نہیں کھلایا آج تمہاری دعوت ہے - دیکھئے اس سے سادگی کی کیسی عجیب و غریب شان مترشح ہوتی ہے جو محبوبانہ انداز کی بڑی فرد ہے -

۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں انکی دعاؤں میں انکی نصیحت میں سب میں نور اور برکت ہوتی ہے۔ دہلی مین جو حکیم نابینا ہیں اُن کی نباضی مشہور ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت میں نابینا ہون بجز نبض کے اور علامات کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ نبض شناسی کی دعا کر دیجئے آپنے نبض کیلئے دعاء فرما دی جسمین اُسکا کمال مشاہد ہے تو یہ اُس دعاء کی برکت ہے۔

(ملفوظ ۵۷۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین تغیر طبیعت مین معذور ہون۔ ناگوار بات پر ایک دم تبخیر ہو نے لگتی ہے۔ اب اُسپر اگر ضبط کرتا ہون تو تبخیر بڑھ جاتی ہے اور حالت شباب مین تو اکثر بخار ہو جاتا تھا۔

(ملفوظ ۵۷۸) ایک صاحب نے زمانہ تحریکات میں میرا نام لیکر کہا کہ اگر اُنکو انگریزون کی حالت معلوم ہو جائے تو ہمسے زیادہ ان تحریکات کے حامی ہو جائیں۔ میں نے سنکر کہا کہ ہمیں کسی دوسری قوم کی ساتھ دوستی نہیں کہ حالات معلوم ہونے سے بغض ہو جاویگا۔ اپنی قوم سے دوستی ہے تحریکات کو اُنکے لئے مضر سمجھکر علیحدہ ہون

(ملفوظ ۵۷۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ دیکھئے ایک پہلو پر تو نظر گئی کہ انگریزون کو نفع نہ پھونچے اُن سے کوئی چیز نہ خریدو اور ہندوؤن کو اگر نفع پھونچے تو اُسکو گوارا کیا جاتا ہے اسلئے کہ تمام تجارتین اُنکے ہاتھ مین ہیں اسلئے تجارت کا نفع اُن ہی کو زیادہ پھونچتا ہے۔ اور یہ سب چھوڑے ہمتو مقلد ہین کوئی فقہی روایت دکھلائیں کہ کفار سے خریدنا ناجائز ہے۔ البتہ بعض اشیاء کا فروخت کرنا بیشک ممنوع ہے۔ اور اس میں ایک راز ہے وہ یہ کہ اعیان مین تو خود بلا واسطہ نفع پھونچتا ہے اور نقود مین بواسطہ ہوتا ہے۔ مثلاً لوہا ہے خود وہی لوہا کام میں لا سکتے ہین تو اگر اُسکا مسلمانوں کے مقابلہ مین استعمال کرینگے مسلمانون کو ضرر پھونچے گا۔ اور روپیہ بعینہ کام مین نہیں آتا بواسطہ کام آتا ہے تو اُس سے اگر ضرر ہوگا بواسطہ ہوگا جسمیں فاعل مختار کا تخلل ہے فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے دوسروں کو کیا حق ہے اجتہاد کا کہ خواہ مخواہ احکام میں ٹانگ اڑائیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے بوقت رخصت عرض کیا کہ حضرت معاف فرمادین جو کچھ مجھسے حضرت کو تکلیف

پھونچی ہے۔ فرمایا کہ تمنے مجھے کیا تکلیف دی جو معاف کرانے کی ضرورت ہو۔ اور اگر میرے مواخذہ سے شبہ ہوا تو اُس کا سبب میری کسی مصلحت کا فوت ہونا نہیں بلکہ میں جو کچھ کہتا ہوں اُس سے آپ لوگوں کی تعلیم اور اصلاح مقصود ہوتی ہے کوئی خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی مقصود ہے جو ایذا رسانی سے مسبب ہوتا ہے بلکہ مجھے خود آپ سے معاف کرانا چاہئے کہ مین نے تمکو ستایا

(ملفوظ ۵۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان باطنی تعلقات کے نفع کا مدار انبساط پر ہے۔ خصوص اگر بیعت کے وقت انقباض ہو تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پھر ساری عمر اسکا اثر رہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ اسوقت اکثر مشائخ اور پیروں نے اس طریق کا ناس کر دیا انکے اغراض پرستی کے سبب لوگوں کے اخلاق خراب اور برباد ہو گئے۔ اسلئے بیچارے لوگوں کا بھی کوئی قصور نہین۔ ساری جگہوں مین جب صرف ایک ہی جگہ روک ٹوک ہو محاسبہ ہو تو وہان تو ضرور ہی گھبرائین گے۔

(ملفوظ ۵۸۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ انگریزی دوا باستثناء نادر میں خود تو استعمال نہین کرتا مگر دوسروں کے لئے برا نہیں سمجھتا کیونکہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے۔

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۵۸۳) ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے چادر سے منھ چھپائے چپکے سے آکر مجلس مین بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کون صاحب ہین۔ عرض کیا کہ مسافر ہوں۔ فرمایا کہ مسافر کیلئے سرائے ہے۔ یہان کیسے آئے عرض کیا کہ آپ سے ملاقات کیلئے۔ فرمایا کہ کیا ملاقات کا یہی طریقہ ہے کہ نہ سلام نہ کلام نہ مصافحہ اور اوپر سے یہ عورتوں کا سا گھونگٹ۔ کیا اہل حال کی سی ہیئت بنا کر مجھپر اثر ڈالنا چاہتے ہو اپنی بزرگی سے مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ کیوں دماغ بگڑا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی سے مرید ہو کیا یہ صحیح ہے۔ عرض کیا کہ فلان درویش ہین اُن سے بیعت ہوں۔ دریافت فرمایا کہ میرے پاس جو آئے ہو محض ملاقات ہی مقصود تھی یا کوئی اور کام بھی ہے اگر ہے تو کہو تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو اور طبیعت یک طرف ہو۔ عرض کیا کہ محض ملاقات مقصود تھی۔ فرمایا کہ منھ کھولکر اچھی طرح جیسے اور بیٹھے ہین بیٹھو اور یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ آدمی کسی کے پاس جاوے تو سلام کلام مصافحہ کچھ کر کے

یہ کیا جانوروں کی طرح آکر بیٹھ گئے - افسوس اصلاح کا تو نام ونشان نہیں - اب سب حضرات مشاہدہ کر لیں ہیں جو کہا کرتا ہوں کہ بزرگی اور ولایت تو آسان ہے مگر انسانیت آدمیت مشکل ہے صحیح ہے یا نہیں یہ صاحب باوجود درویش ہونے کے انسانیت سے معرا ہیں اسیواسطے میرے یہاں انسانیت آدمیت سکھلائی جاتی ہے اور اسکے دشوار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق مخلوق سے ہے اس میں کمی ہونے سے مخلوق پر اثر پہونچتا ہے اور اُن کا معاملہ بوجہ حقوق العباد ہونے کے مشکل ہے اور بزرگی ولایت کا تعلق ایک بڑی رحیم کریم ذات سے ہے وہ اگر اپنے حقوق کو معاف فرمادیں کچھ دشوار نہیں -

۵۴۳

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواب یا کشف سے جو زیارت حق تعالیٰ کی ہوتی ہے وہ مثالی ہے - سو حق تعالیٰ کی رویت کے درجات مختلف ہیں جن لوگوں کو یہاں پر رویت ہوئی وہ مثالی ہوئی اصلی جنت میں ہوگی - حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کبھی عینی بھی ہوسکتی ہے وہ اس طرح کہ یہاں سے حضور کے جسد مبارک تک حجابات اُٹھ جائیں اور اصلی صورت نظر آجاوے باقی حضرت حق کی رویت دنیا میں عینی نہیں ہوسکتی اور بہر حال ان چیزوں کو قرب میں دخل نہیں بلکہ خود قرب کو اس میں دخل ہے مگر بلا لزوم بلکہ بعض اوقات یہ حالات خطرناک ہوجاتے ہیں کیونکہ ان میں بڑوں بڑوں سے غلطیاں ہوگئی ہیں یعنی ان کے سمجھنے میں -

۵۴۴

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مرتبہ فلاں مقام پر تشریف لیگئے تھے اسٹیشن سے دو میل کے فاصلے پر ایک بزرگ مدفون ہیں حضرت نے اسٹیشن ہی پر یہ فرمایا کہ یہاں پر کسی بزرگ کا مرقد ہے کیا یہ بات صحیح ہے فرمایا کہ مجھکو نہ یہ درجہ حاصل اور نہ یہ میری عادت - خلاصہ یہ کہ جو بات طالب علموں میں نہیں ہوتی وہ ہم میں نہیں اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تو ہم درویش ہیں اور اگر کسی اور چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں اور نہ ان چیزوں کا درویشی سے کوئی تعلق جیسا عام خیال ہے اور یہ ساری خرابی کہ غلط خیالات میں ابتلا ہورہا ہے اسکی ہے کہ لوگ طریق سے بے خبر ہیں جن چیزوں کو طریق سمجھتے ہیں وہ حقیقت سے کوسوں دور ہیں - خارجی چیزوں کا بلکہ اکثر تو واہی تباہی باتوں کا نام طریق رکھہ چھوڑا ہے - حقیقت یہ ہے کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں اور رضاء حق اُس طریق کا مقصود ہے - اس سے آگے جو شیخ کامل تجویز کرتا ہے یا سلف کا معمول رہا ہے وہ سب تدابیر کا درجہ ہے فن طب کی طرح اس طریق میں بھی تدابیر ہیں -

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اعتراض کرنا کون مشکل ہے زبان ہی تو ہلانا پڑتی ہے۔ تحقیق کا درجہ مشکل ہے۔ اس ہی لئے محقق پر سیکڑون اعتراض ہوتے ہیں۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اُسکی نظر تمام جوانب پر ہوتی ہے اور غیر محقق کی نظر صرف ایک بات پر ہوتی ہے۔ سو مختلف جوانب کو جمع کرنا ظاہر ہے کہ کسقدر مشکل ہے۔ ایک بزرگ کی مجلس مین لفظ زندیق کی لغوی و فقہی تحقیق ہو رہی تھی۔ اسی سلسلہ مین ایک عالم نے کہا کہ زندیق ایسے ہی کو کہتے ہونگے جیسے محی الدین ابن عربی۔ یہ بزرگ کچھ نہیں بولے۔ پھر خاص مجلس مین ایک صاحب نے ان بزرگ سے سوال کیا کہ حضرت آجکل قطب کون ہین فرمایا محی الدین ابن عربی ہیں۔ عرض کیا گیا حضرت اُس مجلس میں اُنکو زندیق کہا گیا اور حضرت کچھ نہین بولے۔ فرمایا کہ وہ مجلس علماء کی تھی وہاں رد و قدح کرنے سے شرع کا نظام مختل ہوتا۔ اب مجلس خاص ہے اور اہل ظاہر چونکہ جامع نہیں ہوتے اسلئے اُن کا یہی مسلک رہا کہ وہ محقق پر معترض رہے حالانکہ کوتاہی انہی کی ہوتی ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے ایک تسبیح سیپ کی جو خاصی قیمتی تھی بطور ہدیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کی۔ اور مُہدی کی دل آزاری کی وجہ سے حضرت والا نے اپنے معمول کے خلاف قبول فرمالی۔ اُس تسبیح کو تقریباً چار یوم تک حضرت والا نے استعمال فرمایا اس درمیان میں ایک دانہ اُس تسبیح کا ٹوٹ گیا۔ مُہدی صاحب ابھی تک قیام کئے ہوئے تھے مجلس مین موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں اس تسبیح کی حفاظت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ایک مستقل شغل ہو گا اسلئے میری درخواست ہے کہ آپنے مجھکو دی تھی اب مین بطور ہدیہ پیش کرتا ہون واپس نہین کرتا اور مجھے امید ہے کہ جیسے میں نے آپ کی رعایت کرتے ہوئے قبول کر لی تھی آپ میری رعایت کرتے ہوئے قبول کر لیں گے جیسے مین نے آپ کا دل خوش کیا آپ میرا دل قبول کر کے خوش کرینگے۔ اور اگر زیادہ خیال ہے تو اسکے عوض میں مین آپسے اور کوئی چیز لیلونگا۔ علاوہ مشغولی کے دوسری بات یہ ہے کہ اگر پھر کوئی دانہ ٹوٹا تو اُس دانہ کو دیکھکر مجھ نادان کو تکلیف ہو گی اور میں اسکو پڑھ بھی چکا ہون۔ اُن صاحب نے بخوشی قبول کر لیا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بادشاہ عادل بڑی چیز ہے۔ پہلے سلاطین مین اکثر دین کی پابندی تھی۔ دین کی عظمت اور وقعت تھی اگر کسی کے اندر عمل کی کوئی کوتاہی بھی تھی تب بھی عظمت اور وقعت دین کی ضرور تھی۔ اس سے اُنکے قلوب خالی نہ تھے۔ میرے پیر بھائی محمد خانصاحب

خورجہ والے ایک واقعہ امیر عبدالرحمن خان والی کابل کا بیان کرتے تھے کہ اُن کی بیوی کی ہاتھ سے ایک قتل ہوگیا۔ ایک ماما کو کسی قصور پر ریوالور سے مار ڈالا۔ امیر عبدالرحمن خان سے ماما کے ورثہ نے فریاد کی حکم فرمایا کہ قاضی شرع کی عدالت مین دعوی دائر کردیا جائے اور بعد تحقیق شرعی کے جو حکم ہو اُسپر عمل کیا جائے۔ چنانچہ وہان دعوی دائر ہوا۔ قاضی نے کہلا کر بھیجا کہ مجرم کی حراست کی ضرورت ہے مگر شاہی محل کا معاملہ ہے وہاں تک رسائی کیسے ہوسکتی ہے فوراً فوج کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کے ماتحت کام کرین باضابطہ محل سے گرفتاری ہوئی اور بیانات لئے گئے مقدمہ شروع ہوگیا۔ امیر صاحب کے صاحبزادے امیر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ والدہ کے متعلق کیا ہوگا۔ فرمایا کہ بیٹا مین اسمین مجبور ہون جو حکم شرعی ہوگا وہ ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری تو ماں ہے اسلئے تمہین اس کا خیال ہے اور میری بیوی ہے اسلئے مجھکو بھی خیال ہے مگر حکم شرعی کے سامنے چون وچرا کی کیا گنجایش ہے اور تعجب ہے کہ تمکو اپنی بُڑھیا مان کا تو خیال ہے اور بڈھے باپ کا خیال نہین کہ رعایت کرنے سے میدان محشر مین خدا کے سامنے گھٹا گھسٹا پھریگا۔ غرض مقدمہ ہوا اور قاتلہ کے اقرار سے قتل ثابت ہوگیا۔ قاضی شرع نے حکم قصاص کا صادر کردیا۔ صاحبزادون نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ اگر ہم مقتول کے ورثاء کو کچھ دیکر راضی کرلین اور وہ اپنا حق معاف کردین تو اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ شریعت مین اسکو دیت کہتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ وہ طیب خاطر سے اسپر رضامند ہون۔ کوئی حکومت کا اثر یا دباؤ اُنپر نہ ڈالا جائے۔ غرضکہ کوشش کرکے اُنکو راضی کیا اُنہون نے بخوشی معاف کردیا۔ تب بیگم صاحب کی جان بچی یہ ہے عدل ایسے شخص کو حکومت کرنا جائز ہے۔ اور اگر بادشاہ ہو کر اُس مین عدل نہ ہو بلکہ ظلم ہو بیحد قبیح ہے۔

دوسرا واقعہ امیر عبدالرحمن خان کی فراست کا بیان کیا۔ وہی محمد خان راوی ہیں (وہ چند روز امیر صاحب کے مہمان بھی رہے ہین) کہتے تھے کہ میں نے ایک شب مین خلوت مین فلاح ملک کے متعلق کچھ اصلاحی یادداشت بطور نوٹ کے لکھیں تھین اس خیال سے کہ صبح دربار مین امیر صاحب کو مشورہ دون گا کہ ان چیزوں کی ملک میں ضرورت ہے میں وہ یادداشت جیب مین رکھکر امیر صاحب کے دربار میں گیا۔ موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو وہ اصلاحی نوٹ پیش کردون کہ دفعۃً خود بولے کہ بعض احباب ملک کی اصلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلان فلان چیزین ملک کی ترقی کیلئے

مفید ہیں۔ اور اسکے بعد نمبروار ہر نوٹ کے جوابات دینے شروع کئے کہ اس میں اگر یہ مفاد ہے تو یہ مضرت ہے۔ منجملہ اور نوٹوں کے ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ ملک سے ہوشیار اور سمجھدار نوعمر لوگ منتخب کرکے جرمن وغیرہ بھیجے جائیں تاکہ صنعت و حرفت سیکھ کر آئیں اور پھر دوسرے لوگوں کو ملک میں آکر سکھلائیں اسپر فرمایا کہ مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے اور اسکی ضرورت بھی ہے کہ ایسا ہو مگر طریقہ کار غلط ہے اسلئے کہ جو لوگ یہاں سے بھیجے جائیں گے وہ وہاں جاکر آزاد ہو جائیں گے دوسری جگہ کے جذبات اور خیالات کا اثر اتم ہوگا۔ پھر جب ملک میں آئیں گے تو اُن کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اوروں کے اندر بھی وہی جذبات اور خیالات پیدا ہو جائیں اسلئے اسکی دوسری مفید صورت یہ ہے کہ اہل کمال لوگوں کو جو صنعت و حرفت میں ماہر ہیں باہر سے یہاں بلایا جائے اور اُن کے ذریعہ سے یہاں کے لوگوں کو سکھلایا جائے تو چونکہ وہ محکوم ہونگے اور ہر قسم کی ان کی نگرانی ہوگی اس سے وہ اندیشہ نہ ہوگا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ مجھکو حیرت ہوگئی کہ انکو کیسے معلوم ہوا کہ یہ نوٹ لکھکر لایا ہے اور اس ترتیب سے نوٹ ہیں۔ کہتے تھے کہ میں نے دربار برخاست ہونے پر امیر صاحب سے دریافت کیا کیا آپکو کشف ہوتا ہے یہ تو میں لکھکر لایا تھا اور کسیکو اطلاع ہی نہ تھی۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوا کرتا ہے میں ایک گنہگار شخص مجھکو کیا کشف ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے عقل عطاء فرمائی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جہانتک کشف کی رسائی ہوتی ہے وہیں تک عقل کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اور اسپر ایک مثال بیان فرمائی کہ دیکھو دو چیزیں ہیں ایک ٹیلیفون اور ایک ٹیلیگراف سو کشف ٹیلیفون کے مشابہ ہے جسمیں صاف صاف گفتگو ہوتی ہے اور عقل ٹیلیگراف ہے اُس میں کچھ اشارات ہوتے ہیں قدرے غوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ عجیب تحقیق بیان کی یہی تو ہے مومن کی فراست جو ایک نور ہے اور عطاء خداوندی ہے اور یہ اکثر پیدا ہوتا ہے تقوے طہارت سے۔

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۵۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ نیند کی کمی سے بحمد اللہ دماغ پر ایسا تعب نہیں ہوتا کہ مضامین کی آمد میں یا ترتیب و تہذیب میں کوئی فرق آجاوے۔ ہاں نیند سے جو ایک قسم کی آسودگی اور بشاشت

ہوتی ہے وہ نہیں ہوتی۔

(ملفوظ ۵۹۰) - ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام مسنون اور مصافحہ کے دور جا بیٹھے۔ حضرت والا نے کچھ انتظار کے بعد دریافت فرمایا کہ آپ تو دور جا بیٹھے یہ نہیں بتلایا کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں۔ آنے کی غرض کیا ہے کیا یہ میرے ذمہ ہے کہ میں پوچھا کروں۔ عرض کیا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں یہ میرا نام ہے۔ حضرت کی زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ دریافت فرمایا کہ سوائے زیارت کے اور تو کوئی کام نہیں اگر ہو کہہ دو۔ عرض کیا کہ مرید بھی ہوں گا۔ فرمایا کہ میں اتنی جلدی مرید نہیں کیا کرتا۔ دوسرے یہ امور بشاشت پر موقوف ہیں اور آپ کی اس حرکت سے انقباض ہو گیا تو اب کوئی نفع نہ ہوگا نہ آجل یعنی ثواب نہ عاجل یعنی اصلاح۔ ثواب تو اسلئے نہ ہوگا کہ آتے ہی ستایا اور اصلاح اسلئے نہ ہوگی کہ انقباض ہو گیا۔ اچھا یہ بتلاؤ کہ مرید ہونے سے کیا مقصود ہے۔ عرض کیا کہ نفع ہو۔ نفع سے کیا مراد ہے۔ عرض کیا کہ اللہ کا راستہ معلوم ہو جائے۔ فرمایا کہ اگر بدون مرید ہوئے ہی یہ مقصود حاصل ہو جائے تو پھر مرید ہونے پر تو مصر نہ ہوگے۔ عرض کیا کہ مرید ہونا تو ضرور ہے۔ فرمایا کہ تمہارا یہی خیال مجھے معلوم کرنا تھا سو معلوم ہو گیا اچھا چلو یہاں سے میں مرید نہ کروں گا۔ اس باب میں لوگوں کے عقائد بہت ہی خراب ہیں۔ مرید ہونیکو فرض و واجب سمجھتے ہیں اور جو اصل چیز ہے یعنی تعلیم اُس کا نام و نشان بھی نہیں۔ یہ سب دکاندار پیروں کی بدولت خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اب وطن واپس جا کر خط و کتابت سے معاملہ طے کرنا۔ یہاں رہتے ہوئے خاموش مجلس میں بیٹھے رہنا۔ عرض کیا بہت اچھا۔

(ملفوظ ۵۹۱) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جسطرح تم آتے ہو ایسا جانا تو بُت پرستوں کا بتوں کے یہاں ہوتا ہے کہ بُت کو تو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی اور بُت پرست اپنا حساب لگا لیتا ہے تو ایسے آنے سے کیا نفع۔ اچھا اگر نفع نہ ہوا تو کیا آپ ٹھیریں گے۔ عرض کیا کہ جی۔ فرمایا کہ جب مقصود حاصل نہ ہوا اور نفع نہ ہوا تو ٹھیرنے سے مطلب۔ تم بہت ہی بدفہم معلوم ہوتے ہو۔ میری مجلس میں مت بیٹھو تمہاری صورت دیکھکر تکلیف ہوتی ہے اور یہ بتلاؤ کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ وجہ سے کہہ رہا ہوں یا بلا وجہ۔ کیا آپ کی حرکت سے تکلیف نہیں ہوئی۔ عرض کیا کہ ہوئی۔ فرمایا تو کیا تکلیف ہی دینے آئے تھے۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا۔ عرض کیا کہ بلا سوچے جواب عرض کر دیا تھا جو صحیح نہ تھا فرمایا کہ یہ اور بھی اذیت کی بات ہے کہ ایک مسلمان کو ایسا جواب دیا جسمیں

دہو کا تھا اتنا کہدینا کافی تھا کہ میں فلان جگہ سے آیا ہوں اور ملنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اسمین ایسا کونسا باریک فلسفہ تھا پھر اوپر سے تاویلین۔ پھر سب سے بڑہکر یہ کہ یہ بھی توفیق نہ ہوئی کہ معافی چاہنے کے الفاظ کہدیتے مگر یہ کیسے کہیں اس میں تو شان گھٹتی ہے آن ٹوٹتی ہے تاویلیں جتنی چاہو کرالو مگر کام کی ایک بات نہیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا پیر مرید کو ولی بنا سکتا ہے۔ فرمایا کہ ولی مقبول کو کہتے ہین یہ کسی کے قبضہ میں نہیں کہ کوئی کسی کو مقبول بنا سکے ہان جسکو کیفیت باطنی اور عوام نسبت بھی کہتے ہیں وہ حاصل ہوجاتی ہے مگر وہ نسبت حقیقی کہ بندہ کو خدا کیساتھ عشق کا سا تعلق ہوجائے اور حق تعالیٰ کو بندہ کی ساتھ رضا کا تعلق ہوجاوے یہ موقوف ہے دوام طاعت اور کثرت ذکر پر یہ بدون اسکے نصیب نہیں ہوسکتی اور یہی نسبت مطلوب ہے باقی جو نسبت بمعنے کیفیت ہے وہ مطلوب نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ معاشرت تو لوگون کی بالکل ہی خراب اور برباد ہوگئی۔ ایک صاحب نے میرے پاس خط بھیجا ہے ایک پرچہ دوسرے صاحب کے نام اُس میں رکھدیا ہے میں نے اُن صاحب سے پوچھکر جواب تو لکھدیا ہے مگر یہ بھی لکھدیا ہے کہ میرے خط مین دوسرے کے نام کا پرچہ مت رکھا کرو۔ مجھکو اس سے تکلیف ہوتی ہے میں کہان پھونچاتا پھرون یا جواب کا انتظام کیا کرون۔ اگر کفایت کا خیال ہے تو اُسکی دوسری صورت یہ ہے کہ اُنکے نام خط لکھا کرو اور میرے نام کا پرچہ اُسمیں رکھدیا کرو وہ مجھکو دیا کرین ایسی باتون کا خیال لوگون کو مطلق نہیں ہوتا کہ ہمارے اس فعل سے دوسرے پر کیا اثر ہوگا جو جی میں آیا کرلیا غور اور فکر سے کوئی کام نہین کرتے۔ یہ سب اسی بیفکری کی خرابی ہے۔ اسوقت مسلمانون مین نہ دنیا ہی کی فکر ہے نہ آخرت کی بڑا افسوس ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے بعض جسمانی تکلیفین حضرت والا کی ضبط کین تھین اسلئے کہ دہلی کے مشہور اطبا سے مشورہ کرکے تدابیر کیجاوین۔ اسپر اُنہوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ ارادہ تو یہ تھا کہ جمعہ کے روز جاؤن مگر جمعہ کے روز جانے مین پھر اگلے جمعہ کو مشورہ کی نوبت آئیگی (شاید اُن طبیب کے یہان مشورہ کیلئے جمعہ ہی کا دن مقرر ہو مصلح کو واقعہ یاد نہیں) اسلئے ارادہ یہ ہے کہ کل بروز پنجشنبہ کو دہلی پھونچ جاؤن فرمایا جب چاہو جاؤ مجھکو کچھ ایسی عجلت نہیں میری گاڑی

چل ہی رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی جلد اٹکنے والی نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں ایک بڑی بی ہیں وہ کہنے لگیں کہ ہمارا وقت تو قریب ہے۔ میں نے کہا ہمارا تمہارا دونوں ہی کا قریب ہے اس پر گھر کی مستورات پر اثر ہوا اور یہ کہا کہ ہمارے سر پر تو کوئی بھی نہیں اس اثر کو محسوس کر کے میں پھر کبھی ایسا لفظ محبین کے سامنے زبان پر نہیں لاتا کہ دوسروں کی تکلیف کا سبب ہوتا ہے۔ باقی الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ مجھکو اپنے وقت کا کافی استحضار ہے لیکن زبان پر اسلئے نہیں لاتا کہ دوستوں کو رنج ہوگا۔

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۵۹۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کی صورت اسی میں ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کی خبر گیری کر سکے۔ ایک صورت یہ ہے کہ جیسے دنیا کے کاموں کیلئے پنچایت کرتے ہیں ایسے ہی دین کیلئے اور اپنے بھائیوں کی حفاظت کیلئے بھی پنچایتیں قائم کریں مگر مشکل تو یہ ہے کہ دنیا کی باتوں کو تو ضروری سمجھتے ہیں اور ان مقاصد کو ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ بیحد ضروری ہیں

(ملفوظ ۵۹۶) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی سالی سے بدفعلی کی تو اسکی بیوی نکاح میں رہی یا نہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ نکاح کو تو پوچھا اور یہ نہ پوچھا کہ اس نالائق حرکت پر جو گناہ ہوا اس سے نجات کی کیا صورت ہے اگر وہ اسطرح سوال کرے کہ ایک شخص سے یہ حرکت ہوئی اسکے متعلق دو سوال ہیں کہ اس حرکت کا کیا تدارک ہے اور نکاح رہا یا نہیں تو اس طرح کا سوال جواب کے قابل ہوتا۔ باقی اور جگہ سے تو یہی فتویٰ جاتا کہ نکاح نہیں ٹوٹا جسکا اثر یہ ہوتا کہ صاحب واقعہ بالکل بیفکر ہو جاتا۔

(ملفوظ ۵۹۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے کہا تھا کہ اللہ نے نیچریوں کی نبض شناسی مجھکو عطاء فرمائی ہے ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ اس شناخت کا کیا طریقہ ہے۔ میں نے کہا کیا بتلا دوں ہر بات کے بیان پر قدرت نہیں ہوتی۔

۵۹۵
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص نے حضرت کے پاس ایک سوال بھیجا تھا کہ ایک شخص ہے وہ تمام نیک کام کرتا ہے صرف رسالت کو تسلیم نہیں کرتا اُسکے متعلق کیا حکم ہے حضرت نے جواب میں لکھا تھا کہ قرآن پاک میں ہے محمد رسول اللہ تو یہ شخص خدا کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھتا ہے اسلئے کافر ہے اور کوئی عمل اور نیکی مقبول نہیں ۔

۵۹۶
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک صاحب لکھے پڑھے اس خبط میں مبتلا تھے کہ گاندھی موحد تو ہے ہی باقی رسالت تو اُس کے متعلق سوال کرنے پر اُسنے یہ کہا تھا کہ میں جانتا ہون کہ جناب محمد رسول اللہ ۔ اللہ کے رسول ہین تو کیا گاندھی کو مسلمان کہا جاویگا ۔ مین نے کہا کہ تم کس خبط مین پڑے وہ ہی تو کہتا ہے کہ مین جانتا ہون یعنی تصدیق کرتا ہون ۔ سو تصدیق کے دو درجے ہین ۔ ایک اختیاری اور ایک اضطراری سو ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ اختیاری ہوتا ہے ۔ اور اضطراری میں اکتساب و اختیار کا دخل نہیں اسلئے وہ ایمان نہین بلکہ جو تصدیق اختیاری ہو وہ ایمان ہے اور اختیاری یہ ہے کہ اُسپر اپنے جی کو جمانا سمجھانا ۔ غرض ایمان وہ تصدیق ہے جو اختیاری ہو اور گاندھی کو تصدیق اضطراری حاصل ہے ورنہ نماز پڑھا کرے یہ نہ سہی مگر کم از کم اُسکو فرض ہی سمجھے اس کو ایک دوسرے سہل عنوان سے سمجھو کہ ایک ہے جاننا اور ایک ہے ماننا جیسے قیصر ولیم جارج کو بادشاہ جانتا ہے اور جارج قیصر ولیم کو بادشاہ جانتا ہے مگر ایک کو ایک مانتا نہین دونوں کی فوجین لڑتی ہیں تو جیسے یہان فقط جاننے سے اطاعت کا حکم نہیں کیا جا سکتا ایسے ہی گاندھی جانتا ہے مانتا نہیں اس سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے ۔ اب مین اس سے آگے کہتا ہون کہ ماننے کے بھی دو طریقے ہین ایک یہ کہ حکیمانہ طریق پر کسی بات کو مانتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ حاکمانہ طریق پر مانتا ہے یعنی جسکی مانتا ہے اُسکو اپنے اوپر حاکم مانتا ہے ۔ سو بعض لوگ حکیمانہ طریق پر اسلام کی بعض باتون کو اچھا سمجھتے ہین مگر وہ بھی ایمان نہین ۔ ایمان کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ حاکمانہ طریق پر مانے ۔ ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا تھا کہ ایک یورپین عورت پانچون وقت کی نماز پڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمکو نماز اچھی اور پیاری معلوم ہوتی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پر حاکم نہیں سمجھتی تو اس سے ایمان اور اسلام تھوڑا ہی ثابت ہو سکتا ہے یہ تو ایک حکیمانہ طرز پر تسلیم کرنا ہے جو ایمان کے لئے کافی نہیں ۔ حاصل یہ کہ ہر ماننا اسلام نہیں ۔

۳۲

(ملفوظ) طاعات میں لذت ہونے نہ ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ ایک لذت ہوتی ہے اور ایک ضرورت ہوتی ہے مثلاً دوا میں لذت نہیں ہوتی ضرورت کیلئے مستعمل ہوتی ہے۔ سو طاعات بعض طبائع کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے جس میں لذت نہیں ہوتی اور بعض طبائع کے اعتبار سے غذا ہوتی ہے جسمیں لذت بھی ہوتی ہے بعض طالب شکایت کرتے ہیں کہ ذکر میں لذت نہیں آتی جی نہیں لگتا وسوسے آتے ہیں تو وہ سمجھ لیں ذکر لذت کیلئے یا جی لگنے کیلئے موضوع نہیں۔ نہ اسواسطے کہ وسوسے نہ آئیں دوا ہی سمجھکر کئے جاؤ تب بھی نفع ہوگا۔ ایک شخص نے مجھسے کہا تھا کہ ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے مزاحاً کہا کہ مزا تو مذی میں آیا کرتا ہے۔ یہاں ذکر میں مزا کہاں ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اسلئے ان غلطیوں میں ابتلا ہو رہا ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قرآن شریف جو یاد کرنا شروع کرے اور کامیاب نہ ہو تو کیا بروز قیامت اندھا اُٹھیگا۔ فرمایا کہ اگر یہ وعید ثابت ہے تو اندھا وہ اُٹھیگا جو کوشش چھوڑ دے یہ شبہات ادھورے علم سے ہوتے ہیں اور جو کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اس وعید کا مستحق نہیں وہ ایسا ہی اُٹھیگا جیسے یاد والے اُٹھینگے۔

۳۳

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض لوگ اگر کوئی لغزش ہو جاتی ہے تو طعنے دیتے ہیں فرمایا کہ تم طعنے سے بچنا چاہتے ہو یا گناہ سے۔ طعنے تو نبیوں کو بھی دیتے ہیں۔ اللہ کو دیتے ہیں۔ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کو دیتے ہیں۔ تم بیچارے تو کیا ہو۔ اور تم جو طاعنین کے اقوال نقل کرتے ہو سو دوسروں کے اقوال کیوں نقل کرتے ہو۔ کل کو کہنا کہ عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں عرض کیا کہ مولویوں کی حافظوں کی کوئی وقعت نہیں کرتے فرمایا کہ تو اس سے ضرر کیا ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت دنیا کی عزت کی بھی تو ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ طبیب صحت کی تدبیر کرتا ہے یہ نہیں کہ کشتی گری کا بھی ذمہ دار ہے کہ ایسا علاج کروں گا کہ تو کسی سے مار نہ کھائیگا۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے جو مبتلائے وساوس تھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیطان کے بہکانیکی تدبیر یہ ہے کہ ہمت سے اُس کا مقابلہ کرو اور مقابلہ یہی ہے کہ اُسکی طرف التفات مت کرو جیسے کُٹ کہنا کتا بھونکتا ہے بھونکنے دو۔ بھاگنے سے اور زیادہ بھونکے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک یہ عرض ہے کہ حضور کے پاس دو چار روز رہوں اور باتیں سنا کروں۔ فرمایا کہ رہو۔ پانی پڑھوا لیا کرو اور

حکیم کے پاس بھی بھیجدونگا - اور جو میں نے کہا ہے اُسپر عمل کرو - دیکھو پھر شیطان کہاں بھاگتا ہے عرض کیا کہ پہلے بیہودہ خیالات میں اور بُری صحبت میں پھنسگیا تھا - فرمایا کہ اب تو کسی سے عشق نہیں عرض کیا کہ نہیں - فرمایا پچھلی باتوں کا خیال چھوڑ دو - تم تو سب سے اچھے ہو جاؤ گے بشرطیکہ میرا کہنا مانتے رہے - اسپر فرمایا کہ لوگ مجھکو کہتے ہیں کہ سخت مزاج ہے جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں - یہاں ضرورت تھی اسکی کہ تسلی کی جاوے ہمت بڑہائی جاوے اور جو تمرد اور سرکشی کرتا ہے اُسکے ساتھ اور برتاؤ کرتا ہوں - ایک صاحب کل آئے تھے گڑبڑ کی ویسا ہی میں نے برتاؤ کیا ایک شخص رجسٹری کرانے عدالت میں جاتا ہے اور ایک ڈاکو پکڑا ہوا عدالت میں آتا ہے تو کیا دونوں کو پھانسی دیجائیگی - میں بحمد اللہ مصالح پر نظر کرکے اختیار اور قصد کیساتھ مواخذہ کرتا ہوں اضطرار سے نہیں کرتا -

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تحریک خلافت کا زمانہ بھی بڑا پُر فتن اور پُر آشوب زمانہ تھا - ایک عجب ہڑبونگ مچا ہوا تھا - نہ حدود شرعیہ کی رعایت تھی نہ حق و باطل میں امتیاز تھا نہ اپنے نفع نقصان پر نظر تھی - اُسی زمانہ میں سہارنپور میں چند علماء کا مجمع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور مولانا سے میری نسبت کہا کہ اب تو اُسپر چڑہائی کرنا چاہیئے اور ہر ممکن ذریعہ سے اُسکو مجبور کرنا چاہیے - مولانا بیحد محبت فرماتے تھے - مولانا نے جواب دیا کہ کوئی بات خلاف نہ کرنا چاہیئے مگر اُن لوگوں پر جنون سوار تھا کچھ اثر نہیں ہوا اور یہاں اُسی جوش میں بھرے ہوئے پہونچے - اسکے بہت قبل مولانا ایک خاص آدمی بوجہ محبت کے میرے پاس بھیج چکے تھے اور یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ کا زمانہ ہے جسمیں اندیشہ جان کا بھی ہے - ایسے وقت کیلئے فقہاء نے مسئلہ اکراہ کو رکھا ہے اگر اسپر عمل کرتے ہوئے بظاہر تھوڑی سی شرکت فرمالی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں - نیز یہ کہ اپنی جان کی حفاظت کا بھی انتظام رکھنا چاہیے میں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ جس مسئلہ کو میں نہیں سمجھا اُس میں شرکت کرنیکو میں منافقت سمجھتا ہوں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ - میں اسکے لئے بالکل تیار نہیں کہ بدون سمجھے ایک انچ آگے قدم رکھوں - میں اسکے خلاف پر قادر نہیں - رہا اکراہ کا مسئلہ فقہا کا یہ اُسکے لئے ہے جسپر کسی قادر کا تسلط ہو - اور میں ان لوگوں کو ایسا قادر نہیں سمجھتا - باقی جان کی حفاظت سو جنہوں نے ابتک حفاظت فرمائی

وہی آیندہ بھی فرمائین گے اور اگر وقت ہی آگیا تو گھر بیٹھے دولت شہادت کی نصیب ہوگی۔
غرض یہانپر جلسہ کی تاریخ متعین ہوئی اور حضرت مولانا کو بھی اسمین شرکت کی دعوت دی گئی
حضرت نے فرمایا کہ وہ (یعنی مین) وہان پر موجود ہے میرے جانے سے اُسکو تنگی ہوگی اسلئے مین شرکت
سے معذور ہون۔ جو صاحب بانی جلسہ تھے وہ اس ہی قصبہ کے باشندہ تھے۔ خانقاہ
والوں کو لوگوں نے جتلانا شروع کیا کہ اب تم ٹھیک بنائے جاؤ گے۔ مین نے سبکو سمجھا دیا
کہ خبردار جو کچھ جواب دیا یا کوئی کارروائی کی۔ ایک مولوی صاحب نے اس جلسہ سے کئی روز قبل آکر
خبر دی کہ مکان کے سامنے ایک مجذوب آئے ہیں ممکن ہے کہ انتظام اور حفاظت کیلئے اُن کا
تقرر ہوا ہو۔ مین نے کہا میان ہماری نظر تو جاذب پر ہے ہمین مجذوب سے کیا لینا۔ غرض تاریخ
جلسہ کا دن آگیا۔ علماء کی آمد شروع ہوئی کچھ سہارنپور کی طرف سے آئے اور کچھ دہلی کی طرف سے
قبل از نماز مغرب سب میں مشورہ ہوا کہ چلو پہلے اُس سے مل آئین۔ سب اپنی فرودگاہ پر رہے
اور سب نے ملکر ایک مولوی صاحب رامپوری کو میرے پاس بھیجا۔ اُسوقت خانقاہ مین سناٹا تھا
سوائے میرے کوئی شخص خانقاہ مین نظر نہ آتا تھا۔ آکر کہا کہ ہم لوگ بغرض زیارت حاضر ہونا چاہتے
ہین مگر بلا اجازت آتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اگر اجازت ہو تو سب حاضر ہو جائین۔ مین نے
کہا کہ میں تو وہی ہون جو پہلے تھا ویسا ہی نیازمند ہون جیسے پہلے تھا۔ آپ حضرات تشریف لے
آوین آپ کا گھر ہے وہ واپس ہوگئے اور مین بھی گھر چلا گیا۔ نماز مین کچھ دیر تھی۔ مین جس وقت
آیا اذان ہو چکی تھی۔ دیکھا سب مجمع موجود ہے۔ میں اُسوقت کسی سے نہیں ملا۔ نماز پڑھائی بعد
نماز مسجد ہی میں بیٹھ گیا۔ سب نے آکر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور بہت ہی نیازمندانہ برتاؤ کیا۔ یہ سب
اللہ کی طرف سے ہے میری کیا ہستی اور کیا وجود اور اپنے بزرگون کی دعا ہے۔ قصبہ والے بھی
جمع ہوگئے اور یہ منظر دیکھکر سخت حیرت زدہ ہوئے اور کہنے لگے کہ لائے تو ہم اور سب آکر یہان
گھس گئے۔ نماز عشاء تک سب بیٹھے رہے لطف کی گفتگو ہوتی رہی اُسکے بعد سب نے اجازت
رخصت کی چاہی۔ مین نے کہا کہ جی تو نہیں چاہتا کہ آپ دوسری جگہ قیام فرمائیں مگر چونکہ داعی
دوسرے لوگ ہیں وہ کہیں گے کہ بلایا ہمنے اور چھین لیا اسنے اسلئے روکنا مناسب نہیں۔ سب حضرات
رخصت ہوگئے۔ شب کو جلسہ ہوا وعظ مین میرے ساتھ اپنا تعلق اعتقاد بیان کیا۔ پھر

یہاں سے یہ لوگ کاندھلہ پہونچے وہاں وعظ ہوئے اُن میں بھی ایسے ہی مضامین بیان کئے الحمد للہ اب تک تو یہی رہا خدا کے فضل سے سب مغلوب ہی رہے اگر کوئی اور ہوتا تو حکام سے مدد لیتا اپنے لوگون کو حفاظت کیلئے متعین کردیتا دور دور خطوط لکھدیتا اسلئے کہ بڑی ہی شورش کا زمانہ تھا مگر خدا پر نظر تھی کہ جب وہ محافظ ہین کسی سے کچھ ہیں ہوسکتا۔ یہانپر ایک شخص تھا ہندو راجپوت پرانا آدمی تھا۔ مین صبح کو جنگل سے آرہا تھا وہ مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزین ہورہی ہین اکیلے مت پہرا کرو۔ مین نے کہا جس چیز کی تمکو خبر ہے مجھکو اسکی بھی خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جسکی تمکو خبر نہیں پوچھا وہ کیا میں نے کہا وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کسی سے کچھ نہین ہوسکتا۔ کہنے لگا کہ پھر تو جہان چاہو پھرو۔ تمہیں کچھ جوکھم (یعنی اندیشہ) نہیں دیکھئے ایک ہندو کا خیال کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والیکا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

(ملفوظ ۲۸۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک صاحب نے اپنے مدرسہ کیلئے مجھسے کسی مالدار سے سفارش چاہی تھی مین نے۔ بجائے ترغیب انکو یہ لکھدیا کہ یہ شخص بہت بڑے متدین ہین۔ اگر کوئی مدرسہ مین کچھ دیگا یہ مدرسہ مین پہونچادین گے باقی یہ ترغیب دینا یہ تو آج کل مانگنا ہے مجھکو اس سے بھی غیرت معلوم ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۲۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین تو یہانتک معاملہ صاف رکھتا ہون کہ زمانہ تحریکات مین بعض انگریز کلکٹروں نے یہاں سے کچھ کتابین تحریک کے متعلق منگائین۔ مین نے لکھدیا کہ کتابین سوداگرون سے طلب کیجئے یہان تجارت نہیں ہوتی۔ الحمد للہ اصول کے خلاف وہان بھی نہین کیا صاف لکھدیا۔

(ملفوظ ۲۸۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا میری مجلس مین دو مولوی صاحبون میں گفتگو ہوئی ایک مولوی صاحب نے ہندون کے متعلق کچھ شکایت کی دوسرے مولوی صاحب نے جو انگریزون کے زیادہ شاکی تھے۔ جواب مین یہ کہا کہ یہ بھی انگریزون کے بہکائے ہوئے ہین۔ ان مولویصاحب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو انگریز شیطان کے بہکائے ہوئے ہین تو انگریزون کو بھی کچھ مت کہو شیطان کو کہو جو کہنا ہو۔ وہ مولوی صاحب خاموش ہوگئے

(ملفوظ ۲۸۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین نے ایک وقت مین کانگریس کے خلاف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ایک تازہ فتوی دیا تھا۔ اُس سے بعض لوگون کو تکدر زیادہ ہو گیا۔ خیر ہوا کرے مین کتمان حق نہیں
کرسکتا۔ بعض لوگوں نے مجھسے کہا بھی کہ اسکو خفا مین رکھا جائے۔ مین کسی کے خفا ہونے کی وجہ
سے خفا نہین کرسکتا۔ ایک مولوی صاحب ہین وہ مرید تو دوسرے صاحب سے ہین مگر یہانپر بکثرت
آتے ہین۔ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہون کہ کسی کی طبیعت پر میری وجہ سے کوئی بار یا گرانی نہو اور معاشرت
کے متعلق میری تمام تعلیم کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ سو اُن مولوی صاحب نے ایک بار یہاں آنیکو لکھا اور صرف
محبت کی وجہ سے آنا چاہتے تھے اور اس سے قبل بھی آیا کرتے تھے مگر اُس زمانہ مین وہ فتوی مذکور
لکھا گیا تھا۔ میں نے بوجہ اسکے کہ وہ فتوی اُن کے پیر صاحب کی مرضی کے بھی خلاف تھا اُنکو لکھدیا
کہ پیر صاحب سے آنے کی اجازت ضرور حاصل کرلین اسلئے کہ ہمارے اُن کے درمیان اُس مسئلہ مین
اختلاف ہے اور چونکہ وہ تمہارے پیر ہین اُن کی رعایت ضروری ہے میری رعایت مناسب
نہیں۔ اُنہون نے لکھا کہ مین ایسے اختلافات سے متاثر نہیں۔ میں نے لکھا کہ ممکن ہے کہ آپ پر
اثر نہ ہو مگر آپکے پیر صاحب پر اثر ہو۔ لکھا کہ وہ بھی ایسے نہین۔ میں خوب جانتا ہون۔ میں نے لکھا کہ
اگر یہ ہے تو پھر اجازت لینے مین حرج کیا ہے۔ اُنہوں نے وہاں لکھا اور پھر مجھکو لکھا کہ جو توقع تھی
وہی جواب آیا۔ میں نے لکھا کہ صرف مبہم عنوان سے اجازت لینا کافی نہین جس طرح مین کہون
اُس طرح لکھو۔ یعنی یہ لکھو کہ اشرف علی نے ایسا فتوی لکھا ہے بعض کا خیال ہے کہ اس سے
انگریزوں کو مدد پہونچی سو ایسی حالت مین اُس سے ملنا مضر تو نہیں۔ چنانچہ اُنہون نے اس طرح
بھی لکھا مگر کوئی بات خلاف نہین معلوم ہوئی۔ مین نے لکھا اب آ سکتے ہین۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اُس زمانہ مین اچھے بُرے کی تو کوئی تمیز ہی
نہ تھی۔ اغراض پرستی نفس پرستی ہوا پرستی دنیا پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایک شخص نے ایک حامی
تحریک سے کہا تھا کہ شراب پر تو پیکٹنگ اور پہرہ لگاتے ہو مگر رنڈیوں پر بھی پیکٹنگ اور پہرہ
لگا دیہ بھی تو بُرا کام ہے اور یہ کہا کہ اگر دین کی وجہ سے بُرے کامون کو روکتے ہو تو جو بھی بُرے کام
ہین سبکو بند کرو بلکہ شراب کے پینے سے تو زنا اشد ہے۔ چنانچہ شراب کے نہ پینے پر اگر ظالم حاکم
وغیرہ قتل کی دہمکی دے شراب کا پی لینا ایسے وقت مین جائز ہے اور اگر کوئی زنا پر قتل کی ایسی ہی
دہمکی دے تو ایسے وقت میں زنا کرنا جائز نہین تو زنا جو کہ شراب کے پینے سے بھی زیادہ اشد جرم ہے

آپ لوگون نے زنا کو کیون نہیں روکا نہ اُسپر پیکٹنگ ہوا نہ پہرہ لگایا اسکی کیا وجہ۔ بس معلوم ہوا اور بعض نے اسکی تصریح بھی کی کہ یہ دین اس کا سبب تھوڑا ہی تھا بلکہ سبب اس کا صرف انگریزون سے دشمنی تھی اسلئے کہ شراب کی آمدنی انگریزون کو پہونچتی ہے اور رنڈیون کی آمدنی انگریزون کو نہین پہونچتی بس یہ دین ہے جسمین دوسرون کو شرکت کرنے کیلئے دوسرون پر زور دیا جاتا تھا اور شرکت نہ کرنے والوں پر لعن طعن سب وشتم کیا جاتا تھا قسم قسم کے الزامات اور بہتان کا نشانہ بنایا جاتا تھا نہ کچھ اصول تھے نہ حدود۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ دشمن کے مقابلہ کی ایک ہی تدبیر ہو۔ مثلاً ایک کتا ہے وہ حملہ کرتا ہے تو ایک علاج تو یہ ہے کہ اُسکے لاٹھی مارے اور ایک یہ ہے کہ اُسکے سامنے روغنی روٹی ڈالدے بعض کتا لکڑی دکھلانے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا ہے اُس کا علاج روغنی روٹی ہے مگر نفس بعض اوقات کسی معین تدبیر کو اسلئے ترجیح دیتا ہے کہ اس میں شہرت اور فخر زیادہ ہے

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ معترضین یہ بھی کہتے ہین کہ انگریزون سے ڈرتے ہیں میں کہتا ہون اور تم تو کسی سے ڈرتے ہی نہین۔ صاحب ہم تو واقعی بھیڑیے سے بھی ڈرتے ہین سانپ سے بھی ڈرتے ہین بچھو سے بھی حتے کہ کھٹمل سے بھی اور موذی سے تو سب ہی ڈرتے ہین پھر جنکے ہاتھ مین توپ ہین بندوقین ہین مشین گنین ہین کیا اُن سے نہ ڈرین آخر کیا ہر ڈر نا شریعت مین مذموم ہے۔ اور تم واقعی بالکل نڈر ہو تمہاری حالت بالکل اسکے مصداق ہے کہ جیسے ایک جاہل قوم کے ایک بزرگ جنگل میں رہتے تھے اُنکی بزرگی میں دو شخصون کا اختلاف ہوا امتحان کیلئے اُن کے پاس پہونچے۔ منکر بزرگی نے اُن کے مشتعل کرنے کو اُن سے کہا کہ آپ تنہا جنگل مین رہتے ہین اور یہاں بھیڑئے شیر وغیرہ ہیں آپکو تو بہت ڈر معلوم ہوتا ہوگا تو اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ تم شیر بھیڑیون سے ڈرنے کو کہتے ہو۔ مین خدا سے تو ڈرتا ہی نہین سو یہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا اسکی بیّن دلیل ہے کہ تم لوگ واقعی کامل نڈر ہو تم خدا تعالیٰ سے بھی نہین ڈرتے پھر جب خدا ہی سے نہین ڈرتے جو خالق اور مالک ہین اور جنکے قبضہ قدرت مین تمام عالم ہے تو انگریزون کا تمکو کیا خوف ہوتا اچھا یہ بتلاؤ کہ جب تم ایسے بہادر ہو تو پھر ہندوؤن سے کیسا ملاپ اور کیسا اتحاد اور کیسا دوستانہ

یہ آئندہ کس خوف کا پیش خیمہ ہے۔ یہانتک کہ بعض مواقع پر اگر کوئی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے اور حق کا اظہار ہوتا ہے تو کہتے ہو کہ اس سے ہندو ناراض ہو جائینگے اور اتحاد مین ٹھیس لگ جائیگی یہ بھی تو خوف ہی کی ایک فرد ہے سو یہ متضاد باتین کیسی جنکی قوت اپنی قوت سے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے بڑہی ہوئی ہے حکومت بھی اُن کی ہے ہر قسم کے آلات حرب بھی اُنکے پاس ہین اُن سے تو ڈرتے نہین اور جو برابر کی قوت رکھتے ہین حکومت بھی اُن کی نہین اُن سے ڈرین اُنسے ڈر کر کتمانِ حق کرین۔ احکام شرعیہ کو پامال کرین پھر اگر بقول تمہارے ہر ڈرنا مذموم ہے تو موسیٰ علیہ السلام بھی تو جسوقت عصاء کا اژدہا بنا تھا ڈرے تھے جسکے متعلق قرآن شریف مین ہے لاتخف سو یہ ڈر تو امر طبعی ہے بلکہ جسوقت ضرورت دینیہ ہوتی ہے اُسوقت بھی طبعی اثر ہوتا ہے مگر عمل عقلی اقتضاء پر ہوگا اُسوقت خدا کے فضل سے ڈرنے والے نڈر ہو جاوینگے اور سب سے آگے ہونگے اسلئے کہ اُن کا ہر کام خدا کیواسطے ہوتا ہے اُن ہی کی محبت اور خوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(**ملفوظ** ۶۱۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بہت لوگ وہ ہین جو مجھسے خفا ہین اسلئے کہ مین کوئی کام اور بات خفا مین نہیں رکھتا بہت کم ایسے ہین جو خوش ہین اور جو خفا ہین وہ میرے اخلاق کو مذموم کہتے ہین اور مین اُن کے اخلاق کو مذموم کہتا ہون۔ زمانہ ہی بدفہمی کا ہے رسم کا غلبہ ہے حقائق مٹ گئی اور یہ سب جاہل ددکاندار پیرون کی بدولت لوگون کے دماغ اور اخلاق خراب ہوئے مگر جو یہان آپھنستا ہے الحمد للہ اُس کا تو دماغ درست ہو جاتا ہے

۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(**ملفوظ** ۶۱۳) ایک دیہاتی شخص نے آکر عرض کیا کہ مولوی جی ایک تعویذ دیدو یہ کہکر خاموش ہو گیا۔ یہ نہین کہا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے کچھ سکوت کے بعد فرمایا کہ ہماری سمجھ مین نہیں آیا اسلئے کہ پوری بات نہین کہی عرض کیا کہ اجی تمہارے سامنے بولا نہین جاتا۔ فرمایا کہ یہ گاؤن کے لوگ بڑے اُستاد ہوتے ہین کیا بات بنائی مگر ان سے کوئی یہ پوچھے کہ یہان اکر تو ادھوری بات کہتے ہین مگر اسٹیشن پر جاکر یہ کبھی نہیں کہتے کہ بابو ٹکٹ دیدو بلکہ یہ کہین گے

کہ فلان جگہ کا ٹکٹ دیدو۔ بازار مین جاکر یہ نہ کہین گے کہ سودا دیدو بلکہ یہ کہیں گے نمک دیدو۔ مرچ دیدو نہیں آکر بھولنے کی جگہ ہے مُلّا نے ہی تختۂ مشق بنا نیکو رہ گئے ہیں۔ اب کہانتک تاویل کرون آخر گھر سے جس کام لئے چلا تھا کہ فلان کام کا تعویذ لانا ہے اُس کا نام تو لینا چاہیے تھا بدون بتلائے میں کس چیز کا تعویذ دیتا اپنی غلطی پر جو ندامت ہونی چاہیے وہ بھی نہیں ہوتی سمجھتے ہین کہ ہم ذ قصور ہین یہی وجہ ہے کہ شرمندگی جس کا نام ہے وہ نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے اپنی غلطی کو تقیل نہین سمجھتے۔ کیا اچھا عذر ہے کہ آپکے سامنے بولا نہین جاتا اور جتنا بولے ہو یہ کس طرح بولے یہ بھی نہ بولے ہوتے کچھ نہین یہ سب بیفکری کی باتین ہین جو جی مین آتا ہے کر گذرتے ہین نہ کوئی اصول ہے نہ کوئی قاعدہ بیلوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نہ اپنی راحت کا خیال نہ دوسری کی یہ بھی حس نہیں کہ ہماری اس حرکت سے دوسرے کو اذیت ہوگی۔ پھر ایک نہیں دو نہین جسکو دیکھو ہر ایک کا ایک نیا رنگ نیا ڈہنگ جسکے معنے یہ ہین کہ کوئی بھی قاعدہ نہیں سب بیقاعدہ۔ آخر کہانتک صبر کرون لوگ تو سمجھتے ہین کہ تحمل نہیں اور مین جسقدر تحمل کرتا ہوں دوسرا نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کسی کو حس ہی نہ ہو وہ میرا مخاطب ہی نہیں۔ بہت لوگ یون سمجھتے ہین کہ جسنے ہاتھ مین تسبیح لیلی وہ بےحس ہو جاتا ہے فنا فی اللہ ہوتا ہے اُسے ان باتون کی کیا خبر اُسکو کسی چیز سے ناگواری نہیں ہوتی اسلئے اُسکی ساتھ جو چاہو برتاؤ کرو۔ تو گویا وہ بُت ہے چاہے اُسکے کوئی جوتے مارے تب خبر نہین اور اگر کوئی اُسکو سجدہ کرے تب خبر نہیں۔

(ملفوظ ۶۱۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس سے زیادہ طبیعت پریشان ہوتی ہے کہ اپنی غلطی کو بھی نہین سمجھتے ہمتو محنت کرکے سمجھا دین انکو پروا بھی نہ ہو پھر اعتراض کرتے ہین کہ ذراسی بات پر تغیر ہوگیا مگر میں کیا کرون میری فطرت ہی ایسی ہے۔ اسی تازہ واقعہ مین پہلے اچھی خاصی طبیعت تھی انکی حرکت سے اُسوقت سے دماغ پر تغیر ہے اب طبیعت متلی کی طرف مائل ہو رہی ہے محض حرارت کیوجہ سے۔

(ملفوظ ۶۱۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اس سے پہلے خط مین لکھا تھا کہ مین قرآن شریف حفظ کرنا چاہتا ہون دعا فرما دیجئے۔ مین نے لکھدیا کہ مین دعا کرتا ہون آج جو خط آیا ہے پہلا خط بھی ہمراہ ہے لکھا ہے کہ آپکے حکم کے موافق قرآن شریف شروع کر دیا ہے اب بتلائے اس کوڑ مغزی کا کیا علاج ہے دعا کو حکم سے تعبیر کیا۔ مین نے جواب میں صرف یہ لکھا کہ میرا وہ حکم دکھلاؤ کون حکم ہے۔

۶۱۵
(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا آج اور ایک خط آیا ہے عربی میں لکھا ہے۔ میں نے لکھا ہے کہ آپ زبان اُردو پر اگر قادر ہیں تو پھر عربی مین خط لکھنے کی کیا مصلحت ہے اور اگر قادر نہیں تو یہ عذر لکھنا چاہئے تھا۔ اسپر فرمایا کچھ نہیں محض اظہار قابلیت مقصود ہے۔ لوگون کو بجز فخر اور بڑائی کے دوسری فکر ہی نہین رہی اور یہ مرض اسقدر عام ہوا ہے کہ اسمیں سب ہی مبتلا ہیں الاماشاءاللہ۔ ایک صاحب نے اسی طرح عربی میں مجھکو خط لکھا۔ میں نے پوچھا کہ عربی مین خط کیون لکھا جبکہ اُردو میں لکھ سکتے تھے۔ جواب میں لکھتے ہیں کہ جنتیوں کی زبان عربی ہی ہوگی اسلئے برکت کیلئے عربی میں لکھا۔ میں نے لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اگر تم کبھی یہانپر آئے تو کیا عربی میں گفتگو کروگے اسلئے کہ جیسے عربی تحریر میں برکت ہے ایسے ہی عربی تقریر میں بھی برکت ہے۔ سمجھتے ہین کہ ہمنے ایسا جواب دیا کہ اسپر کوئی اعتراض ہی نہیں ہو سکتا۔ تفاخر، بڑائی، اظہار علم و قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ عاجزی، انکسار، پستی، شکستگی رہی ہی نہیں۔

۱۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز جمعہ

۶۱۶
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگ اعمال کو دیکھتے ہین مگر دیکھنے کی چیز ہے قلب کہ اسکے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کسقدر ہے۔ بدوی ہیں گنوار لوگ ہیں مگر اُن کے دل مین اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور زیادہ ضرورت اسکی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو عظمت ہو۔

۶۱۷
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میں تو اسکو پسند کرتا ہون کہ ہر شخص کام میں لگے چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔ جو شخص مشغول ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خدام کی ساتھ جا رہے تھے۔ ایک شخص راستہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ بزرگ نے اُسکو سلام نہیں کیا پھر واپسی اُسی راستے سے ہوئی وہی شخص پھر بیٹھا تھا اور زمین کرید رہا تھا اُن بزرگ نے اُسکو سلام کیا۔ لوگون نے دریافت کیا کہ حضرت اسمین کیا راز تھا کہ اس شخص کو پہلے سلام نہیں کیا اور اب کیا۔ فرمایا کہ پہلے یہ بیکار بیٹھا تھا اسلئے اسکے قلب مین شیطان تصرف کر رہا تھا اور اب مشغول ہے گو بیکار ہی فعل مین سہی جو معصیت بھی نہین اسلئے شیطان اس سے دور ہے۔

(ملفوظ ۱۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ پہلے تو صرف آدمیوں کے نام رکھے جاتے تھے اب بکثرت مکانوں کے بھی نام رکھے جاتے۔ عشرت منزل۔ فلان منزل۔ قصبہ کیرانہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی کا نام مدرسہ دار الفیض رکھا گیا تھا۔ مدرسہ دیوبند اسقدر بڑا مدرسہ اور بزرگون کے وقت مین اُس کا کچھ بھی نام نہین تھا۔ ایک نئی رسم یہ نکلی ہے کہ آدمیون کے نام جانوروں کے نام مونیر رکھے جانے لگے۔ بلبل ہند۔ طوطئے ہند۔ شیر پنجاب۔ پرندے درندے بننے لگے۔ اللہ نے تو آدمی بنایا تھا یہ جانور بننے لگے۔ اب گاؤ ہند۔ خر ہند۔ گرگ ہند خرگوش ہند اور بننا باقی ہین کیا خرافات ہے۔

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مُحسن کُشی آجکل مرض عام ہو گیا ہے۔ بڑا ہی نازک زمانہ ہے یہ سب بددینی کی بدولت ہو رہا ہے لوگون مین دین نہیں رہا۔

(ملفوظ ۲۰۰) ایک شخص نے پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا اس قسم کے تعویذ گنڈے مجھے نہین آتے۔ عرض کیا کہ میں تو دس کوس سے چلکر آیا ہون۔ فرمایا یہ میری بات کا جواب ہوا یہ مین نے کب پوچھا ہے کہ کے کوس سے چلکر آئے ہو کیا میری بات سنی نہیں۔ عرض کیا سنی تو ہے فرمایا تو اسکے معنے یہ ہین کہ چاہے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو مگر لکھدو تو کیا بڑھاپے مین تمہاری ضرورت سے کہیں جا کر سیکھکر آؤن گا جو میں نے کہا ہے۔ اس کا جواب دو۔ میں چاہتا ہون کہ صفائی کیسا تھ بات ختم ہو جائے اور تم لوگ اُسکو الجھاتے ہو۔ ایک شخص صبح آئے تھے مین اپنا کام چھوڑ کر اُن کی طرف متوجہ ہوا کہ بھائی کچھ کہنا ہو تو کہو تو جواب میں کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے۔ مین بڑی حیرت مین گیا کہ یہ بات کیا ہوئی۔ میں نے کہا کہ اس سے مین کیا سمجھون اتنا بڑا علم اور قابلیت تو مجھ مین نہین میں نے بہت ہی کھود کرید کی تب کہا کہ مرید ہوتے آیا ہون۔ مین نے کہا نکل موذی یہاں سے مگر بیٹھا رہا۔ میں نے کہا کہ نہیں اُٹھا تب بھی بیٹھا رہا۔ میں نے ڈنڈا اُٹھایا اور اسکی طرف لیکر چلا جب اُسنے دیکھا کہ اب یہ ماریگا تب بھاگا۔ تو ایسے ایسے کوڑ مغز اور بدفہموں سے واسطہ پڑتا ہے یہ لوگ تو کہتے ہونگے کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور مین کہتا ہون کہ کن بیلون سے پالا پڑا اسی طرح یہ شخص ستا رہا ہے بات کو صاف نہیں کرتا جب میری بات سُن چکا کہ مین اس قسم کے تعویذ گنڈے نہین جانتا تو اُس کا جواب دیتا ہے کہ مین دس کوس سے چلکر آیا ہون آیا ہو گا چل۔

چلتا بن بدفہم بدعقل میں اب تعویذ گنڈے سیکھتا پھروں گا بیہودہ کہیں کا۔

(ملفوظ ۱۲۱) ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے خواب دیکھا ہے۔ فرمایا کہ مجھکو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں۔ یہ سب پیرجیوں کے یہاں کی باتین ہین۔ تعویذ گنڈے خواب ان سے ہمین مناسبت نہین ہمتو طالب علم ہین طالب علموں والی باتیں جانتے ہین وہی اگر ہمسے پوچھنا چاہئے۔ اور یہ باتین پیرجیوں کے یہان جاکر کرنا چاہئے۔ عرض کیا کہ حضور کے پاس تو خزانے ہیں فرمایا اتنا اور بھی لکھدو کہ ہر چیز کے توکل کو ایک چارپائی لے آنا کہ اسکو بُن دو اسلئے کہ آپکے پاس ہر چیز کے خزانے ہین۔ اور اب میں اصلی بات کہتا ہون اتبک تو تواضع ہی تھی کہ ہم لوگوں کے خواب خواب ہی نہیں ہوتے جسکی تعبیر ہو۔ خواب ہوتے ہین انبیاء کے صحابہ کے اولیاء کے ہم جیسون کے بھی کوئی خواب ہیں۔ پریشان خیالات کا نام خواب رکھہ لیا ہے پھر ان کی تعبیر ہی کیا ہو۔ عرض کیا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور کے پاس خزانے ہین۔ فرمایا میں بھی تو کہہ رہا ہون کہ کل کو ایک چارپائی لے آنا کہ اسکو بُن دو۔ تمہارے پاس سب خزانے ہین۔ اگر تمہارے پاس معقول جواب نہین تو کیا تمکو جواب دینے کا کچھ شوق ہے خاموش بیٹھے رہو کیون خواہ مخواہ بک بک لگاتے ہو جو مین کہہ رہا ہون وہ تو جھوٹ ہے اور جو لوگ سمجھتے ہین وہ سچ ہے کیا تم لوگوں کو یہی مشغلہ رہگیا کہ بیکار باتوں میں وقت کو خراب اور برباد کرتے ہو اور خواب میں رکھا کیا ہے۔ بیدار ہو۔ بیداری کی باتین کرو۔ میں تو اکثر ایسے خطوط کے جواب لکھدیتا ہون اور یہی میرا معمول ہے اور مین جھوٹ بھی نہیں بولتا نہ تصنع کرتا ہوں بلکہ واقعہ بھی یہی ہے کہ مجھکو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہین۔ اور اگر کچھ ہے بھی تو اکثر لوگون کے خواب خواب ہی نہین ہوتے جنکی تعبیر دیجائے۔

(ملفوظ ۱۲۲) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مین وظائف پڑھتا ہون اُنکے نام بھی لکھے ہین ہفتہ میکل شش قفل خدا معلوم یہ کیا چیزین ہین۔ پھر لکھا ہے کہ اتنے وظائف پڑھتا ہوں مگر افلاس پھر بھی نہیں گیا کیا میری زبان مین (عنز) اثر نہیں رہا عین سے اثر لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ میری قسمت۔ پھر لکھا ہے کہ اگر آپ فرمائین تو ان وظائف کو چھوڑ دون۔ مین نے لکھدیا کہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا نام آخرت کیلئے پڑھا جاتا ہے نہ دنیا کیلئے۔ تم بھی دنیا کیلئے نہ پڑھو

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض لوگ جواب کیلئے لفافہ نہین بھیجتے صرف ٹکٹ بھیجدیتے ہین

بعضے لفافہ بھیجتے ہین مگر اُسپر پتہ نہیں لکھتے ایسے خطوط کیلئے میں اسکی کوشش کرتا ہون کہ اُنکے ہی خط مین اُن کا پتہ کاٹکر چسپان کردیتا ہون تاکہ اُسکے پھونچنے نہ پھونچنے کا وہی ذمہ دار رہیں مین ذمہ دار نہ ہون - ان کوتاہیوں کا سبب زیادہ تر بیفکری ہے بدفہمی زیادہ سبب نہیں -

(نوٹ اسکے بعد معمول بدل گیا کہ سادہ لفافہ لکھے ہوئے پتہ کی محاذات سے کاٹ کر خط رکھدیا جاتا ہے اور حفاظت کیلئے سی دیا جاتا ہے)

(ملفوظ ۲۲۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے یہ ایک ہفتہ یہانپر رہ بھی گئے ہیں لکھا ہے کہ خاموش مجلس میں بیٹھے رہنے سے وہ نفع ہوا کہ بارہ برس گھر پر رہکر کام کرنے سے بھی وہ نفع نہ ہوتا لکھا ہے کہ اصلاح اور تعلق مع اللہ اسقدر میسر ہوا کہ جسکو بیان نہیں کرسکتا - لکھا ہے کہ رخصت کے وقت جی چاہتا تھا کہ قدم چوموں مگر چونکہ حضور کی اجازت مکاتبت مخاطبت کی بھی نہ تھی ڈر کی وجہ سے نہ چوم سکا - یہ خاموش بیٹھا رہنا بیحد مفید ثابت ہوا -

(ملفوظ ۲۲۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تقسیم عمل نظام عالم ایک جزو ہی کہ جسکا جو کام ہے اُس سے وہی کام لینا چاہئے - کام سے انکار نہیں مگر جو کام جسکے کرنیکا ہے وہی تو کرسکتا ہے - اسکی بالکل ایسی مثال ہی کہ کوئی شخص سونا لیکر لوہار کے پاس جاوے کہ اسکے جھومکے اور کرن پھول بنادے یا لوہا لیکر سنار کے پاس جاوے کہ اسکا کھرپا اور آرہ بنادے تو ایسا شخص نرا کھرپا ہی ہوگا اب آپ ہی فیصلہ کرین کہ کیا جھومکے اور کرن پھول بن جائینگے یا کھرپا اور آرہ تیار ہوجائیگا ایسے ہی جو کام علماء کا ہے علماء سے لو جو کام لیڈروں کا ہے اُن سے لو -

(ملفوظ ۲۲۶) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اپنی لڑکی کے رشتہ کے بارہ مین مجھسے مشورہ کیا لکھا ہے - یہ بھی وہی مرض ہے کہ جو جسکا کام ہے اُس سے وہ کام تو لیا نہیں جاتا اور دوسرے کاموں کی اُس سے اُمید اور توقع کیجاتی ہے - بھلا مجھکو رشتوں کے معاملات سے کیا تعلق ہاں دعا وغیرہ کیلئے جو لکھا جائے اس کا مضائقہ نہیں یہ خرابیاں بھی پیرجیوں کی بدولت پیدا ہوئین - پیر جی کیا ہین مُریدکے ہر کام ہر بات کے ٹھیکیدار ہین - ہر چیز مین مُرید کے دخیل ہوتے ہین - رشتہ ناتوں تک میں دخل جوڑ توڑ لگاتے رہتے ہین - ایسے بڑے ٹھیکیدار - میں نے لکھدیا ہے کہ مجھکو اس سے کچھ تعلق نہیں خصوص شادی بیاہ کے کام میں تو اپنے عزیزوں کے بھی نہ پڑنا چاہئے - بڑا ہی واہیات قصہ ہے - بھائی منشی اکبر علی مرحوم کے

چند لڑکیاں ہین اُنکے رشتوں وغیرہ میں میں نے کبھی دخل نہین دیا - اکثر لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے یہ سمجھکر کہ یہ خاندان مین بڑا ہے - میں جواب مین یہ شعر لکھدیا کرتا تھا ؎

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم
دستار نداریم غم پیچ نداریم

مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے کہ باستثناء ضرورت شدیدہ ایک ہی کی طرف مشغول رہے اور یہ حالت رہے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اُن سے ملے اُن بزرگ نے زیادہ التفات نہیں کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھکو آپنے پہچانا نہیں - کہا کہ خدا ہی کے پہچاننے سے مجھکو فرصت نہیں گو دنیوی یا دینی ضرورت سے کسی سے تعلق یا توجہ کرنا شغل مع اللہ کے منافی نہیں مگر بعض اوقات اس تعلق کا اثر ضرورت پر غالب ہوتا ہے -

(ملفوظ ۶۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہر ہر گاؤن مین قطب ہوتا ہے چاہے چھوٹی ہی آبادی ہو لیکن اصل یہی ہے کہ ان باتون ہی میں نہ پڑنا چاہئے کوئی قطب ہو تو کیا اور غوث ہو تو کیا سب زائد باتین ہیں آخرت کی فکر مین لگنا چاہئے -

(ملفوظ ۶۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حدیث شریف مین یہ قصہ آیا ہے کہ دو شخصون مین مقدمہ ہوا - ایک ہار گیا اور ایک جیت گیا - تو ہارنے والے نے کہا حسبی اللہ ونعم الوکیل جسکے معنے باعتبار محاورہ کے یہ ہین کہ اللہ کی یہی مشیت تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتے - اول کوشش کرو جب بالکل عاجز ہو جاؤ تب کہو حسبی اللہ نعم الوکیل - اسمین حضور نے تعلیم فرمادیا کہ تدبیر اور رضا بتقدیر مین منافات نہین - اسیطرح قرآن مجید مین مسئلہ تقدیر کی حکمت فرمائی ہے کہ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم - اسمین بھی یہ تبلادیا کہ تقدیر کا مسئلہ اسلئے تعلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان کو ناکامی پر حسرت نہ ہو اور حسرت میں ہمت نہ گھٹے تو یہ مسئلہ ہمت بڑہانے کو سکہایا گیا تھا نہ کہ گھٹانیکو - اب لوگ الٹی سمجھے گئے کہ کچھ نہ کرو ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ یہ سب کمی علم کی بدولت گڑبڑ ہو رہی ہے -

(ملفوظ ۶۲۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ سب مین سہل یہ نام مبارک ہے یعنی اللہ حتی کہ اگر کوئی بہت ہی چھوٹے بچے کو بھی سکھا دے اللہ اللہ تو بسہولت سیکھ سکتا ہے مُسمّٰی تو اتنے بڑی شان کے کہ وہان تک رسائی مشکل اور نام اتنا سہل کہ بچے بھی اُسکے لینے پر قادر ہین۔ کیا برکت والا نام ہے اور کیسا پیارا سبحان اللہ۔

۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۶۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جو لوگ تکلف کی چیزین ہدیہ مین لاتے ہین اُن سے اور خصوص اونی کپڑون کے لانے سے مجھے بڑی کلفت ہوتی ہے اسلئے کہ اکثر ایسی چیزین بلا ضرورت کے آجاتی ہیں اور اونی کپڑا صرف دل شکنی کی وجہ سے قبول کر لیتا ہون مگر جی خوش نہین ہوتا کیونکہ اُن کی حفاظت کا خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے جو ایک اچھا خاصہ مستقل مشغلہ ہے۔ پھر کرم لگ جانے پر اور رنج ہوتا ہے۔ یہ بھی ہدایا کے باب مین ایک رسم پر عمل ہے ورنہ اسکی قرین مصلحت ۲ دو صورتیں ہین افضل اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ نقد دیدے اسلئے کہ جو ضرورت ہوگی اُس مین صرف کر لیا جاویگا اور اگر چیز ہی دینا ہو تو ہدی الیہ سے معلوم کرلے یہ دوسرا درجہ ہے مگر رسم کے غلبہ سے کسی بات میں بھی اصول اور حدود کی رعایت نہیں رہی۔ ہدیہ کا اصل مقصود دوسرے کا جی خوش کرنا ہے۔ مگر آجکل اپنا جی خوش کرنے کو مقصود سمجھتے ہین۔ اسلئے مین اسکو بھی ایک رسم مروج سمجھتا ہون۔

(ملفوظ ۶۳۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ یہ کچھ روز یہان قیام بھی کر گئے ہین۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہین۔ آدمی تو برے نہیں اچھے ہین لیکن اس تعلیم کا اثر اُن پر ضرور ہے اُنہون نے وطن پہونچکر یہان کے زمانہ قیام کے نفع اور اپنی مناسبت کو لکھا تھا اور اظہار عقیدت کیا تھا اور یہ بھی پوچھا تھا کہ غالباً آپ مجھکو پہچان گئے ہون گے۔ مین نے یہان اُنکے قیام کے زمانہ مین دیکھا تھا کہ دن بھر مین وہ کئی قسم کا لباس جسکی وضع قطع بھی جدا جدا ہوتی تھی بدلتے رہتے تھے۔ اسپر میں نے دوسری معاملات کے متعلق مناسب جواب لکھکر پہچان کے متعلق لکھا تھا کہ مین نے آپکو خوب پہچان لیا آپ وہ ہیں جو تبدیل لباس ہیں اکثر ان کے مظہر تھے ۵

گہے در کسوت لیلیٰ فرو شد گہے در صورت مجنون بر آمد

اسپر جواب آیا اور اپنی اس حرکت کی معذرت چاہی اور آئندہ کیلئے اس طرز عمل سے بچنے کا وعدہ کیا اور لکھا کہ میں بیحد شرمندہ اور محجوب ہوں کہ مجھسے ایسی حرکت کا کیوں صدور ہوا - اب برابر خط وکتابت ہے پوچھتے رہتے ہیں فکر بھی عجیب چیز ہے

(ملفوظ ۳۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعضے علماء کا خصوص مفتیوں کا یہ طرز نہایت بُرا ہے کہ سائل کے تابع بنجاتے ہیں خواہ اُن کا سوال فضول ہو یا اُن کے فہم سے بالاتر ہو جواب ضروری سمجھتے ہیں اسلئے میں مفتیوں کو تعلیم کرتا ہوں کہ ان سب امور کو سوچ سمجھکر جواب دیا کریں یہ نہیں کہ بالکل سائل کے تابع بن جائیں بلکہ سائل کو بھی اُسکی غلطی پر متنبہ کر دیا کریں -

(ملفوظ ۳۳۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ بڑے ہی چالاکی اور ہوشیاری و بیدار مغزی سے سوالات کرتے ہیں - بڑی بڑی تمہیدیں اور بندشیں لگاتے ہیں لیکن میرے جوابوں کو بحمد اللہ وہ آلۂ نزاع نہیں بنا سکتے ورنہ آجکل تو شغل ہو گیا ہے کہ مولویوں کو تختۂ مشق بنار کھا ہے گویا کہ فساد اور جھگڑوں میں یہ ان کے آلۂ کار ہیں - میں بحمد اللہ ان کی نبضیں خوب پہچانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھسے خوش نہیں میرے جوابات پر جھلاتے ہیں بُرا بھلا کہتے ہیں - دوسروں کو اپنا تابع بنا کر اپنے اغراض اور کام نکالنا چاہتے ہیں - یہاں سے کوئی بات ہاتھ نہیں لگتی اسلئے خفا ہیں -

(ملفوظ ۳۳۳) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا تھا میرے یہاں معمول ہے کہ اگر عورت کا خط آئے تو اسپر شوہر کے یا شوہر نہ ہو تو گھر کے کسی محرم کے دستخط ضرور ہوں اسمیں بڑی مصلحتیں ہیں اور سب سے بڑی مصلحت تو دین کی ہے - یہ بی بی اپنے باپ کے گھر گئی ہوئیں تھیں وہاں پر کوئی لکھنے والا نہیں ملا اسلئے کوئی خط نہیں بھیج سکیں جب شوہر کے گھر آئیں تو خط آیا لکھا تھا کہ کوئی ایسا عمل بتلا دو کہ میں کرتی پڑھتی رہوں تاکہ میری حالت درست رہے - میں بہشتی زیور پڑھتی رہتی ہوں میں نے لکھدیا کہ علم تمہارے سامنے عمل تمہارے ہاتھ میں آج پھر خط آیا ہے کچھ اپنے امراض باطنی کے متعلق لکھا ہے - فکر بھی عجیب چیز ہے -

(ملفوظ ۳۳۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے جسمیں بصورت سوال ایک طویل تحریر ہے -

سوال یہ ہے کہ اہتمام کی ساتھ جلسہ و جلوس کا منعقد کرنا۔ مثلاً جھنڈے اور جھنڈیوں کا ہونا بازاروں مین آواز ملاکر نعرہ لگانا مسجدون مین شور برپا کرنا سیاسی قیدیوں کو بازارون مین گھماتے پھرنا یا حاجی لوگ جب وہ حج کو جائین اُن کے گلون میں پھول ڈالنا وغیرہ وغیرہ یہ امور زمانہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم یا زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہیں یا از روئے کتب فقہ و حدیث ایسے امورات جائز ہیں یا ناجائز۔

(**جواب**) حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را۔

(**ملفوظ**[۲۳۴]) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جو عمل خلوص اور محبت سے خالی ہوگا وہ بے مغز کا بادام ہے۔ بڑی کام ہے اسکے پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اور جب تک نہ ہو اسوقت تک اس نقالی کو بھی بیکار نہین سمجھنا چاہئے اسلئے کہ صورت بھی کبھی سیرت تک پہونچادیتی ہے تعیدالظاهر والباطن کی ضرورت ہے اگر اجتماعاً نہ ہو تعاقباً ہی سہی۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عمل ریا سے بھی ہو اُسکو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے کرتا رہے اسلئے کہ ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت۔

(**ملفوظ**[۲۳۵]) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ تو خیال ہی خیال ہے کہ جوش نہ ہونیکو نقص سمجھتے ہیں بعض کو محبت ہوتی ہے عمل مین خلوص بھی ہوتا ہے مگر جوش نہ ہونیکی وجہ سے اسکا احساس نہین ہوتا مگر جوش کوئی مقصود چیز نہین یہ اختلاف فطری ہے بعض مین ضبط ہوتا ہے اور بعض مین جوش خروش۔

(**ملفوظ**[۲۳۶]) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ کسی صفت مین اپنے کو دوسرے سے اکمل سمجھنا جائز ہے کیونکہ وہ حسی چیز ہے افضل سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ غیبی چیز ہے فضیلت کی حقیقت ہے کثرت ثواب عند اللہ جسکا حاصل مقبولیت ہے۔ مثلاً ایک شخص کے ایک آنکھ ہے اور دوسرے کے دو ہیں تو دو والیکو یہ سمجھنا کہ مین اکمل ہوں میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمت ہے یہ جائز ہے اور اُس سے افضل سمجھنا یہ ناجائز ہے کیونکہ آنکھ کو قرب عند اللہ مین کوئی دخل نہیں۔ یا ایک شخص عالم ہے اور ایک جاہل تو یہ اکمل تو ہے مگر افضل ہونا خدا ہی کو معلوم ہے کہ افضل جاہل ہے یا عالم کیونکہ اسکی کوئی دلیل نہین کہ عالم کیلئے افضل ہونا بھی لازم ہو ممکن ہے کہ اُس جاہل کے قلب

میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ علم سے کہیں زیادہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو تو اپنی اکملیت کی بناء پر اپنے کو افضل سمجھنا یہ بُرا ہے یہی علوم ہیں جو باخبر کی صحبت مین میسّر ہوتے ہیں یہ تو علمی تحقیق ہے باقی بعض امور ذوقی و وجدانی ہوتے ہیں وہ بیان میں بھی نہیں آسکتے۔ ایک شخص پر ایک ایسی باطنی حالت غالب تھی کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اگر مین فرعون ہوتا تو اس حالت سے بہتر تھا کیونکہ وہ اس بلا مین مبتلا نہ تھا۔ رہا کفر تو وہ حالت کفر کو ایک منٹ میں درست کر لیتا اور میں اس موجودہ حالت کو درست نہیں کر سکتا اور اسکی ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ تھا کہ وہ کافر تھا اور مین مؤمن اور مؤمن کافر سے اچھا ہوتا ہے اور یہ ایسی حالت ہے کہ جسکو دیکھکر اگر کوئی اعتراض کرے تو اُسکو بجائے سمجھانے کے یہی جواب دیا جاویگا

ع اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست		حال شیرانی کہ شمشیر بلا بر سر خورند

(ملفوظ ۶۴۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر منکر فعل کو ہوتے ہوئے دیکھے تو ہاتھ سے روکدے۔ اسپر قدرت نہو زبان سے روکدے اگر اسپر بھی قدرت نہ ہو تو اُسکو دل ہی سے بُرا سمجھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسپر نکیر کریگا تو اسکو بُرا اور اپنے کو اس سے اچھا سمجھے گا اور یہی تکبر ہے۔ فرمایا کہ فعل کو بُرا فرمایا فاعل کو تو نہین فرمایا۔ مثلاً نماز کا ترک منکر ہے اور نماز کا پڑھنا معروف تو اس حالت مین اُس فعل کو منکر اور اپنے نماز پڑھنے کو معروف تو سمجھین گے مگر اس سے یہ تو لازم نہین آیا کہ اُس بے نمازی کی ذات سے نمازی کی ذات کو افضل سمجھین ہان اُسکے اس فعل سے کہ اُسنے نماز نہین پڑہی اور نمازی کے فعل سے کہ اُس نے نماز پڑہی افضل کہین گے

(ملفوظ ۶۴۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو بدون صحبت شیخ کامل بصیرت نہیں ہوسکتی ہان بصیرت کے بعد پھر خواہ شیخ سے بھی بڑھ جائے یہ ممکن ہے۔

(ملفوظ ۶۴۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کسی مین کوئی بات خداداد ایسی ہوتی ہے کہ وہ کسی کے بنانے سے نہیں بن سکتی گو کسی عارض کی وجہ سے اُس مین کسی قسم کی بظاہر کمی معلوم ہوتی ہو مگر عارض کے ارتفاع ہی سے اصلی چیز نمایان ہوجاتی ہے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص حسین ہے مگر اُسنے یا اور کسی نے اُسکے چہرہ پر سیاہی مل دی اور ایک بدشکل ہے اُسنے پوڈر مل لیا تو کیا اسکے حسن میں یا دوسرے کے قبح مین کوئی فرق آگیا جسوقت وہ سیاہی دُہل جائیگی وہ ویسا ہی حسین ہے اور جس وقت دوسرے کا پوڈر دُہل جائیگا اسکی قلعی کہل جائیگی۔ دوسری مثال ایک عورت نہایت حسین

ایک عورت بدشکل مگر اُس بدشکل مین ایک ایسی ادا ہے کہ خاوند کو وہ محبوب ہے تو اُس کی وجہ سے
اُس عورت کا حُسن اُسکی نظر میں خاک اور گرد ہے اسیطرح اللہ تعالیٰ کے بعض بندون مین کوئی
ایسی خداداد صفت ہوتی ہے جسکی وجہ سے اُسکے سامنے دوسرون کے کمالات گرد ہوتے ہین
اسلئے کسی کی کسی کمی کو دیکھکر اُسکو ناقص اور اپنے کو کامل سمجھنا غلطی ہے ممکن ہے اُس کا نقص عارضی ہو
اسیطرح تمہارا کمال اُس عارض کے ارتفاع کے بعد عکس کا ظہور ہو جاویگا تو حتمی فیصلہ کیسے کیا
جاسکتا ہے۔

(ملفوظ ۶۴۲) فرمایا کہ مجالس تعزیت میں یہ بات دیکھی ہوگی کہ بعض لوگ جو جوان مرجاتے ہین اُسکی
تعزیت میں عام طور پر اکثر لوگ یہ کہتے ہین کہ ہائے جوان مرگیا چھوٹے چھوٹے بچے رہگئے۔
ابھی عمر ہی کیا تھی۔ ہاں جی اللہ کی ذات بڑی بے پرواہے سو یہ لفظ بے پرواکا نہایت ثقیل ہے
یہان غنی کا ترجمہ نہیں کہ یہ صفت تو منصوص ہے بلکہ یہ بے انتظام کے معنے میں ہے۔ یہ جملہ بڑے
بڑے ثقہ لوگوں کی زبان پر ہے واللہ الغنی وانتم الفقراء کے معنے تو یہ ہیں کہ اُنکو کسی کی طرف
احتیاج نہین اور ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفر اور من جاھد
فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العالمین میں یہ معنے ہین کہ کسی کی کفر و طاعت سے نہ اُن کا
کوئی ضرر ہے نہ نفع مگر اہل تعزیت کی یہ مراد ہرگز نہیں ان کلمات سے سخت احتیاط چاہئے
ممکن بلکہ اُمید ہے کہ جہل کے سبب معافی ہوجاوے لیکن اگر مواخذہ ہونے لگے تو استحقاق ہے۔
عارفین پر تو بعید دلالتون پر مواخذہ ہوگیا ہے۔ ایک بزرگ نے یاس کے بعد بارش ہونے پر یہ
کہدیا تھا کہ آج کیا اچھے موقع پر بارش ہوئی فوراً مواخذہ ہوا کہ بے ادب یہ بتلا کہ بیموقع کب ہوئی
تھی۔ یہ ایسا ہے کہ کسی ماہر اُستاد سے کہو کہ آج کھانا بہت اچھا پکا ہے کیا یہ مطلب نہین سمجھا جاویگا
کہ پہلے اچھا نہ پکا تھا اور میں ترقی کر کے کہتا ہون کہ ان اقوال میں تو کچھ قریب یا بعید سوادب بھی ہو
بندہ کا حق یہ ہے کہ جو خالص طاعت بھی ہو اُس میں بھی لرزان ترسان رہے ناز نکرے کیونکہ وہ بھی اُنکے
شان عظیم کے لائق تو نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے کسی عمل یا اپنی کسی حالت پر ناز نہ کرو۔ نیاز پیدا
کرنے کی کوشش کرو۔ اسی میں خیر ہے اور ایسے ہی ناز کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

چون نداری گرد بدخوئی مگرد ناز را روئے بباید ہمچو ورد

اور کیا کوئی ناز کرسکتا ہے ہمارے اعمال کی حقیقت ہی کیا ہے کہ جس پر ناز کرے اور غور کیا جاوے تو
ہم ہر وقت ہی خطاوار ہیں مگر اُن کا عفو غالب ہے اسلئے محفوظ ہیں بعض دفعہ تنبیہ بھی فرما دیتے ہیں
اور یہ بھی رحمت ہے چنانچہ ایک عارف کی زبان سے کوئی کلمہ نامناسب نکل گیا اُسوقت تو مواخذہ نہ ہوا
مگر کچھ روز کے بعد اس مواخذہ کا اس طرح ظہور ہوا کہ کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا چاہا مگر زبان سے نہ نکلتا تھا۔
بہت پریشان ہوئے دعا کی ارشاد ہوا کہ فلاں وقت فلاں کلمہ تمہاری زبان سے نکلا تھا
تم نے اب تک توبہ نہیں کی بہت ڈھیل دی آج پکڑ ہے ہمارا ذکر زبان سے نہیں کرسکتے تب توبہ
کی تب معافی ظاہر ہوئی۔

(ملفوظ ۷۴۳) فرمایا بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ یہ طریق مستقیم شریعت کا جو ہے یہی پُل صراط ہے
یہی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اسکی توجیہ یہ لکھی ہے کہ طریق مستقیم کی حقیقت ہے ہر چیز
میں اعتدال اور اعتدال کی حقیقت ہے وسط حقیقی اور وسط حقیقی متجزی نہیں ہوتا تو بال سے
باریک ہوا کیونکہ بال عرض میں متجزی ہوسکتا ہے۔ نیز حقیقی وسط پر عمل مشکل بھی ہے اسلئے تلوار سے
تیز ہوا پس قیامت میں یہی طریق اپنی ان دو صفتوں کی ساتھ بشکل صراط ظاہر ہوجاویگا پھر اُس
دشواری کے آسان ہونیکا طریقہ فرمایا کہ کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ دشوار راہ طے ہوسکتی
ہے بدون رہبر کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔ جیسا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو بے قلاؤز اندریں صحرا مرو

اور جب حقیقت پُل صراط کی یہ راہ مستقیم ہے پس جس صورت سے کوئی شخص اس صراط مستقیم پر چلا ہے
اسیطرح وہاں صراط پر چلے گا یعنی کوئی برق کی طرح کوئی گھوڑے کی طرح کوئی پیادہ کی طرح وعلی ہذا
غرض جسطرح یہاں پر چل سکتا ہے اسی طرح وہاں پر چل سکیگا کیونکہ وہ چلنا بھی اسی چلنے کا ظہور ہوگا مگر یہ
توجیہات ظنی ذوقی ہیں قطعی یا استدلالی نہیں۔

(ملفوظ ۷۴۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرے ایک دوست ہیں وہ ایک عرصہ سے
آپ سے بیعت کے متمنی ہیں آپ اُنکو بیعت کرلیجئے۔ میں نے لکھدیا ہے کہ یہ خط اُسی مثل مشہور کا
مصداق ہے کہ مدعی سُست گواہ چست۔ اسپر فرمایا کہ اگر اُنکو طلب ہی تو وہ خود کیوں نہیں لکھتے

دوسروں سے کیوں لکھواتے ہیں۔ کبھی عدالت مین بھی کسی دوسرے کی طرف سے درخواست دی ہے کہ فلان شخص پر بڑا ظلم ہوا ہے اُسکی مدد کیجئے باقی وکالت اور چیز ہے اُسمین خطاب تو موکل ہی کی طرف سے ہوتا ہے وکیل صرف اعانت کرتا ہے پھر فرمایا کہ لوگ یہ بیہودگیاں کرتے ہین اور مجھکو بدنام کرتے ہین کہ بدخلق ہے سخت گیر ہے اپنے اخلاق حسنہ پر نظر نہیں فرماتے کہ ہم کیا حرکتیں کرتے ہین میں تو انتہائے صبر سے کام لیتا ہون مگر جب حد صبر سے کوئی گذر جائے تو کیا کیا جاوے۔ ایک اور صاحب ہین عالم شخص ہین بہت عرصہ سے بیعت پر اصرار کر رہے ہین۔ مین اس طرح سے بیعت پر اصرار کرنے کو بھی پسند نہیں کرتا مگر صبر اسلئے کرتا ہون کہ یہ بھی رائے کا اختلاف ہے وہ اپنی رائے سے نہیں ہٹتے مین اپنی رائے سے نہین ہٹتا مگر اسپر کسی کو سب وشتم بھی نہیں کرتا اسلئے کہ رائے کا اختلاف ہے

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۶۲۵) ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور مجھکو بھی اجازت ہو جائے چلنے کی۔ فرمایا کہ گول بات سمجھنے کی مجھے عادت نہین اسپر وہ شخص ہنسا فرمایا کہ یہ بات ہنسنے کی نہین رونے کی ہے حضرت والا کے بہت زیادہ کھود کرید کرنے پر کہا کہ مرید ہونا چاہتا ہون اسپر فرمایا کہ کل ایک شخص آیا اُسنے کہا کہ مین کچھ کہنا چاہتا ہون۔ مین نے کہا کہو کہا کہ اللہ کا شکر ہے۔ اب مین کیا سمجھتا بہت کچھ کھود کرید کے بعد کہا کہ بیعت ہونا چاہتا ہون۔ تب میں نے اُسکو ڈانٹا اور نکالا۔ نیز میں نے اُس سے مواخذہ کرنیکے وقت جب سوالات کئے تو یہ عذر کیا کہ میں اناڑی ہون میں نے کہا کہ میں کباڑی ہون کہ اناڑیون پر سوالات کا بہت کباڑ لاد دیتا ہون۔ ان بیرجیون نے ناس کر دیا لوگون کے اخلاق کا اُن کے یہان رموز مین گفتگو ہوتی ہے اُن ہی سے ان لوگون نے رموز سیکھے ہین مگر وہ رموز خود ایسے مہمل ہین جیسے ایک مولوی صاحب سے ایک انگریز نے ملاقات کی درخواست مولوی صاحب ملے تو ملاقات کے بعد وہ انگریز کہتا ہے کہ گنگ۔ یہ بھی بڑے ظریف اور ذہین تھے اُنہون نے کہا کہ سنگ ملاقات ختم ہو گئی۔ جو اس ملاقات کا واسطہ بنے تھے وہ اس انگریز کے پیشکار تھے۔ اُن سے اُس انگریز نے کہا کہ مولوی صاحب بہت بڑا عالم ہے جغرافیہ

بھی جانتا ہے۔ ہمنے دریافت کیا تھا کہ گنگ دریا کہاں سے نکلا۔ اُسنے کہا کہ سنگ یعنی پتھروں سے مُراد پہاڑ ہیں۔ پیشکار نے مولوی صاحب سے بیان کیا۔ فرمایا کہ مین نے تو صرف قافیہ ملا دیا تھا۔ بس یہی حالت ہے ان رموز کی۔ ایک شخص ایسے ہی اہل رموز مین سے کانپور آیا اور وعظ مین یہ بیان کیا کہ اللہ تعالے عالم الغیب نہین پھر کہا کہ آپ لوگون کو بڑی دحشت ہوئی ہوگی مگر شرح سنو بتلاؤ خدا سے کونسی چیز چھپی ہوئی ہے جب کوئی چیز اُن سے غائب نہین تو عالم الغیب کہان ہوئے لاحول ولاقوۃ الا باللہ واہیات خرافات یہ رموز ہین اور سنئے ایک بات تھوڑا ہی ہے بہت رموز ہین اور عجیب عجیب ہین ایک صاحب الرموز کہتے ہین کہ خدا نے تو ارواح کو فرمایا تھا سنگ بوزہ مولویون نے نماز روزہ سمجھ لیا ایک جاہل درویش نے والضحی واللیل اذا سجی کا ترجمہ کیا تھا اے نفس تیری یہی سجاد سزا) ایسے ایسے رموز اور حقائق ہین استغفر اللہ

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگون کو ویسے تو اپنی غلطی کی کچھ خبر نہیں ہوتی جب مین ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہون تب اپنی حرکت کو محسوس کرتے ہین اور ندامت ہوتی ہے۔ کثرت سے یہ غلطی کرتے ہین کہ صاف بات نہیں کہتے اُسکی وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ ان لوگون کو تعلیم نہین ہوئی اور مین کہتا ہون کہ یہ تکلفات تعلیم ہی کی وجہ سے ہین مگر تعلیم فاسد ورنہ فطری امر ہے کہ آدمی صاف بات کہدے۔ دیکھئے چھوٹے بچے آتے ہین صاف کہدیتے ہین کہ بخار کا تعویذ دیدو سو اُنکو کونسی تعلیم ہوتی ہے بلکہ جن بچون کو گھر سے پڑھا کر بھیجا جاتا ہے کہ جا کر ادب سے بیٹھنا بولنا مت جو پوچھیں اُسکا جواب دینا وہ بھی آکر گڑبڑ کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ آجکل کی تعلیم ہی سے فطرت کو برباد کیا ہے۔ بعض ہوشیار آتے ہین مواخذہ پر کہتے ہین کہ اجی بولا نہیں جاتا۔ مین کہتا ہون کہ جسقدر بولے ہو یہ کیون بولے بلکہ اصل مقصد کے اظہار کرنے پر جسقدر بولتے اُس سے زائد بول لیتے ہین اور کام کی بات کو ادھوری ہی رکھتے ہین۔ پوری بات کہتے ہوئے سر کٹتا ہے یہ سب شیطانی حرکتین ہیں شیطانی اور نفسانی تاویلین ہین بس یہ رنگ ہو رہا ہے اب وہ شخص بیعت کی درخواست لیکر پھر آیا تھا جسنے کل میری اس اجازت پر کہ جو کہنا ہو کہہ لو یہ کہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے۔ اب بتلائیے مین ایسے مہمل کو کس طرح بیعت کر لیتا یہی صیغہ کافی ہے اُس کا اہمال سمجھنے کیلئے طریق میں داخل ہونے کیلئے ادنیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ طلب ہو۔ کیا یہ طلب ہے کہ اللہ کا شکر ہے ایسی بات

ساری عمر نہیں سنی تھی بڑی جہالت پھیل رہی ہے۔ اکثر تو سمجھانے پر بھی وہی حرکت رہتی ہے اسکی کیا تاویل کیجائے۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ بس جی میری قسمت میں مرید ہی کم ہیں۔ ایسے سخت گیر کا کون مرید ہو اور اُنکی یہ رائے ہے بھی ٹھیک اور اس حالت میں وہ تو کہتے ہیں کہ کس قصائی سے پالا پڑا اور میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا دونوں معذور ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے مجھپر توقف بیعت میں اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں طریق کی اشاعت کم ہوتی ہے سو یہ تو ٹھیک ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق پر حریص ہونا چاہئے جیسا بزرگوں نے تصریح کی ہے مگر کیا بیعت کرنیکو اشاعت طریق کہتے ہیں۔ اشاعت کہتے ہیں اعلان طریق کو تو محض بیعت کرنا اشاعت طریق نہیں یہ تو اُن ہی غلطیوں میں سے ہے جنمیں لوگوں کو ابتلا ہے اور یہ سب حقیقت کی بیخبری کی بدولت ہے اب میں جو حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہوں میں ہی بُرا ہوں بیعت متعارفہ تو بعض برکات کیلئے ہے چنانچہ ایک برکت وہ ہے جسکو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس نیت سے بیعت کرتا ہوں کہ پیر و مریدیں سے اگر ایک کی بھی نجات ہو گئی تو مرحوم اپنے ساتھ مغضوب کو جنت میں لیجائیگا سبحان اللہ۔ ایسی نیت تو سنی ہی نہیں سو بیعت تو مثلاً اسلئے ہے یہ اشاعت طریق نہیں ورنہ بعضے مسلّم بزرگ اسمیں دیر نہ کرتے چنانچہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ جب تک طلب صادق نہ ہو مرید نہ کرے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے یہاں دونوں رنگ ہیں کبھی حاجی صاحب کا اور کبھی حافظ صاحب کا۔ ایک شخص حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار فرمادیا بیحد اصرار کیا رویا پیٹا مگر حضرت انکار ہی فرماتے رہے بعد میں معلوم ہوا کہ خفیہ پولیس کا افسر تھا یہ حضرت کی فراست تھی اور فراست صادقہ یہ کشف سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کشف تو نار سے بھی ہوتا ہے یعنی اشغال و ریاضات سی حرارت اور اُس سے لطافت ادراک حاصل ہو جاتی ہے اور فراست مؤمن کے نور ہی سے ہوتی ہے حضرت کی فراست کا ایک واقعہ یاد آیا۔ دو شخص آدھی رات کے قریب آپکی خدمت میں آئے کہ یہ روپیہ ہے اسکو مجاہدین سرحد کے پاس پہونچا دیجئے حضرت نے فرمایا کہ لکھا لوان بیہودوں کو

بعد مین معلوم ہوا کہ وہ دو افسر انگریز تھے - امتحان کرنے آئے تھے کہ ان کا کچھ تعلق اُن مجاہدین سے ہے یا نہیں حضرت کی ہر بات مین ایک عجیب نور ہوتا تھا -

(**ملفوظ** ۶۴۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اسرار باطنی کے اخفاء کی بڑی زبردست تاکید ہے جیسے اپنی دلہن اغیار کو دکھلانے مین غیرت آتی ہے اسیطرح اس مین غیرت آتی ہے یہ اسرار عرائس باطنی ہین -

(**ملفوظ** ۶۵۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مناجات مقبول میں جو سات منزل ہین یہ روزانہ کی سہولت کیلئے ہے ایسی تعیین مین بدعت کی کیا بات ہے جسپر کھٹک ہو یہ تو سہولت کیلئے ایسا کیا گیا آخر قرآن شریف کے پارے ہین اوقاف ہیں اور اسکو مدون کیا گیا ہے یہ کونسی حدیث مین آئے ہیں پس بعض تقییدات کو جو منع کیا جاتا ہے وہاں عوام سہولت کی مصلحت کی حد سے متجاوز ہو کر اعتقاد لزوم تک پہونچ گئے تھے اسکے انسداد کیلئے انتظام کیا گیا اور انتظام میں عادۃً سختی ہو ہی جاتی ہے بدون سختی کے پورا انتظام مشکل ہوتا ہے پھر اس انتظام مین بعض کو ایسا غلو ہو گیا ہے کہ بہت سے مباحات کو اعتقاداً حرام سمجھ گئے - غرض جانبین میں افراط و تفریط ہو گیا اسلئے تصوف ایک مختلف فیہ چیز بن گئی - ورنہ اگر حدود مین اعتدال رہے تو مسائل تصوف میں کوئی منصف کلام نہیں کر سکتا چنانچہ میرے ایک دوست حج کو گئے تھے اُنہوں نے ابن سعود شاہ نجد و حجاز سے ملاقات کی اور میرا رسالہ التشرف جو تصوف مین ہے انکے سامنے پیش کیا اسکو پڑھکر کہا ھذا یوافقنا - مین نے کہا کہ اب بھی یہ نہ کہا کہ نحن نوافقہ -

۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(**ملفوظ** ۶۵۱) ایک صاحب نوجوان یہاں پر تشریف لائے تھے عالم آدمی تھے اُنکو اس سے انقباض تھا کہ کافروں کو ابد الآباد کیلئے جہنم مین بھیجا جائیگا رحمت اسکو کیسے گوارا کریگی دیکھئے آجکل ان بیکار چیزوں میں سوچ ہے فکر ہے اور جو کام کی بات ہے وہ ایک بھی نہیں آخر ان تحقیقات مین پڑتے کیوں ہو جو حکم ہے اسکو کرتے رہو اسرار کے درپے ہونا بھی بے ادبی ہے - دیکھئے اگر ہمارا کوئی نوکر ہمارے گھر کے اسرار معلوم کرنا چاہے اور بدون اسرار بتلائے ہماری تجویزوں کو قبول نہ کرے تو نہ تو خود اسپر جوش آتا ہے کہ

اُس سے اسرار بیان کریں اور اگر وہ اسکی درخواست بھی کرے تو دو چار تھپڑ تو لگا دیے جائیں گے مگر اسرار نہیں بتلائے جاتے۔ اس طرح سے اپنی رائوں کو دخل دینا یہ سب شیطانی اور نفسانی حرکات ہیں اُسنے بھی یہی کہا تھا کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین جسکا حاصل یہ تھا کہ اسحالت میں سجدہ کا حکم کس حکمت سے ہے۔ دیکھو پھر کیا حشر ہوا اگر حق تعالیٰ چاہتے تو حکیمانہ جواب فرما سکتے تھے مگر یہ سمجھکر کہ مخاطب کو تفتیش حکمت کا کیا منصب ہے حاکمانہ جواب فرمایا اخرج منہا فانک رجیم اور حکمتیں اسرار علل کچھہ نہیں تبلائے گئے۔ سو ایسے فکروں میں انسان کیوں پڑے کہ مثلاً کافر جہنم میں ابد کیلئے کیوں جائیں گے۔ ایسے عبث فکروں میں پڑکر انسان دوست کی مشغولی رہجاتا ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

؎ گراین مدعی دوست بشناختے   بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

مسلمان کا تو مذہب یہ ہونا چاہیے کہ جن سے اُن کی صلح ہماری بھی صلح جن سے اُن کی جنگ ہماری بھی جنگ اس صلح و جنگ کے علل کیوں ڈہونڈے جاتے ہیں اسیطرح ان امور میں بلکہ خود اپنے متعلق بھی تجویز اور رائے کیوں لگائی جاوے اسیکو فرماتے ہیں

؎ فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست   کفر ست درین مذہب خود بینی و خود رائی

۱۶ (ملفوظ ۱۵۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ایک روپیہ ایک عقل دو روپیہ دو عقل تجربہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے۔ تجربہ تو یہ ہے کہ روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہو جاتا ہے اور یہ خود اہل اموال کی اقراری ڈگری ہے وہ اسکے مقر ہیں اور عام طور سے زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے تو اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہوں تو دس بوتلوں کا نشہ ہوا اور جب ایک چلو شراب میں آدمی الّو بنجاتا ہے تو دس بوتلوں میں عقل کہاں اسلئے یہ مقولہ تجربہ کی بناء پر محض غلط ہے عقل سے پیسہ کا کیا تعلق۔ ہاں بجائے عقل کے اگر یوں کہا جائے پیسہ پاس ہونے سے اکل بڑہتا ہے تو بالکل مناسب ہے اٹکل عقل کہاں اکل ہے عاقل کہاں آکل ہیں کہ ہر وقت پیٹ کی فکر ہے اس کا نام رکھا ہے کہ عاقل ہیں۔

۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

۶۵۳ (ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دم کئے ہوئے پانی کو غسل کے پانی مین ملانا اس سے احترام مین تو کوئی فرق نہ آئیگا۔ فرمایا کہ اسکا احترام اس درجہ ضروری نہیں البتہ جو پانی اپنی ذات مین محترم ہو اسکا احترام ضروری ہے جیسے زمزم شریف اسکا احترام ضروری ہے۔ اس سے استنجاء وغیرہ ممنوع ہے

۶۵۴ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ فتح و نصرت کا مدار قلت اور کثرت پر نہیں وہ چیز ہی اور ہے۔ مسلمانون کو صرف اُسی ایک چیز کا خیال رکھنا چاہئے یعنی خدا تعالیٰ کی رضا پھر کام مین لگ جانا چاہئے اگر کامیاب ہون شکر کرین ناکامیاب ہون صبر کرین اور مومن تو کبھی حقیقۃً ناکامیاب ہوتا ہی نہیں گو صورۃً ناکام ہو جاوے اسلئے کہ اجر آخرت تو ہر وقت حاصل ہے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ساٹھ ہزار کے مقابلہ کیلئے بیس ۳۰ آدمی تجویز کئے تھے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امت محمدیہ کو ہلاک کراؤ گے تب ساٹھ آدمی تجویز کئے یعنی ایک ہزار کے مقابلہ مین ایک آدمی۔ قلت و کثرت کی طرف اُن حضرات کا خیال نہ تھا۔

۶۵۵ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب ہے۔ ایک ریاست مین تنخواہ میں روپیہ کی جگہ ملازمون کو صرف چنے ملتے تھے ایک مولوی صاحب جو بڑے شوخ اور ذہین تھے وہ ریاست کی مسجد مین تنخواہ دار امام تھے انکو بھی چنے ملے انہون نے کیا کیا کہ سویرے سے نماز پڑھیں اور بیٹھ جاوین مقتدی آوین اپنی اپنی پڑھ کر چلے جاوین بالآخر لوگون نے ان سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے آپ وقت مقرر سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں مقتدیوں کو جماعت نہیں ملتی کہا کہ چنے کھانیکی وجہ سے دیر تک وضو نہین رہتا۔ مقتدیوں نے ملکر نواب صاحب کو عرضی دی کہ مسجد مین جماعت نہین ہوتی۔ امام صاحب کو یہ عذر ہے انکو چنے نہ دئے جاوین جب سے انکو تنخواہ مین نقد روپیہ ملنا شروع ہوا عجیب تدبیر کی۔

۶۵۶ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تنعم اور تعیش کا اکثری خاصہ ہے کہ حدود محفوظ نہین رہتے۔ ہان اگر تنعم کی ساتھ دین ہو اور کسی کامل کی صحبت میسر آگئی ہو تب تو حدود کا خیال رہتا ہے اسلئے کہ اس سے ہر چیز کو اعتدال کیساتھ قلب میں رسوخ ہو جاتا ہے

۶۵۷ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ دین کے اعتبار سے حکومت جس قسم کی ہوتی ہے اُسکا اثر کم و بیش سب پر ہوتا ہے۔ بھوپال مین ایک مسلمان ایک ہندو صراف کے یہاں کوئی زیور خریدنے پہونچے جب معاملہ پر گفتگو ہوئی تو وہ ہندو صراف کہتا ہے کہ میاں یہ صورت بیع کی تو شریعت مین ناجائز ہے

جواز کی صورت یہ ہے یوں کرو۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید فروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا اسلئے کہ سب خریداروں کو ان ہی سے سابقہ پڑتا تھا عجیب فراست ہے۔

(ملفوظ ۶۵۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پیر بھائیوں میں آپسمین زیادہ محبت ہونا چاہئے اسلئے کہ محبت کا مدار ہے بے غرضی پر اور بے غرضی اس طریق والوں مین اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اور یہ سب ہوتا ہے اثر شیخ ہی کا کیونکہ وہ اصل ہے اور اسکی ساتھ وابستگی کی ایسی مثال ہے جیسے جڑ اور شاخوں مین تعلق ہوتا ہے،

(ملفوظ ۶۵۹) ایک طبیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر بادام کھاویں تو زیادہ مفید ہوں فرمایا کہ بادام بھی اللہ تعالیٰ نے بے دام دے رکھے ہین۔

(ملفوظ ۶۶۰) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اصل رعب وہ ہے جو عظمت سے ہو اور محض غصہ کر جو رعب ہوتا ہے وہ رعب نہیں وحشت ہے۔ اُسمین یہ خیال ہوتا ہے کہ کہین یہ نقصان نہ پہونچا دے اور عظمت کی ساتھ جو رعب ہوتا ہے اس میں ایک محبوبانہ شان ہوتی ہے۔ دلکشی ہوتی ہے حتے کہ اُسکے غصہ کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے ع

تمکو آتا ہے پیار پر غصہ — ہمکو غصہ پر پیار آتا ہے

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد ہیبت کی یہ حالت تھی کہ اگر خود کلام مین ابتداء فرماتے تو دوسروں کی ہمت کلام کرنیکی ہوجاتی تھی ورنہ بڑے بڑے ویسے واپس ہوجاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمت نہیں ہوتی کلام کرنے کی یہ خداداد بات ہوتی ہے۔ یہ باتین بنائے نہیں بنتین۔ سب خدا کی طرف سے ہے اور اصل تو یہ ہے کہ رعب اور ہیبت مین کیا رکھا ہے بندہ بنکر رہنا چاہئے خواہ رعب ہو یا نہ ہو۔ فرعون بنکر نہین رہنا چاہئے اگرچہ اس سے رعب ہی ہو۔

۱۶؍ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۶۶۱) ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے اور سلام کے بعد مصافحہ کرکے چلدئے اسپر

حضرت والا نے فرمایا کہ جسکو لوگ اپنے نزدیک بزرگ سمجھتے ہیں اُسکو بجس اور بُت سمجھتے ہیں۔ یہ کیا حرکت ہے کہ مصافحہ کر کے چلدیئے جیسے کوئی وحشی دیوانہ پاگل ہوتا ہے۔ نئے آدمی کے متعلق طبعی طور پر انتظار ہوتا ہے کہ کون ہیں کہاں سے آئے۔ کچھ نہیں لوگوں کے اخلاق ہی خراب ہو گئے۔ دوسروں کو تو بد خلق کہتے ہیں اور اپنی حرکات کو نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہر بات اور حرکات سے مطلب ان لوگوں کا یہ ہوتا ہے کہ دوسرا ہمارے تابع ہو کر رہے اگر یہ بتلا دیں تو سن لے اگر نہ بتلا دیں تو اسی پر راضی رہے۔

(ملفوظ ۶۶۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اپنی معتقد ایک جماعت کی شکایتیں لکھی ہیں اور لکھا ہے کہ دعا کر دیجئے کہ یہ لوگ مجھسے برگشتہ ہو جائیں۔ میں نے لکھدیا کہ برگشتگی تو تمہارے اختیار میں ہے اپنی برگشتگی عملاً ظاہر کر دو وہ خود برگشتہ ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ فکر بھی عبث اور لاحاصل ہے۔ نہ اسکی فکر چاہئے کہ کوئی اپنا بنے اور نہ اسکی کہ کوئی بے تعلق رہے۔ اپنے کام میں مشغول رہے۔

(ملفوظ ۶۶۳) ایک صاحب کی طویل تحریر آئی جسمیں اپنے قلبی حالات اور کیفیت لکھی تھی جس سے شبہ قلب و دماغ ماؤف ہونیکا ہوتا تھا اُسپر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ پہلے اپنی نبض اور قارورہ کسی طبیب کو دکھلا دو اگر وہ دیکھکر کہدے بلکہ لکھدے کہ تمہارا قلب اور دماغ سالم ہے تو پھر اپنے حالات لکھو جب جواب ملیگا۔ اسپر فرمایا کہ وہ ان کیفیات سے سمجھے ہونگے کہ ولایت ملگئی کبھی دماغ کی یا قلب کی خرابی سے بھی ایسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سب باتیں تجربہ پر موقوف ہیں۔

(ملفوظ ۶۶۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ عبث اور فضول میں زیادہ مبتلا ہیں آجکل خوابوں کی اسقدر بھرمار ہے کہ جسکا حد و حساب نہیں۔ مجھسے جب کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا ہے میں اکثر شعر لکھدیتا ہوں کہ ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم | چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

بیداری کی حالت درست ہونی چاہئے خواب میں کیا رکھا ہے

(ملفوظ ۶۶۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ چشتیہ حضرات کی شان عشقی ہے ایک آگ ہے انکے

اندر جلتے بھنتے رہتے ہین گو بظاہر ہنستے بولتے ہین۔ مین تو ایک مثال دیا کرتا ہون کہ ان کا ہنسنا ایسا ہے جیسے توا ہنستا ہی مگر ہاتھ لگا کر دیکھو پتہ لگ جائیگا کیسا ہنستا ہے۔ بعض بزرگون نے لکھا ہے کہ چشتیہ کی کیفیت جیسے شراب کا نشہ اور نقشبندیہ کی کیفیت جیسے افیون کا نشہ۔ شراب حار ہے افیون بارد عجیب مثال ہے،

(ملفوظ ۶۶۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جو کام ضروری ہین اُنکو کرنا چاہئے خواہ جی لگے یا نہ لگے یہ تو حالت ہی بری ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جاوے۔ کیا اپنے جی کی پرستش کرتے ہو اپنے جی کے بندہ ہو۔

(ملفوظ ۶۶۷) ایک صاحب مجلس سے اُٹھکر پچھلے پیرون ہٹ کر چلے اسپر فرمایا کہ میان آدمی کی طرح چلو یہ ریل کی طرح آگے پیچھے کیون ہو رہے ہو۔ اسپر فرمایا کہ جو لوگ پچھلے پیرون ہٹتے ہین مجھکو تو اس حرکت سے اسقدر گرانی ہوتی ہے کہ مین بیان نہیں کرسکتا نہ معلوم قبلہ سمجھتے ہین یا کیا۔ یہ سب پیرزادون کی بگاڑی ہوئی رسمیں ہین ایسی حرکات سے بڑا ہی جی الجھتا ہے

(ملفوظ ۶۶۸) ایک دیہاتی شخص نے تعویذ مانگا یہ نہین کہا کہ کس چیز کا۔ فرمایا کہ ادہوری بات سمجھ مین نہین آئی دوبارہ پھر تعویذ کو کہا اور نام نہیں لیا کہ کس چیز کا تعویذ۔ تیسری مرتبہ مین کہا کہ او پرے اثر کا تعویذ دیدو دریافت فرمایا کہ جب تعویذ کو کہا تھا تو اوپرے اثر کا نام لیا تھا۔ پھر مین کس چیز کا تعویذ دیتا یہ تعلیم کا اثر ہے مطلب تو تعلیم کرنیوالے کا یہ تھا کہ فضول بات مت کرو۔ ادہوری بات نہ کہو پوری بات کہو۔ انہون نے یہ سمجھا کہ ضروری بات بھی نہ کہو یہی ادب ہے ایک بات ہو تو اصلاح کیجائے۔

(ملفوظ ۶۶۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے ایسا ہی شیخ کا تعلق بھی نازک ہے کیونکہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے بدون مناسبت کے نفع نہیں ہو سکتا یہ اعظم شرائط ہے اور یہی مناسبت پل صراط ہے۔ ایک صاحب نے بہت عرصہ تک خط و کتابت کی اور ہر خط مین بیعت کی درخواست کی مگر میرا جی قبول نہ کرتا تھا آخر بہت سی کھود کرید کے بعد چور نکلا ایک خط مین لکھا کہ میں یہ سمجھتا ہون کہ آپکے مزاج مین سختی ہے کیا اس خیال کیساتھ نفع ہو سکتا ہی اب بتلائیے مین مرید کر لیتا اور اسکے بعد یہ خط آتا کتنا رنج ہوتا۔ بعض چیزین ذوقی اور وجدانی ہوتی ہین پہلے سے انقباض کی دلیل کیا بیان کیجاوے اس کا کوئی کیا انتظام کر سکتا ہے۔ مین نے لکھدیا کہ کہیں

اور جگہ اصلاح کا تعلق پیدا کرلو مجھسے تمکو نفع نہ ہوگا۔ اعتراض اور نفع دونوں متضاد چیزیں ہین۔

۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۷۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاہ لال والی مسجد مین لکڑیون کی چھت ہے جو بوسیدہ حالت مین ہے اُسکے بنانے سو روپیہ جمع ہین اب ڈاٹ کا ارادہ ہے حضرت کی اجازت کی ضرورت ہے فرمایا کہ اسمین میرا کوئی دخل نہین متولی نہین منتظم نہیں مین اجازت کے معنے نہیں سمجھا۔ عرض کیا کہ ضرورت تو ہے۔ فرمایا جو بات دل مین ہے صاف کہو۔ عرض کیا کہ برکت کیلئے اجازت کی ضرورت ہے فرمایا کہ اسکو اجازت کیون کہتے ہو دعاء کہو مگر بات اب بھی صاف نہیں ہوئی مین دعاء کرون گا لیکن آپ کا جو دلی مقصود ہے وہ اب بھی صاف ظاہر نہ ہوا۔ صاف بات کہئے ایسی گول مول بات سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے کیا صبح ہی صبح تکلیف دینے آئے ہو عرض کیا کہ جتنا مادہ یعنی سلیقہ تھا عرض کردیا۔ فرمایا کہ ابتو بتلا دیا کہ دعاء اور چیز ہے اور اجازت اور چیز ہے۔ دعاء کرنیکا وعدہ کرتا ہون اسکے علاوہ تو کوئی اور بات نہین۔ عرض کیا گیا اگر ان سو روپیہ مین ڈاٹ نہ لگی یا پوری نہ ہوسکی تو حضرت بھی اُس مین امداد فرمادین۔ فرمایا کہ اب بتلائے کہ اس گول بات کا مطلب کیا تھا کہ اجازت دیدیجئے یہی تھا کہ اگر کمی رہتی تو آکر کہتے کہ آپ ہی نے تو اجازت دی تھی اُس مین پچاس روپیہ کی کمی ہے لاؤ ایک گول بات کہکر ایک مسلمان کو دہوکا دینا ہے اور اُسکو تکلیف مین ڈالنا ہے اگر مین کہو دکرید نہ کرتا تو کیا یہ مطلب معلوم ہوسکتا تھا جو اسوقت ظاہر ہوا کہ جب کمی رہتی میرے سر پر جن کی طرح آکھڑے ہوتے کہ لاؤ یہ کمی ہے کیا یہ دہوکا نہین ہے لوگ مجھکو وہمی کہتے ہین اس واقعہ کو دیکھین اور فیصلہ کرین تب حقیقت معلوم ہو کیا مجھکو علم غیب ہے۔ اس حماقت کی کوئی حد ہے دہوکا دیکر اجازت لینا علاوہ کمی خرچ کے کل کوئی اور بات تعمیر کے متعلق ہوجاتی بعض مرتبہ جھگڑے وغیرہ ہوجاتے ہین ان کی پاس تو کہنے کو یہ بات ہوجاتی کہ آپ نے ہی تو اجازت دی تھی اللہ کا شکر ہے کہ مجھکو فوراً احتمالات مستحضر ہوجاتے ہین ورنہ نہ معلوم یہ لوگ کیا گڑبڑ کرین اگر مادہ اور سلیقہ نہ تھا تو یہ چالاکی کی ترکیب کیون بنا کر لائے تھے کیا مجھکو خدانخواستہ دینی خدمت سے انکار ہے اور کون مسلمان ایسا ہے جسکو

انکار ہو۔ مگر بات صاف تو ہو۔ ابھی ایک مسجد کیلئے کہا گیا میں نے کہنے والے سے پرچہ لیکر یادداشت مین رکھ لیا اب فکر ہے کہ اگر گنجائش ہو تو امداد کرون مگر یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ صاف بات رہی ہی نہین۔ ہر چیز مین مکاری اور چالاکی پیدا ہو گئی ہے۔ دوسرے شخص کو گدہا اور بیوقوف بنانا چاہتے ہین اللہ کے فضل سے انہین ہی ٹھیک بنا کر نہ چھوڑون یہ بھی کیا یاد رکہین گے۔ ان کی نبضین مین بحمد اللہ خوب پہچانتا ہون۔ مجھکو اللہ نے ان کی نبض شناسی عطا فرمائی ہے۔ خصوص انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کی تو اچھی طرح سے خدمت کیجاتی ہے یہان آکر تمام ڈگریان کافور ہو جاتی ہین اور تمام بیدار مغزیان اور لسّانی ختم ہو جاتی ہین۔ مین سچ عرض کرتا ہون میرا جی تو یون چاہتا ہے کہ تمام قصبہ کی مسجدون کی از سر نو مرمت کرا دون۔ مگر میرا معمول یہ ہے کہ مین اپنے ذمہ تو کوئی کام رکھتا نہین نہ دوسرے کو بہرو سہ دیتا ہون مگر فکر ذمہ دارون سے زیادہ ہوتی ہے

۱۷ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۶۷۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ کل ایک نائی گنگوہ سے آیا تھا ایسی بیہودگیان لوگ کرتے ہین وہ پشت کی طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ مین نے کہا کہ کون صاحب ہین تب سامنے آیا اور ایک پرچہ دیا اسوقت تک مین نماز سے بھی فارغ نہ ہوا تھا مغرب کے بعد کا وقت تھا اُسوقت لالٹین بھی روشن نہ تھی پھر یہ بھی نہین بتلایا کہ مجھکو فلان شخص نے بھیجا ہے۔ بہت لوگ آتے ہین پرچہ لاتے ہین اُن کی اپنی حاجت ہوتی ہے اسلئے اُسمین دوسرے وقت آنے کو کہدیتا ہون مگر مین نے کہا کہ اب تمہارے لئے لالٹین جلاؤن پھر بڑھاؤن کیونکہ اسوقت کا جلانا محض اُسکی ہی ضرورت سے ہوتا۔ پھر یہ سلسلہ لامتناہی بھی تو ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی آجائے پھر جلاؤن بس مین اسی کا ہو رہا غرض وہ شخص بے بتلائے چلا گیا اور پھر صبح بھی نہین ملا ایسے ایسے کوڑ مغز اور بدفہم لوگ دنیا مین آباد ہین۔ خدا معلوم عقلین کیا ہو ئین نہ کوئی اصول ہین نہ قاعدہ۔ سب ایک ہی مرض کے شکار ہو رہے ہین نہ معلوم وہ مدرسہ ہے کہان جہان یہ بے اصولی کی تعلیم پاکر آتے ہین۔

(ملفوظ ۶۷۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ تو بعض لوگون کا خیال فاسد ہے

کہ خواہ مخواہ متعارف شریفون پر شبہ کرتے ہین کہ یہ چھوٹی قومون کے لوگون کو ذلیل سمجھتے ہین۔ یہ تو ظاہری الزام محض کہنے کیلئے ہے باقی اصل بات اور ہے وہ یہ ہے کہ یہ الزام دینے والے خود مرض جاہ مین مبتلا ہین۔ اسی لئے اپنے اصلی نسب سے اعراض کر کے اونچی قومون مین شریک ہونا چاہتے ہین پھر باتین جسقدر کرتے ہین سب متضاد۔ ایک طرف تو کہتے ہین کہ حسب نسب کوئی چیز نہین سب نسل آدم سے ہین دوسری طرف عالی خاندان بننے کی کوشش ہے۔ مین کہتا ہون کہ اگر حسب نسب کوئی چیز نہین تو پھر علو نسب کی کوشش کیلئے یہ شور و غل کیسا۔ بس رہو جو ہو پھر تم اس طرف کیون آنا چاہتے ہو جیسا کہ آجکل ہو رہا ہی کہ بعضے صدیقی بن گئے بعضے انصاری بن گئے۔ بعضے زبیری بن گئے۔ بعضے قریشی بن گئے۔ بعضے کہتے ہین کہ ہم حسین بن منصور حلاج کی اولاد سے ہین۔ کیا خبط سوار ہوا ہے اور اگر شرف نسب کوئی چیز ہے تو پھر سب قومون کی مساواۃ کا دعوی کیون کیا جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے انصاریت کے نئے مدعیون کے جواب مین عجیب بات کہی کہ بخاری کی حدیث مین آیا ہے کہ سب قومون کا عدد بڑہ جائیگا اور انصار کم ہو جاوینگے یہانتک کہ ایسے رہجاوینگے جیسے کہانے مین نمک اور یہ مدعی خود اپنی تعداد سب قومون سے زیادہ بتلاتے ہین سو اس حدیث سے خود اس دعوے کی حقیقت منکشف ہو گئی یہ تو نسب کے متعلق ہی باقی اگر اس دعوی سے یہ مقصود ہے کہ بعضی خاصیتین بعض قوم کی مشہور ہو جاتی ہین اُن سے بچنے کیلئے یہ کوشش کی جاتی ہے تو محض عبث ہے اسلئے کہ ایسی خاصیتین تو قریب قریب سب قومون کی مشہور ہین اور وہ قومین بے تکلف اُن خاصیتون کا خود تذکرہ کرتے ہین اور اسکو کوئی عیب نہیں سمجھتا چنانچہ میں خود اپنی قوم کو خاص اور عام جلسون مین کہا کرتا ہون اور عام طور سے دوسرے شیخزادے بھی کہ شیخزادون کی قوم بڑی فطرتی ہوتی ہے اگر یہ ولی بھی ہو جاوین تب بھی تھوڑا بہت اثر رہتا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر ساری دنیا کے شیخزادے ملکر ایک جلسہ منعقد کرین اور اُسمین رزولیوشن پاس کرین کہ ہمکو فطرتی نہ کہو تب بھی لقب مٹ نہین سکتا سو ایسی بات کی فکر ہی عبث اور فضول ہی بلکہ تجربہ یہ ہے کہ ایسے امور مین لوگ جسقدر کوشش کر رہے ہین اُنکے عیوب کا زیادہ چرچا ہوتا ہی تو گویا اپنے عیوب کو خود ظاہر کرتے ہین۔ سمجھنے والے سب سمجھ جاتے ہین اور اصل تو یہ ہے کہ جو چیز غیر اختیاری ہے وہ عیب بھی نہین اُسکے مٹانیکی فکر ہی عبث ہے جسکو اللہ نے جیسا پیدا کر دیا ویسا ہو گیا

(ملفوظ تتمہ سابق) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حجۃ اللہ البالغہ مین کفاءت کے

متعلق صاف طور پر لکھا ہے شاید کسی نے اس عنوان سے نہ لکھا ہو گا ایک حدیث اذا خطب احدکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض نقل کر کے لکھتے ہیں ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مت دیکھو کہ بہت حسین بھی ہے یا نہیں زیادہ مال بھی ہے یا نہیں۔ یہ نہیں کہ کفاءت بھی کوئی چیز نہیں یہ تو فطری امر ہے۔ شریعت کبھی ایسی چیز کو مہمل نہیں چھوڑ سکتی اسمیں ردوقدح کرنا قتل سے بھی زیادہ اشد ہے اور سب آدمی اپنے اپنے درجات پر ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو منع کر دوں گا کہ وہ غیر کفو میں نکاح نہ کریں اھ یہ مضمون تحت عنوان الخطبۃ وما یتعلق بہا مذکور ہے اقول لیس فی ھذا البحث بیت سے شروع ہو کر سبب الصلاح الدین پر ختم ہوا ہے اور عنوان مذکور کے بعد متصل ذکر العوران کے تحت میں کفاءت کے اعتبار نہ کرنے کو قضاء شہوت خلاف سنت راشدہ فرمایا ہے اور فقہاء نے بھی دلائل نقلیہ کے بعد اعتبار کفاءت کی حکمت میں اسکی تصریح کی ہے جیسا ہدایہ میں ہے انتظام المصالح بین المتکافیین عادۃ لان الشریفۃ تأبی ان تکون مستفرشۃ للخسیس بالخصوص کفاءت فی النسب میں اسکی تصریح ہے لانہ یقع بہ التفاخر

۲۴

(**ملفوظ تتمہ سابق**) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شرفاء کے غلو کو بھی غالباً اس میں دخل ہے کہ وہ بعض قوموں کی تحقیر کرتے ہیں اسلیئے وہ دوسری معزز قوموں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ پہلے تو ایسا ہوتا ہو گا مگر ابتو مستحق ادب کا بیحد ادب کرتے ہیں کسی قوم کا کوئی عالم ہو اسکو سر بنا دیتے ہیں ابتو تہذیب کا اثر غالب ہے کوئی بھی بیحرمتی یا تحقیر نہیں کرتا یہ مشاہد ہے۔ باقی یہ فرق کہ باپ کو بیٹا ایسے لہجے سے سلام کرے کہ سلام کے لہجے سے معلوم ہو جائے کہ سلام کرنیوالا بیٹا ہے اسمیں کون حرج ہے اور کونسی تحقیر کی بات ہے سو اگر دوسری قومیں عالی خاندان والوں کی ساتھ اس فرق کی رعایت رکھیں سو یہ تو تہذیب کی بات ہے مگر اب تو مساواۃ کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ سو اگر مساوات کے یہ معنے ہیں جو آجکل بیان کئے جاتے ہیں تو یہ خود صحیح نہیں اسلیئے کہ آخر نوکر اور آقا میں تو فرق ہوتا ہی ہے حاکم اور محکوم میں فرق ہے۔ خاوند اور بیوی میں فرق ہے۔ باپ اور بیٹے میں فرق ہے۔ اسکو خود معترض اپنے لئے بھی پسند کریگا۔ اُستاد اور شاگرد میں فرق ہے۔ پیر اور مرید میں فرق ہے۔ بادشاہ اور رعیت میں فرق ہے یہ تو فطری اور قدرتی چیزیں ہیں اسمیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔

ہر چیز کے حدود ہیں اگر یہ نہ ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ آخر کہاں تک مساوات کروگے کل کو ئی کہنے لگے کہ مجھکو نبی نہ بنایا انکو نبی بنایا ہم بھی نبی ہیں۔ غیر نبی کیوں رہیں کیا جواب ہوگا۔ یہ مساوات مساوات کا سبق تو یاد کر لیا مگر حدود کی خبر نہیں جیسے ایک پرانا سبق ہے ترقی ترقی نہ اُسکے حدود نہ اصول ہر ترقی جیسے محمود نہیں مثلاً بوجہ مرض کے کسی کے جسم کے اوپر ورم آگیا تو اس سے فربہی ہوئی جو بظاہر ترقی ہے مگر طبیبوں اور ڈاکٹروں سے اُسکے ازالہ کی تدابیر کراتے ہیں اور اُلٹی گھر سے فیس دیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہر ترقی محمود نہیں ایسے ہی ہر مساوات بھی محمود نہ ہوگی۔ غرض اگر غریب خاندان کا آدمی کسی عالی خاندان والیکو اسطرح سلام کرے جس سے فرق ظاہر ہوتا ہو تو اسمیں حرج کیا ہے اور اسمیں ذلت اور تحقیر کی کونسی بات ہے۔ مساوات جس معنی کر لوگ چاہتے ہیں حقیقت میں وہ قدرت میں مداخلت ہے دیکھئے ایک کمزور ہے ضعیف و ناتوان ہے ایک پہلوان ہے۔ ایک بیمار ہے ایک تندرست ہے۔ ایک مالدار ہے اور ایک غریب ہے۔ ایک بادشاہ ہے ایک رعیت ہے ایک باپ ہے ایک بیٹا ہے۔ ایک اُستاد ہے ایک شاگرد ہے۔ ایک پیر ہے ایک مرید ہے۔ ایک مرد ہے ایک عورت ہے۔ ایک جوان ہے ایک بوڑھا ہے ایک حسین ہے ایک بدشکل ہے۔ ایک عالم ہے ایک جاہل ہے۔ ایک گورا ہے ایک کالا ہے۔ تو کرو مساوات کہاں تک کروگے۔ اگر تمام کالے جمع ہو کر ایک کمیٹی قائم کرکے یہ رزولیوشن پاس کریں کہ گوروں سے مطالبہ کریں کہ ہمکو مساوات ہونا چاہئے ہم کالے کیوں۔ تم گورے کیوں تو کیا جواب ہوگا جو اُنکو جواب دو وہی ہماری طرف سے سمجھ لیا جائے۔

۲۵

(**ملفوظ** ۵۱۴ متعلق کفاءت فی الدین) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل شادی کرنے میں اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ لڑکے میں دین بھی ہے یا نہیں ایمان بھی ہے یا نہیں اب تو اسکو دیکھتے ہیں کہ مال بھی ہے یا نہیں۔ پھر چاہے بے ایمان ہو بدشکل ہو بد اخلاق ہو کچھ نہیں دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ دو پیسے لڑکی کو کما کر کھلا سکے بس قصہ ختم اب چاہے وہ کما کر رشوت سے لائے سُود سے لائے چوری کرکے لائے جھوٹ بول کر غصب کرکے لائے کسی طرح لائے مگر لائے کوئی نہیں پوچھتا۔ غرض دین لوگوں میں بہت ہی کم رہگیا

(**ملفوظ** ۵۱۵ متعلق کفاءت فی النسب) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باوجودا سکے کہ حضرت مولانا فانی محض تھے مگر اپنے ایک سمدھی سے ایک موقع پر

صاف فرمادیا تھا کہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہونیکی وجہ سے تمکو لڑکی دیدی ورنہ تم عجمی ہو نسب مین ہماری برابر نہیں اور حضرت مولانا کا یہ فرمانا فخر کی راہ سے نہ تھا بلکہ ایک نعمت کا اظہار تھا اگر فخر ہوتا تو یہ شادی کیون واقع ہوتی۔ یہ حضرات جامع ہین ہر چیز انکے یہان حد پر رہتی ہے حدود سے باہر کبھی کوئی بات نہیں ہوتی یہ ان کی شان ہوتی ہے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق — ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

(ملفوظ ۶۷۷ متعلق کفاءت فی النسب) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سب باتون کو چھوڑ دیجئے دیکھنے کی ایک بات ہے وہ یہ کہ جو قومین اپنے حسب اور نسب کو بدلنا چاہتی ہیں ان قومون میں لکھے پڑھے لوگ بھی ہین اُنہیں عار نہیں آتی کہ غیر آباد کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہین معصیت ہونیکے علاوہ اس سے زیادہ دنیا مین اور کونسی ذلت کی بات ہو گی

(ملفوظ ۶۷۸ متعلق نسب) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے کہ متعارف شرفاء متکبر ہین وہ لوگ تو اب تک بھی کوئی دعوی نہین کرتے بلکہ باوجود تواتر کے کہتے ہین کہ ہمین خبر نہین کہ ہم صدیقی ہین یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا انصاری اور جس شخص کو حقیقت حاصل ہوتی ہے اُسکی یہی شان ہوتی ہے اُنمین تصنع و تکلف نہیں ہوتا بس یہ رنگ ہوتا ہے۔

؎ زیر بارند درختان کہ ثمر ہا دارند — اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

؎ نباشد اہل باطن درپئے آرائش ظاہر — بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستان را

؎ دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند — دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

اور جو خالی دعوی کرتے ہیں اور اپنے کو کوشش کرکے ظاہر کرتے ہیں اُنکی حالت اسکی ضد ہوتی ہے۔

۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۷۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل اکثر اسکو کمال سمجھا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ قلم ہاتھ میں اُٹھاکر تمام مضمون کو لکھ جائے دوبارہ صاف کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ قاضی ارحم تھانوی کہتے تھے کہ ایک شخص ریاست بھوپال مین بڑے عہدہ دارون میں تھے وہ ایک ہی مضمون پر کئی کئی مسودہ

لکھتے تھے اور اہل کمال ہین اُن کا یہ کمال مشہور تھا کہ ذہن ترقی کرتا ہی اسلئے تغیر و تبدل کثرت سے ہوتا ہے ذہن مین جمود نہین عجیب بات ہے

(ملفوظ ۹۵۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل بڑی دوستی اسکو سمجھا جاتا ہی کہ آپس مین کوئی ناگوار اور بے لطفی کی بات کبھی پیش نہ آئے اور مولانا حبیب الرحمن صاحب اور حافظ محمد احمد صاحب کی دوستی اور تعلق ضرب المثل تھی۔ اسپر حضرت مولانا گنگوہی رح نے ایکبار ان صاحبوں سے استفسار فرمایا کہ میان تم دونون مین کبھی رنجش بھی ہوتی ہے عرض کیا کہ ہوتی ہے فرمایا تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری دوستی باقی رہیگی۔ دیکھئے یہ حضرات کیسے مبصر ہوتے ہین جو چیز دوسرون کے یہان نقص ہے انکے یہان کمال جو دوسرون کے یہان کمال ہے وہ ان حضرات کے یہان نقص۔ بات یہ ہے کہ یہ حضرات حقیقت شناس ہوتے ہین عارف ہوتے ہین کیسی عجیب اور معنی خیز اور پاکیزہ بات فرمائی۔ بظاہر تو معمولی سی بات ہی لیکن حقیقت مین بڑی بات ہی کہ جب تک شکایت رہے دوستی باقی ہی کیونکہ شکایت اُسی وقت ہوتی ہے جب تعلق کا باقی رکھنا مقصود ہوتا ہی اور قطع تعلق کے بعد شکایت کو بیکار سمجھتے ہین اسی سے کہا گیا ہے ویبقی الود ما بقی العتاب + ذوق کا شعر ہے ؎

بے شکایت نہیں ای ذوق محبت کے مزے
بے محبت نہیں ای ذوق شکایت کے مزے

(ملفوظ ۹۵۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جن لوگون پر ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک زیادہ کرتا ہون یہ واقعہ ہے کہ اُنکے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھسے اچھے ہو جائین گو عام لوگ اسکو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہین۔ دیکھئے جس لڑکے کو اُستاد ڈانٹا ڈپٹتا مارتا پیٹتا رہتا ہے سمجھ لو کہ اسکی طرف خاص توجہ ہے شفقت ہے اُسکو کسی قابل بنانا چاہتا ہے یا باپ اپنی اولاد کو مارتا ہے تو کیا یہ بے تعلقی ہے کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر عاقل اور سمجھدار شخص یہی کہے گا کہ اسکو بنا رہا ہے سنوار رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب یہان چندے مقیم تھے اور تھے بہت خوش وضع اور پر تکلف کبھی اصلاح کیلئے انکو روک ٹوک کرتا ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو قرائن سے معلوم ہوا کہ اُنکو ناگوار ہوتا۔ میں نے اپنے دل مین کہا کہ مجھ ہی کو کون غرض ہے میں نے اپنے طرز کو بدل دیا اور اُن پر ظاہر بھی کر دیا وہ بہت خوش ہوئے کہ میری تعظیم و تکریم ہونے لگی حالانکہ یہ رنج کی بات تھی۔ مگر سمجھدار اور فہیم شخص ہی کیلئے یہ سب کچھ ہے بدفہم کوڑ مغز کیلئے کچھ بھی نہین

۶۴۲

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض سلاطین تو سلطنتین کیا کرتے منہ چڑاتے ہین۔ سلطنت اور حکومت تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ کسی پر ظلم نہین کیا عدل اور انصاف کو پا تھ سے نہین دیا مظلوم کی ہمیشہ دادرسی کی کسی جگہ کی نسبت معلوم ہوتا کہ فلان جگہ کسی قابو یافتہ شخص نے یا راجہ نے کسی پر ظلم کیا خود تنہا غیر شناسا ہیئت مین پہونچتے اور تحقیق کرتے اور اُس حاکم کے عین دربار مین سر پر تاج رکھکر تخت پر پہونچ جاتے اور اسکا تدارک کرتے نہ فوج نہ پلٹن خداداد رعب تھا ہیبت تھی حقیقت تو یہ ہے کہ سلطنت اور حکومت کرنا تو دینداروں ہی کا کام ہے جو سوائے خدا کے کسی سے نہین ڈرتے۔ بے دینون کا کام نہیں پھر اگر کہین یہ بددین مسلّط ہون تو اُسکی وجہ مین کہا کرتا ہون کہ ان بددینون مین کوئی خوبی نہیں جس کی وجہ سے انکو سلطنت دی گئی بلکہ ہماری بداعمالی اور ہمارے نفس کی وجہ سے سزا کے طور پر ہم پر اُنکو مسلط کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ متبع شریعت متبع سنت تھے اسلیئے وہ حدود سے تجاوز نہین کر سکتے تھے جیسا انکو بدنام کیا گیا ہے مین ان کے مزار پر گیا ہون حیدرآباد دکن سے واپسی پر اتفاق ہو گیا۔ مزار پر وجداناً انوار معلوم ہوتے تھے اور یہ اتباع سنت کی برکت ہے۔

۶۴۳

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے ایک شخص کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو ایک شخص نے تاریخ نکالی داغ جگر۔ پھر دوسرے سال دوسرے لڑکے کا انتقال ہوا تو کہا کہ داغِ دگر جیم اور دال کے عدد مین ایک کا فرق ہے۔ ایک جنازہ جا رہا تھا آندھی بڑے زور سے آئی تو ایک شاعر نے مادہ تاریخ کہا کہ مٹی خراب۔ ایک صاحب دل بھی ساتھ تھے کہنے لگے کہ مسلمان کا جنازہ ہے ایسا نہین کہنا چاہیئے یون کہو کہ مات بخیر اور لطف یہ ہے کہ اسمین بھی وہی تاریخ ہے کیونکہ حروف بالکل مشترک ہین صرف ترتیب کا فرق ہے۔ ذوق جب مرنے لگے تو کسی نے کہا کہ اپنی تاریخ تو کہو ورنہ پھر کس سے نکلواتے پھرین گے۔ یہ جان کندنی کا وقت تھا۔ برجستہ کہا کہ ہماری تاریخ تو شیخ سعدی علیہ الرحمتہ پہلے ہی فرما گئے ہین بلغ العلی بکمالہ۔ کمال ہی کیا۔ بہت ہی ذہین شخص تھا۔

۶۴۴

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب شان تھی حضرت کی نسبت حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نے فرمایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ آجکل کے بزرگون مین سے نہیں یہ بزرگان سلف مین سے ہین جیسے شبلی وجنید تھے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندہلوی حج کو تشریف لیگئے مدینہ جانا چاہتے تھے سخت بیمار ہوگئے۔ ڈرے کہ اب مدینہ نہ جاسکونگا شاید یہان ہی مرجاؤں اور تمنا تھی مدینہ مین مرنیکی اُنہوں نے حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا حضرت نے فرمایا کہ آپ مدینہ پہونچین گے یہان نہیں مرینگے اطمینان رکھئے۔ ایسا ہی ہوا۔ یہ روایت قاری محمد علیخان صاحب جلال آبادی نے مجھسے بیان کی۔ قاری صاحب حضرت کے مرید نہ تھے جو اسکا احتمال ہو کہ پیر سمجھکر خوش اعتقادی سے بے تحقیق روایت کردی ہو۔

(ملفوظ ۶۸۵) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا ہمارے بزرگ تو سارے ہی نرالی شان رکھتے تھے۔ انکی معمولی باتون مین بھی نور ہوتا تھا ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا وعظ جامع مسجد دیوبند مین ہوا۔ ایک مضمون کے سلسلہ میں حضرت نے ایک مرتبہ کہا اللہ۔ تمام مجمع ایک دم نیم بسمل کی طرح لوٹنے لگا۔ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری بھی موجود تھے تو جوش مین آکر کہتے ہین کہ ہان مولوی جی کبھی کبھی یون کردیا کرو یہی میری خواہش تھی۔ اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف قاضی صاحب نے حضرت مولانا کو ایک بار مشورہ دیا تھا کہ توجہ بھی دیا کیجئے حضرت نے فرمایا میں کیا جانون۔ عجیب وغریب زمانہ تھا جب یہ سب حضرات جمع تھے۔

(ملفوظ ۶۸۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اپنے بزرگون کو آنکھین ڈھونڈتی ہین سنہ ۱۲۹۵ کے آخیر سے اور سنہ ۱۲۹۷ تک بہت بزرگ اُٹھ گئے مولانا احمد علی صاحب۔ مولوی غوث علی صاحب۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ مولانا عبدالحی صاحب اور اب تو بالکل ہی میدان صاف ہے۔

(ملفوظ ۶۸۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پہلے لوگ اکثر برکت کیلئے خاص خاص محل پر ہو الفتاح لکھتے تھے اور معنے کے اعتبار سے مناسب بھی تھا اکثر تعمیرات کے دروازون پر لکھا دیکھا گیا ہی استاد بچون کو تختی شروع کرانے کے وقت پہلے یا فتاح پڑہاتے تھے اب تو بہت کم دیکھا جاتا ہے۔ میری ایک چھوٹی علاتی بہن تھی جو انتقال کرگئی۔ بہت ہی بچپن مین یہ پڑہتی پھرا کرتی تھی معلوم نہین کسنے سکھلا دیا تھا۔ یا فتاح بندی کا دل کھولدے شیطان کی منڈی (گردن) توڑدے۔

۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۶۸۸) فرمایا کہ فلان مولوی صاحب بیعت ہونا چاہتے ہین اُن کا خط آیا تھا اُس مین درخواست بیعت کی کی تھی۔ مین نے لکھا کہ لکھو کہ حقوق العباد تمہارے ذمہ کسقدر ہین آج اُس کا جواب آیا ہے فہرست لکھی ہے۔ اسپر فرمایا کہ دوسری جگہ وظیفہ بتلا کر قطب غوث بنا کر الگ کر تے۔ یہان بال کی کھال نکالی جا رہی ہے عام طور سے لوگون کو ان چیزون کی فکر ہی نہین الا ماشاء اللہ مشائخ تک خود بیچارے ان امراض مین مُبتلا ہین وہ دوسرون کی کیا اصلاح کرین گے جسکو خود راہ نہ معلوم ہو دوسرے کو کیا بتلائیگا۔

(ملفوظ ۶۸۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہین ہوتے مگر طمع سے مغلوب ہو جاتے ہین اور میرا یقین ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت مین کچھ روز رہے تو یہ طمع کا مادہ مغلوب ہو جائیگا پھر اُس سے بھی مغلوب نہ ہو گا۔

(ملفوظ ۶۹۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اکثر علماء و مشائخ نے خود ایسا طرز اختیار کر رکھا ہے جسکی وجہ سے لوگون کو انکو نظر تحقیر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہمارے بزرگون نے ہمیشہ ایسے طرز سے بحمد اللہ اجتناب رکھا ایک ثقہ شخص روایت کرتے تھے کہ حیدر آباد دکن مین ایک رئیس کے پاس مین بیٹھا تھا اُس رئیس کو پیر صاحب آئے۔ نوکر نے اطلاع دی کہ حضور پیر صاحب تشریف لائے ہین اُس رئیس نے یہ سنکر کہا کہ آیا خبیث ڈاکو دنیا کو لوٹتا پھرتا ہے اور پھر دروازہ پر جاکر استقبال کیا اور بڑے احترام سے لاکر مسند پر بٹھلایا اور خود ایک طرف دو زانون ہو کر بیٹھا اور معقول نذر دی جب وہ پیر صاحب چلے گئے پھر رئیس نے وہی الفاظ دہرائے کہ لوٹنے آیا تھا لوٹ لے گیا۔ راوی کہتے ہین کہ مین نے پوچھا آپ کے دل مین اعتقاد نہیں تو اکرام مین کیا مجبوری تھی کہنے لگا کہ وضعداری بس یہ وقعت ہے ایسے بیحیاؤں کی۔ یہ ان کی سزا ہے خود ذلیل ہوئے اور طریق کو ذلیل کیا شرم نہیں غیرت نہیں اب ان پر قیاس کر کے امراء سب ہی علماء و مشائخ کی تحقیر کرنے لگے اس تحقیر سے ان سے بدتمیزی کی حرکات صادر ہوتی ہین اور مجھکو اُن حرکات پر تغیر ہوتا ہے گو خود وہ حرکات معمولی ہی ہوتی ہین سو مجھکو جو ان لوگون کی

بعضی چھوٹی حرکات پر اسقدر اور جلد تغیر ہو جاتا ہے وہ اُس حرکت کی منشاء پر ہوتا ہے کہ یہ ملانون کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہین باقی ایسے امراء سے تعلق رکھنے کو مین منع نہین کرتا جو دین اور اہل دین کا ادب کرتے ہین مگر تملق کو اُن کے بھی منع کرتا ہوں۔ یہ تو ہرگز ہی نہین چاہئے خصوص علماء کو ان کے دروازون پر جانا اور وہ بھی چندون وغیرہ کے سلسلون میں۔ مجھکو تو اس سے بہت ہی غیرت آتی ہے اور یہی طرز اپنے بزرگوں کا دیکھا یہ ہی پسند ہے گو بعضے اسکو تکبر سمجھتے ہین مگر تملق کی بدنامی سے تکبر کی بدنامی مین مجھکو لذت آتی ہے انکو یہ تو معلوم ہو کہ انکو ہماری ضرورت نہین یہ ہم سے مستغنی ہین

۶۹۱ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ تھانہ بھون مین بزرگون نے جمعہ کے دن کی پینٹھ اسی مصلحت سے رکھی ہے کہ اسی بہانہ سے دیہات کے لوگ جمعہ پڑھ لین۔ جب سودا وغیرہ لینے آئین گے جمعہ بھی پڑھ لین گے۔ مگر مجھکو ذوقاً یہ پسند نہین آیا کیونکہ اس صورت مین جمعہ مقصود بالذات نہین رہتا۔ مقصود بالذات تو ہوا سودا اور جمعہ اُسکے تابع۔ باقی اپنا اپنا مذاق ہے اسی واسطے مین جمعہ کے روز تعویذ نہین دیتا کہ آئے تو جمعہ کو لاؤ تعویذ بھی لیتے چلین جیسے آئے تو سودے کو لاؤ جمعہ بھی پڑھ لین۔ اسوجہ سے مین جمعہ کے روز تعویذ نہین دیتا مگر اشد ضرورت اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً دردزہ وغیرہ۔

۶۹۲ (ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میری تو ہر چیز مین سہولت پر نظر ہے کسی بات سے کسیکو گرانی نہو اسی لئے مین نے خطبے چھوٹے چھوٹے لکھدئے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی بہت ہی چھوٹی چھوٹی سورتین پڑھتے تھے والسماء ذات البروج والتین۔ حضرت قرآن شریف بہت ہی پڑھتے تھے اور بالکل سادہ پڑھتے تھے باوجود اسکے کہ حضرت کے دانت نہ رہے تھے مگر حروف اصلی صفات کی ساتھ صحیح مخارج سے ادا ہوتے تھے اور نہایت خوش الحانی کی ساتھ پڑھتے تھے۔ یہ نہین کہ باریک آواز ہو بلکہ دلکش اور متین آواز سے اور اسکی ساتھ وہ خوش آوازی بھی ہوتی تھی جس کی تعریف سلف سے منقول ہے کہ جب تم اُسکو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ یہ خدا سے ڈر رہا ہے

۶۹۳ (ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ یہان کے لوگ ہر وقت آمادہ فساد اور برسر پرخاش رہتے ہین محض اس خیال سے کہ یہ خیالات مین ہمسے مختلف ہے۔ اسپر فرمایا کہ سمجھ مین نہین آتا کہ محض اس بناء پر تو فساد کرتے ہون کوئی اور بات ہو گی اپنے طرز کو بدلنا چاہئے

طبعی بات ہے کہ حکومت کی تو لوگ ہر طرح برداشت کر لیتے ہین مگر بدون حکومت کے کوئی کسی کا دباؤ
نہیں سہ سکتا نہ اُٹھا سکتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے خیالات کی جو تبلیغ کرتے ہونگے اُسمین تشدد
کا لہجہ ہوگا۔ تبلیغ بھی ہر شخص کا کام نہیں لیکن اگر پھر بھی قصداً ایسا کرتے ہو تو پھر تیار ہو جاؤ جو کچھ بھی
سر پر پڑے اُسکو برداشت کرو اور اگر ہمت اور قوت برداشت کی نہین تو کہنا سننا چھوڑ دو کیونکہ
جس شخص کو احکام پہونچ چکے ہون اسکو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہین واجب نہین محض ایک مستحب فعل
کی وجہ سے اپنے کو خطرہ مین ڈالنا ہے جسکی ضرورت نہین اور اگر ہمت اور قوت ہے تو تبلیغ کرو اور
ایسے بن جاؤ جیسے ایک قنوج کے گندہی تھے ایک مرتبہ وہ کالپی گئے جمعہ کی نماز کیلئے مسجد گئے
ایک قوال بھی نماز کیلئے آئے جو نمازی تو تھے مگر ولایتی نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد اُس گندہی نے
کہا کہ حضور آپکی نماز نہین ہوئی اسے پھر سے پڑھ لیجئے۔ ارکان نماز صحیح ادا کیجئے۔ اسپر قوال صاحب نے
اُسکو گالیان دین اُسنے پھر وہی نصیحت کی تو اُسکو مارا کہ بدمعاش ہمپر حکومت کرتا ہے جانتا بھی
کہ ہم کون ہین اُسنے کہا کہ اور مار لو مگر نماز پھر سے پڑھ لو اور مین بلا صحیح نماز پڑھے نہ جانے دونگا
اس کہنے پر قوال پر اثر ہوا اور پھر دوبارہ نماز کا اعادہ کیا اور اس گندہی سے معافی چاہی۔ ساری
کالپی مین شہرت ہوگئی کہ فلان گندہی نے قوال کو صحیح نماز پڑھا کر چھوڑی۔ لوگ عزت کرنے
لگے اپنے مکان دکان پر بلانے لگے۔ ضرورت بلا ضرورت عطر اور تیل خریدنے لگے خوب سوداگری
چمکی تبلیغ کی بدولت دنیا اور دین دونون حاصل ہوگئے سو اگر ہمت ہو تو پھر ایسے ہی ہو جاؤ اور
سنئے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چودہ سو برس کی ہوئی اور ساڑھے نو سو برس وعظ کہا
ہر قسم کی اذیتین تکلیفین برداشت کین مگر قوم کی طرف سے انکار ہی ہوتا رہا اسکو مولٰنا رومی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نوح نہ صد سالہ دعوت می نمود | دمبدم انکار قومش می فزود
ہیچ از گفتن عنان واپس کشید | ہیچ اندر غار خاموشی خزید

اور لیجئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی کیسی تکلیفین اُٹھائین جب طائف تشریف لیگئے لہولہان
ہوگئے۔ فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مین فرشتہ ہون اگر اجازت ہو تو پہاڑون کو آپس مین
ٹکرا کر ان کو پیس دون آپ نے منظور نہین فرمایا۔ تو پیغمبرون کی خصوص حضور کی اس تبلیغ کی بدولت

یہ حالت ہوئی۔ غرضکہ پیغمبرون کی تو یہ حالت ہوئی کہ طرح طرح کی تکلیفین اُٹھائین اگر اس کا تحمل نہین
پھر نرمی اختیار کرنا بجائے سختی کے تبلیغ میں ہمارے مناسب طرز ہے آدمی کا اپنا برتاؤ عمر بھر ساتھ
دیسکتا ہے اپنے برتاؤ سے عافیت اور امن حاصل ہو سکتا ہے دوسرے کی امداد سے کام نہین
چلتا۔ اگر سختی کرنے پر کسی نے ناقابل برداشت تکلیف پہونچادی اور اس مین کسی نے امداد بھی کر دی
تو کہانتک اس کا نباہ ہو سکتا ہے۔ پس آجکل ترغیب سے کام کرنا مصلحت ہے یہ وہ زمانہ ہی کہ بیٹھے
پر تو حکومت ہے ہی نہیں زور سے کام نہین چلتا۔ ہمارے پیغمبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ
کیسے کیسے برتاؤ کئے گئے مگر حضور نے تحمل فرمایا مکہ میں تو اُسوقت تک حکومت نہ تھی مگر مدینہ کی
سنئے کچھ بدوی آئے حضور کے پاس کہ کچھ دلواؤ حضور نے فرمایا اللہ جب دیگا تو دین گے اسپر
کہا کہ ہمیشہ وعدے ہی ہوتے ہین اور حضور کی چادر مبارک پکڑ کر کھینچ لی۔ حضور نے کچھ انتقام
نہین لیا۔ پھر دیکھ لیجئے اس نرمی سے اسلام کسقدر پھیلا۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے ایک
شخص کو وعظ مین ٹخنون سے نیچا پاجامہ پہنے دیکھا جب سب لوگ وعظ سے اُٹھکر چلے گئے اُس
شخص کو روک لیا اور فرمایا کہ میاں مین کھڑا ہوتا ہون ذرا یہ دیکھنا کہ مین جو پاجامہ پہن رہا ہون یہ
خلاف شریعت ٹخنون سے نیچا تو نہیں وہ شخص سمجھ گیا کہ حضرت مین ہی خلاف پر ہون اُسی وقت
زائد پائچہ پھاڑ ڈالا اور توبہ کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح کا قصہ سنئے۔ ایک خانصاحب
آپکے معتقد تھے اور بچپن کے دوست بھی تھے حتے کہ جمعہ کو ایک ہی جگہ غسل کر کے کپڑے بدلتے
تھے مگر بظاہر وضع خلاف شریعت تھی ایک روز حضرت مولانا نے خانصاحب سے کہا کہ خانصاحب
آپکو معلوم ہے کہ ہماری تمہاری پرانی دوستی ہے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم اس وضع مین رہو اور مین
اس وضع مین اسلئے آج جب نہانے آؤ تو اپنے دو جوڑے لیکر آنا ایک اپنے لئے ایک ہمارے
لئے۔ مین بھی آج تمہاری جیسی وضع اختیار کروں گا۔ خانصاحب مارے شرمندگی کے پانی پانی
ہو گئے اور اُسی روز سے شرعی لباس پہن لیا۔ ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کریگا تو اُسمین بھی
تکبر ہوگا کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کریگا کہ مین اس سے اچھا ہون تو اس کا اثر برا ہو گا۔
مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے۔ دوسرے فطری طور پر مخاطب کے قلب مین
اُسکی عظمت و محبت ہوتی ہے اسلئے اُسکی سختی بھی گوارا کر لی جاتی ہے اور اس فطری عظمت پر

۳۳

مجھکو ہمیشہ اسکا خیال رہتا ہے کہ اہل علم کی بے وقعتی نہو- کانپور کے مدرسہ مین طلبہ رات کو ایک ایک بجے تک پڑھتے اور صبح کو سوتے رہتے- بعضے بے علم لوگ آتے اور انکو بہت سویرے پریشان کرتے اور ثقیل کلمات کہتے کہ طالب علم ہوکر انکو شرم نہیں آتی کہ نماز کے وقت پڑے سوتے رہتے ہین مجھکو معلوم ہوا تو مین نے سب سے کہدیا کہ خبردار اگر کسی نے طلباء کو ہاتھ لگایا بعض نے کہا کہ مصلے پر سوتے ہین مین نے کہا کہ تمکو مصلے سے کیا غرض تم مصلے سے الگ نماز پڑھلو کہا کہ جماعت کا وقت ہوتا ہے مین نے کہا کہ جماعت دوسری جگہ کرلو- چنانچہ سب رک گئے اسکے بعد مین نے خود التزام کیا کہ بہت سویرے اٹھتا اور خود سبکو محبت سے اٹھادیتا غرض جاہلون کی حکومت مجھکو اچھی نہیں معلوم ہوتی اسیطرح ایک روز اس مسجد مین جسمین مدرسہ تھا عشاء کے بعد بعضی عورتین کچھ مٹھائی لائین اور طالب علموں سے کہا کہ اسپر بڑے پیر صاحب کی نیاز دیدو طلباء کو سب جانتے ہی ہین کہ شوخ ہوتے ہین ان سے مٹھائی لیکر کھاگئے وہ اپنے مردون کو بلالائین اور مسجد مین شوروغل ہونے لگا- مجھکو اطلاع ملی مین فوراً پہونچا اور ایک دو طالب علم کے مین نے چپت لگایا کہ تمنے ان کی مٹھائی کیون کھائی ان کا غصہ تو اسی سے جاتا رہا پھر ان سے پوچھا کہ تمہاری مٹھائی کتنے کی تھی- معلوم ہوا تین آنہ کی- مینے کھانے والے طالب علمون سے ایک ایک پیسہ وصول کرکے تین آنہ ان لوگون کو دئے اور ان سے کہا یہ سب وہابی ہین یہ نیاز وغیرہ کیا جانین تم اس کام کیلئے اس مسجد مین مت آیا کرو تب وہ قصہ ختم ہوا- یہ سب ترکیب اسی لئے کی کہ جاہل طالب علمون کی ساتھ کوئی بیہودگی نکرین- غرض اہل علم کی عظمت ایک امر فطری ہے عوام پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے اسلئے عالم کی کسی قدر سختی کو بھی جھیل لیتے ہین- مگر بے علم کو ایسا کرنا نہین چاہئے کہ وہ تبلیغ مین تشدد کرے-

(ملفوظ ۹۹۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میری تو ندبڑھی ہوئی ہے ناپاکی کے بال کس طرح لون اور کہا کہ فلان عالم نے میرے سوال پر یہ بتلایا کہ بیوی سے اتروالیا کرو جنہون نے یہ بتلایا تھا بہت بڑے عالم ہین اسوجہ سے وہ شخص پریشان تھا- مین نے کہا کہ یہاں ایک لطیفہ ہے گو کثیفہ ہے وہ یہ کہ اگر بیوی خفا ہوجائے اور استرہ سے صفائی کردے تو بڑا مزہ ہو- پھر مین نے ہرتال اور چونہ کی ترکیب بتلائی وہ بہت خوش ہوا اسلئے علم کی ساتھ عقل کی بھی سخت ضرورت ہے اور عقل کی افزونی عادۃً موقوف ہے تجربہ پر اور اکثر بوڑھون کو

زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے مین آجکل کے اہل علم نوجوانون سے کہا کرتا ہون کہ تم عالم تو ہو مگر بڈہے نہین ہو اسلئے بڈہون سے پوچھ پاچھ رکہا کرو بدون بڈہون کے کام نہین چلتا اس بوڑہون کے تجربہ پر ایک حکایت یاد آئی کہ ایک شادی مین لڑکی والے نے نکاح دینے کی یہ شرط کی تھی کہ برات مین کسی بوڑہے کو ساتھ مت لانا۔ ایک بوڑہے کو معلوم ہوا اُسنے کہا مجھکو ضرور لیجاؤ لوگون نے کہا کہ جب دیکھینگے تو مواخذہ کرینگے کہنے لگے صندوق مین بند کرکے لیچلو۔ غرض بڑے میان کو صندوق مین بند کرکے لیگئے وہان پہونچکر لڑکی والے نے کہا کہ فی آدمی ایک بکرا کہائے تب نکاح دینگے۔ اب یہ گھبرائے ہوئے گئے۔ صندوق کے پاس اور بڑے میان کو صندوق مین سے نکالا اور بیان کیا اُسنے کہا کہ ایک ایک بکرا منگاتے رہو اور سب ملکر اُسکو کہالو اس طرح سبکو کہا جاؤگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کا مطالبہ باقی رہا کہ پیٹ نہین بہرا۔ ایک بوڑہے میان کی اور حکایت ہے کہ ایک بارات میں گئے وہان لڑکی والے نے سب براتیون کے ہاتھون کو سیدھا کرکے اُنپر کھپچیان بندھوا دین اور کہا کہ اسی طرح کہانا پڑیگا اب سب گھبرائے کہ کیسے کہا سکتے ہین منہ تک تو ہاتھ جا نہین سکتا بڑے میان نے کہا کیا دیکھتے ہو آمنے سامنے بیٹھ جاؤ اور ہر شخص اپنے سامنے کے منھ مین لقمہ دیتا رہے یہ تو بوڑہاپے کی دنیا مین برکت ہے اور آخرت مین یہ ہے کہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بوڑہون کا لحاظ کرتے ہین۔ یحییٰ ابن اکثم کی جو کہ بخاری کے اُستاد ہیں جب وفات ہوگئی اور خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو حق تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ اے بوڑہے کیا لیکر آیا اب یہ خاموش ہین پھر دوبارہ سوال ہوا پھر خاموش تیسری بار فرمایا کہ اے بوڑہے تجہسے ہی سوال ہی جواب کیون نہین دیتا۔ عرض کیا کہ اللہ میان کیا جواب دون ایک بات پر غور کر رہا ہون دریافت فرمایا وہ کیا بات ہے عرض کیا کہ اے اللہ مین نے سند کی ساتھ حدیث سنی ہے اور سند بھی ذکر کردی وہ حدیث یہ ہے کہ ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم یعنی اللہ تعالیٰ بوڑہے مسلمان کا لحاظ کرتے ہین مگر آج معاملہ دوسرا ہو رہا ہے اسکو سوچ رہا ہون۔ فرمایا کہ تمنے حدیث صحیح سنی بیشک ہم بوڑہون کا لحاظ کرتے ہین جاؤ آج صرف بوڑہے ہونے کی وجہ سے نجات ہے تو جناب تمام علوم واعمال دہرے رہگئے۔ نجات صرف سفید داڑہی کی بدولت ہوئی۔ مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عمل بیکار ہے۔ یہ برکت بھی اُس ہی عمل کی تھی کہ اس کا بوڑہاپا بابرکت ہوگیا۔ ایک اور شخص نے

موت کے قریب اپنے ایک دوست کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں غسل و کفن ہو نیکے بعد قبر میں لیجایا جاؤں تو تم مجھکو قبر مین اُتارنا اور ایک پُڑیہ آٹے کی اپنے ساتھ رکھ لینا جب قبر مین کفن کھولو تو وہ پڑیہ آٹے کی میری داڑھی پر چھڑک دینا اور تو کوئی اس کام کو نہ کریگا تم دوست ہو اسلئے تمسے اُمید ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب اس شخص کی پیشی ہوئی خدا کے سامنے تو دریافت کیا گیا کہ یہ آٹے کو داڑھی پر ملوانیکی کیا وجہ تھی۔ عرض کیا اے اللہ علماء سے ایک حدیث سُنی تھی کہ اللہ تعالیٰ بوڑھوں کا لحاظ کرتے ہین تو مین جوان آدمی تھا داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ بوڑھا ہونا تو مشکل اور غیر اختیاری تھا مگر نقل تو اختیاری تھی اسلئے آٹا ملوایا کہ سفید بال دیکھکر حق تعالیٰ فضل فرماوین گے حکم ہوا کہ جاؤ نجات ہی

(ملفوظ ۹۹۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جسکے پاس خود سرمایہ ہو اُسکو تبلیغ کا انتظام کرنا چاہئے۔ مطلب کہ علماء اسکے لئے چندہ نہ مانگین کیونکہ اس سے علماء کی وقعت نہین رہتی۔ وعظ کہکر جہان چندہ مانگا سب اثر گڑبڑ ہو گیا۔ بڑے زور شور کی تقریر کیجئے دو گھنٹے کی محنت ایک لفظ چندہ کے کہتے ہی سب ختم۔ اسلئے چندہ بھی وہی کرے جسکے پاس سرمایہ ہو اور علماء صرف تبلیغ کرین اُسوقت تبلیغ موثر ہو سکتی ہے

(ملفوظ ۹۹۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ خلوص بڑی چیز ہے اور یہ اکثر غرباء مین ہوتا ہے اور امراء میں فلوس تو ہوتا ہے مگر خلوص نہین ہوتا الا ماشاء اللہ۔ ایک غریب شخص نے مجھکو ایک اکنی دیکر کہا کہ ایک پیسہ دینا چاہتا ہون تین پیسے واپس کر دو۔ مین نے ایسا ہی کیا بھلا اس مین کیا ریاء ہو سکتی ہے۔ سو غرباء سے ہمیشہ میرا یہ معاملہ رہا ہے محض انکے خلوص کی وجہ سے اور امراء کے ساتھ دوسرا معاملہ ہوتا ہے چنانچہ نواب ڈھاکہ سلیم اللہ خان صاحب مرحوم نے مجھکو مدعو کیا۔ مین نے چند شرائط پیش کین منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مجھکو کچھ دیا نہ جاوے سب شرائط طے ہو گئین۔ مین ڈھاکہ پہونچا نواب صاحب نے ایک روز درخواست کی کہ میری دو لڑکیان ہین اُنکو بسم اللہ کرا دیجئے اور یہ بھی کہا کہ ہمارے خاندانی دستور یہ ہے کہ بسم اللہ شروع کرانیکے وقت کچھ دیا جاتا ہے اگر نہ دیا جاوے یا قبول نہ کیا جائے تو ہماری سبکی ہوتی ہے یہ ترکیب تھی کہ اس بہانہ سے مجھکو نقد دین۔ مین نے کہا کہ مین آپکی سُبکی گوارا نہین کر سکتا لیکن اپنی وضع کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تو اُسکی صورت یہ ہے کہ مین جلوت مین تو آپ کا عطیہ لیلون گا اور خلوت مین واپس کر دون گا اور عمر بھر واپسی کا کسی سے تذکرہ نہ کرون گا مگر اپنے دل مین تو خوش رہون گا کہ مین نے اپنے مسلک اور مشرب کے خلاف نہین کیا۔ بس چپ ہو رہ گئے

اور رقعہ لکھا کہ میری غلطی تھی اب مین آپکی وضع پر اپنی تجویز کو نثار کرتا ہون - اور اس سے یہانتک اُن کا اعتقاد بڑہا کہ لوگون سے یہ کہا کرتے تھے کہ جسنے صحابہ کو نہ دیکھا ہو وہ تھانہ بھون جاکر دیکھ لے اور یہ سب ذرا سے نسخہ کی بدولت - اور نواب صاحب مجہسے بعضے پیرون کی شکایت کرتے تھے کہتے تھے کہ ہمارا روپیہ بھی لیا اسکا تو ذکر کیا اور مجہسے اپنے سامنے سجدے تک کرائے - اور میرے محض چندروز کے قیام مین میرے پاس بیٹھنے سے اُنکی کایا پلٹ ہو گئی حالانکہ مین نے نہ کچھ کہا نہ کسی بات سے روکا - پھر واپسی کے بعد وطن پہونچکر کچھ روپیہ سفر خرچ مین سے بچ گیا میرا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ بچی ہوئی رقم واپس کر دیتا تھا مگر یہ واپس کرنا نواب صاحب کے شان کے خلاف تھا اور رکھنا اپنی وضع کے خلاف تھا مین نے یہ کیا مسجد مین لگا دیا اور اُنکو اطلاع کر دی - اور بریلی مین یہ مشہور ہوا کہ چھہ ہزار روپیہ لایا ہے مین نے سنکر کہا کہ تم بھی لے آؤ - ایک ذرا سا نسخہ تھا استغناء کا جس سے دین کی عزت ہوئی اور نواب صاحب کو دینی نفع حاصل ہو گیا - ایک واقعہ اور یاد آیا - نواب جمشید علیخان صاحب نے باغپت بلایا تھا اسوقت تک اُن سے ملاقات نہ ہوئی تھی - مین نے شرط کر لی تھی کہ کچھ لونگا نہین مگر گہر مین ان کی والدہ صاحبہ نے بلایا - یہ بی بی حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہین - سو روپیہ دینا چاہا - مین نے عذر کر دیا کہ خلاف شرط ہے - امراء کے ساتھ ضابطہ کا برتاؤ مناسب ہے جب تک بے تکلفی اور خلوص کا اطمینان نہ ہو جاوے چنانچہ اسکے بعد موصوف کے تمام خاندان سے ایسا ہی تعلق ہو گیا اب برتاؤ بھی بدل دیا - ایک واعظ مولوی صاحب کی حکایت قصبہ بڈہانہ مین جاکر سنی کہ ان کا وعظ آٹھ آنہ سے پانچ روپیہ تک کا ہوتا تھا ہر قسم کے طبائع کے لوگ موجود ہین - ایک مولوی صاحب یہانپر آئے پانچسو روپیہ اُنکے ذمہ قرض تھا مجہسے کہا کہ کسی کو لکھدو مجھکو اس معاملہ مین بڑی احتیاط ہے مین نے کہا مجھکو کیا خبر کہ کون شخص اس کام کا ہے تم ایسوں کے نام بتلاؤ - اُنہون نے تین نام بتلائے - مین نے ایک خاص مسودہ لکھا اور اُن سے کہدیا کہ یہ مسودہ بھیج سکتا ہون اُس کا یہ مضمون تھا کہ ایک صاحب ہین وہ مجہسے آپ کے نام سفارش چاہتے ہین - پانچسو روپیہ کے قرضدار ہین اگر مین اُن کی سفارش آپکو لکھدون تو کیا آپ اسکی اجازت دیتے ہین اسکی جواب مین خود رقم آگئی - ایک جگہ سے پچاس روپیہ ایک جگہ سے دو سو روپیہ ایک جگہ سے اڑہائی سو روپیہ کی نکلتی ہوئی کتابین - بیچارون کا بھلا ہو گیا - اور مین بھی سفارش کی گرانی سے بچ گیا

ایک صاحب ہین اُن کا مجھسے تعلق ہے میرے پاس آئے اور کہا کہ مین ڈھائی ہزار یا دو ہزار کا قرضدار ہون - مین نے کہا کہ خطاب خاص سے تو مین کسیکو کچھ لکھوں گا نہیں ہان خطاب عام مین لکھدونگا وہ بیچارے اسی پر راضی ہو گئے - مین نے ایک عام مضمون لکھدیا کہ سب مسلمانون سے التماس ہے کہ یہ حاجتمند ہین ان کی اعانت موجب ثواب ہے - یہان سے میرٹھ پہونچے اور اپنی جماعت کے بزرگون سے تعلق رکھنے والے ایک متمول صاحب سے ملے اور میر التصدیق کردہ پرچہ دکھلایا اُنہون نے اُسکو دیکھکر کہا کہ میان اتنی بڑی رقم بھلا کہین یون ادا ہو سکتی ہے اور کچھ کہا ہوگا انکو جوش آگیا اور خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اب اگر کوئی شخص ڈہائی ہزار روپیہ یکمشت دیگا تو لون گا ورنہ ایک پیسہ کم ڈھائی ہزار بھی نہ لوں گا یہ کہکر اور اُٹھکر چلدئے وہ صاحب ایک کافی رقم کا ایک نوٹ دیتے رہے اُنہون نے انکار کردیا اور کہا کہ اگر ڈھائی ہزار دو تو لونگا - وہان سے دہلی پہونچے وہانپر اپنے جماعت کے ایک حکیم صاحب ہین وہان کے پنجابی سوداگرون مین اُن کا زیادہ رسوخ ہے اُنکو وہ پرچہ دکھلایا اور یہ شرط بیان کی حکیم صاحب نے شرط کو سُنکر کہا کہ یہ تو بڑی ٹیڑھی شرط ہے - یون تو ایسے ذی وسعت لوگ بھی بہت ہین کہ ڈھائی ہزار کیا دس ہزار ایک شخص دیسکتا ہے مگر بظاہر ایسا کوئی معلوم نہین ہوتا ہان تھوڑا تھوڑا ایک ایک شخص دیسکتا ہے اُنہون نے کہا کہ مین ایک پیسہ کم ڈہائی ہزار بھی نہیں لے سکتا - مین خدا کی قسم کھا چکا ہون حکیم صاحب نے کہا کہ مین ایک پرچہ اپنے ایک دوست کو لکھکر تمکو دیتا ہون اُن کے پاس تم لیجاؤ حق تعالیٰ کفیل ہین - اُنہون نے کہا کہ آپ لکھئیے میں جاؤنگا حکیم صاحب نے پرچہ معمولی مضمون کا لکھدیا - یہ پرچہ اور میرا التصدیقی پرچہ لیجا کر اُنہون نے اُن سوداگر کو دیا وہ ان سے اُسکے متعلق سوالات کرنے لگے اتفاق سے بمبئی کے ایک سیٹھ اُن سوداگر کے یہان مہمان تھے وہ اپنی تجارتی کاروبار کی غرض سے آئے ہوئے تھے - عقائد بھی ہمارے بزرگون کے مسلک کے بالکل خلاف تھے وہ بھی ان کی باتون کو سُن رہا تھا اُسنے دہلی کے سوداگر سے سوال کیا کہ کیا معاملہ ہے - اُن سوداگر نے کہا کہ یہ بیچارے قرضدار ہین اور میرا نام لیا اُسکی تصدیق ہے اور شرط یہ ہے کہ ایک شخص اگر ڈھائی ہزار روپیہ دے تو لے سکتا ہون ورنہ نہین اُس سیٹھ نے یہ سنکر جیب مین ہاتھ ڈال کر اور ڈہائی ہزار کی ایک گڈی نوٹوں کی انکے حوالہ کی اور یہ کہا کہ مین جسوقت گھر سے چلا تھا یہ ڈہائی ہزار روپیہ اسی نیت سے لیکر چلا تھا کہ کسی مصرف خیر مین صرف کردون گا تو اس سے بہتر مصرف خیر

کیا ہوگا کہ ایک مسلمان قرضدار پریشان ہے اور معتبر شخص کی تصدیق بھی موجود ہے جناب رقم لیکر سیدھے گھر پہنچے اور جن کا قرض تھا اُن کا ادا کیا اور دوسرے یا تیسرے روز میرے پاس آئے۔ مین نے جب آتے دیکھا تو مین سمجھا کہ بیچارے ناکامیاب آتے ہوئے معلوم ہوتے ہین۔ ڈھائی ہزار روپیہ کون اتنی جلدی دلیسکتا ہے وہ آکر جب میرے پاس بیٹھے تو چہرہ پر بشاشت کے آثار پاتا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ کامیاب آئے بالآخر مین نے سوال کیا کہ کیا ہوا آپکے معاملہ مین کہا کہ اللہ کا شکر ہے اور آپ کی دعا سے میں کامیاب ہوگیا اور قرضدارون کا دیکر فراغ حاصل کرکے حاضر ہوا ہون پھر یہ سارا قصہ بیان کیا۔ مین اُسوقت حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ بڑے ہی کارساز ہین اسلئے کہ یہ وہ زمانہ ہے کہ پچاس روپیہ بھی ملنا مشکل ہے مگر ہمارے ہی نزدیک تو مشکل ہے اُنکے نزدیک کیا مشکل ہے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

تو مگو مارا بدان شہ بار نیست   باکریمان کارہا دشوار نیست

واقعی اُن کی ذات پر بھروسہ کرنا ایسی ہی چیز ہے آجکل اسی سے لوگون کو غفلت ہے۔ مین کانپور مین تھا مخالفین نے بڑے بڑے نذرانے دئے مین نے قبول کئے مخالف سے ہدیہ قبول کرنے مین میرا معمول ہے کہ چونکہ اُسمین کسی دھوکے کا شُبہ نہین ہوتا اسلئے اُن سے شرائط کی ضرورت نہیں سمجھتا البتہ دوستوں سے شرائط ہوتے ہین کیونکہ ان میں احتمال دھوکے کا ہے کہ شاید بزرگ سمجھکر دیتے ہون اسلئے دوستون سے ہدیہ لینے مین ہیر پھیر کرتا ہون اور ایسی جگہ بھی احتیاط لینے مین کرتا ہون جہان ذلت کا شبہ ہوتا ہے۔ اسیطرح اجنبی شخص سے ہدیہ قبول نہین کرتا غیرت آتی ہے اور نہ اجنبی شخص سے خدمت لیتا ہون یہ خیال ہوتا ہے کہ مین نے تو اسکی کوئی خدمت ابھی تک کی نہین اس سے کیا خدمت لیجائے یہ سب معمولات ہین جو مصالح کی بناء پر تجویز کئے گئے ہین

(**ملفوظ** ۴۹۷) ایک صاحب نووارد مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اُنہون نے بلا اجازت حاصل کئے ہوئے پنکھا کھینچنا شروع کردیا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے یہ کیا جوش اُٹھا ہر جگہ کے قواعد اور اصول جُدا ہوتے ہین کم از کم تمکو پوچھنا تو چاہیئے تھا کچھ نہین رسمون نے حقائق کو مٹادیا اگر کوئی اجنبی شخص اگر جس سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہو آپکو پنکھا جھلنے لگے تو گرانی ہوگی یا نہین۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معافی کا خواستگار ہون فرمایا کہ معاف ہے مگر کیا اس کہنے سے جو اسوقت اذیت پھونچی وہ بھی

وہ بھی جاتی رہیگی حضرت والا نے پنکھے کی رسّی کو ہاتھ مین سے رکھدینے کو فرمایا کہ اب تو اس کا پیچھا چھوڑدو۔ ان باتون مین نہ پڑو جسکام کو آئے ہو اُسکی فکر مین لگو میری پرستش کرنے آئے ہو یا خدا کی پرستش کا طریقہ معلوم کرنے خدا کا بندہ بننے آئے ہو یا مجھکو فرعون بنانے یون ہی تو مخدومون کے دماغ خراب ہوجاتے ہین کہ جب لوگ ہماری خدمتین کرتے ہین تعظیم وتکریم کرتے ہین تو ہم ضرور کچھ ہون گے وہمی اور خیالی منصوبے گھڑ لیتے ہین اور تعجب ہے کہ اپنی ناکارہ حالت کی خود اپنے کو خبر نہیں اور دوسرون کے کہنے پر یا سمجھنے پر اپنے معتقد بنے ہوئے ہین۔ مین تو کہا کرتا ہون کہ اکثر مشائخ بیچارے خود مریض ہین خود کثرت سے امراض کا شکار بنے ہوئے ہین دوسرون کی کیا خاک اصلاح کرین گے۔

(**ملفوظ** عـ۶۹۸) ایک صاحب کے سوال جواب مین فرمایا کہ مین کسیکو خدمت کرنے سے منع نہین کرتا نہ خدمت لینے سے انکار ہے مگر شرط یہ ہے کہ اگر خدمت کرنیکا ایسا ہی شوق ہے تو اول بے تکلفی پیدا کرو اور یہ اپنی اختیاری چیز ہے اور جن سے بے تکلفی ہے اُن سے خدمت لینے مین کوئی تکلف نہین کرتا۔

(**ملفوظ** عـ۶۹۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین تو یہ کہتا ہون کہ اپنی تجویزون کو خاک مین ملاکر آنا چاہیے اور جسکے پاس آئے ہو اُسکا اتباع کرنا چاہیے اور ظاہر ہے کہ پچاس آدمی تو ایک کا اتباع کرسکتے ہین مگر ایک آدمی پچاس کا اتباع نہین کرسکتا مگر مین تو یہ بھی نہین چاہتا کہ تم میرا اتباع کرو۔ نہ تم میرا اتباع کرو۔ نہ مین تمہارا اتباع کرون۔ اصول صحیحہ کے تم بھی تابع رہو اور مین بھی جو خدمت میری متعلق ہے مین اُسکو انجام دون اور جو تمہارا صحیح مطلوب ہے تم اُسکی فکر مین لگو۔ تم اپنے فرائض منصبی کی ادا کرنے مین مشغول رہو اور مین اپنی فرائض مین۔ بس چھٹی ہوئی۔ نہ مین تمہاری چاپلوسی کرون اور نہ تم میری دست بوسی کرو۔ ان باتون مین پڑنے سے آدمی اصل مقصود سے محروم رہجاتا ہے اکثر پیرون کے یہان یہی تو خرافات ہورہی ہین۔ یہی وجہ ہے کہ اصل حقیقت اور مقصود ہاتھ نہین آتا۔ پیر جی مریدون کی پرستش مین مصروف ہین اور مرید پیر جی صاحب کی پرستش مین نہ پیر خدا پرست نہ مرید خدا پرست دونون مخلوق پرست۔ مجھکو ان چیزون سے بحمداللہ طبعی نفرت ہے۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ باتین دوسری جگہ اگر محاسن مین سے ہون تو ہون مین تو انکو منکر اور مذموم سمجھتا ہون اور ساری دنیا کے خیالات کا اتباع مجھپر کوئی فرض ہے۔ مین ایسی خدمات کو رشوت سمجھتا ہون جو ذریعہ ہو کام لینے کا اپنی طرف متوجہ کرنیکا جسکے معنے یہ ہین

(باقی آئندہ)

کہ اپنی پرستش کرا کر اُسکی طرف متوجہ ہو اب ان صاحب کا واقعہ ہے کہ پنکھا جھلنے بیٹھ گئے اگر میں انکو اسیطرح جھلنے بیٹھ جاتا تو کیا یہ گوارا کر لیتے تو میں ہی کیون گوارا کروں اگر اس ناگواری کا انکو اندازہ نہ ہو تو لاؤ اب بیٹھتا ہون دیکھوں گوارا کرلیں گے یہ منکرات اور پیروں کے یہاں ہیں یہاں پیر پیرون کا دربار ہی نہیں۔ پیر تو وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے سر آتے ہین چمٹتے پھرتے ہیں بقول عوام کے کہ فلان پیر سر آرہے ہین تو جیسے مُردہ پیر چمٹتے پھرتے ہین یہ زندہ بھی اُن سے اِس معاملہ میں کم نہیں بلکہ غور کیا جاوے تو یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے باطن کے اعتبار سے روحانیت کے اعتبار سے مُردہ ہی ہیں۔ یہاں تو طالب علموں کا حجرہ ہے اگر کسی کو یہ طرز پسند ہو آئے ورنہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہون کہ مت آؤ یہان بلانے کون جاتا ہے۔ اور ہمنے دعوی کب کیا ہے فنا النفس کا۔ درویشی کا پیری کا۔ ہمتو کہتے ہیں ہمارا نفس موٹا ہے پلا ہوا ہے۔ ہم نہ درویش نہ پیر۔ ہمتو طالب علم ہین اگر طالب علمی کا نام درویشی ہے تو ہم درویش ہیں۔ اور اگر اسکے علاوہ کسی اور چیز کا نام درویشی ہے تو ہم درویش نہیں۔ اور سنئے نہ یہان بزرگی تقسیم ہوتی ہے نہ ولایت نہ قطبیت نہ غوثیت نہ ابدالیت نہ یہاں کشف ہے نہ کرامت نہ کیفیات نہ خطوظ نہ لذائذ۔ یہاں تو صرف انسانیت اور آدمیت تقسیم ہوتی ہے اگر انسان بننا ہو آدمی بننا ہو آؤ ورنہ جہان وہ چیزیں تقسیم ہوتی ہوں وہاں جاؤ۔ بہت لوگ دُکانیں جمائے انتظار میں بیٹھے ہین یہ زمانہ ہر قسم کے لوگوں سے خالی نہیں پڑھے۔ ایک پیر کی حکایت سُنی ہے کہ جو اُنکے پاس جاتا ہے اُسکو پنکھا جھلتے ہین۔ میں اُنکی بزرگی کا تو قائل ہو گیا مگر حکمت کا غیر معتقد بالکل عقل کے خلاف بات ہے یہ فنا کیسی کہ دوسروں کو تکلیف دیکر بزرگی پر رجسٹری کرائی جاوے۔ یہ بھی سُنا ہے کہ اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اُسپر خفا ہوتے ہیں نہ معلوم اس میں کیا مصلحت ہے۔ آدمی کو اعتدال اور حُدود پر رہنا چاہئے۔

(ملفوظ ۴۰۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میں نے تو ہمیشہ اس کا خیال رکھا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو اسی لئے مین نے اپنے بزرگون کی جوتیان اُٹھانے کی خدمت نہیں کی محض اس خیال سے کہ وہ پسند نکرتے تھے کہین ان کو تکلیف نہ ہو اور تکلیف دینا حدود سے تجاوز ہے اور یہ اللہ کی طرف سے بات تھی کہ باوجود میرے ناکارہ ہونیکے سب اکابر لحاظ فرماتے تھے اسلئے مین خدمت کرنے کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ راحت پہونچانا تو فرض ہے اور خدمت کرنا فرض نہین اگر ترک خدمت میں راحت ہے ترک خدمت کرو

اور اگر خدمت سے راحت ہے خدمت کرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تکلیف مت پھونچاؤ راحت پھونچاؤ یہی حقیقت ہے ادب کی۔ تعظیم وتکریم دست بوسی تیچھلے پیرون ہٹنے کو ادب نہیں کہتے ادب کہتے ہیں راحت رسانی کو مگر حقیقت پر آجکل پردہ پڑا ہے ان رسوم کی بدولت حقائق مستور ہو گئیں ہین اُنکو ظاہر کرتا ہون اسپر بعض مجھسے خفا ہین مگر ان کی خفگی اور ناراضگی کی وجہ سے میں حقائق کو کیسے ظاہر نہ کروں اور کسی کی ناراضی اور خوشی سے لینا ہی کیا اللہ کے راضی رکھنے کی ضرورت ہے وہ اگر راضی ہیں تو سارا عالم ناراض ہو کچھ پرواہ نہیں اور اگر وہ ناراض ہیں اور سارا عالم خوش ہو ہیچ در ہیچ۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خدا کے راضی رکھنے کی فکر میں لگے اور سب کو چھوڑے۔

(ملفوظ) ایک نووارد شخص حاضر ہوئے حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ یہ سفر کس غرض سے ہوا عرض کیا کہ تعویذ کیلئے۔ فرمایا کہ یہ کام تو خط سے بھی ہو سکتا تھا محض تعویذ کیلئے اتنا بڑا سفر کرنا اس سے بھی تو دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے بار ہوتا ہے۔ پھر آئے بھی تو دنیا کے کام کیواسطے وہ بھی دین کا کام نہیں ہر طرح سے خسارہ ہی خسارہ۔ عرض کیا کہ میں نے یہ بھی خیال کیا تھا کہ بیعت بھی ہوتا آؤں گا فرمایا کہ یہ بیعت کی قدر کی۔ اب آپ نہ بیعت کی درخواست کریں اور نہ تعویذ کی وطن واپس جاکر دونوں کی درخواست کریں جیسے مناسب ہوگا جواب دیا جاویگا اور بیعت بھی تو خط کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے پہلے بذریعہ خط مجھسے معلوم کرنا چاہئے تھا سب ہی باتیں بیقاعدہ اور بے اصول ہیں۔ پیسہ تو خرچ ہوتا ہے دوسرے کا اور جی دُکھتا ہے میرا کیونکہ مسلمانوں کے پاس پیسہ ہے کہاں ہر شخص کو پیسے کو عزیز رکھنا چاہئے جہان چاہتے ہیں اور جسطرح چاہتے ہین صرف کر ڈالتے ہین میرا تو کوئی نقصان نہیں انہیں لوگوں کو نقصان سے بچانا چاہتا ہون۔ ایک شخص گیا سے آئے تھے محض تعویذ کیلئے۔ میں نے تعویذ نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ گیا جاکر تعویذ بذریعہ خط منگاؤ۔ بعض احباب نے پوچھا کہ اس مین کیا مصلحت ہے میں نے کہا کہ سب سے جاکر یہ قصہ کہیں گے دوسرے مسلمان نقصان سے بچین گے اور اگر تعویذ کر دیا تو وہاں جاکر یہ کہیں گے کہ گو خفا تو ہوئے مگر کام تو ہو گیا بس پھر یہی سبق سیکھ لین گے۔ لوگون کا عجیب حال ہے کہ قاعدہ سے دم نکلتا ہے اور گیٹر بیٹر میں چاہے کتنی ہی تکلیفیں ہون خوش ہین۔ اگر قاعدہ کی بات نہ کہون اور کام کو ٹالتا رہون اور اس میں ایک مہینہ گذار دون تو خوش اخلاق رہوں لیکن اگر صاف کہدون کہ کسی کو دھوکا نہ ہو تو بس پھر لڑائی ہے۔ بدنامی ہے۔ دوسری جگہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ مہینوں ہفتوں اُلجھائے رکھتے ہین مگر خوش

رہتے ہیں۔ نہ کوئی اُنکو بدنام کرتا ہے نہ بداخلاق بتلاتا ہے ایسی کچھ رسمیں خراب ہوئی ہین اور لوگوں کا مذاق برباد ہوا ہے۔

(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرے پاس نہ علم ہے نہ عمل اگر ہے تو صرف ایک چیز ہے یعنی اپنے بزرگوں کی دعا توجہ محبت شفقت۔ میں ایک مرتبہ گنگوہ حاضر ہوا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی ہمنے تمہاری کبھی دعوت نہیں کی حضرت کے مزاج مین بیحد سادگی تھی خود انتظام نہیں فرمایا۔ صاحبزادے مولوی مسعود احمد صاحب سے فرمادیا کہ تم کھانیکا انتظام کردو۔ اُن میں رئیسانہ شان تھی مطلب حضرت کا یہی تھا کہ ذرا اچھا کھانا ہو اُسکی یہ صورت اختیار کی کہ صاحبزادے سے فرمادیا اُنہوں نے کئی قسم کا کھانا پکوایا کئی قسم کے عمدہ آم منگائے حضرت بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔ ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت وہ تو (مین مُراد ہون) آپکو بجائے شیخ کے سمجھتا ہے اور آپ اُس کی ساتھ ایسا احترام کا برتاؤ کرتے ہین۔ حضرت نے خفا ہوکر فرمایا کہ تم تو اندھے ہو مین تو اندھا نہیں۔ یہ فرمانا کسقدر شفقت کی دلیل ہے۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا انتظام کیلئے منتظم کا اعتدال کی ساتھ کسیقدر سخت ہونا ضروری ہے بدون اسکے انتظام ہونا دشوار ہے۔ فلاں مدرسہ کے اندر جو فساد ہوا اس کا اصل سبب کام کرنیوالوں کا ڈھیلاپن ہے جو مشورہ میں نے دیا تھا اُسکو منتظمان مدرسہ پورا نہ کرسکے ورنہ ایک دم تمام فساد خدا کے فضل سے ھباءً منثورا ہوجاتا۔ کام قوت قلبی سے ہوتا ہے محض ظاہری سامان سے کام نہیں ہوسکتا۔ میں نے ایک ایسے ہی موقع پر خود حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکہا تھا اُس زمانہ مین اہل قصبہ کی طرف سے مدرسہ مین فساد ہوا تھا اہل قصبہ یہ چاہتے تھے کہ ایک آدمی ہمارا بھی ممبر ہو اور حضرت منظور نہ فرماتے تھے میں نے لکھا کہ اسکو منظور فرمالیا جاوے کثرت تو پھر بھی حضرت ہی کے خدام کی رہیگی ورنہ مدرسہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت نے جواب مین تحریر فرمایا تھا کہ نااہل کو ممبر بنانے مین ہمیں مواخذہ ہوگا اور اب اس فساد کے وہ خود ذمہ دار ہین اگر مدرسہ ٹوٹ جائے ٹوٹ جائے ہمکو خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہے مدرسہ مقصود نہین۔ ہم نااہل کو ممبر نہیں بنا سکتے۔

(ملفوظ ۱۳۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سواد اعظم کا مشہور مفہوم یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جسطرف کثرت ہو۔ مین کہتا ہون یہ مُراد نہین بلکہ معنے یہ ہین کہ خیر القرون میں جس عقیدہ کی طرف

کثرت بھی کیونکہ اُسوقت اہل باطل کم تھے اہل خیر زیادہ تھے اُسوقت کسی طرف کثرت ہونا علامت بھی اُسکے حق ہونے کی۔ اور اس وقت کا سواد اعظم مُراد نہین اور وہ بھی عقائد مین کثرت مراد ہے آراء مین کثرت مُراد نہیں جیسا اسوقت جمہوریت کو قبلہ وکعبہ بنا رکھا ہے اور شاورھم فی الامر سے استدلال کیا جاتا ہے اور اسکے فیصلہ کیلئے بڑی بات یہ ہے کہ صحابہ کا یہی عمل تھا اُن سے زیادہ قرآن کو کون سمجھ سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا مانعین زکوۃ سے قتال کرنیمین تمام صحابہ ایک طرف تھے اور تنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک طرف تھے۔ پھر دیکھو کیا عمل ہوا اور جو لوگ جمہوریت کے مدعی ہین اخیر مین وہ بھی شخصیت ہی سے کام لیتے ہیں چنانچہ یہ معلوم ہوا ہے کہ اختلاف کیوقت والیسرائے کو اختیار ہوتا ہے کہ جس شق پر چاہے عمل کرے۔ اسیطرح بادشاہ کو اختیار ہے کہ جب چاہے پارلیمنٹ کو توڑ دے۔ غرض سبکو اسی طرف آنا پڑا آخر مین شخصیت ہی رہ جاتی ہے خود وہی جمہوریت والے کثرت والے چاہتے ہین کہ ہماری شخصیت رہے یہ قدرتی بات ہے۔ قانون قدرت کو کون مٹا سکتا ہے پھر اگر کثرت بھی معتبر ہوتی تو مطلق کثرت تو نہین اہل کی کثرت ہوتی اور وہ بھی جب خلو ذہن کی حالت میں ہو یہان دونوں باتین نہین۔ اب یہ ممبری ہی کا قصہ ہے دوسرون کو گھر سے بہکا کر لاتے ہیں کہ مین یہ کہوں گا تم تائید کرنا یہ تو خلو ذہن کی حالت ہے اور اہلیت کی یہ کیفیت ہے کہ ایک شخص کانپور مین بھی وہ ایک مالدار شخص کو بنا کر لائے کہ جو مین کہون گا اُسکی تائید کرنا یہ کہنا کہ مین تائید کرتا ہون جب وقت آیا تو کہتا ہے کہ مین تردید کرتا ہون پھر اُنھون نے اشارہ کیا تو کہتا ہے کہ مین تاریدکرتا ہون پھر اشارہ کیا تو کہا مین تاکید کرتا ہون خیر غنیمت ہے کچھ تو قریب آئے یہ لیاقت کی حالت ہے

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصول صحیحہ پر اگر عمل ہو مخلوق کو بڑی راحت میسر ہو اور وہ اصول اور قواعد ہی کیا ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہون کہ کام سب کے ہو جائین اور تکلیف کسیکو نہ ہو۔ خدمت سے انکار نہیں مگر غلام نہین بنا جاتا ہر کام طریقے سے ہوتا ہے لوگ چاہتے ہین کہ جسطرح اور جسوقت ہم چاہیں کام ہو جائے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

(**ملفوظ**) ایک صاحب کی غلطی پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ جب ایک بات بتلا دی گئی سمجھا دی گئی پھر اُسکے خلاف کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت نافہمی کی وجہ سے آپ کا کلام سمجھا نہیں تھا اسلئے حضرت کو تکلیف پہونچی۔ فرمایا بدفہمی اس کا اصلی سبب ہے یا بیفکری

عرض کیا کہ بدفہمی ۔ فرمایا چلو بس معاملہ ہی ختم ہوا ۔ بدفہمی تو غیر اختیاری چیز ہے اس کا کوئی علاج ہی نہین ہو سکتا اگر بیفکری سبب ہوتی جو اختیاری ہے تو علاج بھی ہو سکتا تھا اور اصلاح کی اُمید بھی تھی اب کوئی اُمید نہیں ۔ کہیں اور جاکر تعلق پیدا کرو ۔ عرض کیا کہ میری بیوقوفی سے زبان سے نکل گیا کہ اس کا سبب بدفہمی ہے بلکہ بیفکری ہی ہے اور اب آئندہ فکر سے کام لون گا ۔ فرمایا کہ یہ دو مختلف باتین ہوئین ۔ پہلے تو بدفہمی کو سبب قرار دیا اب بیفکری سبب بتلایا ان مین سے کون سچ اور کون جھوٹ تمکو تو ایک طرف قرار ہی نہیں بدحواس کیوں بن رہے ہو جو بات ہے دل مین ایک طرف ہو کر کہو ۔ عرض کیا کہ بیفکری ہی سبب ہی ۔ فرمایا کہ اب یہ بتلاؤ کہ جب تمکو بتلا دیا گیا تھا سمجھا دیا گیا تھا پھر خلاف کیون کیا جس سے عقیدت اور محبت کا دعوٰی اُسکی بات کو مغلوب کرنا پٹکنا گرانا یہ کونسی آدمیت اور انسانیت ہے ۔ عرض کیا کہ دل مین تو یہ بات نہ تھی ۔ فرمایا کہ کیا مجھے معلوم ہے کہ دل مین کیا تھا اور اگر بقول تمہارے دل مین نہین تھا تو یہ نفاق ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ ۔ دل مین کچھ زبان پر کچھ ۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی ۔ فرمایا کہ اسکو غلطی نہیں کہتے اسکو نفس کی شرارت کہتے ہین ۔ نفس چاہتا ہے کہ اپنی بات بڑی رہے ۔ عرض کیا کہ گستاخی ہوئی ۔ فرمایا کہ اب ٹھیک بات کہی واقعی گستاخی تو تمسے ہوئی ہے اب اس گستاخی کا تدارک بتلاؤ کس طرح ہو ۔ عرض کیا کہ معاف فرما دین ۔ فرمایا معاف ہے مگر معاملہ پھر باقی ہے ۔ عرض کیا کہ جو حضرت تجویز فرمائین فرمایا کہ تجویز تو مین نہیں کرتا ہان خیرخواہی کی بنا پر مشورہ دیتا ہوں کہ تمکو مجھسے مناسبت نہیں اسلئے اگر تم کسی دوسرے مصلح سے تعلق پیدا کرلو یہ اچھا ہے مجھسے تمکو نفع نہ ہوگا اگر مصلح کا پتہ پوچھو گے بتلا دوں گا ۔ عرض کیا کہ بتلا دیجئے ۔ حضرت والا نے ایک پرچہ پر مصلح کا پتہ لکھکر اُن صاحب کو دیدیا اور فرمایا کہ اگر جی چاہے تو محض کبھی کبھی بذریعہ خط میری خیریت معلوم کر سکتے ہو مگر اسکے علاوہ اور کوئی مضمون اُسمین نہو اور جب ملنے کو جی چاہے تو پہلے بذریعہ خط اجازت لے لینا اور یہ پرچہ اُسکے ہمراہ رکھدینا تاکہ معلوم ہو جایا کرے ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگون نے ہر بات کا ایک ڈھونگ بنا لیا ہے ۔ سیدھی بات ہے کہ جو دل مین ہو صاف کہدینا مین کوئی ایسی مشکل بات نہین بتلاتا کہ جسکو کوئی کر نہ سکے نہایت سہل بات ہوتی ہے ۔ ہان پابندی بیشک سخت ہے جیسے نماز کہ خود تو سہل مگر

پابندی سخت۔

(ملفوظ ۶۰۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین اپنے اس طرز پر طبعی طور پر کچھ مسرور نہیں مگر عقلی طور پر مسرور ہون اور مجھکو جو بدتمیزی پر اس قدر جلد تغیر ہو جاتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ میرے دل مین یہ بات جمی ہوئی ہے کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون یعنی یہ متکبرین ملانون کو حقیر سمجھتے ہیں اسلئے ان کو بھی حقیر کر کے دکھلا دینا چاہئے اور یہ سب اُسوقت ہو سکتا ہے کہ انکی طرف کوئی احتیاج نہ رکھی جاوے نہ سفارش کی نہ چندہ کی۔ ایسا شخص تو ان کی خبر لے سکتا ہے ان کا دماغ درست کر سکتا ہے اور یہ کام دوسرے کے بس کا نہیں۔

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۶۰۱) ایک صاحب نے ایک پرچہ پیش کیا جسمین اُن کتابون کی فہرست بھی تھی جنکو وہ مطالعہ مین رکھتے تھے حضرت والا نے پرچہ ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ جی ہان کافی ہین مگر میرے مواعظ کو بکثرت مطالعہ مین رکھنا چاہئے اور یہ اوراد و وظائف تو برکت کیواسطے ہین اصلاح ان سے نہیں ہو سکتی اور ضرورت ہے اصلاح کی ان کو بھی زیر مطالعہ رکھئے مگر مواعظ کے دیکھنے کا زیادہ اہتمام کیجئے۔ مین اکثر دوستون کو اسکا مشورہ دیا کرتا ہون۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ مطالعہ مواعظ کا اصلاح کیلئے بہت مفید ہے۔

(ملفوظ ۶۰۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مسلمان اگر اسی پر آمادہ ہو جائیں کہ ہمکو آخرت مین سب کچھ ملجائیگا تب بھی ان کی ساری پریشانیان دور ہو جائین اور تمام دنیا کے مقابلہ میں کھڑے ہو سکتے ہین اور خیر آخرت تو بڑی چیز ہے دنیا ہی کے بہت سے مفاد ایسے ہین کہ وہ اتفاق پر موقوف ہین یہ تو دنیاوی کامون کیلئے بھی اتفاق نہین کرتے۔ ابتو حالت مسلمانون کی نا اتفاقی کی یہ ہے کہ یہانپر ایک مکان ہے اُسمین ہمیشہ سے قربانی ہوتی تھی یہ مکان ہندوؤں کے محلہ میں ہے اُس مکان مین ہندوؤن نے قربانی کو روکا۔ مقدمہ ہوا ایک مسلمان کو توڑ لیا مسلمانوں کے خلاف اُسکی شہادت گذری قربانی اُس مکان مین بند ہو گئی اور ملا کیا اُن مسلمان صاحب کو ایک اچکن کا

کپڑا۔ یہ مسلمانوں کی ذہنیت رہ گئی کہ طمع سے اسقدر مغلوب ہو جاتے ہین ایک مولوی صاحب سچ کہتے تھے کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہین ہوتا مگر طمع سے مغلوب ہو جاتا ہے۔

۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۲) ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی اور یہ نہین بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ۔ دریافت فرمایا کہ پوری بات کہہ چکے عرض کیا کہ جی۔ فرمایا ہماری سمجھ مین نہیں آئی اور کیا ادھوری بات کو کوئی سمجھ سکتا ہے۔ عرض کیا کہ بخار کیواسطے ضرورت ہے۔ دریافت فرمایا کہ کیا پہلے یہ کہا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر مین کاہے کا تعویذ دیتا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ اس غلطی کا نشانہ ہمکو ہی بنایا جاتا ہے۔ تمنے کبھی بازار جاکر سودا خریدا ہو اسٹیشن پر جاکر ٹکٹ خریدا ہو حکیم کے پاس جاکر نسخہ لکھوایا ہو دوا خریدی ہو وہان یہ غلطی نہین ہوتی اس غلطی کیلئے بھی ہم ملّا نے ہی تختہ مشق کو رہ گئے ہین اُنکی نہ وقعت نہ عظمت نہ محبت نہ رحم نہ انصاف۔ پھر اس رنج کی حالت مین اگر تعویذ بھی لکھدوں تو اصول عاملین کی بنا پر کہتا ہوں کہ اُس کا اثر نہیں ہوگا اسمین ضرورت ہی بشاشت کی قوت خیالیہ کو اس مین خاص دخل ہے تکدر مین اثر نہین ہوتا۔ بھنگی کے یہاں بھی جاکر پوری بات کہیں گے کہ جلد چلکر کمائے ہملوگون کو بھنگی سے بھی بدتر اور ذلیل سمجھتے ہین۔ ان لوگونکے کہیں کان نہیں کھوے جاتے اب انشاء اللہ تعالیٰ یہ دوسری جگہ بھی ادھوری بات نہ کہیگا چاہے مجھسے خفا ہی ہو جائے پھر اُس شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ چلو لمبے بنو اپنا کام کرو۔ اپنا غلام سمجھ رکھا ہی کہ جسطرح چاہو اسطرح تمہاری غلامی کیجائے ایک تو خدمت لین اور اوپر سے ستاوین نہ کوئی قانون ہے نہ کوئی قاعدہ ادھوری بات اور پھر بعض دفعہ اکڑ فوں بھی۔ یہاں آکر ان کے دماغ درست ہوتے ہین۔ اور جگہ تو بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے اسی وجہ سے دماغ خراب ہوئے ہین۔ چلو سب خوش اخلاق ہیں میں ہی ایک بد اخلاق سہی تاکہ اوروں کو نظر نہ لگ جائے مین ہی سب کی طرف سے وقایہ بنا ہوا ہوں مجھے ہی ان بدفہموں اور بددماغوں کی بھینٹ چڑھ جانے دو خوب بدنام کریں خدا راضی چاہئے جو ہر مسلمان کا مقصود ہے آگے سب زوائد ہین۔

(ملفوظ ۱۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ تقلید کے وجوب کا خواہ کوئی درجہ ہو مگر اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ اس میں مصلحت عظیم ہے۔

(ملفوظ ۱۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ آجکل کی سفارش کا باب بھی مجھکو ناپسندیدہ ہے لوگ اسکے حدود کی رعایت کر نہیں سکتے۔

(ملفوظ ۱۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں جھگڑوں کے استفتوں پر متعارف طریق پر جواب نہیں لکھا کرتا۔ صرف ضابطہ کا جواب دیدیتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۶) فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے اُسمیں ایک خواب لکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اسکے بعد مجھسے بیعت کی درخواست ہے اسمیں جوڑ کیا ہوا پھر جنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا ہمسے تو وہ ہی اچھے ہیں ایسے اچھوں کو بروں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی کیا ضرورت ہے افضل کو مفضول سے بیعت کرنا عجیب ہے۔

(ملفوظ ۱۷) فرمایا کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ایک اپنا خواب بھی یاد آگیا۔ خواب یہ ہے کہ گویا مین کانپور کی جامع مسجد مین ہون مگر علم ضروری کی طرح یہ سمجھے ہوئے ہون کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں۔ مین بھی شریک ہون اور بہت لوگ ہین۔ پھر یہ خیال ہوا کہ یہ شہر مکہ ہے اور حضور حجۃ الوداع میں تشریف لائے ہین۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ مدینہ چلا جاؤن گا اور حضور کا ارشادات سنوں گا صحبت مین رہون گا۔

(ملفوظ ۱۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے بھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جس حلیہ میں بھی دیکھے وہ حضور ہی ہیں اور جو کمی دیکھے وہ اُس دیکھنے والیکی کمی ہے۔

(ملفوظ ۱۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگون کی دعاء اور توجہ کی برکت سے میرے یہاں ہر چیز اپنی حد پر ہے میں نے اصلاح انقلاب میں مربیوں میں دلائل سے یہ ترتیب ثابت کی ہے کہ اول ماں باپ کا حق ہے۔ دوسرے درجہ میں اُستاد کا۔ تیسرے درجہ مین پیر کا۔ ماں باپ کی مثال اینٹ مٹی جمع کرنے والیکی ہے۔ اور اُستاد کی مثال مکان بنانیوالیکی ہے۔ اور پیر کی مثال نقش ونگار کرنیوالیکی۔ ایک مولوی صاحب کا مقولہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے تھے

کہ وہ تعجب سے کہتے تھے کہ اُستاد شاگرد کی ساتھ کسقدر محنت کرتا ہے۔ بعض دفعہ کتابین بھی دیتا ہے کبھی کھانا بھی دیتا ہے مگر طلباء کو اس سے اتنی گرویدگی نہیں ہوتی اور پیر لوگ چھٹے مہینہ کوئی بات بتلادی اور کہدیا جاؤ مگر حالت یہ ہے کہ مریدین اُن کے اشارون پر چلتے ہین اور اسیطرح اُستادوں کی اتنی خدمت بھی نہیں کرتے جسقدر فقیرون اور پیروں کی کرتے ہین۔ واقعی ٹھیک بات کہی اسی سے اندازہ کرلیا جاوے اس طریق کے محبوب ہونے کا جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ طریق الی المحبوب کی علت کا جزو اخیر ہے

(ملفوظ ۲۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اصل چیز طلب ہے اُسی طلب پر اللہ تعالیٰ عطاء فرماتے ہین جیسے بچے کو ماں کے دودھ کی طلب ہوتی ہے تو دودھ اُسکے اثر سے اُترتا ہے تو ماں کو ناز نہ چاہئے کہ مین دودھ دیتی ہون۔ دودھ خود بچہ کی طلب کا اثر ہے تجھکو اسیواسطے عطا فرمایا ہے کہ تو بچہ کو دے البتہ بچہ کو ضروری ہے کہ وہ اُسکو اپنا محسن سمجھے اسی بناء پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایکبار فرمایا کہ شیخ اپنے پاس سے کچھ نہیں دیتا مرید ہی مین سب ذخیرہ ہے شیخ سے اُس کا ظہور ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ لیکن مرید کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ سبحان اللہ۔ تحقیق اور تربیت دونون کو کس طرح جمع فرمادیا۔ واقعی اپنے فن کے امام تھے محقق تھے مجتہد تھے مجدد تھے حضرت کے فیض باطنی سے ایک عالم منور اور روشن ہوگیا سبحان اللہ کیسی ذات تھی۔

۲۱ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں بزرگ کی حالت دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے شیخ نے قطعاً اُنکی تربیت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ فرمایا نری توجہ سے کیا ہوتا ہے جب تک دوسری طرف سے بھی طلب نہ ہو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے تو زیادہ کسیکو توجہ نہیں ہوسکتی مگر جہان دوسری طرف سے طلب نہین ہوئی کچھ بھی نہ ہوا۔ عطاء کا مدار طلب پر ہے بدون طلب کے ہرگز کچھ نہین ہوسکتا۔ عادت اللہ یہی ہے۔ اسی عدم طلب کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہین انلزمکموھا وانتم لھا کرھون اُدھر سے طلب اور ارادہ ہو اُسطرف سے عطاء ہوتی ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہ مین ایک بزرگ کا مزار ہے جو امام صاحب کا مزار کہلاتا ہے ۔ لوگ منتین مانتے ہین کہ اگر فلاں کام ہمارا ہو گیا تو ہم اُن کے نام کی اسقدر مٹھائی تقسیم کرینگے کبھی وہ کام ہو بھی جاتا ہے تو وہ اُس منت کا ثمرہ سمجھکر چند دوست احباب کو ساتھ لیکر اور مٹھائی کو ہمراہ لیکر مزار پر پہونچتے ہیں ۔ مٹھائی کو مزار پر رکھکر سب ملکر فاتحہ پڑھتے ہین اسکے بعد وہ مٹھائی وہاں سے لیکر واپس آتے ہین اور اُس مٹھائی کو بطور تبرک تقسیم کر دیا جاتا ہے اسکے متعلق کیا حکم ہے ۔ فرمایا کہ جو صورت بیان کی گئی یہ تو کھلا ہوا شرک ہے وہان لیجا کر رکھنا علامت ہے اسکی کہ عقیدہ مین فساد ہے اگر مزار پر صرف فاتحہ پڑھتے اور مٹھائی گھر پر بدون مزار پر لیجائے تقسیم کر دیتے تو گنجائش بھی اور اسوقت اُن سے صرف سوال یہ کیا جاتا کہ تمہاری نیت کیا ہے ۔ باقی مزار پر مٹھائی لیجانا اور اُسپر رکھنا پھر واپس لے آنا یہ خاص اہتمام ظاہر ہے کہ فساد عقیدہ کیوجہ سے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقرب الی غیر اللہ ہی مقصود ہے ۔ عرض کیا کہ اجمیر مین حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر دیگین رکھی ہوئی ہین اُن مین جنس بھر دی جاتی ہے اور پک کر تیار ہو جانے پر لٹا دی جاتی ہے اسکے متعلق کیا حکم ہوگا ۔ فرمایا کہ وہاں تفصیل کیجاویگی اسلئے کہ وہاں یہ علامات نہیں اسلئے یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ مزار پر چڑھانا مقصود نہین محض لٹانا مقصود ہے تو اُسمین نیت کی تحقیق کے بعد حکم کیا جاویگا بخلاف سوال اول کے کہ وہان تفصیل کی حاجت نہیں اسلئے کہ علامات شرک کی معلوم ہین ۔

(ملفوظ) فرمایا کہ آج ایک رسالہ آیا ہے اسمین سب بدعت کی چیزون کو جائز لکھا ہے اور ایسے کھلم کھلا واقعات کی تاویلین کی ہین کہ العیاذ باللہ ۔ ایک صاحب سرحدی بمبئی مین تجارت کا کام کرتے ہین اُنہون نے مجھکو لکھا ہے کہ اس رسالہ مین تمہارا نام لکھکر بھی بہت زہر اُگلا ہے آپ اسکا جواب لکھین ۔ اور مین نے اُن سرحدی صاحب کو جواب مین لکھدیا ہے کہ جواب لکھنے سے جو آپ کا خیال ہے کہ مخالف اُسکو مان لے اُسکی تو اُمید نہیں ۔ اور جو موافق ہین وہ خود اپنے دل سے پوچھ لین جواب ملے گا پھر جواب کی کسکے لئے حاجت رہی پھر فرمایا کہ خدا معلوم رسالے میرے پاس کیون بھیجتے ہین میرے پاس ان فضولیات کیلئے اتنا وقت کہان ہے ۔ دوسری بات یہ ہے اگر سب آدمی جواب کیلئے رسالے ہی بھیجا کرین تو اتنے رسالون کا جواب کیسے لکھا جا سکتا ہے ۔ لکھنے والے نے تو صرف ایک رسالہ لکھا اور وہ بھی نہ معلوم چھ ماہ یا سال بھر مین اور لکھنے والون کی تعداد مثلاً پچاس ہوئی تو وہ

تو پچاس نے لکھے اور یہان ایک شخص کو پچاس کا جواب لکھنا پڑا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا سہل طریقہ تو یہ ہے کہ جس کا جواب خود سمجھ مین نہ آئے اُسکو بصورت سوال ہمسے معلوم کرلین - اور وہ بھی اسطرح کہ ایک سوال آوے اُسکے جواب کے بعد دوسرا آوے خواہ عمر بھر بھیجتے رہین - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت صاحب رسالہ نے جیسے سب چیزون کو جائز لکھا ہے - دلیلین بھی تو لکھین ہونگی - فرمایا کہ اسکو کون دیکھتا ہے دلیل ہے یا نہین - چاہے ذلیل ہو اور چاہے جلیل ہو - فتن کا زمانہ ہے ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے آزادی اور حریت کا زہریلا اثر قلوب مین اثر کئے ہوئے ہے دین کو کھیل بنا رکھا ہے جو جی میں آیا کرلیا جو زبان پر آیا بک دیا نہ کوئی مواخذہ کرنیوالا نہ محاسبہ کرنیوالا ایسے لوگون نے اپنی جاہ اور بڑائی کی وجہ سے اسلام کو بھی بدنام کیا - دین کے بارہ مین لوگون میں دلیری بہت ہی بڑھ گئی - ذرہ برابر خوف خدا کا اثر لوگون کے قلوب پر نہیں رہا ان لوگون کو بھی مشق کرنے کیلئے دین ہی رہ گیا ہے بڑا افسوس ہوتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

(ملفوظ ۴۸۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اہل باطل مین فہم و عقل کا تو نام و نشان نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ چیزین پیدا ہوتی ہین اتباع دین سے تقوے سے طہارت سے اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت سے بدون اسکے عقل و فہم نہین پیدا ہوتے -

(ملفوظ ۴۸۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ اہل باطل بڑے ہی شریر ہوتے ہین - حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ رڑکی مین تشریف فرما تھے - ایک شخص نے حضرت کی دعوت کی اور ایک غالی صوفی لبستی مین آئے ہوئے تھے اُن کی بھی دعوت کردی - صوفی صاحب کو خبر نہ تھی کہ مجلس مین کوئی شیر بھی ہے آپنے مثنوی کا یہ شعر پڑھا ع بشنو از نے چون حکایت می کند الخ اور فرمایا دیکھئے مولانا مزامیر سننے کا حکم فرماتے ہین اور امر کا صیغہ وجوب کیلئے ہوتا ہے - حضرت مولانا دیر تک اُسکی واہی تباہی باتین سنتے رہے اور گپ شپ کی برداشت کرتے رہے جب دیکھا کہ اب حد سے گذر چلا تب بضرورت مولانا بولے اور فرمایا کہ حضرت پہلے یہ تو ثابت کر دیجئے کہ مولانا کا قول حجت بھی ہے یا نہین اور قول کے حجت ہونیکے لئے سب سے پہلی شرط اسلام ہے تو پہلے مولانا کا اسلام ہی ثابت کر دیجئے - مولانا کو معاذ اللہ انکار کرنا تھوڑا ہی مقصود تھا بلکہ اُن صوفی صاحب کا عجز ثابت کرنا تھا کہ ہم تو اُن کا اسلام مانتے ہین مگر تم ثابت کرو - ایسے بیہودون کا یہی جواب ہے بس پھر

کہاں تھے غائب۔

(ملفوظ ۴۲۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بزرگی کا جو رعب ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا ہے۔ حق تعالے فرماتے ہین ونجعل لکما سلطانا۔ اس فرمانیکے بعد ہارون علیہ السلام اور موسی علیہ السلام دونون فرعون کے دربار مین پہونچ گئے اور ذرہ برابر بھی اُسکے دربار کی ہیبت کا انپر اثر نہیں ہوا بلکہ خود ان کی ہیبت اور رعب کا اثر فرعون اور اُسکے درباریوں پر ہوا۔ یہ ہے وہ ہیبت اور رعب جو اہل اللہ کو عطا ہوتا ہے۔ والد صاحب مرحوم نے ایک حکایت بیان فرمائی تھی کہ ایک بادشاہ کسی درویش سے ملنے گئے خادم نے بادشاہ کو دروازہ پر روک دیا کہ بلا اجازت اندر نہیں جاسکتے۔ یہ مرید لوگ پیر کے سامنے کسیکی بھی حقیقت نہین سمجھتے۔ بادشاہ کو سخت ناگوار ہوا مگر اُسوقت کچھہ نہین بولا خادم نے درویش کو اطلاع دی کہ بادشاہ زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہین۔ درویش نے اجازت فرمادی کہ آنے دو۔ بادشاہ نے خدمت مین حاضر ہوکر سلام عرض کیا اور جھلایا ہوا تو تھا ہی درویش سے کہا کہ۔ درِ درویش را دربان نبایدِ۔ بزرگ بیساختہ جواب مین فرماتے ہین ببایدتا سگِ دنیا نیاید۔ بادشاہ دم بخود رہ گیا اور کچھہ جواب نہین بن پڑا۔ ان حضرات کے قلوب مین تعلق مع اللہ کی قوت ہوتی ہے

(ملفوظ ۴۲۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی ساتھ اہل اللہ کے تعلق کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بچے کو ماں کیساتھ تعلق ہوتا ہے اور بچہ سے نادان بچہ مراد ہے سو ماں کی ساتھ جو تعلق ہوتا ہے اُسکے ہوتے ہوئے بچہ کو نہ شیر کا ڈر ہوتا ہے نہ بھیڑئے کا نہ بادشاہ ظالم کا۔ بس ایسا تعلق اہل اللہ کو اللہ تعالےٰ سے ہوجاتا ہے۔ حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر رح کے ایک خادم مبارز خاں چلے جارہے تھے ادھر سے بادشاہ کے مقرر کردہ صوبہ دار گھوڑے پر سوار ہٹو بچو کرتے ہوئے آرہے تھے اتفاق سے حضرت شاہ صاحب کے یہ خادم نہ بچ سکے تو اُس عہدہ دار نے اس خادم کے ایک طمانچہ رسید کیا اُسنے جاکر حضرت شاہ صاحب سے فریاد کی حضرت کو جوش آگیا اور اُسیوقت قلم دوات منگاکر ایک ردّی سے کاغذ پر بادشاہ دہلی کو پرچہ لکھا۔ مضمون یہ تھا کہ شحنۂ دہلی را اعلام آنکہ (نہ بادشاہ نہ کوئی القاب نہ آداب) بیش برید[ف]ہ۔ پس دریدہ ناحق طمانچہ بر روئے درویش کشیدہ کہ آہش از عرش رسیدہ یا بجائے او دیگر فرست یا بجائے تو دیگر رسیدہ

ف یہ صوبہ یہ خوجہ تھا اسلئے بیش برید کہا ۱۲

یہ پرچہ لیکر ایک خادم دہلی پہونچا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی فوراً دربار مین بلالیا گیا اُسنے بادشاہ کے سامنے حضرت کا والانامہ پیش کردیا۔ بادشاہ پڑھکر کانپنے لگا اور فوراً ایک شخص کو حکم دیا کہ اُس سے جاکر فوراً کام لیلو اور اُسکو یہ حکم دیا کہ بلامشورہ حضرت کے کوئی کام نہ کرنا اسوقت کے سلاطین کی بھی یہ حالت تھی۔ اُن کے قلب مین صلحاء وعلماء کی یہ عظمت اور وقعت تھی۔

(ملفوظ ۴۷۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ پہلے لوگ خواہ کیسے ہی تھے مگر دل صاف تھے اور آجکل تہذیب بھی ہے علم بھی ہے وظیفے بھی ہین مگر دل صاف نہیں عجیب زہر یلا اثر پھیلا ہے۔ سب ہی چیزین بدل گئین۔ زبان بدل گئی علماء کی تقریرین بدل گئین۔ صورتین لباس بدل گئے عجیب فتنہ کا زمانہ ہے

(ملفوظ ۴۷۴) ایک مولوی صاحب نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت والا نے مسئلہ بتلاکر فرمایا کہ کتاب میں بھی دیکھ لیا جائے۔ اب مجھکو اپنی یاد پر بھروسہ نہیں رہا اب تو جب مجھکو خود بھی ضرورت ہوتی ہے تو میں دوسرے علماء سے پوچھکر عمل کرتا ہون۔ اسپر فرمایا کہ ع ؎ جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے اُسے صاف دل سے بھلا دیا۔

(ملفوظ ۴۷۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل لوگ بیعت کے پیچھے پڑے ہوئے ہین مجھسے جو اسپر اصرار کرتا ہے مین سمجھ جاتا ہون کہ کام کرنا مقصود نہین محض نام کرنا ہے کہ ہمارا تعلق بھی فلان سے ہے اور یہ ناشی ہے جاہ سے اور اس تعلق مین شرط اعظم مناسبت ہے۔ بدون مناسبت کے فیض نہیں ہوسکتا اور جاہ کے ہوتے ہوئے مناسبت کہاں۔ مجھکو بیعت کرنے میں جس چیز کا انتظار ہوتا ہے وہ دو چیزین ہیں ایک اعتماد اور ایک مناسبت۔ فرمایا کہ اس مناسبت کے شرط ہونے پر یاد آیا کہ حضرت مرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عالم مرید ہونے آئے اُن کی داڑھی حد سے بڑھی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب کی لطافت طبع مشہور ہے حضرت نے اُن صاحب کی صورت دیکھکر آنکھون پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کہو میان کیا کہتے ہو اور کیا چاہتے ہو جلدی کہو۔ عرض کیا کہ مرید ہونے آیا ہون۔ فرمایا کہ فیض کیلئے مناسبت شرط ہے آدمی اور ریچھ میں کیا مناسبت۔ یہ صاحب وہان سے جھلاتے ہوئے چلدئے کہ یہ کیا بزرگی ہے۔ مگر تھے طالب بہت جگہ پھرے مگر جیسا شیخ چاہتے تھے کہین نظر نہ آیا تو داڑھی ٹھیک کراکر پھر حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے دریافت فرمایا کون ہو عرض کیا کہ فلان شخص ہون فرمایا ہان دیکھو اب آدمیون کی سی صورت ہوئی اب

ہم مُرید کر لین گے - پھر فرمایا لوگ مجھکو بدنام کرتے ہین مگر یہ نہیں دیکھتے ہین کہ ایسا کرنیوالا مین ہی اکیلا نہیں ہون مجھسے پہلے بھی ایسے گذرے ہین کہ محض ظاہری صورت پر عدم مناسبت کا حکم لگا دیا اور یہ کہدیا کہ فیض نہ ہوگا - مین تو ایسی جلدی فیصلہ بھی نہیں کرتا اپنے اس عدم تفرد پر ایک شعر یاد آیا ؎

نہ تنہا من درین میخانہ مستم جنید و شبلی و عطار شد مست

(ملفوظ ۴۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بعض وقت ان حضرات پر کسی حال کا غلبہ ہو جاتا ہے اُسکی وجہ سے کسی خاص علم سے ذہول ہو جاتا ہے علم سلب نہین ہوتا ایسے بہت سے بزرگ گذرے ہیں کہ غلبہ کیوقت ذہول ہو گیا اسلئے مین کہا کرتا ہون کہ وہ حضرات معذور ہین - اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی علّامہ سو رہا ہو تو علم اُسکا سلب تھوڑا ہی ہو گیا جسوقت اُٹھے گا ویسا ہی علم ہوگا جیسا تھا یا کسی علامہ کو نشہ کی چیز کھلا دی جاوے تو اُس نشہ کی حالت مین تو ایک عامی اور علامہ برابر مگر جب نشہ اُتر جائیگا پھر اُسکے ویسے ہی علوم موجود - بس وہ غلبہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نیند یا نشہ جو اکثر ہر وقت نہین رہتا لیکن اگر ہر وقت کسی پر رہے وہ ہر وقت معذور ہے - کانپور مین ایک عالم تھے اُنپر فالج کا مرض پڑا یہانتک نوبت ہوئی الحمد شریف تک یاد نہ رہی تھی جب مرض سے کچھ افاقہ ہوا تو اُنہون نے الحمد شریف سبقاً سبقاً یاد کی اور یاد ہونے کی خوشی میں اُن کے بھائی نے ایک بڑی معقول رقم کی مٹھائی تقسیم کی تھی پھر تھوڑے عرصہ مین جب مرض کا بالکل اثر جاتا رہا پھر ویسے عالم تھے تو ایسا ہو جاتا ہے - یہ معذوری ہی کہلائیگی - بعض بزرگوں کے اس قسم کے حالات ہوئے ہین - ایک بزرگ کے حال مین لکھا ہے کہ اُن کے مکان مین ایک درخت تھا مگر وہ بھول گئے ایک روز گھر والون سے پوچھا کہ یہ اتنا بڑا درخت کہان سے آگیا گھر والون نے عرض کیا کہ یہ تو بہت عرصہ سے ہے فرمایا کہ مجھکو یاد نہیں ایسے بہت سے واقعات ہین - حضرت شیخ عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس ۳۰ برس تک باجماعت جامع مسجد میں نماز پڑھی مگر راستہ جامع مسجد کا یاد نہیں ہوا - بختیار آپ کا خادم آگے آگے حق حق کرتا جاتا تھا اُس آواز پر جامع مسجد تشریف لیجاتے اور تشریف لے آتے مگر باوجود اسقدر غلبہ اور استغراق کے جماعت کا اہتمام رہا اور جماعت تو بڑی چیز ہے خلاف سنت بھی کبھی کوئی فعل صادر نہین ہوا - سو کاملین سے تو غلبہ حال مین ذہول اور بھول تو ہوئی بھی مگر کوئی کام خلاف شرع نہین ہوا اور غیر کامل سے ایسا بھی ہوتا ہے مگر معذور ہے

(ملفوظ ۴۳۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض بزرگون سے مجرد سماع کا سننا ثابت ہے اور

بعض سے مع مزامیر منقول ہے اسکی کیا حقیقت ہے فرمایا کہ مزامیر کیساتھ سننا تو کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں - اور اگر فرضاً ہو بھی تو وہ غلطی اجتہاد کی ہے - اور ایک عام جواب ہے غلبۂ حال - مگر یہ تو محض قانونی جواب ہے جو بعض جگہ چلتا ہے بعض جگہ نہیں چلتا مگر ہر حال مین یہ حضرات ان رسوم متعارفہ کے پابند نہ تھے - ایک مرتبہ حضرت سلطانجی نے فرمایا کہ کچھ سننے کو جی چاہتا ہے کسیکو بلاؤ اتفاق سے اسوقت کوئی قوال نہیں ملا - عرض کیا گیا کہ کوئی ملا نہیں فرمایا کہ اچھا مولانا حمید الدین صاحب ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات لاؤ - مکتوبات لائے گئے - ان مین سے ایک مکتوب پڑھکر سنایا گیا یہ مکتوب البیانہ تھا جسمین کوئی نظم ہو نہ کوئی خاص مضمون کا مضمون تھا اسکے شروع میں اس قسم کی عبارت تھی - از خاکپائے درویشان وگرد راہ ایشان - بس اسکو سنکر حضرت سلطانجی پر وجد طاری ہو گیا اور تین دن تک وجد رہا مگر اسحالت وجد مین نماز تو کیا ترک ہوتی کوئی فعل خلاف سنت بھی سرزد نہ ہوا ان حضرات کی یہ حالت تھی ؎

کسانیکہ یزدان پرستی کنند
برآواز دولاب مستی کنند

ان حضرات کو ستار اور ڈھولک پر کیا وجد ہوتا اور اسمین کیا حظ ہوتا اور نہ انکو حظ مقصود تھا - میں نے صوفیہ کی ایک مجلس مین بسبیل گفتگو یہ کہا تھا کہ حضرت سلطانجی قدس سرہ نے سماع کے شرائط بیان کئے ہین وہ فرماتے ہین کہ چار شرطین ہین سامع - مسمع - مسموع - آلہ سماع - سامع از اہل دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد - مسمع مرد تمام باشد زن و کودک نباشد - مسموع مضمون ہزل و فحش نباشد - آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نباشد - اب فرمایئے ان قیود اور شرائط کے بعد کیا پھر بھی کوئی شبہ باقی رہتا ہے نہ مشائخ پر نہ علماء پر - باقی اگر ان حضرات سے یعنی مشائخ سے یا علماء سے کسیکو بغض و عداوت ہی ہو وہ مخاطب نہین - کیا محض خوش آوازی کو حرام کہا جا سکتا ہے - مثلاً اگر کوئی شخص قرآن شریف اچھی آواز سے پڑھے اسکو کون حرام کہے گا یا بوستان کو خوش الحانی سے یا اچھی آواز سے پڑھے کون ممانعت کریگا - ان شرائط کی ساتھ اگر کسی پر کوئی کیفیت ہو جائے اسپر کیا ملامت خشک لوگ کیا جانین جسکے قلب پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے - ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما رہے تھے ایک عورت کے رونے کی آواز آئی اس کا بچہ مر گیا تھا حضرت مولانا بیچین ہو گئے اور یہانتک حالت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ زمین

پر گر جاتے - باقی ان حضرات کی قلبی کیفیات پر اعتراض کر دینا بہت آسان ہے مگر ضرورت سمجھنے کی ہے -
دوسرا واقعہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اور ہے - آپ اجمیر تشریف فرما تھے - ایک روز راستہ
سے گذر رہے تھے - ایک دوکان سے موسل سے دہان کوٹنے کی آواز آئی اُس آواز کو سنکر وجد
طاری ہو گیا اور سڑک پر گر گئے یہ کیفیات اور حالات قلبی ہین جو غیر اختیاری ہین اسمین وہ حضرات
معذور تھے - مین نے ایک رسالہ لکھا ہے اُسمین بزرگان طرق خصوص چشتیہ کی نصرت کی ہے اور
ان حضرات کا خود اُنکے اقوال و افعال سے متبع سنت اور متبع شریعت ہونا ثابت کیا ہے
اور غلبۂ حال کیوقت اُن حضرات کا معذور ہونا بھی ثابت کیا ہے اُس رسالہ کا نام ہے
السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیہ - مین نے غالباً اسمین غلبۂ حال کی نظیر مین اپنے
اوپر گذرا ہوا ایک واقعہ بھی لکھا ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوپہر کی گاڑی سے ایک مہمان آ گئے
ان کی وجہ سے مین دوپہر کو آرام نہ کر سکا بعد نماز ظہر جب ڈاک کے جوابات لکھنے بیٹھا تب نیند کا غلبہ ہوا
اور وہ ایسی شان کا تھا کہ اگر گفتگو کرتا ہوں تو کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا تھا اور جہاں خطوط لکھنا شروع کئے
نوم کا غلبہ لیکن لکھتا برابر رہا مگر لکھنے کے بعد جب نظر ثانی کرتا تب معلوم ہوتا کہ غلط لکھا گیا پھر اُسکو کاٹ کر ۱۶
لکھتا اُس روز کتنے ہی خطوط مین یہ گڑبڑ ہوئی اور کاٹ چھانٹ کرنی پڑی تو جب ادنیٰ سے نوم کے
غلبہ کی یہ حالت ہو گئی تو جن حضرات پر کسی اعلےٰ درجہ کی حالت کا غلبہ ہو اُن کی کیا کیفیت ہو گی اُسکی
تعبیر مین ہین سُکر و غیبت و استغراق و محویت - اُن کی حالت اس کا مصداق ہوتی ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست ۔۔۔ حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

اسی غلبۂ حال مین ایک درویش نے ریاست رامپور مین خودکشی کر لی تھی - ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب
صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار موجز کے درس مین مشغول تھے اور ہم چند طلبہ حاضر خدمت تھے - اثناء
درس مین ایک رامپوری طالب علم مظہر الدین نامی نے حضرت سے اُس کا قصہ عرض کر کے یہ بھی سوال کیا کہ
حضرت اس خودکشی پر اُن درویش کو گناہ ہوا یا نہیں - حضرت نے فرمایا کہ جا بندۂ خدا اُسنے تو محبت
مین جان دیدی اور تو یہی پوچھ رہا ہے کہ گناہ ہوا یا نہین -
ایسے شخص پر کیا فتویٰ دیا جا سکتا ہے - پھر اسی معذوری کی تائید مین ایک استدلال کیا وہ یہ کہ حدیث
شریف مین آیا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے اسقدر خوش ہوتا ہے

کہ ایک شخص اونٹ پر زاد راہ رکھکر سفر میں چلا کسی منزل پر پہونچکر اونٹ کو پاس کھڑا کر کے سو گیا وہ اونٹ مع سامان چلدیا اب دفعتہً اس مسافر کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹ غائب اب حالت اُس کی معلوم ہے کہ سفر کا تھکا ماندا چلنا دشوار۔ سرمایہ اور زاد راہ کچھ پاس نہیں کوئی آس پاس امداد کرنیوالا نہیں غرضکہ زلیست کے تمام اسباب مفقود ہیں اس حالت میں وہ مایوس ہوکر مرنیکے لئے تیار ہوکر پھر سو گیا۔ پھر جو دفعتہً آنکھ کھلی تو دیکھتا ہے کہ اونٹ مع سامان موجود ہے اس شدت فرح میں کہتا ہے اللھم انت عبدی وانا ربک اسکی ساتھ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اخطأ من شدۃ الفرح دیکھئے اس حدیث میں اُسکے اس خطا پر نکیر نہیں فرمایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے اُسپر کوئی مواخذہ نہیں گناہ نہیں شدت فرح میں لغزش ہو گئی۔

اسی بناء پر ابن القیم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ فرح اور غضب کیوقت انسان معذور ہوتا ہے لیجئے یہ چشتی بدنام ہیں کہ بدعت کے موجد ہیں اب حدیث اور شارح حدیث کو کیا کہو گے اسیطرح حضرت مولنٰا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا سبحانی ما اعظم شانی۔ مریدوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپنے کیا فرمایا۔ فرمایا کہ اگر میں ایسا کہتا ہوں تو واقعی کفر ہے اگر اب کے ایسا کہوں تو مجھکو قتل کر دینا اگر دوکاندار ہوتے تو کیا ایسی بات کی اجازت فرماتے کیا دوکاندار شخص ایسا کر سکتا ہے۔ مرید بھی ایسے ہوتے تھے کہ ذرا کوئی بات شیخ کی خلاف شریعت دیکھی فوراً امر بالمعروف کر دیا آجکل کی سی حالت نہ تھی کہ ایسے الفاظ سے اور مریدین کا اعتقاد بڑھتا ہے۔ غرضکہ مریدین نے چھریاں تیار کر لیں شیخ پر پھر غلبہ طاری ہوا اور سبحانی ما اعظم شانی زبان سے نکلا مریدین نے چہار طرف سے چھریاں مارنا شروع کیں اب تماشہ یہ ہوا کہ جس مقام پر شیخ کے جسم پر چھری مارتے ہیں لوٹکر اُسی جگہ اپنے جسم پر چھری لگتی ہیں، تمام مریدین زخمی ہو گئے شیخ کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ تمام زمین پر پڑے تڑپ رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہوا عرض کیا گیا کہ واہ حضرت اچھی تدبیر بتلائی ہمکو تو ہلاک ہی کیا ہوتا اور سب قصہ بیان کیا فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو بس معلوم ہوا کہ میں نہیں کہتا کوئی اور کہتا ہے کہ جسپر کوئی حملہ نہیں کر سکتا پھر اسکی نظیر ایک آیت سے بیان کی کہ حضرت موسی علیہ السلام جسوقت اپنی بیوی کو لیکر چلے اور کوہ طور کے قریب منزل پر ٹھیرے اور آگ کی ضرورت ہوئی تو ایک درخت پر آگ نظر آئی آپ آگ لینے گئے تو اس درخت میں سے

آواز آئی ان یموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین الایہ تو کیا وہ ندا درخت کی تھی سو جب ایسی آواز درخت مین پیدا ہو سکتی ہے سو اگر منصور اور بایزید مین پیدا ہو جاوے جو درخت سے کہین زیادہ مظہر ہے تو اس میں استبعاد کیا ہے نیز ایسے فتوے اکثر معاصرین نے دئے ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ معاصرین کو اکثر حسد ہوتا ہے مشہور ہے کہ معاصرت اصل منافرت ہے چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ جبتک کوئی زندہ ہے لوگ اسکے درپے رہتے ہین اور جہان وہ مرگیا رحمۃ اللہ علیہ ہوگیا اور جب زیادہ زمانہ گذر گیا تو قدس سرہ ہوگیا آخر اسکی کیا وجہ کہ زندگی مین ہمیشہ ایک شخص سے غیر معتقد اور مرنیکے بعد معتقد بس یہ غیر معتقد ہونا ہمعصری کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن خود یہ بناہی لغو ہے کیا محض معاصرۃ کمال کے منافی ہے ظاہر ہے کہ نبوت ختم ہوئی ہے ولایت ختم نہیں ہوئی اور اگر لوازم بشریہ کا صدور ضعف اعتقاد کا سبب ہے تو سمجھ لو کہ اللہ والے فرشتے تو ہوتے نہیں کہ نہ کھائیں نہ پئیں نہ ہنسین نہ بولین۔ افعال بشریہ تو سب مین کچھ نہ کچھ ہوتے ہی ہین کسی مین کم کسی مین زیادہ۔ سب مین بڑا اولوالعزم اور محترم اور برگزیدہ طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کیا افعال بشریہ افعال فطریہ اُن سے صادر نہ ہوتے تھے مثلاً کسی پر غصہ ہے کسی پر نرمی ہے خود حدیث شریف مین یہ دعاء ہے اللھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفنیہ فانما انا بشر فایما مؤمن اٰذیتہ او شتمتہ او جلدتہ او لعنتہ فاجعلھا لہ صلوۃ وزکوۃ وقربۃ تقربہ بھا الیک۔ اپنی اپنی شان کے موافق افعال بشریہ سب ہی مین ہوتے ہین۔ پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ انا الحق کہنا جن کا واقعہ ہے یہ منصور مشہور ہوگئے ہین حسین ابن منصور ہین۔ ایک وزیر ان کا کسی وجہ سے دشمن ہوگیا تھا اُسنے علماء سے استفتاء کیا علماء نے سوال کے مطابق فتوی دیدیا اُنپر بھی کوئی الزام نہیں ایک شخص صورت سوال لکھکر حکم معلوم کرتا ہے علماء کا یہی کام ہے کہ وہ حکم شرعی ظاہر کردین اگر شبہ ہو کہ فتوی لکھنے والوں کی نسبت مولانا رومی فرماتے ہین

چون قلم در دست غدارے فتاد   لاجرم منصور بردارے فتاد

جواب خود اسی شعر مین ہے غداران نہیں فرمایا کہ اہل فتوی مراد ہو سکین غدار فرمایا ہے سو ایک شخص مراد ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ وزیر مراد ہو اور چونکہ تنفیذ عقوبت کی اُسکے حکم سے ہوئی اسلئے اسکے قلم کی طرف نسبت کیگئی تو فتوی مین وہ علماء کو بھی معذور سمجھتے ہین اور اُس ایک مستفتی کی وجہ سے

واقعہ کا ہونا بیان فرماتے ہین۔ غرض اہل طریق سے بدگمانی نہایت خطرناک بات ہے۔ یہی حاصل ہے
اس تمام تقریر کا"

(ملفوظ ۱۳۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر تاویل کیجائے تو پھر کوئی بھی مواخذہ کے قابل نہین
رہتا تاویل مین تو بڑی وسعت ہے۔ فرمایا کہ تاویل اور توجیہ کا بھی ایک معیار ہے۔ ایک وہ شخص
ہے جسکی غالب حالت صلاحیت کی ہے دین کا مطیع ہے عقائد صحیح ہیں ایسے شخص سے اگر کوئی
غلطی ہو جائے وہان تاویل واجب ہے اور جہان فسق وفجور کا غلبہ ہے وہان تاویل نہ کی جاویگی۔ اور
مستحقین تاویل کی شان مین اگر تاویل بھی نہ کیجاوے تب بھی کف لسان واجب ہے گو ان کا معتقد ہونا
بھی واجب نہیں جیسے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یا بایزید رحمۃ اللہ علیہ ہین ان کا معتقد ہونا
واجب نہین۔ مگر گستاخی بھی محل خطر ہے اور خطر بھی ایسا جسکو امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ
سے بدگمانی کرنے میں اندیشہ سوء خاتمہ کا ہے اور اگر کچھ نہ کہو تو کچھ اندیشہ نہیں تو بہتر صورت یہی ہے
اور احتیاط اسی مین ہے کہ کچھ نہ کہو گو یہ بھی ضروری نہیں کہ معتقد ہو جاؤ بس نہ معتقد ہو اور نہ کچھ بیجا کلمہ
کہو اسی مین خیر ہے۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص امیر ہو اُسکے امیر ہونیکا کوئی معتقد نہو
نہ ہو لیکن اگر یوں کہے کہ وہ غریب ہے مفلس ہے یہ جھوٹ ہوگا اور موجب ایذا بھی۔ سو معتقد نہ ہونا
جرم نہ تھا جھوٹ بولنا جرم ہے اسی طرح اگر کوئی ان حضرات کا معتقد نہ ہو کوئی جرم نہیں لیکن بُرا
بھلا کہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے ہمارے بزرگوں کا تو مذہب یہ ہے کہ وہ افراط وتفریط کو پسند نفرماتے
تھے۔ بجز منصوص علیہ حضرات کے کسی خاص بزرگ کا نہ معتقد ہونا فرض ہے اور نہ برا بھلا کہنا جائز۔ حضرت
مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد اس باب مین یاد آیا فرمایا تھا الغائب حجتہ معہ
شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر بعض خشک علماء بڑا ہی سب وشتم کرتے ہین۔ میں کہتا ہون
کہ اسکی کیا ضرورت ہے کہ بُرا بھلا کہا جائے۔ فصوص کو نہ مانیئے فصوص کا ماننا فرض نہیں مگر نصوص کا
ماننا تو فرض ہے اور نصوص کا حکم ہے کہ بدون دلیل شرعی یقینی کے کسی کو بُرا کہنا جائز نہین اسلئے مین
کہا کرتا ہون کہ مصلح اور مفتی میں سب چیزیں ہونا چاہئین۔ قرآن بھی حدیث بھی فقہ بھی تصوف بھی پھر انشاء اللہ
تعالی ایسا شخص حدود پر رہ سکتا ہے جامع نہ ہونے کی وجہ سے کچھہ نہ کچھ گڑبڑ ہو ہی جاتی ہے۔ محقق اور
جامع موقع اور محل کو دیکھتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ فقیہ بھی ہو صوفی بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ان غالی اور جاہل صوفیوں نے تصوف کو بدنام کیا یہ لوگ اپنی بے احتیاطیوں سے اُمت میں کفر پھیلاتے ہیں۔ ایک اسلامی ریاست میں مشائخ نے فصوص کو داخل نصاب کر رکھا ہے۔ اس کا جو نتیجہ ہوگا ظاہر ہے اسلئے کہ پڑھنے والے جاہل ہوں گے پڑھانے والے نورٌ علی نور۔ اب جسکو دیکھو ہمہ اوست ہانک رہا ہے بھلا کوئی پوچھے کہ ایسی حالت میں اُس کتاب کو سمجھے گا کون۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں جسمیں اپنے بزرگوں کی شان رحمت کا تذکرہ تھا فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کچھ لوگ اہل علم جمع تھے اور اہل بدعت فرقوں کے اقوال کو بغرض اُن کی تکفیر کے نقل کر رہے تھے اور حضرت تکفیر سے بجائیکے لئے اُن کی تاویل فرما رہے تھے سبکو لاجواب کر کے اخیر میں فرمایا کہ میاں کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو (اُسوقت حضرت پر رحمت کا جوش تھا) بعضے وہ لوگ جنکو تم دنیا میں کافر قطعی سمجھتے ہو قیامت میں دیکھو گے کہ بخشے جائیں گے اور وہ واقع میں کافر نہ ہوں گے مگر ایمان ان کا ایسا خفی ہوگا کہ بجز حق تعالیٰ کے اُس کا کسیکو علم نہ ہوگا چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب انبیاء و اولیاء و صلحاء و علماء کی شفاعت ختم ہو جائیگی اُسوقت حق تعالیٰ ایک گروہ کو یہ ارشاد فرما کر کہ سب شفاعت کر چکے اب ارحم الراحمین باقی ہے دوزخ سے آزاد فرمائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جنکے ایمان کا علم نہ انبیاء کو ہوگا نہ اولیاء کو ہوگا نہ صلحاء کو نہ علماء کو اس ہی وجہ سے ان کی شفاعت نہ کرینگے اس گفتگو کے بعد جو ایک شیخ کی شان انتظام کی ہوتی ہے اُس کا ظہور ہوا اور فرمایا کہ اگر ڈرانے دھمکانے کیلئے کبھی کبھی کافر کہدیا کرو تو کوئی حرج بھی نہیں۔

(ملفوظ) ایک نو وارد صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا اتباع کیا جاوے اور میں کسی کا اتباع نہ کروں۔ اب غور کیجئے کہ میں سب کا اتباع کیسے کر سکتا ہوں اسلئے کہ ایک کا تو پچاس آدمی اتباع کر سکتے ہیں مگر پچاس کا اتباع ایک آدمی نہیں کر سکتا اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک غلام اور دس آقا ایک ہی وقت میں اُس ایک غلام سے مختلف مقامات کیمتعلق سب کہیں کہ دس بجکر دس منٹ پر حاضر ہو جاؤ ایک کہے کہ کھڑے ہو جاؤ۔ دوسرا کہے لیٹ جاؤ تیسرا کہے اُلٹے کھڑے ہو جاؤ چوتھا کہے کہ دوڑ کر بازار ہو پہنچو۔ پانچواں کہے کہ حقہ بھر لاؤ وہ غریب سب پر کیسے عمل کرے۔ اہل شرک کی اسی حالت کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون و رجلاً سلما لرجل ھل یستویٰن مثلاً۔ یعنی مشرک تو بہت سے خداؤں میں پھنسا ہوا ہے اور موحد صرف ایک خدا

کا ماننے والا ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ غرض میں پچاس کا اتباع نہیں کر سکتا یہ پچاس جو ہوں گے پچاس خیال کے پچاس طبیعتوں کے۔ ہاں پچاس کا کام تو کر سکتا ہوں مگر پچاس کا اتباع مشکل ہے اور وہ پچاس میرا تنہا کا اتباع کر سکتے ہیں۔ مگر میں تو اسپر بھی اپنا اتباع نہیں کراتا۔ صرف اصول صحیحہ کا اتباع خود بھی کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی اُن ہی اصول صحیحہ کا اتباع چاہتا ہوں۔ میرے یہاں تو نہایت آزادی ہے خدمت سے انکار نہیں مگر شرط یہ ہے کہ طریقہ سے ہو .... لوگ چاہتے ہیں کہ بے اصول گڑبڑ سڑبڑ جسطرح ہم چاہیں ویسے یہ خدمت کرے سو یہ محال ہے اگر یہ بات پسند ہے تو کہیں اور جاؤ ایسے بھی بہت ہیں جو تمہاری غلامی کرینگے۔ یہاں پر تو بحمد اللہ ہر کام بات اصول کے تابع ہے اسکو لوگ سختی سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سختی ہی سہی جہاں نرمی ہوتی ہو وہاں جاؤ۔ گھر سے چلتے ہیں اپنی غرض لیکر اور پھر متوقع ہوتے ہیں کہ مُلّانے ہماری غلامی کریں یہ سب رسمی پیروں کے بگاڑے ہوئے ہیں۔ یہاں پر پیری دیری کچھ نہیں یہاں تو طالب علمی ہے اگر ہزار دفعہ خوشی پڑے آؤ اور اتباع کرو اور جوتیاں کھاؤ ورنہ اپنے گھر بیٹھو بلانے کون گیا تھا بلا وجہ بیٹھے بٹھلائے آکر ستاتے ہیں۔ ان بد فہموں نے پریشان کر دیا خدا معلوم دنیا سے عقل اور فہم رخصت ہی ہو گئے۔ ساری دنیا کوڑ مغزوں سے بھر گئی سیدھی اور صاف بات کہتے ہوئے موت آتی ہے دم نکلتا ہے زبان کٹتی ہے سارا آوا کا آوا ہی خراب ہو گیا۔ اب کہاں تک ان حرکات پر صبر کروں آخر کوئی حد بھی ہے جو آتا ہے باون ہی گز کا آتا ہے ان حرکات کی بدولت اپنا تو کیا کام کرتے مجھکو بھی میرے کام سے رکھا۔ پھر ان نووارد صاحب سے فرمایا جاؤ اُٹھو سامنے کسی دوسرے وقت آدمی بنکر آنا جانور بنکر کہیں نہ جانا چاہئے۔ جیسے سانڈ آزاد ہوتا ہے کہ کسیکے سینگ مار دیا کسی کا کھیت کھا لیا نہ کوئی کہنے والا نہ سننے والا مگر یہاں ایسے سانڈوں کے علاج کیلئے بہت کچھ سامان ہے سر تک نہیں ہلا سکتے۔ لونڈوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ جہاں کسی ہاتھ میں تسبیح لیلی بس اُسکو بجیس اور بت سمجھتے ہیں کہ اسکو کچھ خبر نہیں ہوتی خواہ ہاتھ جوڑ کر سجدہ کر لو اور چاہے جوتے رسید کر دو۔ فانی فی اللہ ہیں انکو کیا خبر انکو کسی چیز کا احساس نہیں رہتا بس یہ اعتقاد ہے پھر فرمایا کہ ان بیچاروں کا بھی قصور نہیں روک ٹوک کہیں ہے ہی نہیں آج ساری عمر میں پہلی بار یہ باتیں ان کے کانوں میں پڑی ہونگی اور یہ مجھسے تو چاہے خفا ہیں یا خوش مگر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ دوسری

جگہ بھی ایسی حرکت نہ کرینگے بلا سے مجھکو تکلیف ہوئی اور مسلمان تو ایسے موذی کی اذیت سے نجات پائینگے اسلیئے مین کہا کرتا ہون کہ مین دوسرے مسلمانون کا وقایہ ہون مجھکو ان شاء اللہ اسی وقایہ ہونے مین ثواب ملتا ہوگا گو وہ شخص ساری عمر بھی نہ ملے جسکی وجہ سے ثواب ملا

(ملفوظ ۸۶۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام زد حضور کی تصویر ہے اُسکے متعلق کیا حکم ہے اُسکے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ مین بھی ایسی ہی بات پیش آئی تھی۔ ایک شخص نے آکر حضرت شہید صاحبؒ سے سوال کیا کہ میرے پاس ایک تصویر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نامزد ہے مین اُسکے ساتھ کیا معاملہ اور کیا برتاؤ کروں فرمایا معاملہ کیا ہوتا حضور کے نامزد ہونے سے حکم شرعی نہین بدلتا۔ پھر یہ شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس پہونچا اور یہی عرض کیا حضرت شاہ صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ جاندار ہے یا بیجان۔ عرض کیا کہ بیجان۔ فرمایا کہ جب صاحب تصویر بیجان ہوگئے تھے کیا معاملہ کیا گیا تھا عرض کیا کہ غسل وکفن دیکر دفن کر دیا گیا تھا۔ فرمایا تم بھی ایسا ہی کرو کیوڑی اور گلاب سے غسل دو اور بہت قیمتی کپڑے مین لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کردو جہاں کسی کا پاؤں نہ آئے بات ایک ہی ہے کہ محو کردی گئی مگر عنوان کا فرق ہے۔ دوسرے طریق کا اختیار کرنا سہل ہوگیا پھر بتدریج اول طریقہ گوارا ہوجاویگا یہ حکایت سنکر پھر سائل نے عرض کیا کہ جنکے پاس وہ تصویر ہے وہ صاحب یہ کہتے تھے کہ اُسکو لیکر حضرت کی خدمت مین حاضر ہونگا اور حضرت کے سپرد کرکے چلا آؤں گا۔ حضرت جو معاملہ چاہین اُسکے ساتھ فرمائین۔ فرمایا کہ ہین بڑے ہوشیار۔ اپنے نزدیک وہ باادب رہنا چاہتے ہین۔ خیر کوئی حرج نہین۔ مین ہی اسمین کیا کروں گا جو شریعت کا حکم ہے وہی کروں گا۔ یہاں ایک طرف تو ہے ھذا تمثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک طرف ہے ھذا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیکھ لو کون مقدم ہے۔ اور ایک اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے وہ یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سامنے اگر یہ پیش کیجاتی تو حضور کیا معاملہ فرماتے ظاہر ہے کہ اتنا بھی نہ فرماتے جتنا حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا بلکہ مولانا شہید ہی جیسا فتوی اور عمل فرماتے پھر فرمایا کہ حضرت مولانا شہید اور حضرت شاہ صاحب کی تجویزون مین یہ فرق ہے کہ ایک کا نفع عام ہے اور ایک کا نفع تام۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز کا نفع عام ہے اور حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نفع تام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ

نفع عام سے نفع تام افضل ہے گو نفع عام اسہل ہے۔ یہ خلاصہ ہے ان دونوں حضرات کے مسلک کا جو مین سمجھا ہون اور یہ واقعہ ہے کہ بزرگ بھی باوجود اتحاد مقصود کے مختلف الاحوال اور مختلف الطبائع ہوتے ہیں اسلئے نفس احکام مین تو نہین مگر رائے مین اختلاف ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرما گئے کہ تم وعظ کہدیا کرنا حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ شروع کر دیا تھوڑی ہی دنون مین سب مجمع ختم۔ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے لوگون کو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لے آئے ہیں پھر وہی مخلوق کا اژدھام ہو گیا اور یہ مزاج کا فرق فطری چیز ہے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزاج اور تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مزاج اور تھا۔ مولوی محمد علی صاحب مونگیری نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور لوگون کی شکایت کے متعلق بڑی اچھی بات کہی تھی کہ بزرگی عطا ہونیسے پہلے مزاج عطا ہوتا ہے تو بزرگی سے مزاج تھوڑا ہی بدلتا ہے پھر فرمایا کہ اس فطری اختلاف پر ایک حکایت یاد آئی ایک بادشاہ نے سال بھر تک ایک بلّی کو تعلیم دی کہ وہ سر پر چراغ رکھوا کر کھڑی رہتی اور روشنی مین بادشاہ کام کرتا رہتا گویا زندہ چراغ ہو گیا۔ ایک روز بادشاہ نے وزیر سے اس کا ذکر کیا کہ ہماری بلّی بڑی تعلیم یافتہ ہے حکم کے موافق کام کرتی ہے۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور امتحان بھی کر لیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ امتحان ہی کیا تھا روزانہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ وزیر نے عرض کیا کہ آج حضور اُس کا امتحان کر لیا جائے وزیر نے ایک چوہا پکڑوایا اور جب شب کو بلّی کے سر پر چراغ رکھا گیا اُسکے سامنے چوہا چھوڑ دیا اُسی وقت بلّی چراغ پھینک چوہے کے پیچھے دوڑ پڑی۔ بادشاہ کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ اب خود مین ہی اپنی حالت بیان کرتا ہون کہ اسکی کوشش کرتا ہون کہ غصّہ کیوقت کسی سے گفتگو نہ کرون ایک حد تک بحمد اللہ اس مین کامیابی ہو بھی گئی ہے مگر پوری طرح پر نہیں ہوئی۔ جب کوئی واقعہ اس قسم کا پیش آتا ہے اس عزم کو بھول جاتا ہون حالانکہ یاد رکھنے کا بھی علاج ہے جو دوسرون کو بتلایا بھی ہے اور بہت لوگون نے بیان کیا کہ بڑا نفع ہوا وہ یہ ہے کہ اسکی یادداشت مثل تعویذ کے لکھکر اپنے گلے پر باندھ لے اس صورت سے یاد آنا آسان ہے۔ یہ ہے آسان طریقہ یاد رکھنے کا مگر خود کبھی اسپر عمل نہین کیا۔

(حاشیہ: اتفاق سے کہیں باہر تشریف لے گئے اور حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ۔

مجلس بعد نماز ظہر یوم دو شنبہ

(ملفوظ ۴۳۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ابتو فلان مدرسہ مین کیا فساد ہے اس سے بھی
زبردست فساد ہوچکا ہے ہان ایک نوعیت سے اگر اسکو سخت کہا جائے تو ٹھیک ہے کہ وہ فساد
بیرونی تھا یہ اندرونی ہے اسوقت اپنے سب لوگ ایک طرف تھے اور اہل قصبہ ایک طرف اب آپس مین
اختلاف ہے وہ زمانہ حضرت گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ بناء اس فساد کی صرف یہ تھی کہ اہل قصبہ
چاہتے تھے کہ ایک ممبر ہمارے مین سے ہو میرا اُس زمانہ مین اتفاق سے وہان جانا ہوا وہاں کے حالات
معلوم ہونے پر مین نے حضرت گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا کہ اہل قصبہ صرف اپنا ایک ممبر مدرسہ
مین رکھنا چاہتے ہیں سو اگر ایسا ہوجائے تو کیا حرج ہے اسلئے کہ کثرت تو پھر بھی حضرت ہی کے خدام
کی رہے گی ایک آدمی کر کیا سکتا ہے اور اگر حضرت نے اجازت نہ فرمائی تو مدرسہ بظاہر نہایت خطرہ
مین ہے شاید بقا کی بھی کوئی صورت نہ رہے۔ حضرت نے مجھکو جواب مین لکھا کہ نااہل کو کام سپرد
کرنا یہ خیانت ہے ایسا کرنے سے ہمپر مواخذہ ہوگا کہ کام نااہل کے کیون سپرد کیا گیا اصل مقصود
خدا کی رضا ہے مدرسہ مقصود نہین۔ اور رہا یہ کہ مدرسہ باقی نہ رہے گا اس سے ہمپر مواخذہ نہ ہوگا
یہ اُن سے مواخذہ ہوگا جنکی حرکات سے مدرسہ کو نقصان پھونچیگا۔ اسپر فرمایا کہ جتنا بھی کام ہو اصول
صحیحہ کے تابع ہو حدود شرعیہ کے ماتحت رہکر ہو مقصود خدا کی رضا ہے مسلمان کے ہر کام کا مقصود
خدا کی رضا ہونا چاہئے اور ان کی خوشنودی پیش نظر رہنا چاہئے مدرسہ رہے یا جائے چاہے
مدرسہ ملک مین بدنام ہو یا نیک نام چندہ بند ہو یا جاری رہے طلباء زیادہ ہون یا کم غرضکہ کچھ بھی ہو
اصول صحیحہ کے تابع رہنا چاہئے اور یہ میری رائے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے کے مطابق
ہے اپنی تنہا رائے نہیں خواہ یہ رائے بھی کسیکو پسند نہ ہو لیکن ہے اصولی بات۔ ایسے معاملات
مین بعض بزرگون کی رائے مین وسعت ہوتی ہے اور بعض کی رائے مین تنگی اس شعر مین دونون مسلکون
کا فیصلہ ہے خوب فرماتے ہیں ؎

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

اسی مضمون کو حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

۴۲

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار   دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

(ملفوظ ۳۹) ایک سلسلہ گفتگو فرمایا کہ ایک جاہل مصنوعی درویش دہلوی نے مجھ پر بیعت کی تقلیل پر یہ اعتراض کیا کہ اشاعت طریق پر حریص نہیں حالانکہ شیخ کو اشاعت طریق پر حریص ہونا چاہئے۔ میں نے سنکر کہا کہ اشاعت طریق کے یہ معنے نہیں کہ ہر شخص کو بیعت کر لیا جاوے بلکہ یہ معنے ہیں کہ جلسۂ عام میں جلسۂ خاص میں حقائق اور معارف طریق کے بیان کئے جاویں وہ شخص اشاعت طریق کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔

(ملفوظ ۴۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت رائے پوری رح کے یہاں وسعت ہے اور تیرے یہاں تنگی ہے۔ میں نے کہا کہ اصلاح کے دو طریق ہیں ایک بر کت کا۔ اور ایک حرکت کا۔ حضرت رائے پوری کے یہاں برکت ہے اور میرے یہاں حرکت ہے وہ شیخ ہیں میں میخ ہوں۔ جب میں بابرکت نہیں تو اگر حرکت بھی نہ کروں تو پھر کوئی صورت بھی اصلاح کی نہ ہے اسلئے زبان سے ہاتھ سے حرکت کرتا ہوں جس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی بڑی وسعت تھی۔ ایک شخص نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرائط پیش کیں۔ ایک تو یہ کہ نماز نہ پڑھوں گا۔ دوسرے یہ کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا حضرت نے دونوں شرائط کیساتھ بیعت میں قبول فرمالیا۔ مگر حضرت کو خدا تعالیٰ کی ذات پر ایسا بھروسہ تھا کہ کیسا ہی کوئی آیا اُسکو لیلیا۔ اب برکت سنئے! بیعت ہونیکے بعد جو نماز کا وقت آیا اُس شخص کے بدن میں خارش شروع ہوئی اور ایسی ہوئی کہ پریشان ہوگیا۔ اور اتفاق سے جو اعضا وضو میں دھلتے ہیں اُن میں زیادہ خارش تھی۔ اس شخص نے پانی سے وہ اعضا دھوئے صرف مسح رہ گیا۔ پھر خیال آیا کہ اور اعضا تو دُھل گئے صرف مسح رہ گیا لاؤ مسح بھی کر لیں وضو بھی ہو جاویگا۔ چنانچہ مسح بھی کر لیا جس سے نصف خارش جاتی رہی پھر خیال آیا کہ وضو تو ہو ہی گیا لاؤ نماز بھی پڑھ لیں۔ بس نماز کی نیت باندھنا تھا کہ دفعۃً تمام خارش بند ہو گئی۔ اس نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت آیا پھر وہی خارش۔ پھر وضو کرکے نماز شروع کی خارش بند۔ اب یہی سلسلہ جاری ہوگیا وہ شخص اب سمجھا اور کہنے لگا واہ حضرت یہ تو مجھ پر اچھا سپاہی مسلط کیا غرض پکا نمازی ہوگیا۔ اب ہندوستان میں آیا خیال اور نیت یہ بھی کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا۔ رہا نماز کا معاملہ نماز کیوقت ناچ میں سے اُٹھ آیا کروں گا۔ اول موقع پر ناچ میں جانیکا ارادہ کیا۔ دل میں خیال آیا کہ بڑی شرم کی بات ہے۔ ناچ دیکھکر

پھر بھی منھ لیکر مسجد مین جاؤن بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ بس ناچ بھی چھوٹ گیا۔ یہ حضرت کی برکت تھی سو ہم مین ایسی برکت کہاں اسلئے ہمکو سیاسی تدابیر کی ضرورت ہوتی ہے جسکو لوگ تنگی سمجھتے ہین

(ملفوظ ۷۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اسمیں تو کوئی بھی تعجب نہین اگر کسی بزرگ کی دعاء مستجاب ہوجائے اور اُس کا ظہور ہوجاوے۔ دعاء تو وہ چیز ہے اور اس میں ایسی وسعت ہے کہ شیطان نے عین مردودیت کیوقت دعاء کی اور دعاء بھی عجیب شان کی اور قبول ہوئی۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ میں اور بھائی اکبر علی مرحوم ایک مجذوب کی دعاء کی برکت سے جو بصورت پیشین گوئی ظاہر ہوئی تھی پیدا ہوئے اور انہوں نے دعاء ہی کیوقت نام بھی رکھدئے تھے کہ ایک کا اشرف علی نام ہوگا اور ایک کا اکبر علی۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک ہمارا ہوگا وہ حافظ اور مولوی ہوگا اور دوسرا تمہارا ہوگا اور چونکہ مین ایک مجذوب کی دعاء سے پیدا ہوا ہون یہ خاص رنگ آزادی طبیعت میں اُسی کا اثر ہے اسی لئے دوسرے اہل رسم کی رائے مین اور میری رائے میں اکثر توافق نہین ہوسکتا۔ میں دوسرے کا تابع تو ہوسکتا ہون مگر رائے مین متفق نہین ہوسکتا میں آزادی کی رائے دیتا ہون اہل رسم مصالح کو دیکھتے ہین۔ دیوبند مین حافظ احمد صاحب مرحوم کا اور رنگ تھا جسمین آزادی غالب تھی اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کا اور رنگ تھا جسمین مصالح غالب تھے

(ملفوظ ۷۵۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ فلاں مدرسہ میں فساد کی رفتار تیزی پر ہے اور اصلاح کی رفتار سُست ہے تو پھر فساد ہی غالب رہے گا اور فساد ہی کو قوت ہوگی۔ ہان اگر اصلاح کے مقابل فساد نہ ہوتا اور پھر بتدریج اصلاح کی رفتار چلتی جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو مجموعہ ہوکر اصلاح کو قوت ہوجاتی۔ عرض کیا کہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اُس مدرسہ میں رہکر غیبت سے بچنا مشکل ہے فرمایا کہ پہلے تو غیبت ہی سے بچنا مشکل تھا جو ایک معصیت ہے اور اب تو نیچریت سے بچنا مشکل ہے جو کفر کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ یہ حالت ہوگئی ہے کہ قرآن وحدیث مین جو نیچری تحریف کرتے تھے وہ اب وہان کے لکھے پڑھے طلبہ کرتے ہین بیحد شرم آتی ہے۔ جب لوگ کہتے ہین کہ ندوہ اور علیگڈھ میں اور فلاں مدرسہ میں کیا فرق ہے سو یہانتک نوبت پھونچ چکی ہے آپ غیبت ہی کو لئے پھرتے ہین۔ خیر صاحب جو اُن کا جی چاہے کرین اُنپر تو اختیار نہین مگر اپنے پر تو اختیار ہے کہ اُنسے علیحدہ ہوجاوین۔ سیاق قرآنی سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی رائے تھی کہ بیرا ہون مین رہکر اصلاح کرنا چاہئے اور موسیٰ علیہ السلام کی رائے تھی کہ اُنکو چھوڑ دینا چاہئے۔ دونون حضرات کے اقوال جو سورہ طٰہٰ مین منقول ہین

اُن سے یہی مفہوم ہوتا ہے اور رائے موسوی کو ترجیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ جسوقت سے مدرسہ مین یہ گڑبڑ ہوئی ہے مین اپنے قلب کو دیکھتا ہون کہ اُس مین انشراح نہین اور اگر انشراح بھی نہ ہو آدمی نفس پر جبر کرلے مگر کوئی کام بھی تو ہو جب یہ بھی نہ ہو تو پھر کیا نتیجہ واقعی بات تو یہ ہے کہ عذر تو بہت ہین مگر جب انشراح نہیں رہتا کام نہین ہوتا ایسے کام انشراح پر موقوف ہوتے ہیں۔ ایک صاحب نے مجھسے پوچھا تھا کہ اصلاح کی کوئی صورت بھی ہے۔ مین نے کہا کہ ہے وہ یہ کہ سال بھر کیلئے مجھکو پورے اختیارات دیدیے جاوین اور جسقدر منتظمین۔ مدرسین۔ طلبہ ہین سب استعفے داخل کر دین پھر جسکو چاہوں رکھون اور جسکو نہ چاہون نہ رکھون یہ صورت اصلاح کی ہے اور اسکے خلاف مین عادۃً اصلاح ناممکن ہے اسلئے کہ جو پُرانے ہین وہ فن پالیسی اور چالاکی مین مہارت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں جب تک ان کا اخراج مدرسے نہ ہوگا معاملات کا روبہ اصلاح ہونا امر محال ہے۔ پارٹی بندیان ہو رہی ہیں اِدھر سے اُدھر بے تار کی خبرین چلتی ہین اس سے توڑ اُس سے جوڑ شب و روز یہی مشغلہ ہے پھر اصلاح کہان۔

(ملفوظ ۸۸۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اب فلان مدرسہ مین اصلاح محض تدابیر سے محال ہے ابتو ضرورت قوت کی ہے اسلئے کہ اصلاح تو غلطی کی ہوتی ہے جو بلا قصد کے ہوتی ہے اور جو قصداً ہو اور نفس کی شرارت کا اُسمین دخل ہو۔ اور پھر اُس مین اغراض بھی وابستہ ہون وہان کیسے اصلاح ہوسکتی ہے۔ اب رہا یہ کہ قوت سے تو اصلاح ہوسکتی ہے سو اُس سے کام لیا جاوے سو مین یہ مذاق کسی کا دیکھتا نہین۔ سب مصالح پرست ہین۔ کام تو کام کے طریقہ سے ہوسکتا ہے اور جس درجہ کا کام ہو اُسی درجہ کی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکو وہان قریب قریب مفقود پاتا ہون۔

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۸۸۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ غالباً حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے بیٹھنے سے نگاہ بڑھتی ہے اور پشت کر کے بیٹھنے سے گھٹتی ہے اور یہ بھی فرماتے ہین کہ چار چیزون سے عقل بڑھتی ہے کم بولنے سے مسواک کرنے سے بوڑھون کے پاس بیٹھنے سے۔ علماء کے پاس بیٹھنے سے۔

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جن لوگون کو اہل اللہ کی صحبت نصیب نہین ہوئی بالکل بیکار رہین اگرچہ اہل علم ہی کیون نہ ہون محض پڑھنے پڑھانیسے کیا ہوتا ہے یعنی کفایت نہین ہوتی یہ نہین کہ نفع نہین ہوتا

(ملفوظ ۲۵۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ علماء مین دو چیزین بالکل نہ ہون - ایک کبر اور ایک طمع - اسکی وجہ سے یہ بڑی دولت سے محروم رہتے ہین - علماء کو امراء سے استغنا چاہئے یہ لوگ ملانون کو حقیر سمجھتے ہین اور اس حقیر سمجھنے کا زیادہ سبب یہ ہے کہ یہ سمجھتے ہین کہ یہ طامع ہوتے ہین اس سے علم اور اہل علم کی تحقیر اور حقارت انکے دلون مین مرکوز ہوجاتی ہے علماء کو ہر وقت اس آیت کا مراقبہ رکھنا چاہئے وللہ خزائن السموات والارض - دین مین ضرور محبوبیت کی شان ہے ضرور مطلوبیت کی شان ہے اگر علماء اپنی وضع پر رہین ضرور محبوب رہین - میں استغناء تو کیا ذرا استغناء کی نقل کرتا ہون مگر کم فہم لوگ اسپر مجھکو ملامت کرتے ہین کہ سخت ہے مین سچ عرض کرتا ہون کہ مین سخت نہین ہون ہان قلب مین غیرت ضرور ہے اگر اسکو کوئی سختی سمجھے اس کا میرے پاس کوئی علاج نہین - جب یہ لوگ ملانون کو حقیر سمجھتے ہین تو ان متکبرون کیساتھ یہی برتاؤ کرنا مناسب ہے آخر غیرت اور حیا بھی کوئی چیز ہے - لیکن اگر کسی کو حس ہی نہو تو اس کا کیا علاج -

(ملفوظ ۲۵۲) ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے بعد سلام اور مصافحہ کے خاموش مجلس مین بیٹھ گئے - حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ آپ کون ہین اور کہاں سے آئے اپنا ضروری تعارف کرائیے اور جو کہنا ہو وہ کہہ لیجئے - عرض کیا کہ مین فلان جگہ سے آیا ہون کہنا کچھ نہین - دریافت فرمایا کہ اگر کچھ کہنا نہیں تو پھر آئے کیون - عرض کیا کہ صحبت مین بیٹھنے کیلئے اور مین بیعت بھی ہون - دریافت فرمایا کہ بیعت کب ہوئے تھے - عرض کیا کہ بیعت تو نہین ہوا بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے - فرمایا کہ یہ انگریزی ہماری سمجھ مین نہیں آئی کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے اس کا کیا مطلب ہے صاف کہو - عرض کیا فلان صاحب جو حضرت کے اجازت یافتہ ہین اُن سے اصلاح کا تعلق ہے اصلاح کرا رہا ہون - فرمایا کہ بندۂ خدا بیعت اور چیز ہے اصلاح اور چیز ہے یہ مہمل جواب کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے بھلا اس سے دوسرا کیا سمجھ سکتا ہے کہ کیا مطلب ہے لوگ بھی نئی نئی لغات نکالتے ہین - یہ آج تک کبھی نہ سُنا تھا کہ بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے - یہ تو بالکل ایسی مثال ہوگئی جیسے کسی ساس نے نکمی بہو سے جو گھر کے کامون مین سستی کرتی تھی خفا ہوکر کہا کہ گھر کو لگا کرتے ہین - بہو نے اُرد کا آٹا پیس اور پانی مین

گھول کمر سے مل اور دیوار سے لگ کر کہڑی ہوگئی۔ ساس نے کہاکہ بہو یہ کیا کیا کہا کہ تمنے ہی تو کہا تھا کہ گھر کو لگا کرتے ہین ایساہی ان کا بیعت کا تعلق لگا ہوا ہے۔ خدا معلوم ابہام مین لوگون کو کیا مزا آتا ہی صاف بات کہتے ہوئے موت آتی ہے سر کٹتا ہے۔ ادھورا حال ادھوری بات کہکر لوگوں کو تسلی کیسے ہوتی ہے وجہ وہی ہے جو مین کہا کرتا ہون کہ لوگ پیرون کو بُت سمجھتے ہین اگر کوئی بات کہدو جب کچھ اثر نہین نہ کہدو جب کچھ اثر نہین بجیسی کا نام بزرگی رکھا ہے اور پیروں کے یہاں جاتے ہین وہ پوچھتے تک نہین کئی کئی دن انتظار مین پڑے رہتے ہین بات تک کی نوبت نہین آتی دہان خوش رہتے ہین۔ مین سب کامون کو بند کرکے پوچھتا ہون تو سیدھا جواب نہیں ملتا جب اسپر مین مواخذہ کرتا ہون وہ سبب میری بدنامی کا ہوتا ہے اگر مین بھی نہ پوچھتا تو مین بھی خوش خلق مشہور رہتا اور پوچھتا ہون اسلئے کہ ایک شخص اپنا گھر بار بال بچون کو چھوڑ کر وقت اور روپیہ صرف کرکے سفر کی صعوبتین اور تکالیف اُٹھا کر آیا ہے تو اس کا حال تو معلوم کرون کیا ضرورت اور کیا حاجت ہے اُس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سیدھا جواب نہیں۔ پھر اُن صاحب کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ یہ بتلاؤ کے روز قیام ہوگا عرض کیا کہ تین دن۔ فرمایا کہ اس زمانہ قیام مین مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت نہیں ہوگی اور جب وطن واپس پھونچ جاؤ تو اپنے مصلح کو یہ سب واقعہ لکھنا کہ مین وہان گیا تھا اور مجھسے یہ حرکت ہوئی تھی۔ سب واقعہ بالتفصیل لکھنا کبھی کتر بونت لگاؤ اور اُن سے اسکی اصلاح کی درخواست کرنا۔

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۷۹۳) ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ حضرت فلان بنئے نے مجھپر جھوٹی نالش کردی ہی دعا فرمایئے کہ مین اُس سے نجات پاؤن۔ فرمایا کہ اچھا بھائی دعا کرین گے اللہ تعالیٰ تمکو اس بلا سے نجات دے۔ اور بھائی تمنے قرض لیا کیون تھا۔ عرض کیا کہ قرض نہین لیا تھا اُسنے دھوکا دیکر ایک کاغذ پر دستخط کرا لئے۔ فرمایا کہ تم بچے تھے جو دستخط کردئے عرض کیا کہ مین بے لکھا پڑھا ہون جن ملنے والون پر مجھکو بھروسہ تھا اُن کی وجہ سے ایسا ہوا۔ فرمایا کہ اس زمانہ مین کیا کسی کا اعتبار کیا جاوے

عرض کیا کہ اور لوگ بھی میری طرف کی نہیں کہتے۔ سب بنئے ہی کی کہتے ہین اور اُسی کی طرف ہین۔ فرمایا کہ بھائی آجکل مظلوم ہونا جرم ہے۔ رات دن دیکھتا ہون سنتا ہون اور اس قسم کے بہت سے خطوط آتے ہین۔ مظلوم کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ قوی بھی کمزور پر ظلم کرتا ہے اور سب اُس قوی ہی کے ساتھ ہوجاتے ہین مگر کمزور بیچارے کا کوئی پرسان حال نہین۔ ایک صاحب کے جواب مین فرمایا کہ عدالتون ہی مین کیا دادرسی ہوسکتی ہے اسلئے کہ وہان تو شہادتون پر مدار ہے اور ظالم ہی کی وہان بھی کہنے والے ہوتے ہین۔ پہلے زمانہ کی طرح چھان بین ہوتی نہین حکام عیش طلب آرام طلب ہین تحقیق کی کون محنت اُٹھائے۔ دوسرے یہ کہ نہ وہ فہم رہا نہ عقل نہ علم جو حقیقت کا انکشاف ہو۔ اب تو یہ بات طے شدہ ہے کہ آدمی بھوکا مرجائے مگر ان ساہوکارون سے قرض نہ لے شیطان کا شیرہ ہوجاتا ہے ایک دفعہ آدمی پھنس جائے پھر ساری عمر کیلئے اُسکی زندگی تلخ ہوجاتی ہے دیتا دیتا مرجائے مگر ان ظالمون کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ سود کا ایسا گورکھ دھندا پھیلاتے ہین کہ اُسکے پھندے سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے مگر مسلمان ہین کہ اُنکو قرض لینے سے ذرا بھی کھٹک نہین ہوتی کہ یہ ہمارے ساتھ چالاکی کریگا اس باب مین دل پر بالکل خوف ہی نہیں بس مین بہت ہی دلیر ہین۔

(ملفوظ ۴۹) فرمایا کہ آج ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ حق تعالی کی عظمت اور ادب کا اسقدر غلبہ ہے کہ ذرا کوئی حرکت ہوجاتی ہے تو مارے شرم کے پسینے پسینے ہوجاتا ہون۔ پیر پھیلا کر سونا پاخانہ جاکر ستر کھولنا پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہانتک عرض کرون ہر وقت عظمت اور ادب کا دھیان بندھا رہتا ہے۔ یہ مجھے کیا ہوا مین نے لکھدیا ہے کہ کیا ہوتا فضل ہوا۔

(ملفوظ ۵۰) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ کونسی انسانیت ہے کہ ضروری سوال پر بھی آپ جواب نہیں دیتے اس متانت اور بزرگی سے یہان کام نہ چلیگا یہ سکہ اور بازارون مین چلتا ہے جہان بڑی بڑی دکانین جمائے بیٹھے ہین اور بضرورت بولنا تو مصنوعی بزرگی کے بھی منافی نہین البتہ زیادہ بولنا منافی بزرگی کے ہوسکتا ہے اور واقع مین اُس مین بھی ایک تفصیل ہے۔ اسپر ایک مفید واقعہ یاد آیا ایک بے تکلف مزاج مولوی صاحب نے حضرت

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت بزرگوں نے لکھا ہے کہ زیادہ بولنا اچھا نہیں اور آپ زیادہ بولتے ہیں (مولانا کی عادت تھی کہ افادات علمیہ کا خاص شغف تھا اور یہ مولوی صاحب حضرت کے شاگرد بھی تھے اور حضرت سے ذرا بے تکلف بھی تھے) حضرت نے فرمایا کہ زیادہ بولنے کی فی نفسہ ممانعت نہیں اصل میں فضول بولنے کی ممانعت ہے مگر مبتدی اس اعتدال پر عادۃً قادر نہیں اسلئے معالجہ کے طور پر اسکو زیادہ تقلیل کی تعلیم کی جاتی ہے تاکہ اعتدال پر آجاوے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کاغذ جو مدت تک ایک رُخ پر مڑا رہا ہو تو اُسکو سیدھا کرنیکے لئے اُسکی جانب مخالف کی طرف موڑنے میں مبالغہ کرتے ہیں یعنی اسکو دوسری جانب خوب زور سے موڑتے ہیں پھر جب کھولتے ہیں تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ عجیب مثال ہے ایسی باریک بات کو اسقدر بدیہی کر دیا۔ یہ ہیں حقیقی علوم۔ علم اسکو کہتے ہیں جسمیں نہ میرزاہد کی اصطلاحیں ہیں نہ تدقیقات ہیں۔

(ملفوظ ۵۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ریا ایسی سستی نہیں کہ یوں ہی چمٹتی پھرے جب بلا قصد کوئی خیال پیدا ہو گیا پھر ریا کہاں وہ تو عمل اختیاری ہے البتہ ریا کا وسوسہ ہی جو ریا نہیں۔ اسپر دو درویشوں کا ایک لطیف مکالمہ یاد آیا۔ ایک نقشبندی نے ایک چشتی پر ذکر جہر کے متعلق اعتراض کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم ذکر بالجہر کرتے ہو۔ مقصود لطافت سے اعتراض کرنا تھا کہ اسمیں ایسا اظہار ہے کہ ہم تک خبر پہونچ گئی تو ایک قسم کی صورت ریا ہو گئی۔ چشتی نے جواب دیا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ اگر محض ظاہر ہو جانا ریا ہے تو جسطرح ہمارا ذکر بالجہر ظاہر ہو گیا جسکو تمنے سُن لیا اسیطرح تمہارے ذکر خفی کو ہمنے سُن لیا دونوں کا ظہور ایک ہی مرتبہ کا ہو گیا عجیب جواب دیا اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا اُسنے کہا حضرت اسمیں ریا ہو جاویگی اگر اجازت ہو خفی کر لیا کروں حضرت نے عجیب جواب دیا کہ میاں ذکر جہر میں تو یہی معلوم ہوگا کہ اللہ اللہ الا اللہ کر رہا ہے اور خفی میں جب گردن جھکا کر بیٹھو گے تو دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ نہ معلوم یہ عرش کرسی کی سیر کر رہا ہے یا لوح قلم کی۔ کیا اسمیں ریا نہیں اسمیں تو ذکر جہر سے بھی زیادہ ریا کا شبہ ہو سکتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ یہ حضرات حکیم ہیں خوب نبض کو پہچانتے ہیں۔

(ملفوظ ۵۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہندوستان میں اکثر علماء نادار ہیں اسلئے دین کی خدمت ہندوستان میں زیادہ ہو رہی ہے۔ دوسری جگہ کے علماء اکثر مالدار ہیں اسلئے دین کی خدمت

نہیں کر سکتے عیش میں پڑے ہوئے ہیں - ایک ترکی بزرگ تھے مکہ معظمہ میں خلیل پاشا - میں اُن سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے ملا ہوں وہ کہتے تھے کہ جیسے علماء میں نے ہندوستان میں دیکھے ویسے علماء اسلامی ممالک میں بھی نہیں - میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے اُن میں کیا بات دیکھی کہنے لگے کہ ہندوستان کے علماء میں حُبِ دنیا نہیں اور جگہ کے علماء میں حُبِ دنیا ہے - اسپر فرمایا کہ عجیب بات ہے اور جگہ اسلامی سلطنتیں ہیں مگر وہاں علماء کی یہ حالت اور یہاں اسلامی سلطنت بھی نہیں کہ جو کسی قسم کی بھی علماء کی کوئی خبر گیری کر سکتی مگر ان کی یہ حالت اور جو زمانہ اسلامی سلطنت کا یہاں ہوا ہے اسیوقت علماء کو کونسی امداد ملی ہے انکو تو اُسوقت بھی اللہ ہی کی ذات پر بہروسہ تھا -

۲۴ ؍ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۵۳) ایک بی بی کے خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ابتو مرد ہوں یا عورتیں سب کے اندر قریب قریب نیچریت انگریزیت کا زہریلا اثر پیدا ہو گیا ہے اور مردوں سے تو اتنا عجیب نہیں کیونکہ اُنکو اختلاط کا اتفاق ہوتا ہے جتنا عورتوں سے عجیب ہے - ایک دیندار نواب صاحب کی بیگم کا خط آیا تھا اُس میں اپنے نام کیساتھ لکھا تھا کہ لیڈی فلاں صاحب - میں نے اُنکو لکھا کہ تمہارا گھرانا دیندار دین کا ہے اسلئے تمہاری شان سے ایسے الفاظ نہایت بعید ہیں تمکو اہلخانہ فلاں صاحب لکھنا مناسب تھا پھر دوبارہ جو خط آیا اُسمیں یہی لکھا کہ اہلخانہ فلاں صاحب - میں نے پڑہکر کہا کہ غنیمت ہے قبول تو کر لیا پھر مزاحاً فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ یہ جدید تعلیم یافتہ انگریزی خواں عورتوں کی قدر کرتے ہیں عزت کرتے ہیں خاک عزت کرتے ہیں لینڈی تو پہلے ہی بنا دیا ہم اہلخانہ کہتے ہیں وہ لینڈی تو عزت اسمیں ہے یا اس میں -

(ملفوظ ۵۴) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جن لوگوں نے پردہ اُٹھا دیا اور بے پردگی کے حامی ہیں یہ بے غیرت ہیں علاوہ احکام شرعیہ کے طبعی غیرت بھی تو اس سے مانع ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بے غیرت بیحیا پہلے ہی سے تھے اسی سے انہوں نے دین کو دنیا کی خواہشات اور نفسانیت کا تابع بنا دیا کیا یہ اسلام ہے -

(ملفوظ ۵۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو غالی شیعہ ہین اور صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہین کیا یہ کافر ہین۔ فرمایا کہ محض تبرے پر تو کفر کا فتوی مختلف فیہ ہے البتہ تحریف قرآن کا اعتقاد یہ صریح کفر ہے۔

(ملفوظ ۵۶) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آج کل آزاد لوگون نے اسلام مین کتر بیونت جاری کر رکھی ہے چنانچہ مدرسہ عالیہ کلکتہ مین سنا ہے کہ اُن ابواب فقہیہ کو خارج از نصاب کر دیا گیا ہے جن پر اسوقت عمل نہین ہو سکتا۔ مثلاً قصاص ہے جہاد ہے حدود ہین۔ ان عقلاء سے کوئی پوچھے کہ کیا تدوین احکام دین نہین ہے افسوس ایسے مسلمانون کو جو سوجھتی ہے اُلٹی ہی سوجھتی ہے اگر سب مسلمان ایسا ہی کرین اور یہ احکام مفقود ہو جاوین اور پھر ضرورت ہو اصلی احکام معلوم کرنیکی تب کیا ہو گا کچھ نہین قلوب سے دین کی وقعت اور عظمت جاتی رہی جو شعبہ ہے کفر کا۔

۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

بوقت ۸ بجے صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۵۷) ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے بعد مصافحہ حضرت والا نے دریافت فرمایا آپ کہاں سے تشریف لائے جواب مین بجائے زبانی تعارف کرانیکے ایک کارڈ نکالکر پیش کر دیا۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ اس خط کے دکھلانے مین کیا حکمت تھی۔ عرض کیا کہ تعارف کیلئے۔ فرمایا تعارف تو آپ زبانی کرا سکتے تھے۔ اس کارڈ سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ فلان صاحب سے آپ کا تعلق ہے اور اُن کا مجھسے۔ اس سے وہ تعارف تو معلوم نہین ہوا جو مقصود ہے بلکہ اس کا حاصل تو یہ ہے کہ مقصود مجھپر اثر ڈالنا ہے کہ دیکھو میرا فلان سے تعلق ہے مجھسے خصوصیت کا معاملہ برتا جائے۔ مین آپ کو بتلائے دیتا ہون کہ ان باتون کا مجھپر اثر نہین ہوتا۔ مین ایک دیہاتی آدمی ہون اور جو مقصود آپنے بیان کیا وہ اس خط کے دکھلانے سے حاصل نہین ہوا اور جس تعلق کو اس کارڈ مین ظاہر کر کے آپنے مجھپر اثر ڈالنا چاہا اُسکا مجھپر اثر نہین ہو سکتا۔ آپکی اس حرکت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کا تم پر ذرہ برابر اثر نہین ہوا۔ طالب مین نیازمندی ہونا چاہئے۔ پستی ہونا چاہئے۔ فنا کی شان ہونا چاہئے یہ ہین صحبت اہل اللہ کے آثار۔ مین کہا کرتا ہون کہ اہل اللہ کی صحبت مین رہکر اگر کسی شخص مین کم از کم تواضع

بھی پیدا نہ ہوئی تو وہ بالکل محروم ہے چہ جائیکہ اُس کا عکس یعنی بُرائی - آپکی اس حرکت کا یہ اثر ہوا کہ مجھکو جو توجہ ہوتی بھی وہ بھی جاتی رہی اور مزید براں اوپر سے تکدّر ہو گیا - یہ سب بیفکری کے نتائج ہین - سوچتے نہیں غور نہیں کرتے کہ ہماری حرکت کا نتیجہ ہو گا کیا -

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۵۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے مجھکو کتابون کی فرمائش لکھی ہے ان احمقون سے کوئی پوچھے کہ کیا میرے نام سے کوئی اشتہار دیکھا ہے کہ میں کتابین فروخت کرتا ہون - پہلے مین ایسا کرتا تھا کہ اگر اتفاقاً کوئی فرمائش کسی نے بھیجدی مین یہ سمجھکر کہ بیچارے کو معلوم نہین ایک مدت تک مولوی عبداللہ مرحوم اسکے بعد مولوی شبیر علی کو دیدیتا تھا اُسمین یہ خرابی ہوئی کہ کسی فرمائش کی تعمیل مین اُن کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہو گئی تو عقلمند مجھسے مواخذہ کرتے تھے تب سے مین نے یہ معمول کر لیا ہے کہ واپس کر دیتا ہون تاکہ کارخانہ والوں سے براہ راست خود معاملہ کرین - یہانپر جسقدر قواعد مرتب ہوئے ہین وہ سب تجربون کے بعد مرتب ہوئے ہین چنانچہ فرمائشون کی واپسی کا واقعہ آپنے سُن لیا -

(ملفوظ ۵۹) ایک خط کو ملاحظہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ عبارت بھی ہر شخص کو لکھنا نہین آتی اسکے لئے بھی علم دین پڑھنے کی ضرورت ہے اپنی منقولات ورنہ محض معقولات کا وہ حشر ہو گا جیسے ایک معقولی مولوی صاحب سے وعظ کیلئے کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ لوگون کا خیال یہ ہے کہ آپکو وعظ کہنا نہین آتا کہنے لگے کون کہتا ہے کہ مجھکو وعظ کہنا نہین آتا مین ابھی کہتا ہون یہ کہکر ممبر پر جا بیٹھے اور وعظ شروع کیا کہ خدا تعالیٰ کی وہ شان ہے اور وہ قدرت ہے کہ وہ عالم کو لیس سے ایس مین لائے اور پھر ایس سے لیس مین لیجائینگے - غرض چار پانچ منٹ تک وعظ مین یہی ایس لیس کرتے رہے اسکے بعد وعظ ختم کر دیا ایک اور مولوی صاحب نے وعظ بیان کیا کہ نماز فرض ہے اور اسکا تارک کافر ہے چنانچہ قرآن مین نص قطعی موجود ہے حق تعالیٰ فرماتے ہین من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت یہ آیت نہین یہ تو حدیث ہے کہنے لگے کہ یہ حدیث ہے مین تو قرآن ہی سمجھا تھا اسلئے

تمام مقاصد مین اسکی ضرورت ہے کہ منقولات پڑھی جاوین -

(ملفوظ ۱۰۶۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مین نے حساب باقاعدہ نہیں سیکھا اور یہ فرائض وغیرہ نکال لینا اور چیز ہے - فن مین مہارت ہونا اور چیز ہے مجھکو فن مین مہارت نہیں -

(ملفوظ ۱۰۶۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بریلوی خانصاحب کے ایک مرید تھے اب اُنھون نے اُن عقائد سے توبہ کر کے اس طرف رجوع کیا ہے - بہت دنون سے خط وکتابت کر رہے ہین اُنھون نے درمیان مین خانصاحب کے بیٹے کو مخاطب کر کے ایک اشتہار دیا تھا جسمین اُن سے چند سوالات کئے تھے وہ اشتہار میرے پاس بھی دیکھنے کو بھیجا تھا - مین نے لکھدیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا قلب ابھی اُس طرف سے فارغ نہین جب اُس طرف سے قلب کو فارغ کر لو تب مجھسے خط وکتابت کرنا اسکے بعد ان کا خط آیا اور لکھا کہ مین اُس طرف سے قلب کو فارغ کر چکا اور توبہ کر چکا اب کچھ نہ بولون گا - مین نے لکھا کہ ماشاء اللہ صدق طلب کے یہی معنے ہین - اب مین بسر وچشم خدمت کو حاضر ہون آج خط آیا ہے لکھا ہے کہ مین بیمار ہو گیا تھا اب بحمد اللہ اچھا ہون صرف کمزوری کی شکایت ہے ذرا قوت آجائے اسکے بعد حاضر خدمت ہون گا - مین نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر یہان آنا ہو تو شرط یہ ہے کہ خاموش مجلس مین بیٹھا رہنا ہوگا - اسکے متعلق لکھا ہے کہ خاموش بیٹھا رہون گا - فرمایا کہ ان لوگون کو جو دوسرے کو چھوڑ کر آئین خوب جھڑ جھڑانا چاہئے تاکہ معلوم تو ہو کہ دوسری جگہ معتقدین کی کیسی آؤ بھگت اور تواضع ہوتی تھی اور یہان کیسی گت بنتی ہے - یہان کی حالت بحمد اللہ بلا تشبیہ ایسی ہے جیسے کہ جنت مین جانا تو مشکل ہے مگر پہونچنے کے بعد پھر آرام ہی آرام ہے اگر یہ ہوتا کہ جانا تو آسان ہوتا اور وہان پہونچکر مشکلات کا سامنا ہوتا تو خاک بھی لطف نہ ہوتا اب تو یہ ہے کہ جون تون کر کے مصیبتین جھیلکر جسطرح بھی ہو سکے پہونچ جاؤ پھر پڑے ہوئے آرام کیا کرو بعض مشائخ نو گرفتارون کی تالیف قلب کا خاص اہتمام کرتے ہین مگر حق کے وضوح اور قوت کے بعد تالیف قلب کی ضرورت ہی نہین تالیف قلب ضعف کی حالت مین ہوتا ہے اور قوت مین استغنا ہونا چاہئے

(ملفوظ ۱۰۶۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل لکھے پڑھے ہون یا بے لکھے پڑھے سبکو قریب قریب فضول اور عبث مین ابتلا ہو رہا ہے - ایک مولوی صاحب نے جو دوسری جگہ مقیم ہین محض محبت کی وجہ سے ایک دوسرے صاحب کی معرفت جنکا یہان بیر رمضان المبارک مین قیام تھا میرے معمولات معلوم کئے تھے

اُنہوں نے مجھکو اطلاع کی۔ مین نے اُن سے کہا کہ لکھدو کہ یہی معمولات ہین کہ کوئی معمولات نہین۔ ان باتون مین رکھا کیا ہے آدمی کو کام کی بات مین لگنا چاہئے۔ مطلب معمولات کا یہ تھا کہ مراقبات۔ مجاہدات ریاضات کتنے ہوتے ہین۔ تلاوت قرآن پاک اور نفلین اشراق چاشت صلوٰۃ الاوابین تہجد کتنی پڑھی جاتی ہین۔ مین نے کہا کہ معمولات کیون پوچھتے ہین آیا میرے فضائل معلوم کرنا مقصود ہین اور لوگون مین اُن کی اشاعت کیجاویگی تو یہ تو اچھی خاصی استخوان فروشی ہے جسکو ہمارے بزرگون نے کبھی پسند نہین کیا اور اگر عمل کیلئے پوچھتے ہین تو دوسرے کے اعمال وافعال کی تحقیق اکثر سبب مضرت کا ہوجاتی ہے اس طرح سے کہ اگر اُن مین اپنے اعمال سے زیادتی دیکھی تو اپنے اعمال مین ضعف اور کم ہمتی پیدا ہوگی کہ جب ہم اتنا نہین کرسکتے جیسے یہ معمولات ہین تو ہم جو کچھ کرتے ہین اس سے کیا ہوگا بیکار ہے اور اگر کمی دیکھی تو یہ خرابی ہوگی کہ جب یہ بڑے ہوکر زیادہ نہین کرتے تو ہمکو ہی کیا ضرورت ہے تو اعمال مین تقلیل ہوجاویگی۔ غرض ہر طرح مضرت کا اچھا خاصہ پیش خیمہ ہوجاویگا اور وقت جسقدر ان تحقیقات مین فضول صرف ہوگا وہ خسران الگ رہا کہ ایک عبث اور فضول چیز کے درپے ہوکر وقت عزیز برباد کیا۔

(ملفوظ ۸۳۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ آجکل جو سوانح لکھی جاتی ہین اُن مین سے اکثر کی خرابیان سنئے۔ سلف کے بعد میں کافی بشری کمزوریان سب مین کچھ نہ کچھ ہوتی ہی ہین تو صدق کے معنے تو یہ ہین کہ وہ بھی سب لکھدو مگر ایسا نہین کرتے بلکہ اُن کمزوریون کو بھی تاویل کرکے محاسن مین داخل کرکے لکھتے ہین اور اسمین ایک راز ہے باریک وہ یہ کہ اگر اُن کمزوریوں کو ظاہر کرتے ہین تو سمجھتے ہین کہ لوگ کہیں گے کہ ایسے ناکارہ پیر سے کیا تعلق رکھیں اسلئے ایسی چیزون پر پردہ ڈالتے ہیں اور سوانح میں اس طرح سے سب باتون کا اظہار نکرنا تاریخی حیثیت سے تو موضوع سوانح کے خلاف ہے ہی مگر دینی حیثیت سے بھی جھوٹ ہے اور اچھا خاصہ دھوکا ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ایک کپڑا ہے جو نہایت بوسیدہ ہے مگر اسکو دھو کر کلپ دیکر استری کرکے دوسرون کے سامنے پیش کرتے ہین خواہ ہاتھ لگاتے ہی پاش پاش ہوجائے البتہ دور سے زیارت کرلو ہاتھ لگانا جرم ہے سو اسکی ضرورت ہی کیا ہے کہ ایسے امور کو چھپایا جاوے اگر اُنکو ظاہر کرکے اُن کا قابل اقتداء نہ ہونا بھی لکھدیا جاوے تو حرج کیا ہے اسلئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے افعال کا تو اتباع ہوتا ہے اُمتی کا فعل حجت نہیں ہوتا صرف فتوی حجت ہوسکتا ہے اور یہ بات مسلمات سے ہی اسلئے مین ایسے کتمان کو

نا پسند کرتا ہون -

(ملفوظ ۷۹۱) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ میرے مذاق کے خلاف ہے کہ کسی سے اتنی محبت کیجائے کہ جسکی وجہ سے حقائق پر پردہ پڑ جائے - ہر چیز کو اپنی حد پر رکھنا واجب ہے اگر غلبۂ حال سے کوئی بات ہو جاوے وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے مگر آجکل حدود کی ذرہ برابر پروا نہین کیجاتی سو یہ بہت ہی بڑی کوتاہی ہے

(ملفوظ ۷۹۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل بزرگی بھی چھوئی موئی کا درخت ہو گئی اسکی حفاظت کیلئے لوگ ہزارون تدابیر کرتے ہین جسمین کلفت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے جس سے وہ بزرگی اچھی خاصی زندگی کو بے لطف بنانیوالی چیز ہو جاتی ہے - چنانچہ آجکل کے رسمی پیرون کو دیکھا جاتا ہے کہ بیچارے معتقدین کے سامنے ایسے اہتمام سے رہتے ہین کہ جسکا حد و حساب نہیں ہر وقت اسی فکر مین رہتے ہین کہ کہیں اِس بات سے معتقدین کا اعتقاد خراب نہو جائے اُس بات سے اعتقاد خراب نہو جائے کیا یہ خدا پرستی ہے یہ تو کھلی مخلوق پرستی ہے اور علاوہ مخلوق پرستی کے اچھا خاصہ عذاب بھی ہے اور ہونا بھی چاہئے اسلئے کہ راحت تو خدا پرستی ہی مین منحصر ہے اور مخلوق پرستی تو عذاب ہی ہے اور یہ بزرگی اپنی کمزوری مین ایسی ہے جیسے جہلاء مین وضو کے متعلق مشہور ہے کہ کسی کا ستر دیکھنے سے حقہ پینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے سو محض عوام کے معتقد رہنے کو اتنا اہتمام کیا واہیات ہے کوئی معتقد رہے یا نہ رہے - اپنی ایسی تیسی مین پڑے اصل چیز اہتمام کی یہ ہے کہ اقوال و افعال احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہون بس یہ ہے اصل بزرگی اس بزرگی کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی - وضو تو وہ ہے جو کسی نواقض سے نہ ٹوٹے روشنی تو وہ چیز ہے کہ اگر لاکھ تاریکیان جمع ہو جائین تو ایک دیا سلائی کے روشن ہونے پر سب فنا ہو جائیں - اسیطرح حقیقت سے سب اوہام خود مضمحل ہو جاتے ہین -

(ملفوظ ۷۹۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وساوس کا ایک عجیب علاج فرمایا ہے - واقعی حضرت اس فن کے مجتہد تھے دوسرے مشائخ تو لمبے چوڑے وظائف بتلاتے ہین - حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب وساوس کثرت سے آنے لگین تو مستقلاً ان کے نکالنے کے در پے نہو بلکہ اُسوقت یہ خیال کر لو کہ خدا تعالیٰ کی بھی کیا عجیب صنعت ہے - قلب کو ایک دریا بنایا ہے جسمین کیسی کیسی موجین اُٹھتی ہین کہ اُن کے روکنے کی کوشش کرتا ہون مگر موجین ہین کہ نہیں رُکتین بس اس صنع الٰہی کے مراقبہ سے وہ وساوس آئینہ ہو جائیں گے

مشایخ صنع الٰہی کے جسطرح ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر درس کو عرض کیا تھا کہ حضرت کے یہان تو حدیث بھی آکر حنفی ہو جاتی ہے اسیطرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہان وساوس بھی آکر عبادت ہو جاتے ہین۔

(ملفوظ ۶۶۷) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل بعض طالبین مصلح کے اعمال کی کمی زیادتی کو دیکھتے ہین جو سخت غلطی ہے اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی مریض طبیب کے معمولات کو دیکھے کہ یہ تو خود ہی ایک روٹی کھاتا ہے اور ہمکو کہتا ہے کہ چار پانچ کھایا کرو یا کوئی اسکو دیکھنے لگے کہ طبیب پہلوان بھی ہے یا نہیں اگر نہیں تو بد اعتقاد ہو جائے۔ بھائی تمکو اس سے کیا بحث کہ وہ تندرست ہے یا بیمار وہ پہلوان ہے یا کمزور تمکو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو مرض تمہارے اندر ہے وہ اسکا بھی علاج کر سکتا ہے یا نہین اگر کر سکتا ہے تو علاج کراؤ ورنہ چلتے بنو جو تمہارا علاج کر سکے وہان جاؤ۔ بلانے کون گیا تھا

(ملفوظ ۶۶۸) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعضے خاص لوگون کو بھی شیخ اور ولی کا فرق معلوم نہیں ولی کہتے ہین مقبول کو اگرچہ لٹھ اور جاہل ہو اور شیخ کہتے ہین فن دان کو اگرچہ وہ فاسق فاجر ہو۔ ہان اتنا فرق ضرور ہو گا کہ اگر شیخ متقی ہو گا تو اسکی تعلیم مین برکت ہو گی۔ اگر متقی نہ ہو گا برکت نہ ہو گی لیکن چونکہ اکثر لوگونکو اسکے معنے معلوم نہیں اسلئے شیخ کا ولی ہونا لوازم سے سمجھتے ہین سو یہ غلطی ہے۔

(ملفوظ ۶۶۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھکو ایسی عبارت سے نفرت ہے جسمین اشارات ہون بات صاف ہونا چاہیے زبانی ہو یا کتابی الحمد للہ میری تصنیف مین عبارت نہایت واضح و کافی ہوتی ہے گو بعض مقام پر علمی مضمون ہونیکی وجہ سے دقیق ہوتی ہے باقی تصنیف و علوم کے علاوہ تقریر تحریر دقیق بھی نہین ہوتی سمجھنے والون کو ذرہ برابر گنجلک نہین ہوتی۔ مین اشارات مبہمہ سے کبھی کام نہیں لیتا اور اسی کا دوسرے سے بھی متوقع رہتا ہون۔

(ملفوظ ۶۷۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ دو سال سے خط و کتابت کر رہا ہون جسمین تعلیم اور بیعت کی درخواست ہوتی ہے مگر حضور فرماتے ہین کہ بیعت اور تعلیم دونوں ایک جگہ جمع نہین ہو سکتین (بہت سے مصالح سے یہی معمول ہے) اسپر فرمایا کہ انہون نے جو بیچ مین بیعت کی لم لگا رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ ابتک اصل مقصود مین کامیاب نہیں ہوئے۔ بیعت کو بڑا ہی اہم سمجھتے ہیں۔ میں لوگون کو اسی جہل سے نکالنا چاہتا ہون۔ میں نے جواب مین لکھدیا ہے کہ بیعت

کیلئے مناسبت کا انتظار ہوتا ہے اور مناسبت کے پیدا ہونیکی کوئی حد نہیں ممکن ہے بہت ہی دیر لگ جاوے سو اسکے پیچھے پڑکر اصل مقصود سے محروم رہنا بجز بیعقلی کے کیا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل کوئی کام ہو کام کرنے والون مین نہ اُسکے اصول ہین نہ حدود نہ اہل کو دیکھا جاتا ہے نہ نااہل کو بڑی ہی گڑبڑ ہو رہی ہے حالانکہ کام کرنیسے قبل ہمیشہ اُسکے نتائج پر غور کرنا اور اصول صحیحہ کے تابع ہو کر کام کرنا ضروری ہے۔ ایک مدرسہ سے ایک طالب علم کا خط آیا تھا لکھا تھا ایک جماعت کی طرف سے میرے سپرد شعبہ تبلیغ کی امارت ہے جمعرات کے روز مبلّغین کو جمع کر کے تبلیغ کیلئے بھیجنا اسکے ذمہ ہے اور بعض مرتبہ بعض مقام پر مین خود بھی تبلیغ کیلئے جاتا ہون اس مرتبہ ایک طالب علم سے کچھ غلطی ہو گئی مین نے اُسکی غلطی پر تنبیہ کی اُسنے کہا کہ مجھکو سزا دیجئے۔ مین نے اُسکے کان پکڑوا دئے اسکے بعد مجھکو بیحد ندامت ہوئی اور اُس طالب علم سے معافی چاہی۔ مجھکو ایسا کرنا چاہیے تھا یا نہیں اور یہ اچھا ہوا یا برا۔ مین نے لکھدیا کہ بُرا ہوا بلا ضرورت اسکی اہانت کی تم امارت سے استعفاء دیدو تم اسکے اہل نہیں ہو۔ آج پھر خط آیا ہے لکھا ہے کہ مین اُسیوقت سے امارت سے مستعفی ہو گیا ہون اور اپنی اس حرکت اور بیوقوفی پر نادم ہون۔ مین نے لکھا ہے کہ امارت ہی کو چھوڑا ہے یا تبلیغ کے کام کو بھی چھوڑ دیا۔ کبھی یہ سمجھے ہوں کہ امیر کے ذمہ تو دین کا کام ہے اور غیر کے ذمہ دین کا کام نہین۔ جب امارت ہی نہ رہی تو دین کا کام بھی میرے ذمہ نہین۔ پھر فرمایا کہ طلبہ کو ایسے عہدے دینا نہایت برا قاعدہ ہے اسمین چند مفاسد ہین۔ ایک تو یہ کہ مثلاً اُنہوں نے سزا دی یہ بھی طالب علم وہ بھی طالب علم آپسمیں اندیشہ ہے عداوت کے پیدا ہو جانیکا۔ دوسرے یہ کہ جسکو امیر بنایا وہ خراب ہو گا اسمین کبر پیدا ہو گا۔ تیسرے یہ کہ اگر کسی وجہ سے اُسکو عہدے سے معزول کیا گیا اُسکو اساتذہ پر بدگمانی ہو گی یا یہ کہ اساتذہ کو اپنے سے بدگمان سمجھے گا۔ غرضکہ شیطان کا شیرہ ہے جس سے بہت سی خرابیان پیدا ہو سکتی ہین اور بھی اسمیں بہت سی جزئیات ہین جنکا احاطہ مشکل ہے ان وجوہ سے ہرگز ہرگز طلبہ کو اس قسم کے عہدے یا اعزازی وامتیازی کام نہ سپرد کرنے چاہئین ایسے کام اساتذہ کے ہاتھ مین ہونے چاہئین اگر اساتذہ کسی کی غلطی یا کوتاہی پر کوئی سزا وغیرہ بھی دین تو چونکہ تلامذہ کے قلوب مین اساتذہ کی پہلے سے وقعت اور عظمت ہوتی ہے اسلئے زیادہ اندیشہ ناگواری کا نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ آجکل جو نمائش وغیرہ ہوتی ہین ان مین جاکر اشیاء خریدنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اس نمائش کی مثال بازار کی سی ہے جو بازار کے آداب ہین وہی اسکے آداب ہین۔ سو بلا ضرورت نہ بازار مین جانا مناسب ہے نہ ان مین۔ عرض کیا کہ ان مین تماشہ وغیرہ کا اضافہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تو بڑے شہروں کے بازاروں مین بھی ہوتا ہے حتے کہ فاحشہ عورتین بازار میں بیٹھی ہوتی ہین تو کیا ضرورت کیلئے جانا جائز نہ ہوگا حاصل یہ ہے کہ ضرورت کیلئے جانا جائز بلا ضرورت برا۔ بس جو بازار کا حکم ہے وہی ان کا۔ پھر فرمایا کہ میں ایک مرتبہ طالب علمی کے زمانہ مین میرٹھ مین نوچندی دیکھنے گیا۔ شیخ الٰہی بخش صاحب کے یہان والد صاحب ملازم تھے میاں الٰہی بخش صاحب کے برادر زادہ شیخ غلام محی الدین نے مجھسے دریافت کیا کہ مولوی صاحب نوچندی مین جانا کیسا ہے میں نے کہا کہ جو مقتدا بننے والا ہو اُسکو جانا جائز ہے اسلئے کہ اگر وہ کسیکو منع کریگا اور اُسوقت اُسپر یہ سوال کیا جاوے کہ اُسمین کیا خرابی ہے تو اپنے آنکھ سے دیکھی ہوئی خرابیوں کو بے دھڑک بیان تو کر سکے گا یہ سنکر وہ بہت ہنسے کہ بھائی مولوی لوگ اگر گناہ بھی کرین تو اُسکو دین بنا لیتے ہین۔ فرمایا کہ لڑکپن مین ذہن بہت چلتا تھا گو کبھی ٹیڑھا بھی چلتا تھا جیسا اس واقعہ مین نفس کی شوخی تھی اب ایسی باتوں سے نفرت معلوم ہوتی ہے

(ملفوظ ۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ شیخ الٰہی بخش صاحب رئیس چھاونی میرٹھ کے خاندان کے ایک حصہ کے ایک پیر جن کا نام حافظ عبدالرحمن صاحب تھا میرٹھ آئے میں بھی اُس زمانہ مین میرٹھ تھا۔ مجھکو معلوم ہوا۔ مین اکثر بزرگون اور درویشوں سے ملا کرتا تھا عمر بھی زیادہ نہ تھی گو بالغ ہوچکا تھا مگر نوبالغ تھا مین بھی اُنکی خدمت مین پہونچا اور مجمع بیٹھا تھا اُنہون نے تعارف کرایا کہ یہ طالب علمی کر رہے ہین مولوی ہین یہ سنکر پیر صاحب نے وحدۃ الوجود پر استدلال کیلئے حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے جو مثنوی کے افتتاحی اشعار کی شرح ہین اور ایسے درد سے پڑھے کہ سنکر مجھپر بھی ایک قسم کی محویت طاری ہوگئی اور پڑھکر فرمایا کہ دیکھئے مولوی جامی فرماتے ہین ؎

متحد بودیم باشاہ وجود حکم غیریت بکلی محو بود

دیکھئے اسمین اتحاد کا صاف حکم ہے۔ مین نے فوراً کہا کہ اسمین متحد ہستیم نہیں متحد بودیم ہے جسمین فی الحال اتحاد کی نفی کا صاف حکم ہے۔ پیر صاحب بیچاروں سے اسکا کچھ جواب نہیں بن پڑا۔ پھر مجھکو خیال ہوا کہ بہت سے لوگون کے پیر ہین معلوم نہیں مرید لوگ کیا اثر لین مگر اُس ہی خاندان کے ایک معزز فرد نے

مجھکو بلا بھیجا۔ میں سمجھا کہ شاید آیندہ کیلئے ایسی جرأت سے روکیں۔ میں پھونچا خوش ہو کر ملے اور پوچھا کہ مولانا یہ کیا معاملہ تھا۔ میں نے سب سنا دیا خوش ہوئے اور یہ کہا کہ بہت ہی اچھا جواب دیا غرض کسی پر ذرہ برابر گرانی نہیں ہوئی۔ یہ خاندان ہمیشہ سے مہذب اور بزرگوں کے سامنے مودب رہا ہے۔ اب بھی ان میں بیحد تہذیب ہے۔ تہذیب کا ایک نمونہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ شیخ الٰہی بخش صاحب مرحوم کے دسترخوان پر مولوی عبدالسمیع صاحب صاحب مولد تھے شیخ صاحب اُن کے معتقد بھی تھے شیخ صاحب کو پانی کی ضرورت ہوئی نوکر نے پانی پیش کیا چونکہ داہنے ہاتھ سے کھا رہے تھے اُنگلیاں بھری ہوئی تھیں اسلئے بائیں ہاتھ مین پانی لیکر پی لیا۔ مولوی عبدالسمیع صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے ہر کام میں نصرانیت اختیار کرلی ہے حتّٰی کہ پانی بھی بائیں ہاتھ سے پینے لگے جو خلاف سُنّت ہے۔ ان کی تو باوجود زیادہ متبع سنت نہ ہونیکے اظہار حق کی شان دیکھئے ایسے علماء اگر اُمراء سے ملیں تو چنداں مضر نہیں گو جانا اُنکے دروازوں پر احتیاج کی صورت ضرور رکھتا ہے جو مناسب نہیں۔ اور دوسری طرف شیخ صاحب کی بے نفسی اور تہذیب ملاحظہ ہو کہ باوجود اُنسے معتقد ہونیکے حق بات پر ناگواری نہیں ہوئی اور باوجود پیاس نہ ہونیکے قبول حق کو عملاً اس طرح ظاہر کیا کہ بلا ضرورت پھر نوکر سے پانی منگایا اور اُسکو داہنے ہاتھ مین لیکر پیا اور زبان سے کچھ نہیں کہا۔ توبہ بھی ہوگئی اور سُنّت پر بھی عمل ہوگیا +

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب خیالات کے تو غیر غالی بدعتی تھے مگر تھے نیک نیت۔ مین زمانہ طالب علمی میں دیوبند سے میرٹھ والد صاحب کے پاس آیا ہوا تھا۔ زیادہ قیام کی ضرورت تھی والد صاحب نے میرے اسباق کے ناغہ کے خیال سے مجھکو درس کیلئے اُنکے سپرد کرنا چاہا مگر اُنہوں نے فرمایا کہ کثرت اساتذہ مناسب نہیں اور وہ بھی محض دو چار روز کیلئے کیونکہ کثرت مین سب کے حقوق ادا نہیں ہوسکتے کیسے کام کی بات فرمائی۔ اب جو میں اُن کی نسبت نرم الفاظ کہتا ہوں سامعین کے نزدیک یہ رعایت ہے اور اگر اُن سے کچھ پڑھ لیتا تو اُسوقت اس قسم کے نرم الفاظ نصرت سمجھی جاتے اور نافع نہ ہوتے نیز کچھ مداہنت بھی ہوسکتی تھی اللہ تعالیٰ نے بچالیا اُنکی شاگردی سے۔ اور اُسکے آثار سے پھر اُن کے نیک ہونیکا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص اُنکے پاس آیا اور سوال کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے متعلق آپکا

کیا خیال ہے۔ اُنہون نے اُس سائل سے دریافت کیا کہ تمسے موت کیوقت یا قبر مین یا حشر مین یا میزان پر یا پلصراط پر یہ سوال ہوگا۔ عرض کیا کہ نہین پھر کہا کہ کیا تمکو معلوم ہے کہ قیامت مین نماز اول پوچھی ہوگی عرض کیا کہ جی معلوم ہے۔ کہا کہ اچھا بتلاؤ نماز مین فرض واجبات۔ سُنن مستحبات کیا کیا ہین۔ بیچارہ گم ہوگیا۔ فرمایا کہ جاؤ کام کی باتون مین وقت صرف کیا کرتے ہیں۔ غیر ضروری سوال نکرنا چاہئے اکثر بدعتی بڑے زور سے ایمان ثابت کرتے ہین مگر اُنہون نے سائل کی دینی مصلحت کو دیکھکر اُسکے موافق جواب دیا۔ کم از کم علماء کو ایسا تو ہونا چاہئے کہ سائل کے تابع تو نہ بنین +

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ میرا دل ذرہ برابر گوارہ نہیں کرتا کہ کسیکو میری وجہ سے تکلیف پہونچے البتہ جب مجھکو تکلیف پہونچاتے ہیں اُس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہون اُس مین چاہے بلا میرے قصد کے اُنکو تکلیف پہونچ جائے اس صورت میں اُنکو جو تکلیف پہونچتی ہے خود اپنے ہی سے پہونچتی ہے نہ ایسی حرکت کرین نہ دوسرون کو تکلیف ہو اور نہ خود تکلیف اُٹھائین اور یہ سب ان رسوم و تکلفات کی بدولت مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تباہی ہورہی ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسلمان اس زمانہ مین فضول اخراجات کی بدولت تباہ و برباد ہین مگر اب تک یہ حالت ہے کہ فضول اخراجات سے نہیں رُکتے۔ فرمایا کہ یہی ہورہا ہے پھر جب پیسہ پاس نہیں رہتا تو جھوٹ فریب کا (اسمیں پیسہ اور پیشہ کی تجنیس کا لطیفہ ہے) پیشہ اختیار کر لیتے ہین۔

۲۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مسجد مین پہونچا اُسکو یہ خیال ہوا کہ اذان اور جماعت ہوچکی اس خیال سے اُسنے اپنی نماز پڑھ لی بعد مین معلوم ہوا کہ نہ اذان ہوئی نہ جماعت تو پھر دوبارہ جو نماز مین شرکت کرے گا تو کیا فرضون ہی کی نیت کریگا۔ فرمایا کہ ایک سوال اسمین اور اضافہ کر لیا جائے کہ کن کن اوقات مین شرکت کرے اور کن کن مین نہیں تا کہ سوال و جواب دونون مکمل ہوجائین۔ پھر فرمایا کہ عصر و مغرب و فجر مین تو شرکت نہیں کر سکتا اور عشاء اور ظہر مین

شرکت کر سکتا ہے - اب تمہارے سوال کا جواب دیتا ہون کہ اسمین نیت نفلون کی ہوگی اور فرض ادا ہو چکے دوبارہ فرض نہ ہونگے اور یہ شخص فرض کی امامت بھی نہیں کر سکتا - عرض کیا کہ ایک شخص یہ کہتا تھا کہ پہلے جو فرض پڑھے ہیں وہ نفلین ہو گئیں اب دوبارہ جو پڑھے ہے گا وہ فرض ہونگے - فرمایا کہ یہ اُسنے غلط بیان کیا اسکی بالکل ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص نے سرکاری خزانہ مین مالگذاری کا روپیہ داخل کیا اور اُسکے بعد حاکم خزانہ کے پاس ڈالی لیکر گیا اب کہتا ہے کہ جو رقم مین نے پہلے داخل کی ہے اُسکو تو ڈالی سمجھو اور اسکو مالگذاری سو یہ کہنا محض لغو ہوگا - ایسی ہی اس کی مثال ہے کہ فرض جو پڑھ چکا اُنکو نفل بتلانا اور نفل کو فرض بتلانا (یہ مثال مسائل کی رعایت سے دیگئی ورنہ اسکی حاجت نہین)

(**ملفوظ**) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ہر شخص کا کام نصیحت کرنیکا نہین اسکے بھی شرائط ہین بدون اُن شرائط کے نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے بدون وضو کے نماز پڑھنا - ایک شخص یہاں پر مقیم تھے اُنہون نے دوسرے شخص کو ایک نصیحت کی اور یہاں کے قواعد مین مصالح تربیت کی بناء پر یہ بھی داخل ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ نہ کہے - مین خود ہی ہر بات کا انتظام رکھتا ہون کیونکہ ایک طالب کے دوسرے طالب کو کچھ کہنے مین عوارض کی وجہ سے بڑی خرابیان اور بڑے مفسدے ہین مین نے اُن سے مواخذہ کیا کہ تمنے اُنکو نصیحت کیون کی - شاید یہ جواب دیا کہ دین سمجھکر - مین نے کہا کہ نماز دین ہے مگر اُسکی بھی شرطین ہین ایسے ہی تبلیغ اور نصیحت کی بھی شرطین ہین کیا وہ تمکو معلوم ہین کہنے لگے کہ نہیں - مین نے کہا کہ جب شرطین معلوم نہیں تو تمنے جو نصیحت کی یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ دین ہے - اسپر کوئی جواب نہیں دیا - مین نے کہا کہ لو مین وہ شرطین بتلاتا ہون نصیحت کی پہلی اور ادنیٰ شرط یہ ہے کہ جسکو نصیحت کرے عین نصیحت کیوقت یہ سمجھے کہ مین اُس سے کم درجہ کا ہون اور وہ مجھسے افضل ہے تو جسوقت تمنے نصیحت کی تھی قسم کھا کر بتلاؤ کہ کیا یہ خیال تمہارے دل مین تھا کہ مین ارذل ہون اور یہ افضل یا اس کا عکس تھا کہنے لگے کہ عکس ہی تھا - مین نے کہا تو یہ تکبر ہوا جو معصیت ہے اور تم کہتے ہو کہ دین سمجھکر کیا - کیا جو چیز تکبر سے ناشی ہو وہ دین ہو سکتا ہے اب یہ دیکھو کہ یہ تکبر تم مین کاہے سے ہوا - یہ ذکر و شغل سے پیدا ہوا اسکے سبب اپنے کو بزرگ سمجھنے لگے اسلئے آج سے ذکر و شغل چھوڑ دو لیکن مطلب اسکا یہ ہے کہ ہیئت متفاد ہ ایک جگہ

بیٹھکر مت پڑھو چلتے پھرتے پڑھا کرو جسکی کسیکو خبر بھی نہ ہو دوسرے ... خانقاہ والون کی جوتیان سیدھی کرکے رکھا کرو اور اُن کے وضو کیلئے لوٹے بھر کرو۔ دس روز تک اُنہوں نے ایسا ہی کیا تب اُن کا نفس ڈھیلا ہوا۔ اور نفس اسیطرح ڈھیلا ہوتا ہے۔ لوگون سے کہتے تھے کہ مجھکو دس برس مین بھی وہ نفع نہ ہوتا جو ان دس دن مین نفع ہوا۔ ایک شخص ہر حال مین دوسرے کو اپنے سے اچھا سمجھنے پر کہتے تھے کہ مثلاً مین نے تو نماز پڑھی اور دوسرے نے نہین پڑھی تو اُس سے اپنے کو کمتر کیسے سمجھون۔ مین نے ایک مثال سے سمجھایا کہ کسی جرم کی بناء پر بادشاہ نے شہزادے کے بید لگانیکا بھنگی کو حکم دیا۔ اب بتلاؤ کہ عین بید لگانیکے وقت کیا بھنگی اپنے کو شہزادے سے افضل سمجھیگا ہرگز نہین بلکہ یہی خیال کریگا کہ شاہی حکم کی بناء پر بید لگا رہا ہون باقی شہزادہ شہزادہ ہی ہے اور مین بیچارہ ایک بھنگی تو دونون باتین یعنی اُسکو مجرم سمجھنا اور اپنے سے افضل سمجھنا ایک وقت مین جمع ہو سکتی ہیں۔

(**ملفوظ** ۹۹۹) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ متکبرین کی سی وضع اختیار کرنا اُن کا سا لباس پہننا اس مین خاصیت ہے کبر کی جس سے ایک ظلمت پیدا ہوتی ہے اور قلب بگڑتا ہے۔ اسیطرح اپنی حیثیت سے زیادہ قیمتی کپڑا پہننا اپنی وسعت سے زیادہ سامان جمع کرنا یہ سب کبر کی فرع ہیں خصوص جب فجار یا کفار کی ساتھ تشبہ بھی ہو تب تو ظلمات بعضہا فوق بعض کا مصداق ہوگا۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ آجکل جدید تعلیم یافتہ کہتے ہین کہ تشبہ مین کیا رکھا ہے آج ہی ایک خط آیا ہے انگریزی دان ہین انہین کو ایسی ایسی سوجھتی ہین لکھا ہے کہ مین بہت عرصے سے پریشان ہون مگر آج تک من تشبہ بقوم فہو منہم میری سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمایا کہ اب جواب لکھون گا اور سمجھاؤن گا۔ (یہ خط مکتوبات حسن العزیز ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ یوم جمعہ مین مع سوال و جواب حضرت والا نقل ہو چکا ہے جسمین ایک عجیب عنوان اور مثال سے حدیث کی شرح فرمائی گئی ہے اور یہ خط النور ع۱۱ و ۱۲ ج ۵ و ۶ بابتہ شعبان و رمضان و شوال ۱۳۵۲ھ کے صنہ ۹۰ والنور ع۹ بابتہ محرم ۱۳۵۳ھ کے صکہ ۲ پر طبع ہو چکا ہے ۱۲ جامع)

(**ملفوظ** ۱۰۰۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ جدید تعلیم یافتہ لوگ تو مولویون کو بیوقوف سمجھتے ہیں۔ اور زبان سے بھی کہتے ہین کہ مولوی بیوقوف ہوتے ہین مگر انکو جو مولوی ملا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے کتابین سمجھکر نہیں پڑھیں ورنہ انکو پتہ چل جائے کہ مولوی بیوقوف ہوتے ہین یا خود یہ جناب

اور یہ واقعہ ہے کہ اگر طالب علم دینی کتابین سمجھکر پڑھ لے پھر اُنکی قابلیت کے مقابلہ مین کوئی کتنی ہی ڈگریان حاصل کیا ہوا ہو ہرگز ہرگز قابلیت نہیں ظاہر کر سکتا +

(**ملفوظ**) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت التشبہ کے مسئلہ پر مولوی طیب صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے عجیب بحث کی ہے اور بہت سی حضرت کی فرمائی ہوئی باتیں اور مثالین اُس مین لکھی ہین - فرمایا کہ جی ہان میرا خیال ہوا تھا کہ اُن صاحب کو جنہون نے من تشبہ بقوم فہو منہم کا مطلب سمجھنے سے اپنے کو قاصر لکھا ہے (جنکا مقولہ اوپر کے ملفوظ مین بیان کیا گیا ہے) اُس رسالہ کا پتہ لکھدون مگر پھر یہ خیال ہوا کہ ابھی نہیں ذرا یہ دیکھ لون کہ استعداد فہم بھی سمجھنے کی ہے یا نہیں - اسکے بعد پتہ بتلاؤن گا - مین نے تو اس مبحث مین **حیوۃ المسلمین** رسالہ کے ۲ دو ورق مین جو کچھ لکھا وہ کافی وافی ہے مگر اُس مضمون کا نام مین نے تشبہ نہین رکھا قصداً امتیاز قومی رکھا ہے اُنہین کے مذاق پر کیونکہ ایسے عنوانات کی اہمیت اُن کے یہان بہت ہے +

(**ملفوظ**) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ بلا مجامعت اور خلوت صحیحہ کے ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دیدیا اس صورت مین عدت ہے یا نہیں - یہ سوال اگر کہیں اور جگہ جاتا تو جواب مین یہی لکھدیتے کہ عدت نہین - مگر مجھکو وہم ہوا کہ معلوم نہین یہ شخص خلوت صحیحہ کو بھی سمجھتا ہے یا نہین - جواب سے پہلے اسکے معلوم کرنے کی ضرورت ہے اسلئے مین نے لکھا ہے کہ خلوت صحیحہ تم کسے سمجھتے ہو تمہارے ذہن مین خلوت صحیحہ کا مفہوم ہے کیا - ممکن ہے کہ خلوت صحیحہ کو سمجھتے ہی نہ ہون تو جواب کو غلط سمجھتے - ایک مرتبہ ایک صاحب نے مجھسے پوچھا کہ تصوُّر شیخ کے متعلق کیا حکم ہے اُسوقت زیادہ تجربہ نہ تھا عمر بھی تھوڑی تھی مین کہدیتا کہ کوئی حرج نہین مگر خدا نے سنبھالا - مین نے کہا کہ آپ تصوُّر شیخ کا مطلب کیا سمجھتے ہین - کہنے لگے کہ خدا کو پیر کی شکل مین سمجھنا - میں نے اپنے دل مین کہا کہ اللہ ہی نے خیر کی ورنہ یہ شخص ہمیشہ کیلئے گمراہی مین مبتلا ہو جاتا - تب مین نے اُس کا نفی مین جواب دیا یہ سب تجربہ کی باتین ہین لوگ اُس پر مجھکو وہمی کہتے ہین - کیا یہ وہم ہے احتیاط کا نام وہم رکھا ہے عدل کا نام سختی رکھا ہے - ناجائز نرمی اور مُداہنت کا نام اخلاق رکھا ہے - بس چھٹی ہوئی -

(**ملفوظ**) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ سب سے بڑی مانع چیز خدا کے دربار مین رسائی سی اور مقبول ہونے سے کبر ہے اور اسوقت اسمین اِلّا ماشاء اللہ عام ابتلا ہو رہا ہے حتیٰ کہ اہل علم بھی

اسس مرض مین مبتلا ہین اور عوام سے زیادہ مُضر اہل علم کا ابتلا ہے اسلئے کہ جب پیشوا ہی گُم کردہ راہ ہون تو ہدایت کی بظاہر کوئی صورت ہی نہین

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل قادیانیون کی وجہ سے بڑا فتنہ ہو رہا ہے۔ ہر جگہ ان کا مشن کام کر رہا ہے۔ ایک قادیانی چند مرتبہ تو میرے پاس اپنے مذہب کی کتابین دکھلانیکو لاچکا اور مجھسے زبانی مذہبی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ مین نے کہدیا کہ مین عالم نہیں ہوں اپنے مذہب سے پورا واقف نہیں۔ یہ باتین تم ہمارے علماء سے پوچھو اور اُنہیں سے گفتگو کرو۔ فرمایا یہی جواب مناسب ہے۔ جتنے اہل باطل فرقے ہین شب و روز اسی فکر مین رہتے ہین اور اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہین پھر انکے پاس اتفاق سے اشاعت اور تبلیغ کا سامان موجود ہے۔ کافی سرمایہ ہے۔ دوسرے ممالک تک مین تبلیغ کیلئے پھونچ گئے آجکل حق و باطل کو تو کوئی دیکھتا نہین صرف ان باتون کو دیکھتے ہین کہ تبلیغ کا کام کرتے ہین۔ آریون سے مناظرہ کرتے ہین اسلام کے ہمدرد ہین۔ اگر تبلیغ اور اشاعت کی کثرت حق کا معیار ہے تو اسوقت عیسائیون سے زیادہ کوئی بھی تبلیغ نہین کر رہا تمام ممالک میں اُنکے مشن کھُلے ہوئے ہین اسیطرح مناظرہ کرنا بھی حق کا معیار نہین ہو سکتا عقل اور فہم لوگون سے جاتا رہا جو ایک بہت بڑا قہر خداوندی ہے۔ ابتو یہانتک نوبت آگئی ہے کہ لوگون کو اسپر شبہ ہوتا ہے کہ قادیانی تو اپنے کو مسلمان کہتا ہے پھر علماء اُسکو کافر کیون کہتے ہین خوب سمجھ لو کہ اس کا اپنے کو مسلمان کہنا ایسا ہے جیسے مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا اور اپنے کو مسلمان کہتا تھا نماز پڑھتا تھا حضور کی رسالت کی تکذیب نہ کرتا تھا بلکہ صرف اپنی رسالت کا دعوی بھی کرتا تھا کہ جیسے یہ رسول ہین ایسا ہی مین بھی رسول ہون۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اگر صحیح اصول کا اتباع کیا جاوے تو کوئی بھی پریشانی نہین خصوص اس طریق مین تو پریشانی ہے ہی نہین۔ دین اور پریشانی عجیب بات ہے۔ دین مین پریشانی تو ہے ہی نہین خواہ وہ احکام ظاہرہ ہون یا باطنہ۔ لوگون نے بوجہ لاعلمی کے اور فن سے ناواقف ہونیکے خود اپنے اوپر پریشانیان لے رکھی ہین اور سختیون مین پڑے ہوئے ہین اور اگر کوئی بات نفس کے خلاف بھی ہو تو جب اسمین عبد کا سراسر نفع ہے تو پھر اعتراض اور شبہ پریشانی کا کیسا تعجب ہے کہ دین ہی اس قسم کی نکتہ چینیوں اور اعتراضوں کیلئے رہگیا ہے۔ طبیب مسہل دیتا ہے کسی روز منضج دی

کسی روز تبریز۔ غرضکہ اسقدر جھگڑا کہ تھمایا نہیں تھمتا۔ وہان کبھی یہ اعتراض نہ پیدا ہوا کہ اسمین تو بڑی پریشانی ہے۔ حاصل یہ کہ اول تو دین کے اتباع مین کوئی پریشانی نہیں اور اگر بالفرض ہو بھی تو ایمان والون کی تو یہ شان ہونا چاہیئے اور واقع مین جو دین کی حقیقت سے باخبر ہو چکے ہین اُن کی حالت اور شان ہے بھی یہی کہ وہ بزبان حال کہتے ہین ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور وہ ہر کشمکش اور انقلاب کو دیکھکر تسلیم و رضا کی ساتھ یہ کہتے ہین ؎

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خندان ست　　　بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان است

(ملفوظ ۹۸۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ہر حالت مین اعتدال ہی اسلم ہے مثلاً اگر کسی پر مشاہدہ کا یا خوف یا محبت کا اتنا غلبہ ہو جاوے جس سے کسی وقت سکون اور افاقہ ہی نہ ہو تو یہ شخص نماز روزہ سے بھی جاتا رہے علاوہ معذوری باطنی کے ایک حسّی معذوری یہ ہو جاوےگی مثلاً نماز بدون طاقت کے نہین ہو سکتی۔ اور طاقت بدون طعام کے نہیں ہو سکتی اور طعام بدون رغبت کے نہین ہو سکتا اور اس حالت مین رغبت کا ہونا مشکل تو پھر قوت بھی نہ ہوگی اور کوئی کام نہ ہوگا۔ نیز ان چیزون کے دوام نہ ہونے مین ایک اور بھی حکمت ہے وہ یہ کہ حضوری مین جو لطف ہوتا ہے یہ دوری ہی کی بدولت ہوتا ہے لطف اسی مین ہے کہ کبھی حضوری ہے اور کبھی دوری کبھی سونا ہے کبھی جاگنا کبھی ہنسنا ہے کبھی رونا کبھی بولنا ہے کبھی چُپ رہنا کبھی قبض ہے کبھی بسط ایک حالت پر فطرۃً انسان رہ نہین سکتا غرض ہر چیز مین خدا کی حکمتین اور اسرار ہین جنکو بندہ سمجھ نہین سکتا اسلئے خود تمناؤن کو فنا کرکے تفویض اختیار کرے

(ملفوظ ۹۸۵) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ طلب صادق بھی عجیب چیز ہے۔ یہی ایک ایسی چیز ہے کہ بڑے بڑے سخت کام کو سہل بنا دیتا ہے۔ دیوبند مین ایک شخص تھے دیوان اللہ دیا اُنہون نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ مین کیا چیز ہون اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتلایا کہ وہان جاکر مرید ہو جاؤ۔ اُنہون نے کچھ چون وچرا نہین کی سیدھے گنگوہ حضرت کی خدمت مین پہونچے اور جاکر مُرید ہو گئے پھر دیوبند واپس آئے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عرض کیا کہ حضرت بیعت

کر لیجئے - فرمایا کہ گنگوہ حضرت سے تو بیعت ہو آئے پھر یہ درخواست کیسی - عرض کیا کہ وہاں تو آپ کے فرمانے سے بیعت ہو آیا اور بھی جس جس سے آپ فرمادیں بیعت ہو جاؤں - باقی اصل بیعت تو آپ ہی سے ہوگا کیا ٹھکانا ہے اس محبت اور اطاعت کا کیسے سمجھدار آدمی تھے مخالفت بھی نہیں کی شیخ کی اور درخواست بھی نہ چھوڑی آخر مولانا کو بیعت کرنا پڑا اور واقعی بیعت تو وہی ہے جو ایسی طلب کے بعد ہو باقی اب تو بیعت اکثر محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے لوگ ہیں کہ بیعت پر مرے جاتے ہیں اس سے اُن کے فہم و فساد اعتقاد کا کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھتا ہے یا غرض کا اندازہ ہو جاتا ہے - اور اس غرض کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے ایک عورت ہے اُسکو شہوت تو ہے نہیں مگر نان نفقہ کی ضرورت ہے وہ ایک شخص سے نکاح چاہتی ہے اُسنے کہا کہ بیوی نکاح تو میں کرتا نہیں ہاں پچاس روپیہ ماہوار تجھکو دیا کروں گا تو اس عورت کا اسمیں کیا حرج ہے لیکن اگر نکاح ہی پر اصرار ہے تو معلوم ہوا کہ اسمیں شہوت ہے ایسے ہی یہاں سمجھ لیا جائے کہ جب بدون بیعت ہوئے ہی وہ کام ہو جائے جو بیعت ہونے سے ہوتا تو پھر بیعت پر کیوں اصرار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا ہے کوئی نفسانی غرض قلب میں بیٹھی ہوئی ہے جو مثل شہوت کے ہے اور میں اُسکو بتلائے دیتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں نام کرنا مقصود ہے کہ ہم بھی فلاں سے تعلق رکھنے والے ہیں جسکا منشا جاہ ہے اور یہ ناشی ہے کبر سے گو بظاہر دین کی بات ہے مگر اسی میں یہ شخص ایسے امراض کا شکار بنا ہوا ہے جو ام الامراض ہے - یہ حقیقت ہے آجکل کے اصرار بیعت کی جو میں سمجھا ہوں - اللہ کا شکر ہے کہ مجھکو نبض شناسی عطا فرمائی -

۸

(ملفوظ ۸۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ والد صاحب مرحوم نے چار نکاح کئے تھے اُسوقت عام دستور تھا معافی مہر کا اسی لئے اس طرف کبھی التفات نہیں ہوا مگر ایک بار دفعۃً تنبہ ہوا (اور اس عام عادت پر قناعت نہ ہوئی - اس بناء پر میرے حصہ پر شرعی مسئلہ کی رو سے جو رقم بیٹھی تھی اُسکو تقسیم کرنیکا انتظام کیا اسلئے کہ وہ جائداد تو والد صاحب کی ہم ہی لوگوں کو پہونچی اُسکے ذمہ یہ دین مہر بھی ہونا چاہئے اسلئے فرائض نکلوائی صرف مناسخہ کی اُجرت میں مجھکو چودہ (۱۴) روپیہ دینے پڑے اور تقریباً سال بھر کے عرصہ میں ورثہ کی تحقیق ہوئی - کوئی مکہ معظمہ ہے کوئی مدینہ منورہ میں کوئی بمبئی میں کوئی کلکتہ میں کوئی لاہور میں - غرض الحمد للہ بعد تحقیق سبکو رقمیں پہونچادی گئیں غالباً آٹھ سو (۸۰۰) روپیہ سے کچھ کم یا زائد

منہ کے حصہ پر رقم بیٹھی جسمین سے صرف دو جگہ باقی ہین جہان ابھی رقمین نہیں پہونچین بمبئی اور
مکہ معظمہ (جو بعد مین وہان بھی پہونچ گئیں ۱۲ جامع) ورثہ کے حصص مین بعض بیچارون کے حصہ پر
ایک ہی پیسہ آیا بعض کے حصہ پر دو ہی پیسے آئے - کاندھلے مین بڑے بڑے معزز و متمول لوگ
ہین بعض کے حصہ پر قلیل پیسے آئے مگر میری درخواست پر کسی نے قبول کرنے سے انکار نہیں کیا
مجھکو بڑی ہی مسرت ہوئی کہ انہون نے قبول فرمالیا اور اس خیال سے نہ تو معاف کیا کہ معاف کرنیکی
کوئی چیز نہین کوئی کائنات بھی ہو اور نہ لینے سے انکار کیا کہ میری دل آزاری اور دلشکنی ہوگی -
ماشاء اللہ کیا ٹھکانا ہے انکی اس سمجھ اور فہم کا اور شرافت کا - اب ایک واقعہ اسکے مقابل
سُنئے اُن ہی ورثہ مین سے ایک شہر مین ایک صاحب ہین جو طبیب بھی ہین اور ایک کالج کے
پروفیسر بھی ہین اُنکے حصہ پر ترپن (۵۳) روپیہ بیٹھے - مین نے بذریعہ منی آرڈر روانہ کردئے - روپیہ
تو وصول کر لیا اور مجھکو لکھتے ہین کہ معلوم نہیں کہ آپنے کس قاعدہ سے ترکہ تقسیم کیا کہیں حیلہ شرعی
کر کے تھوڑی سی رقم سے تو کام نہین چلالیا - یہ صلہ ملا - بھلا ان عقلمند سے کوئی پوچھے کہ تمنے یہ
خیال نہ کیا کہ جس شخص کا نہ مجھسے اپنے حق کا مطالبہ تھا نہ اُسکو اس کا علم تھا پھر مین نے اُسکو ترپن (۵۳)
روپیہ دئے اس سے ہی سمجھ جاتے کہ جسنے اسقدر اہتمام کیا اُس کا سبب سوائے خدا کے خوف
کے اور کیا ہو سکتا ہے - اور کیا ایسا شخص تاویل کرے گا یا تاویل سے کام لیگا - فلاں مولوی صاحب نے
جواب بھی دینا چاہا مگر مین نے منع کردیا کہ چھوڑو بھی کسکو منہ لگاتے ہو اگر فہم ہوتا اور سمجھ ہوتی تو
عقلمند ایسی بات کہتے ہی کیون - اجی منی آرڈر وصول کرلیا حق پہونچ گیا ہمکو پروا نہیں کہ وہ خفا ہون
یا خوش ہون - یہ حالت لوگون کے فہم کی ہے خاک پروفیسری کرتے ہونگے (**ضمیمہ**) ایک
عزیز نے سوال کیا کہ جسطرح والد صاحب کے ذمہ کے مہر دین کا حصہ مستحقین کو پہونچایا گیا اسی طرح دادا
صاحب یا پردادا صاحب کے ذمہ جو اُنکی منکوحات کا مہر تھا کیا وہ بھی مستحقین کو پہونچایا جاوے گا -
جواب یہ ہے کہ والدہ صاحبہ کا جو مہر والد صاحب کے ذمہ دین تھا وہ والد صاحب کے بعد اُن کے ترکہ سے
متعلق ہوا اور اُس ترکہ پر صرف اُن کی اولاد قابض ہوئی اور والدہ صاحبہ کی وفات کے وقت اُن کی
والدہ بھی زندہ تھیں جو اُن کے حصہ کے قدر والد صاحب کے ترکہ مین حقدار تھیں اسلئے قابضان ترکہ اُنکے
مدیون رہے - بخلاف دادی صاحبہ یا پردادی صاحبہ و من فوقہما کے کہ پردادا صاحب و من فوقہ کے

تو ترکہ ہی کا علم نہیں جسکو مشغول بدین المہر کہا جاوے اور دادا صاحب کے ترکہ میں جائداد کا ہونا اجمالاً معلوم ہے جو مشغول بالدین ہو سکتا ہے مگر خود دادی صاحبہ کا کوئی وارث بجز اُن کی اولاد کے معلوم نہیں تو وہی مستحق دین مہر کے بھی تھے اور اُن ہی کو جائداد بھی مل گئی اسلئے اور کسی کا استحقاق ثابت نہیں ہوا جنکا حق سمجھ کر بچایا جاتا +

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ مجھسے لوگون کی یہ شکایت تھی کہ یہ تحریکات مین شریک نہین ہوا مین کہتا ہون جواز و عدم جواز کا مسئلہ تو الگ رہا۔ ایک موٹا پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ کس کے بھروسہ کھڑا ہوتا۔ کیا آجکل کے مسلمان اس قابل ہیں کہ اُنکے بھروسہ پر کوئی کام کیا جائے اگر کوئی کھڑا بھی ہو تو نتیجہ وہی ہوگا جو مین نے بسبیل گفتگو ایک صاحب سے جو میرے لئے امیر المؤمنین ہونا تجویز کرتے تھے عرض کیا تھا کہ اگر کاغذی امیر المؤمنین بنانا چاہتے ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیر المؤمنین ہونگا اور کل کو اسیر الکافرین

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بعض خواب کا سمجھنا مشکل ہے ایک شخص نے مصر مین حضور کو خواب مین دیکھنا اور حضور کا فرمانا کہ اشرب الخمر بیان کیا عموماً علماء نے سنکر فرمایا کہ اسکو غلط یاد رہا حضور نے یہ فرمایا ہوگا لا تشرب الخمر۔ مین نے سنکر کہا کہ اگر مین اُس مجلس مین ہوتا تو مین کہتا کہ اگر اشرب الخمر بھی فرمایا ہو تو اس سے مراد شراب محبت ہے اُسکو تشبیہ دی شراب سے سکر کی وجہ سے

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے فضل سے اور اپنے بزرگون کی برکت سے عین وقت پر ضرورت کی چیز قلب مین القاء فرما دیتے ہین۔ ایک مولوی صاحب جو اپنے ہی عقائد کے تھے مجھسے کہنے لگے کہ اگر تم خفا نہ ہو تو ایک بات کہون۔ مین نے کہا کہ خفا ہونیکی کیا بات ہے کہو کیا بات ہے کہا کہ دشمن کو آگ مین جلتا ہوا دیکھکر ہمکو بھی رحم آجاتا ہے تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہ آئیگا جب کفار دوزخ مین جلین گے۔ مین نے کہا کہ یہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے آپ مین تو انفعال ہی اور اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہے وہان تو جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے۔ پھر وہ ارادہ حکمت سے ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے توبہ کی

۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

۹۲
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ شاہان سلف مین جسقدر بادشاہ گذرے ہین اُنکو رعایا کی ساتھ شفقت بھی اُنکی پرورش کا خیال رکھتے تھے اب اکثر حکومتون کو اس کا خیال نہیں اور جب تک شفقت نہو پرورش کا خیال نہو کوئی طریقہ اور کوئی تدبیر رعایا کو مطیع بنانیکی نہیں۔ ملکہ مین یہ بات پھر غنیمت تھی کہ رعایا کیساتھ شفقت تھی۔ سُنا ہے کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ہماری ملکہ اور اُس کا نصیبن نام رکھا تھا۔ صاحب نصیب ہونا تو اُس کا ظاہر تھا اسلئے کہ اُسکے زمانہ مین نہ ایسا طاعون ہوا نہ کوئی جنگ ایسی ہوئی نہ قحط سالی ہوئی نہ ملک مین بدامنی ہوئی ایک صاحب سے جو چند روز ملکہ کی کسی خدمت پر نوکر رہے ملکہ کے عجیب وغریب قصّے ترحم ورعایت کے سننے مین آئے اور ایک واقعہ تو اکثر جگہ عجیب پیش آیا وہ یہ کہ جب ملکہ مرگئی تو اکثر کھانے پکواکر تقسیم کئے جارہے تھے جب کوئی پوچھتا کہ یہ کیا ہورہا ہے تو اکثر یہ جواب ملتا کہ ملکہ کو ایصال ثواب کیا جارہا ہے بعض کا بیان ہے کہ خفیہ مسلمان تھی واللہ اعلم

۹۳
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ سرسید کی نیت تو بُری نہ تھی مسلمانون کا ہمدرد تھا مگر عقل و دین کی کمی کی وجہ سے جو راہ مسلمانون کی فلاح اور بہبود کیلئے نکالی وہ مُضر ثابت ہوئی وجہ یہ کہ اصل مقصود دنیا کو سمجھا پھر دین کیسے محفوظ رہتا چنانچہ ایک مرتبہ سرسید میرٹھ آئے تھے اُنسے ایک رئیس نے پوچھا تھا کہ تم چاہتے کیا ہو دنیا یا دین۔ جواب تو واقعی سچا دیا کہ میں نہ دنیا چاہتا ہون نہ دین صرف یہ چاہتا ہون کہ میرے بھائی ننگے بھوکے نہ رہین۔ بس یہ میری مراد ہے مگر بندہ خدا نے یہ نہ دیکھا کہ ننگے بھوکے تو دین پر عمل کرتے ہوئے بھی نہ رہتے وہی عقل کی کمی سبب ہے ایسے جواب کا۔

۹۴
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے بشرطیکہ اُس کا استعمال محل پر ہو۔ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا تھا کہ آپ یورپ کے درمیان مین ایسے ہین جیسے تبتیس ۳۲ دانتوں کے درمیان زبان اس مین تعریض تھی عجز وضعف کی طرف جسکو سلطان سمجھ گئے اور فرمایا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے مگر قدرتی سنت یہ ہے کہ دانت پہلے فنا ہوجاتے ہین اور زبان باقی رہتی ہے۔ عجیب جواب ہے آخر شاہی دماغ تھا۔

۹۵
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ہمیشہ سے جسقدر مسلمانون کے مذہب کے مٹانیکی کوشش کیجارہی ہے اور مخالفت ہورہی ہے اگر اس سے ہزاروان حصہ کوشش بھی

کسی دوسرے مذہب کے مٹا نیکی کیجاتی تو اب تک کبھی کا فنا ہو چکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کوئی حامی ہے اسلئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ مٹ نہین سکتا اور یہ بھی ایک وجہ ہے مسلمانون کی بیفکری کی سمجھتے ہین کہ اگر اس کا کوئی بھی حامی نہ ہو تب بھی خدا تعالیٰ تو حامی ہے وہ خود اپنے دین کے محافظ ہین اور اسی پر کیا حصر ہے استغناء مطلقاً مسلمانون کا خاصہ ہے اور یہ شجاعت کے لوازم سے ہے۔ اسیطرح حسن ظن ترحم اعتماد یہ سب شجاعت کے لوازم سے ہے اور دوسری قومون مین نہیں +

۲۷ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۴۹۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ غلام احمد قادیانی کو اول فساد متخیلہ ہوا پھر اُس حالت کے خیالات کی تبع ہو گئی اور اس کا نباہ کیا باقی یہ بات کہ یہ فساد متخیلہ ہوا کس وجہ سے سو وجہ یہ ہوئی کہ اسنے کچھ محنت ریاضت کی جس سے اُسکے دماغ پر اثر ہوا۔ ایک سمجھدار شخص اس سے ملے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ میری اُس سے گفتگو بھی ہوئی بیان کے وقت خصوص مسیح ہونیکے دعوے کے وقت اُسمین ایک جوش ہوتا ہے مسیلمہ کذاب کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو جاتی تھی اسپر فرمایا کہ اس حالت مین شیخ کامل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سنبھال لیتا ہے ورنہ سالک خراب اور برباد ہو جاتا ہے۔ قادیانی کو ایسا شیخ نہیں ملا۔

(ملفوظ ۴۹۷) ایک شخص نے مجلس مین کہڑے ہو کر حضرت والا سے کچھ عرض کرنا چاہا۔ فرمایا کہ بیٹھکر کہو جو کچھ کہنا ہو کہڑے ہو کر کہنے سے مخاطب کے قلب پر بار ہوتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ دیکھو ہم کہڑے ہین اپنا کام چھوڑ کر پہلے ہمارا کام کرو۔ یہ امراء کے دربار کے آداب ہیں وہانپر تو بلا اجازت بیٹھنا بھی جرم ہے۔ یہ متکبرین کے آداب ہیں اور ہم تو غریب مُلّانے ہین ہمیں یہ باتین پسند نہین۔

(ملفوظ ۴۹۸) ایک خط کے جواب کے سلسلہ مین فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اُس مین لکھا تھا کہ مین مرض غیبت مین مبتلا ہوں اس کا کوئی طریقہ علاج کا بتلائیے۔ مین نے لکھدیا کہ یہ فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری آج پھر خط آیا ہے لکھتے ہین کہ ہے تو اختیاری مگر بغیر علاج کے اصلاح غیر ممکن ہے مین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ زنا تو اختیاری ہے مگر بدون علاج کے اصلاح غیر ممکن ہے

تو کیا بجز ترک زنا کے اُسکی اصلاح کا اور بھی کوئی طریقہ آپ کے نزدیک ہے

۹۹۵
(ملفوظ) ایک اہل علم کے خلاف احکام شرعیہ افعال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ علم پڑھکر بھی جس مین خشیت نہ پیدا ہو اُس سے وہ جاہل اچھا جسمین خشیت ہو علم کی مثال نافع ومضر ہونے مین تلوار کی دھار کی سی ہے اُس سے دوست بھی کٹتا ہے اور دشمن بھی کٹتا ہے اگر تلوار چلانے والا ماہر فن نہ ہو تو کبھی اس سے اپنے ہی کو نقصان پہونچ جانیکا اندیشہ ہوتا ہے اسطرح کہ مارا ہاتھ دشمن کے اور وہ خالی گیا اور لوٹ کر اپنے ہی پیر پڑ گیا۔ اسی طرح علم بڑی ہی نازک چیز ہے اسمیں امن بھی ہے اور خوف بھی گو غالب امن ہی ہے مگر حُسن استعمال کی ضرورت ہے اسکو دیکھ لیجئے کہ جتنے گمراہ فرقے بنے ہین یہ لکھے پڑھے اور تعلیم یافتہ ہی لوگون کی بدولت بنے ہین کسی جاہل نے بھی کوئی فرقہ بنایا ہے اور جاہل کا معتقد ہی کون ہونے لگا۔ اب اسی غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے جس نے پہلے مجدد ہونیکا دعوی کیا پھر محدث ہونیکا پھر مہدی ہونیکا دعوی کیا پھر کرشن ہونیکا دعوی کیا پھر نبی ہونیکا دعوی کیا پھر پھیر پھار کے لفظون مین خدا کا بیٹا ہونیکا دعوی کیا پھر خود خدا ہونیکا دعوی کیا۔ کبھی عورت بنا پھر اسکو حمل قرار پایا کیا اسکو ہذیان نہ کہین گے مگر لوگ ہین کہ معتقد ہین۔ خصوص انگریزی خوان۔ ان لوگون کے یہان کسی چیز کا معیار مقبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی اسکو قبول کر لیتے ہین اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پرانی اُسکو قبول نہیں کرینگے +

۹۹۶
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ یہ آجکل کا مناظرہ بھی بہت ہی خطرناک چیز ہے اسلئے ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہین اسکے لئے بڑے ہی فہم اور عقل اور علم کی ضرورت ہے مین نے خود بہت لوگون کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بددین ہو گئے۔ بس سلامتی اسی مین ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے نماز روزہ مین لگا رہے اور ان جھگڑون مین نہ پڑے +

۹۹۷
(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ جتنے عقل پرست ہین انکو جو سوجھتی ہے سب بے عقلی ہی کی باتین سوجھتی ہین باقی دین کو تو ان لوگون نے تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ خاندان ریاست مین سے ایک صاحب نے مجھسے ریاست رامپور مین معراج کے متعلق سوال کیا کہ آپکی اسکے متعلق کیا رائے ہے۔

میں نے کہا کہ میری رائے کیا چیز ہے۔ مین تو ایک مذہبی شخص ہون مجھسے میرا مذہب پوچھئے میرا عقیدہ پوچھئے یہ بھی آجکل کے نو تعلیم یافتوں مین مرض ہے کہ ہر چیز مین رائے کو دخل ہے۔ کہنے لگے کہ کیا عقیدہ ہے آپ کا۔ مین نے کہا کہ یہ عقیدہ ہے کہ معراج ہوئی کہا کہ جسم کیسا تھ مین نے کہا کہ جی ہان جسم کیساتھ کہنے لگے اسکی دلیل مین نے کہا کہ واقعہ عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت پس اس کا وقوع ثابت۔ کہا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر بھی ہے مین نے کہا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہین تو اُس نظیر کیلئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی پھر اسیطرح اُس نظیر کو بھی نظیر کی ضرورت ہوگی آخر کہین جاکر آپکو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے کیلئے نظیر کی ضرورت نہین لہذا اسکو ہی بلا نظیر کے مان لیجئے جو کام آخر مین جاکر کرنا پڑیگا وہ شروع ہی مین کر لیجئے مگر ان کی سمجھ مین نہین آیا یہی کہتے رہے کہ نظیر کی ضرورت ہے۔ مین نے کہا کہ آپ سمجھتے ہی نہین میرے پاس اس کا کیا علاج ہے اگر اس قاعدہ کو سمجھ لیتے اور کچھ عقل و فہم ہوتا تو عمر بھر کیلئے نظیر کا سبق بھول جاتے۔ ایسے اعتراضات بدفہمی اور بدعقلی ہی سے تو پیدا ہوتے ہین سمجھ مین کیسے آوی

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ انگریزی پڑہنے کیلئے وقف کرنے پر ثواب ہوگا یا نہین۔ مین نے جواب مین لکھدیا ہے کہ انگریزی پڑہنے سے نیت کیا ہے اور انگریزی پڑھنے کے قواعد کیا ہین اور کورس کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بادشاہ وقت کے حامی ہوتے ہوئے اس کی ضرورت کیا ہے اب جیسا جواب دینگے حکم اُسپر مرتب ہوگا ۰

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک طالب کا خط آیا ہے یہ فلاں مدرسہ مین پڑہتے ہین لکھا ہے کہ میں چھٹیوں کے زمانہ مین فیض حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہونا چاہتا ہون۔ مین نے لکھدیا کہ اگر فیض حاصل نہ ہو اور اُنہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ذہن اور حافظہ کی قوت کیلئے کوئی طریقہ بتلایا جاوے۔ مین نے لکھدیا ہے کہ ذہن کے بڑہنے کا کوئی طریقہ نہین اور حافظہ کیلئے تقویت دماغ کی ضرورت ہے یہ چیزین آجکل بالکل ابہام مین ہین مین نے سبکو صاف کردیا۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بلا واسطہ قوت ذہن کے بھی علوم صحیحہ ذہن مین آسکتے ہین اور یہ تقوے کی برکت ہے مگر خود ذہن تقوے سے نہین بڑھتا۔ جیسے کسی شخص کی بینائی کمزور ہو تو وہ تقوے سے بھی نہین بڑہ سکتی ہان تقوے کی برکت سے ذہن مین آجاتی ہین ۰

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۸۰۵) ایک نو وارد صاحب حاضر ہوئے حضرت والا سے مصافحہ کر کے چلدئے فرمایا کہ یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ اپنا جی تو خوش کر لیا اور دوسرے کے قلب کو مشغول کر دیا۔ آخر جب کوئی نیا آدمی آتا ہے تو فطری طور پر یہ خیال ہوتا ہی ہے کہ کون ہے کہاں سے آیا ہو کیا غرض ہے کیا تم نے مجھکو بت سمجھا تھا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر چلدئے گویا میں بجس ہوں۔ عرض کیا کہ میں ناواقف ہوں۔ فرمایا کہ یہ امور تو فطری ہیں ان میں ناواقفیت کا عذر کیسا۔ اگر کوئی شخص پاخانہ پھر کر لگی ہوئی نجاست کو صاف نہ کرے اور یہ کہے کہ میں ناواقف ہوں کیا یہ عذر قابل قبول ہوگا۔ عرض کیا کہ نہیں فرمایا پھر مصافحہ کر کے چلدئے تھے کیا بت سمجھا تھا۔ عرض کیا کہ حرج ہوتا۔ فرمایا کہ پھر مصافحہ ہی کیوں کیا اسمیں بھی تو حرج ہوا کیونکہ مصافحہ میں بھی تو کچھ وقت صرف ہوتا ہے۔ دوسرے اگر کوئی باریک حساب ذہن میں کر رہا ہو تو کیا مصافحہ میں بھول نہ جائیگا۔ پھر فرمایا جاؤ اٹھو کیا یہاں اس ہی لئے آئے تھے کہ تکلیف پہونچائیں گے۔ عرض کیا کہ ظہر کے وقت حاضر ہوں گا۔ فرمایا جب تک دوسرے آدمی کے واسطہ سے اس معاملہ کو صاف نہ کرلو اسوقت تک ظہر کے بعد بھی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ یہ صاحب اٹھکر چلے تو پچھلے پیروں ہٹے۔ فرمایا کہ یہ کیا واہیات ہے یہ کسنے سکھلایا ہے پچھلے پیروں ہٹتے ہو۔ بدعت میں مبتلا ہو کر آتے ہیں بس ان لوگوں کو یہی آتا ہے کہ پچھلے پیروں ہٹ لئے ہاتھ چوم لئے یہ نہ سیکھا کہ کسیکو تکلیف نہیں پہونچایا کرتے +

(ملفوظ ۸۰۶) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ مشہور ہے کہ چودھویں صدی کے بعد کا کوئی بیان نہیں آیا کیا اسکی کوئی اصل ہے فرمایا کہ یہ تو یونہی مشہور ہو گیا روایات میں نہ تیرہویں کی تخصیص ہے نہ چودھویں کی نہ پندرہویں کی +

(ملفوظ ۸۰۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کسی بزرگ کا قول نقل فرماتے تھے کہ تصنیف بھی اس امت کے خصائص میں سے ہے۔ فرمایا واقعی اور امتوں میں اس شان کی تصنیف نہیں ہوئی۔ ایک ایک حدیث کو حضور تک پہونچا سکتے ہیں اور وسائط کے نام بتلا سکتے ہیں کہ فلاں سے

فلان نے روایت کی - اور اُنکے حالات بیان کر سکتے ہین کہ کون کسدرجہ کا تھا یہ اسی مذہب کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ کوئی مذہب بھی کسی اپنی مذہبی بات کو اپنے پیشوا تک اس سلسلہ کیساتھ نہین پہونچا سکتا یہ بات کسیکو بھی نصیب نہ ہوئی سوائے اسلام کے - اللہ اکبر علماء نے دین کی اسقدر خدمت کی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ساری ساری عمرین خدمت دین ہی مین گذار دین اور یہ اسلئے زیادہ عجیب ہے کہ خلفاء اور سلاطین اکثر ان حضرات کے مخالف بھی رہے جس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اُن سے امداد تو کیا ملتی اور اُلٹی مخالفت کا معاملہ رہتا تھا باوجود کسی مادی امداد نہ ہونیکے ایسی عظیم الشان خدمت نہایت عجیب ہے اور سلاطین کی مخالفت ان حضرات کے اثر کی وجہ سے تھی - اثر کی یہ حالت تھی کہ مین خلیفہ وقت کا نام بھول گیا جسکے زمانہ مین عبداللہ بن مبارک تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ شہر مین دفعۃً ایک شور برپا ہوگیا - خلیفۂ وقت تخت پر بیٹھا ہوا تھا کانپ اُٹھا کہ یہ کیسا شور ہے کیا کوئی غنیم چڑھ آیا یا کوئی بلوہ ہوگیا یا قوم نے بغاوت کی تحقیق کیلئے فوراً سوار بھیجا معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن مبارک نے چھینک لی تھی اُسپر الحمد للہ کہا - سننے والو نے یرحمک اللہ کہا ایک سے سنکر دوسرے نے اُس سے سنکر تیسرے نے غرض اسی سلسلہ سے تمام شہر نے یرحمک اللہ کہا یہ اُس کا شور تھا خلیفہ وقت نے کہا کہ اگر کبھی یہ شخص مخالفت مین کھڑا ہوجاوے تو ہماری تو اسکے سامنے کچھ بھی ہستی نہین - جب علماء کے متعلق بادشاہون کے یہ خیالات رہے تو بھلا وہ کیا امداد کرتے اور ان ہی خیالات کی بناء پر سلاطین علماء کو ہمیشہ دباتے رہے مگر ان حضرات نے جیلون مین رہکر اور ہر قسم کی تکلیفین اُٹھاکر دین کی خدمتین کین - ایک ہم ہین کہ عالیشان محلون مین رہکر اور نرم فرشون پر بیٹھکر تنعم کر رہے ہین مگر افسوس آج اُنکی خدمات کو دقیانوسی خیالات بتلایا جاتا ہے مگر وہ دقیانوسی ایسے دماغ کے تھے کہ اگر اس زمانہ مین ہوتے تو وہ ان احمقون کو منہ بھی نہ لگاتے ہم تو پھر بھی انکی بہت رعایتین کرتے ہین وہ تو انکو پاگل سمجھکر پاس بھی نہ پھٹکنے دیتے - اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی گنوار جاہل کسی وکیل کے معاملہ یا مقدمہ مین دخل دینے لگے وہ اسکو بیہودہ سمجھکر منہ بھی نہ لگائیگا - ایک بادشاہ کے دربار مین تعظیمی سجدہ جائز سمجھا جاتا تھا اُسنے سنا کہ مجدد صاحب اسکو منع کرتے ہین اُنکو بلایا اور ترکیب یہ کی کہ تخت کے سامنے ایک چھوٹی سی کھڑکی عارضی دربار مین قایم کرادی تاکہ داخل ہونیکے وقت اُس مین جُھک کر نکلیں اسکو بجائے

۱۶

سجدہ کے سمجھا جائیگا۔ مجدد صاحب تشریف لیگئے اور یہ منظر دیکھکر آپ اُس مین پہلے پانون داخل فرمائے بادشاہ برہم ہوگیا اور مشہور ہے کہ مجدد صاحب کے قتل کا حکم دیا مگر اُسوقت ایک عالم دربار میں تھے اُنکی سفارش پر قتل تو موقوف کیا گیا اور قید کا حکم کیا گیا۔ علماء اہل حق کیساتھ ہمیشہ بادشاہوں نے ایسے معاملات کئے مگر اُن حضرات نے اظہار حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تلواروں کے نیچے گردنیں دیکر کیا۔ کسی کا منہ ہے انکو کچھ کہنے کا۔ بات یہ ہے کہ بدفہمی بدعقلی نفس پرستی اغراض پرستی دنیا پرستی کا زمانہ ہو رہا ہے۔ خدا پرستی ہوتی تو ان حضرات کی قدر ہوتی۔

(ملفوظ) ایک صاحب کی غلطی پر مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ بدفہم لوگون کی یہ حالت ہے کہ جہان کسی نے ہاتھ مین تسبیح لیلی اُسکو بیحس سمجھتے ہین کہ یہ تو فنافی اللہ ہے اسے کسی چیز کی خبر نہین دنیا ومافیہا سے بے خبر ہے اسمین نہ شہوت رہی نہ غصہ رہا اسلیئے نہ عورتین اُنسے پرہیز کرتی ہین اور نہ اُنکی ساتھ بدتمیزی کرتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ انکو کوئی بات ناگوار ہوگی اور اگر کوئی ناگواری ظاہر کرتا ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے درویش ہین کہ ایسی باتوں سے متغیر ہوتے ہیں اور شہوت کے محل میں بیحسی کا اظہار اس قسم کی شرارتین ہندو جوگی کرتے ہین۔ اس قسم کی بے حسی ظاہر کرتے ہیں لوگ سمجھتے ہین کہ انکو کچھہ خبر نہیں۔ بھائی اگر انکو کچھ خبر نہین تو تم اُن کے پاس کیون جاتے ہو تمہاری ہی کیا خبر ہوگی اسلیئے مت جایا کرو اور اس ہی خیال کی بناء پر بے قید عورتین ایسے مکارون بددینون کے پاس جاتی ہین اُنکو بدمعاشی کا موقع ملتا ہے ایسے صدہا واقعات ہین سو اصل میں تو ایسی بے حسی کافرون سے چلی تھی پھر مسلمانون مین جاہل فقیروں نے اسکی نقل اُتاری حتی کہ اب یہ بیحسی لوازم بزرگی سے سمجھی جانے لگی اور اسکو داخل طریق سمجھا جانے لگا۔ اور اگر اس قسم کی بیخبری اور بیحسی اسلام میں مطلوب ہوتی یا اسکی کوئی اصل ہوتی یا ایسے شغل ہوتے کہ جس سے دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہے تو احکام مقصودہ پر کیسے عمل ہو سکتا۔ نہ نماز پڑھ سکتا نہ روزہ رکھہ سکتا وقس علی ہذا۔ باقی کبھی غلبۂ حال کے سبب اگر ایسا ہو جائے وہ دوسری بات ہے مگر یہ حالت نہ مطلوب ہے نہ مقصود۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین چاہتا ہون کہ نماز مین قراءت کو طویل کردون مگر کسی بچہ کی رونے کی آواز سنکر طویل نہین کرتا کہ اسکی مان شاید نماز میں شریک ہو اور پریشان ہو۔ لیجئے تمام ترکی ہی ختم ہوئی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مین بھی استغراق نہ تھا۔ اب استغراق کو ڈھونڈتے پھرتے ہین یہ حقیقت ہے استغراق کی۔

17

ایک اور بے اصل قصہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تیر لگا اُسکے نکالنے مین سخت تکلیف ہوتی تھی آپنے نماز کی نیت باندھ لی تیر نکال لیا گیا آپکو خبر تک بھی نہ ہوئی اس قصہ کی بھی کوئی اصل نہیں خدا معلوم کہان سے گھڑ لیتے ہین۔ تحریف دین مین تو آجکل بعضے لوگون کو ایک خاص ملکہ ہو گیا ہے جاہل تو بھلا کسی شمار میں نہیں لکھے پڑھے تعلیم یافتہ حتے کہ بعضے جو مولوی کہلاتے ہین وہ قرآن وحدیث مین ایسی تحریف کرتے ہین جسکا نہ سر نہ پاؤن اور کچھ ہی ہو ہمتو پیر ہی ہونیکا دعوی نہیں کرتے جو ہم سے ایسی چیزون کی توقع رکھی جاوے۔ ہمتو طالب علم ہین طالب علمون ہی کو پسند کرتے ہین۔ طالب علمون ہی مین رہتے ہین طالب علمون ہی کی باتین اچھی معلوم ہوتی ہین جنکو ایسی بزرگی پسند ہو جسمین بالکل حس ہی نہ رہے وہ ایسون ہی کے پاس جائے اگر بزرگی یا پیری بے حسی کا نام ہے تو ایسی بزرگی اور پیری کو ہمارا اسلام ہے۔ ہمتو ایسے اصطلاحی درویش ہی نہین اسلئے ایسے لوگون کو جنکے ایسے خیالات ہون۔ یہانپر آنا ہی نہیں چاہئے خواہ مخواہ دھوکہ مین مبتلا ہوتے ہین۔ اس ہی لئے مین اپنی حالت صاف صاف ظاہر کر دیتا ہون کہ کسیکو دھوکا نہ ہو دیکھ لو دکھا لو۔ پرکھ لو پرکھا لو اُسکے بعد اگر مین پسند آؤن تعلق پیدا کر دیار کھو ورنہ اپنے گھر کا راستہ لو۔ مجھکو کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے۔ ایسوں سے تعلق نہ ہونے سے مین تو یون خوش ہونگا کہ بدفہمون سے نجات ملی اور تم یون خوش ہونا کہ ایک بدخلق اور بدمزاج سے نجات ملی۔ کیون خود پریشان ہوتے ہو اور کیون دوسرے کو پریشان کرتے ہو جسکو ایک ذراسی بات کی بھی برداشت نہ ہو تو گھر سے چلے تھے کس بوتے پر۔ یہ تو عشق کا کوچہ ہے اس راہ مین قدم رکھنے سے پہلے ایسا بن جانیکی ضرورت ہے جسکو فرماتے ہین ؎

در رہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان ۔۔۔ شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

اور جب ایک جرکہ کی بھی برداشت نہین اور ایک ہی ڈانٹ پر دل مین کدورت پیدا ہو جاتی ہے تو کہا تھا کسنے کہ تو اس راہ مین قدم رکھا در آیا ہی کیون تھا اور طلب کا دعوی ہی کیون کیا تھا۔ اور اس راہ پر چلنے کا ارادہ ہی کیون کیا تھا۔ اسی کو مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی ۔۔۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی

تو بیک زخمے گریزانی زعشق ۔۔۔ تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۸۰۹) ایک نو وارد شخص نے ایک پرچہ پیش کیا جسکو اپنی ہی طرف منسوب بتلایا۔ حضرت والا نے لفافہ لکھا ہوا ملاحظہ کر کے فرمایا کہ یہ تو فلان صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے عرض کیا کہ جی ہان۔ فرمایا کہ اُنہون نے دوسرے کے نام سے مسئلہ کیوں پوچھا کیا دھوکا دینا چاہتے ہین کہ اپنے معاملہ کو دوسری کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہین۔ جب دھوکا دینا چاہتے ہین تو ہمارے یہاں سے جواب نہ ملیگا۔ یہ عالم ہین اور یہ چالین۔ مین تو خط دیکھکر سمجھ گیا کہ یہ لکھا ہوا اُن کا ہے اور دوسرے کے نام سے مسئلہ پوچھا ہے اگر وہ خود اپنا نام لکھکر مسئلہ پوچھتے تو کیا مین اور جواب دیتا اور دوسرے کے نام سے پوچھنے پر اور کچھ جواب دون گا۔ کیا مجھکو خائن سمجھا۔ وہ عقلمند یہ نہ سمجھے کہ جو شخص خائن بھی ہوتا ہے وہ چالاک بھی ہوتا ہے۔ دیکھئے مین چالاک بھی نکلا کہ اُن کا خط پہچان گیا۔ پھر چالاک سے اپنی چالاکی پوشیدہ رہنے کی کیسے توقع کی۔ یہ حال لکھے پڑھوں کا ہے اس ہی لئے مین کہا کرتا ہون کہ محض لکھنے پڑھنے سے کیا ہوتا ہے جبتک کسی کی جوتیان سیدھی نہ کرے یہ ساری کمی اس بات کی ہے کہ اہل اللہ کی جوتیان سیدھی نہین کین اسلئے ترکیبیں سوجھتی ہین۔ مین تو کہتا ہون کہ آدمی جاہل رہے مگر اُسمین تدیُّن ہو وہ جاہل اُس بد دین عالم سے اچھا ہے جسمین تدیُّن نہ ہو اور ایسے ان پڑھ ہونے پر اور حساب کتاب نہ جاننے پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فخر کیا ہے نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب۔ بعض صحابی تو ایسے ہوئے ہین کہ حساب بھی بالکل نہ جانتے تھے اُنکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سو کتنے ہوتے ہین مگر اُن مین پھر کیا بات تھی جس سے اُنکو یہ فضیلت حاصل تھی وہ بات صرف یہ تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اُس صحبت سے اُن کا دین ایمان خالص اور کامل ہوگیا تھا بس اصل چیز یہ ہے۔ ایک صحابی کے حساب نہ جاننے کی حکایت مین نے تاریخ کی ایک کتاب مین غالباً فتوحات اسلامیہ مین دیکھی ہے وہ یہ کہ ایک سفر مین اُن کی نظر اچانک ایک لڑکی پر پڑ گئی اُسپر دل آگیا۔ یہ لڑکی دار الحرب کے کسی مقام کی تھی۔ حضور اقدس میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری نظر ایک لڑکی پر پڑ گئی ہے اور یہ ممکن ہے کہ اُس علاقہ تک اسلامی فتوحات پہونچ جائین اگر ایسا ہو تو وہ

لڑکی مجھکو ملجائے حضور نے منظور فرمالیا۔ عرض کیا کہ حضور لکھدیں تاکہ امیر لشکر کو اُس موقع پر دکھلا سکوں حضور نے تحریر بھی فرمادیا اتفاق سے اسلامی فتوحات اُس علاقہ تک پہونچ گئے بعد فتح اُن صحابی نے وہ حضور کی تحریر امیر لشکر کو دکھلائی۔ امیر نے وہ لڑکی ان کے سپرد کردی وہ لڑکی ایک شاہی گھرانے کی تھی اُسکے بھائی نے ان صحابی سے عرض کیا کہ یہ میری بہن ہے آپ اسکے بدلے مجھسے روپیہ لیلیں روپیہ کی بھی ضرورت تھی اور نفس پرست تھے نہیں روپیہ لینے پر راضی ہوگئے پوچھا کہ کتنا روپیہ دوگے کہا کہ جتنا آپ فرمائیں فرمایا کہ سو درہم یا دینار لونگا اسکے سامنے سو درہم یا دینار کیا چیز تھے نکالکر گن دئے دیکھکر جب معلوم ہوا کہ یہ تو بہت ہی کم ہیں میں نہیں لیتا۔ وہ پہلے سے سو دینار یا درہم کو معلوم نہیں کیا سمجھہ رہے تھے کہ اُس سے سارا گھر بھر جائیگا۔ یہ شخص امیر لشکر کے پاس پہونچا۔ امیر نے فرمایا کہ جو بات طے ہوچکی اُسکے خلاف نہیں ہوسکتا بس اسی پر معاملہ طے ہوگیا۔ یہ حالت تھی صحابہ کی مگر درجات کی یہ حالت ہے کہ نہ اُویس قرنی ان کی برابر نہ عمر بن عبدالعزیز نہ بایزید نہ جنید۔ اور اگر آدمی بڑہا ہوا ہو مگر اس دولت سے محروم ہو یعنی کسی اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی نہ کی ہوں تو ایسا شخص عظیم خسارہ مین ہے۔ یہی صاحب جنکے ہاتھ کے لکھے ہوئے خط پر یہ گفتگو چلی تھی یہاں پر آئے بھی ہیں پُرانے آدمی ہین مگر افسوس ہے کہ میرے مزاج کو نہیں پہچانا۔ اس خط مین کسی فیصلہ کی درخواست تھی اسپر فرمایا کہ مین کسی کے فیصلے وغیرہ میں پڑا نہین کرتا اور ایک طرفہ بات سنکر تو کیا فیصلہ دیتا جیسا اس میں خواہش کیگئی ہے اگر دونون فریق بھی جمع ہوکر آتے مین تب بھی فیصلے سے انکار کردیتا ابھی تھوڑے دنون کی بات ہے ایک بستی مین چند لوگون کے درمیان آپس مین کسی معاملہ کی بنا پر اختلاف ہوگیا اور پھر اُس سے نزاع تک کا درجہ پیدا ہوگیا اُن لوگون نے مجھسے فیصلہ کرانے کیلئے بیحد کوشش کی۔ مین نے صاف انکار کردیا حتیٰ کہ اُس معاملہ کی مثل عدالت سے بھی میرے پاس آئی۔ مین نے اُسکو بھی واپس کردیا۔ بات یہ ہے کہ میرا تعلق لوگون سے تعلیم و تربیت کا ہے مین اگر ایسے قصون مین پڑوں گا تو میرے متعلق فریق بندی کا شبہ پیدا ہو جائیگا اور اس سے لوگون کو دین کا نقصان پہونچیگا پھر بوجہ عدم اعتماد کے کوئی خدمت دین کی نہ لے سکین گے اور ابتو میرے نزدیک سب برابر ہین اور لوگ بھی یہی سمجھتے ہین۔ دوسرے اگر فیصلہ بھی کردون ظاہر ہے کہ وہ ایک فریق کے موافق ہوگا اور دوسرے کے مخالف سو جسکے مخالف ہو اگر وہ تسلیم نہ کرے تو میرے پاس اُسکے نفاذ کا کیا ذریعہ

میری کوئی حکومت تو ہے نہیں - محنت بھی کی وقت اور دماغ بھی صرف کیا اور نتیجہ کچھہ نہ ہوا اس سے کیا فائدہ - یہ کام حکومت کے ہین کہ اگر فیصلہ کو تسلیم نہ کرے حاکم کے پاس پولیس ہے فوج ہے جیلخانہ ہے ڈنڈے کے زور سے نفاذ ہو سکتا ہے - ہم غریب ملانوں کی کون سننے لگا اور اگر کسی مقام پر عدالت سے مدد بھی مل سکی تب تو دوسرے کے محتاج ہم کیون بنین اور اب تو وہ زمانہ ہے کہ حکومت ہی کو طرح طرح کی دشواریاں پیش آرہی ہیں سو واقعہ تو یہ ہے مگر یہ لوگ بلاوجہ مجھہ پر بدگمانی کر بیٹھے کہ دوسرے فریق کو حق پر نہ سمجھنے لگا اسلئے اپنے کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہین حالانکہ مین خود ہی ایسی باتون سے بچتا ہون -

(ملفوظ ۸۰۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ تصنیف کا کام بھی بہت ہی مشکل ہے جو کام کرتا ہے وہی جانتا ہے کہ کیا کیا مشکلات پڑتی ہین - آجکل کی جو اکثر تصنیفات ہین کہ مصنفین برساتی مینڈک کی طرح امنڈ پڑے ہین اسوقت اُن کا ذکر نہین اُن کا تو یہ قصہ ہے کہ ایک پہلو لے لیا اور رسالہ لکھہ مارا چاہے آگے پھر کچھہ ہوا کرے ذکر اُن مصنفین کا ہے کہ جو محقق ہین کہ جنکے سامنے ہر پہلو ہے ہر جزئی اور کلی پر نظر ہے اور اس جامعیت مین پھر تصنیف کرتے ہین ان کی حالت تصنیف کے وقت ایسی ہوتی ہے جیسے جان کنی کے وقت ہوتی ہے - ابھی ایک کتاب مین لکھہ رہا تھا اب تو وہ چھپ کر تیار ہوگئی مگر تصنیف کے زمانہ مین مجھے یاد ہے کہ اُسکے ایک مقام پر اُلجھن پیدا ہوئی بہت غور اور فکر کی مگر کچھہ نہ لکھہ سکا بالآخر چھوڑ دیا - صبح کو قرآن شریف پڑھتا ہوا جنگل گیا اسٹیشن کے قریب پہونچکر وہ مقام حل ہوا - اللہ تعالیٰ نے بیساختہ دل مین ڈالدیا وہان سے محض اس خیال پر لوٹ کر آیا کہ کہین ذہن سے نکل نہ جائے اور ذہول نہ ہو جائے - یہان آکر اور وہ مضمون لکھکر پھر جنگل گیا اور وہ مضمون صرف دو سطرین تھین اب کسیکو کیا خبر کہ کام کرنیوالے پر کیا گذرتی ہے اور دیکھنے والون کو اسکی کیا خبر ہوگی کہ یہ دو سطر کیا چیز ہین

(ملفوظ ۸۰۴) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ اس زمانہ مین رسوم کا اسقدر غلبہ ہے کہ حقائق بالکل ہی فنا ہو گئے اب اگر آنیوالون سے کسی ضروری بات کے متعلق نہ پوچھون تب تو یہ شکایت کہ بات تک بھی نہ پوچھی اور پوچھتا ہون تو سیدھا اور صاف جواب نہیں ملتا اگر ایسی غلطیون پر مطلع کرتا ہون تو بدخلق مشہور کرتے ہین اگر مطلع نہ کرون تو پھر آخر انکو اپنے جہل پر کس طرح اطلاع ہو غرض ہر طرح مشکل ہے اتبلائے

ایک شخص آج ہی آئے تھے وہ مقام لاہور سے بھی کہین آگے ہے مگر صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اگر یورپ سے آتے تو یہی خیال ہوتا کہ اُس طرف ابھی سردی نہ ہوگی مگر اس طرف تو اچھی خاصی سردی شروع ہوگئی اور پنجاب مین یہان سے بھی زیادہ ہوتی ہے مگر سردی کا کوئی سامان نہین لائے۔ یہ سب باتین بیفکری کی ہین قرائن سے یہ بھی احتمال نہ ہوتا تھا کہ نادار مفلس ہین اور اس بیفکری کی وجہ یہ سمجھہ مین آتی ہے کہ ہمیشہ در پیرون کے یہان کھانے کے لنگر جاری ہین اوڑھنے کو گدے لحاف ملتے ہین اور پنجاب مین پیر پرستی کا خاص اہتمام ہے نیز پیرون کو آمدنیان بھی ایسی ہی ملتی ہین اسلئے خوب لوٹتے ہیں لٹاتے ہین اسلئے واردین کو یہی عادت ہوگئی لیکن عدالت مین کوئی مقدمہ لیکر جاوے اور کوئی شخص اُس سے پوچھے کہ کیون بھائی تحصیلدار یا کلکٹر نے تمکو لحاف بچھونا دیا تھا یا نہیں یا تیری گھوڑی کو گھاس دانہ دیا تھا یا نہین اور تجھکو روٹی بھی کھانیکو دی تھی یا نہین تو یہی شخص اُسکو پاگل بنا ئیگا اور کہیگا کہ پاگل ہوئے ہو مین اپنے کام سے گیا تھا اسلئے حکام کو ان چیزون سے کیا تعلق تو یہ علت تو مشائخ کے درбارون مین بھی مشترک ہے پھر پیر ہی کو اپنا مطیع اور خدمتی کیون سمجھتے ہو کیا اُن کے پاس اُنکے کسی کام کو آئے ہو جب یہ نہیں تو اُن سے کیون ایسی توقعات رکھتے ہو۔

(ملفوظ ۸۱۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ خود یہی بڑی غلطی ہے کہ ایک دم اتنا بڑا کام شروع کر دیتے ہین جس کام کو آدمی سنبھال نہ سکے نباہ نہ سکے اُس کام کو کرے ہی کیون اور اگر کرے بھی تو چھوٹے پیمانہ پر شروع کرے پھر اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کوئی آمدنی کی سبیل فرمادین تو جسقدر آمدنی بڑھتی رہے کام کو بڑھاتے رہین جیسے بتدریج بچہ پرورش پاتا ہے اور ایسا ہی کام دیرپا اور مستقل بھی ہوتا ہے اور اُسکو قوت ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے مگر اسوقت اکثر مسلمانون کے ہر کام مین صرف جوش ہوتا ہے اُسوقت ہوش باقی نہیں رہتا اُسوقت تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو شاید منتہا سے بھی آگے پھونچا دین گے مگر پھر کچھہ ہی وقت گذرنے کے بعد خبر ے نہ اثر۔ سوڈے کی بوتل کا سا جوش ہوتا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ چھوٹا سا کام بھی نہین رہتا وہی مثل صادق آتی ہے کھاؤں تو گھی سے نہیں جاؤں جی سے اور یہ بات بالکل ہی بیقاعدہ اور بے اصول ہے ۔

(ملفوظ ۱۳۲) ایک دیہاتی شخص حضرت والا سے بالکل ملکر آبیٹھا پھر اُس پر بھی اور جھکگر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ فرمایا کہ میاں میری چھاتی پر کیوں چڑھا آتا ہے کیا مجھکو بہرا سمجھا ہے اگر ذرا فاصلہ ہی سے بیٹھا ہوا کہتا تو کیا میں نہ سنتا جاؤ وہاں بیٹھو اور جو کہنا ہے کہو یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ ایک شخص پر جن کی طرح مسلط ہو گیا وہ شخص اُٹھکر دوسری جگہ جا بیٹھا۔ فرمایا کہ اب کہو کیا کہنا ہے۔ عرض کیا کہ ہم چار پانچ آدمی ہیں ایک قتل کے الزام میں مبتلا ہیں۔ ایک تعویذ دیدو۔ فرمایا کہ اس کا تو بعد میں جواب دونگا پہلے یہ بتلاؤ کہ اسقدر قریب اور پھر اُس پر بھی جھکگر منہ سے منہ ملاکر کہنا چاہتے تھے یہ کونسی راز کی بات تھی عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف کر دو۔ فرمایا کہ معافی سے کیا عذر ہے خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں جس سے معافی چاہتے ہو۔ صرف آیندہ کیلئے کان کھولتا ہوں جہاں جایا کرتے ہیں ایسی حرکت نہیں کیا کرتے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو۔ پھر فرمایا کہ اسکے بعد اب تعویذ کے متعلق کہتا ہوں کہ چار یا پانچ آدمی مبتلا ہو اور تعویذ ایک مانگتے ہو ایک تعویذ سب کے کیسے کام آویگا۔ عرض کیا کہ جیسے حضور کی رائے ہو دریافت فرمایا کہ کیا یہ میری بات کا جواب ہوا یہ تو ایسا ہی جواب ہے جیسے ایک بڈھے آدمی مدرسہ دیوبند میں پڑھتے تھے اور یہ معلوم ہوا تھا کہ مولوی فضل حق صاحب یا مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی کے شاگرد تھے۔ ساری عمر طالب علمی میں گذار دی اُنکے بیٹے بھی مدرسہ ہی میں پڑھتے تھے باوا بیٹے دونوں ایک ہی جماعت اور ایک ہی سبق میں شریک تھے۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اُن کا ایک سبق ہوتا تھا یہ کسی مقام پر کوئی اعتراض کرتے اور اعتراض ایک قسم کا دعوی ہوتا ہے اسلئے حضرت مولانا فرماتے کہ اسکی دلیل تو یہ جواب دیتے کہ واہ دعوی بھی ہم ہی کریں اور دلیل بھی ہمارے ہی ذمہ۔ دونوں کام ہم ہی کریں۔ یہی قصہ تمنے کیا کہ دونوں کام میرے ہی ذمہ رکھتے رائے بھی میں ہی قائم کروں اور کام بھی میں ہی کروں۔ تم لوگ دل پہلے ہی بُرا کر دیتے ہو اور کام بعد میں لیتے ہو۔ دل بُرا ہونے پر پھر تعویذ کا بھی خاک اثر نہیں ہوتا۔ مجھکو ان تکلفات سے بڑی ہی نفرت ہے بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے آدمی سیدھا سیدھا رہے جو بات دل میں ہو وہی زبان سے صاف صاف کہدے اور یہ کونسی مشکل بات ہے مگر آجکل یہ بات رہی ہی نہیں۔ ہاں یہ باتیں خوب جانتے ہیں کہ کان سے منہ لگا دیا ہر شخص مقرب بننا چاہتا ہے یہ سب پیر جیوں کے یہاں کے کارخانہ ہیں وہی یہاں پر چلانا چاہتے ہیں مگر میں اُنکو چلنے نہیں دیتا بس یہی لوگوں سے میری لڑائی ہے کوئی دن ایسا خالی جاتا ہوگا

جسمین کوئی مقدمہ نہ ہوتا ہو یا کسی سے لڑائی نہ ہوتی ہو - انا اللہ -

۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۴ ع) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ جسکا نام آجکل لوگون نے خوش اخلاقی رکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنیوالون کو جہل مین مبتلا رکھا جائے سو مجھسے تو یہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص میرے پاس اصلاح کیلئے آئے اور مین اُسکو جہل مین مبتلا رکھون - کیون اُسکو جہل مین رکھا جائے اور کیون اسکے جہل پر اسکو نہ مطلع کیا جائے اپنے ذمہ کیون مواخذہ رکھا جائے ۵

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است   اگر خاموش بنشینم گناہ است

بلکہ جہل تو کنوئین سے بھی بدتر اور مہلک چیز ہے اگر ایک شخص کنوئین مین گرا جاتا تھا اور دوسرے شخص نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کوئی کہتا ہے کہ چھوڑ دو اسلئے کہ تمہارے ہاتھ مین جھٹکا آجائیگا یہ خیر خواہی ہوئی یا دشمنی - وہ ہاتھ پکڑنے والا یہی کہے گا کہ صاحب ہاتھ مین جھٹکا آئے یا کچھ ہو مین تو اسکے بچانے ہی کی کوشش کرون گا

(ملفوظ ۱۵ ع) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل حُبِّ جاہ کے مرض مین لوگون کو عام ابتلا ہو رہا ہے خواہ کسی طبقے کے لوگ ہون - یہ مرض قریب قریب سب ہی مین پایا جاتا ہے اور دوسرون کو بھی اپنے پر قیاس کیا جاتا ہے - ایک مرتبہ میرے چیرمین بنانے پر سب اہل قصبہ ہندو مسلمانون کا اتفاق ہو گیا - کلکٹر نے عقلمندی سے اسکے منظوری کیلئے مجھکو لکھا - مین نے جواب مین لکھدیا کہ میری زندگی مذہبی زندگی ہے میری ساری عمر مذہبی کامون مین گذر گئی مجھکو ایسے کامون سے مناسبت نہین جب وہ بلا سر سے ٹلی - تو اُن لوگون نے یہ سمجھا تھا کہ یہ بہت خوش ہو گا کہ بڑی عزت ملی

(ملفوظ ۱۶ ع) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ ان متکبرین کے قلوب مین اہل علم کی ذرہ برابر وقعت نہین اُنکو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہین اسلئے جی چاہتا ہے کہ انکو بھی ایسا ہی ذلیل کیا جائے جب ہی ان کا دماغ درست ہوتا ہے - بحمد اللہ یہان تو متکبرین کی خوب اچھی طرح خدمت کیجاتی ہے - خصوص یہ نو تعلیم یافتہ تو اپنے کو بالکل ہی سمجھتے ہین کہ ہم بہت بڑے خردماغ ہین سو انکو یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ مُلّاؤن مین بھی

اسپ دماغ ہین۔

(ملفوظ عہ ۸۱۷) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ طریق سے لوگون کی عدم مناسبت کا سبب اسکی حقیقت سے بیخبری ہے۔ رسوم کا نام ان جاہلون نے تصوف رکھہ لیا ہے۔ ایسی ایسی بے اصل باتین طریق کے سر تھوپ رکھی ہیں کہ جنکے نہ سر پاؤن نہ کوئی اصل۔ اکثر چیزون کو ان جاہلون نے ہندو جوگیون سے لیکر جزو طریق بنا رکھا ہے۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ مدتون کے بعد مردہ طریق زندہ ہوا ہے قرآن وحدیث سے بخوبی ثابت کر دیا گیا ہے کہ طریق کی حقیقت اعمال ہین اور مقصود طریق رضا حق ہے اس سے آگے باتو بے تعلق چیزین ہین یا اُن کا درجہ مثل تدابیر طب کے تدابیر کا درجہ ہے یا اگر وہ غیر اختیاری کیفیات ہین تو یہ مقصود نہیں گو محمود ہین اور مقصود مین مُعین بھی ہین ان تدابیر کو بدعت کہنا اصول سے ناواقفی ہے۔ انکو بدعت اُسوقت کہا جا سکتا ہے جبکہ طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے اور یہ تفصیل وتحقیق سب خدا کا فضل ہے اور اپنے بزرگون کی دعاء کی برکت ہے کہ میرے ہاتھون اس طریق کی حقیقت کو سہل عنوان سے ظاہر کرا دیا۔ اور یہ مین فخر کی بناء پر عرض نہین کر رہا بلکہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر ظاہر کر رہا ہون اب اسکو کوئی چاہے فخر ہی سے تعبیر کرے کری اسکو اختیار ہے +

25

(ملفوظ عہ ۸۱۸) ایک خط کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ بعض کو لکھنا تو آتا نہیں خواہ مخواہ گڑبڑ کرتے ہین ایسا برا اور بھدا خط ہے کہ دیکھکر بھی اُلجھن ہوتی ہے ایسا ہی ایک اور صاحب کا خط آیا تھا نہایت ہی بد خط تھا اُسکو تو شاید ڈاکخانہ والے بھی پڑھکر پریشان ہوئے ہون اور پتہ سمجھنے مین تنگی ہوئی ہو۔ اس مین لکھا تھا کہ مین اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہون۔ مین نے جواب مین لکھدیا تھا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے اصلاح خط کی کہ اُس کا تعلق دوسرون کی راحت کلفت سے ہے اگر اس مین شبہ ہو تو لفافہ پر جو پتہ لکھا ہے اُسکو دیکھ لو۔ غالب یہی ہے کہ ڈاکخانہ والے بھی پریشان ہوئے ہونگے +

(ملفوظ عہ ۸۱۹) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ بدون کام مین لگے کسی چیز کی حقیقت نہیں معلوم ہوا کرتی اسکی ایسی مثال ہے جیسے بدون چکھے ہوئے کسی چیز کا کوئی ذائقہ معلوم کرنا چاہے جسکے لئے کوئی بیان کافی نہین۔ بہت سی چیزین وجدانی اور ذوقی ہوتی ہین اُن کو کیسے کوئی بیان کر سکتا ہے

اور اس طریق مین کام مین لگنے سے مراد مجاہدہ ہے اور سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے مٹادے فنا کردے اسکو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مردے کاملے پامال شو

بدون صحبت کامل کام بننا مشکل ہے اُسکی جوتیان سیدھی کرو۔ سیدھی کیا بلکہ جوتیان کھانیکے ارادہ سے جاؤ خواہ وہ مارے نہیں مگر تمکو تو اسی نیت اور ارادہ کے ساتھ اُسکے پاس جانا چاہئے تب کچھہ حاصل کرسکتے ہو اور اگر یہ نہین تو اسمین قدم رکہنے ہی کا نام نہ لینا چاہئے اسمین قدم رکہنے کی جو پہلی شرط ہے وہ یہ ہے ؎

شرط اوّل قدم آنست کہ مجنون باشی　　در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بجان

(ملفوظ ۸۳۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ یہ زمانہ بہت ہی پُرفتن ہے تمام عالم مین الحاد زندقہ نیچریت دہریت کا زہریلا اثر پھیلا ہوا ہے۔ ایک مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ بالشویک نے ایک انجمن قائم کی ہے اُس کا نام رکہا ہے عدو اللہ۔ اُسمین پچیس ہزار کے قریب مختلف اطراف کے لوگ شریک ہین جو اُسکے مقاصد کو مُلک مین پہیلانیکی کوشش و سعی مین مصروف ہین منجملہ اور باتوں کے یہ بھی اُس انجمن کے مقاصد سے ہے کہ عورتون کو پردہ نہ کرنے دینا چاہئے اور لڑکیون کو مثل لڑکون کے بنایا جارہا ہے کہ گفتار رفتار لباس طرز انداز سب لڑکوں جیسے ہون اور انکو فوج مین بھرتی کیا جارہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچون سے پوچھتے ہین کہ تمکو کہانیکو کون دیتا ہے اگر وہ جواب مین کہتے ہین کہ خدا دیتا ہے اسپر کہتے ہین کہ یون کہو کہ حکومت دیتی ہے کیا ٹھکانا ہے اس دہریت کا۔ فرعون سے بھی بدتر ہو گئے۔ حضرت یہاں لوگ سوراج سوراج گاتے پھرتے ہین اور عقائد اُن کے بھی یہی ہین سو اگر ہندوستان کو سوراج ملگیا تو یہان بھی یہی انجام ہو گا خدا نہ کرے وہ دن آئے۔ مجھکو تو افسوس علماء کی حالت پر ہے کہ ایسوں سے اتحاد کرکے یہ خود پھسل گئے اور عوام کو ان ہی کی وجہ سے اس طرف خیال ہو گیا ورنہ لیڈرون کی چیخ پکار سے عوام مسلمان ان قصون مین نہ پھنستے۔ خدا معلوم ایسے لوگون کی عقلین ہو نین کیا اور یہ چاہتے کیا ہین ان باتون مین نہ دین ہی ہے نہ دنیا ہی ہے ہان ایک چیز تو کہلی آنکھون نظر آتی ہے وہ یہ کہ ایمان اور آخرت تو بیشک برباد ہو رہے ہین حق تعالیٰ ہدایت فرمائین۔

۸۲۱
(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ ان چیزوں کے روکنے کی اور کوئی صورت نہیں صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ سیف ہاتھ میں ہو قوت ہو مقابلہ ہو اور اسکے علاوہ دوسری صورت نہیں اور یہ بظاہر متوقع نہیں۔ بس اب تو یہی ہوسکتا ہے کہ خدا سے دعا کیجائے چہار طرف گمراہی کے پھاٹک کھلے ہوئے ہیں جو اسلامی ممالک ہیں اور اسلامی حکومتیں ہیں وہ خود ہی ان چیزوں کا شکار بنی ہوئی ہین خدا کے دین کے دشمن دنیا مین بھرے ہوئے ہین۔ حامی اور ناصر کوئی نظر نہین آتا۔ خود مسلمان ہی دین کو پامال کر رہے ہین۔ دوسروں کی کیا شکایت کیجائے ایک دم سے بہت زبردست انقلاب ہوگیا۔ مسلمانوں کی حالت سُن سنکر بیحد افسوس اور قلق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں۔

۸۲۲
(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقولہ مشہور ہے کہ جائے بزرگان بجائے بزرگان۔ اسکی کیا حقیقت ہے۔ فرمایا کہ اس سے برکت مُراد ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اسمیں برکت ضرور ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھکر جب ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار اور برکات محسوس ہوتی ہین۔

۸۲۳
(ملفوظ) ایک نووارد صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ مین بولنے کا مرض زیادہ معلوم ہوتا ہے کیا آپ یہاں فقہی مسائل کی تحقیق کیلئے تشریف لائے ہین اور وہ بھی غیر ضروری جب آپکو اتنی بھی تمیز نہین کہ کون شخص کس کام کا ہے اور کس سے کیا کام لینا چاہئے تو آگے آپ سے کیا اُمید ہوسکتی ہے۔ اور ہاں یہ تو بتلائے کہ جب آپ آئے تھے کیا آپ سے یہ نہیں کہدیا گیا تھا کہ خاموش مجلس مین بیٹھا رہنا ہوگا مکاتبت مخاطبت کی اجازت نہیں ہوگی۔ عرض کیا کہ حضرت نے یہ فرمایا تھا۔ دریافت فرمایا کہ پھر کیون ایک صریح بات کی مخالفت کیگئی۔ عرض کیا کہ اور لوگ سوالات کر رہے تھے۔ فرمایا کہ اوروں کے تم ٹھیکیدار ہو تمکو جو کہا گیا تھا اُسکے خلاف کیون کیا اس کا جواب دو کیا یہ میرا کہنا مشروط تھا کہ اگر اور کوئی صاحب بولین یا سوالات کرین تو تم بھی بولنا اچھا اگر یہی بات ہے تو کل بھی تو تم خاموش بیٹھے رہے حالانکہ کل بھی لوگ سوالات کر رہے تھے تمنے کیون نہین کیا تھا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرما دیجئے۔ فرمایا معاف ہے مگر اس غلطی کا سبب کیا ہے جب تک اسکو ظاہر نہ کروگے پیچھا نہ چھوٹے گا کوئی بچون کا کھیل ہے اسکے دو ہی سبب ہوسکتے ہین بیفکری۔ یا بدفہمی ان مین سے کون چیز سبب ہے آپ کی اس غلطی کا عرض کیا

کہ بدفہمی- فرمایا کہ چلو چھٹی ہوئی ایک بدفہم سے نجات ملی اسلئے کہ بدفہمی کا کوئی علاج نہیں کیونکہ غیراختیاری ہے، اگر بیفکری سبب ہوتی تو چونکہ بیفکری اختیاری چیز ہے اسلئے اُس کا علاج ہوسکتا تھا مگر غیراختیاری چیز کا کون علاج کرسکتا ہے- اچھا یہاں سے چلو- یہان بدفہمون کی ضرورت نہین ہم ایسون کی اصلاح کرسکتے ہین- عرض کیا کہ زبان سے نکل گیا اس غلطی کا سبب بیفکری تھا بدفہمی نہین ہے- دریافت کیا کہ اب اس کا جواب دو کہ یہ زبان سے کیون نکل گیا- عرض کیا کہ بیفکری کا میرے اندر مرض ہے اسوجہ سے نکل گیا- دریافت فرمایا کہ جب تمہاری بیفکری کی یہ حالت ہے تو ہمکو کیسے اطمینان ہو کہ تم فکر سے کام لوگے- عرض کیا کہ حضرت آپ آیندہ دیکھیں گے کہ کوئی کام بلاسوچے اور غور کئے نہ کیا کرون گا- فرمایا یہ عمل کب سے شروع ہوگا- عرض کیا کہ اسی وقت سے- فرمایا کہ تم لوگ کیون اپنے امراض کو چھپاتے ہو- اس طرح کیا خاک اصلاح ہوگی- اچھا ابتو فکر سے کام لینے کا وعدہ کرچکے ہو یہ بتلاؤ کہ تمہارے اس بولنے کا اصل منشا کیا تھا اس وقت دل مین جو خیال پیدا ہوا تھا اُسکو صاف صاف ظاہر کرو- میرا اسمیں کوئی نفع نہین تمہاری ہی اصلاح مقصود ہے- عرض کیا حضرت سچی بات تو یہ ہے کہ اور لوگ بول رہے تھے میرے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اور لوگ یہ سمجھین گے کہ اسے کچھ نہیں آتا جاتا اس خیال کی وجہ سے مینے یہ سوال کیا فرمایا کہ اب سچ کہا مین یہی کہلوانا چاہتا تھا- لیجئے صاحب مجھکو لوگ وہمی بتلاتے ہین اگر اس طرح کھود کرید نہ کرون یہ کہان قبضہ مین آسکتے تھے ان لوگون کی نبضین مین ہی خوب پہچانتا ہون اپنے بچھڑے کے دانت قصائی کو خوب معلوم ہوتے ہین-

(ملفوظ ۲۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ فلان مدرسہ کے منتظمین نے میرے مشورہ پر عمل نہین کیا ورنہ تمام فساد ایک دم کافور ہوجاتا البتہ اُس مشورہ پر عمل کرنیکے لئے قوت قلب کی ضرورت تھی- کمزوری اور ڈھیلے پن سے انتظام نہین ہوسکتا- انتظام کیلئے سخت ہونیکی ضرورت ہے- پھر سوال کرنے پر فرمایا کہ وہ مشورہ یہ تھا کہ مدرسہ کو ایکدم مقفل کردیا جائے اور مُلک مین اعلان کردیا جائے کہ ان وجوہ سے مدرسہ کو بند کئے دیتے ہین- فضا خوشگوار ہونے پر کھول دینگے اور سب مفسدون کو نکال باہر کردیا جاتا اور پھر جو داخل ہوتا وہ ایک تحریری معاہدہ کیساتھ داخل کیا جاتا کہ اگر ان شرائط کے خلاف کیا تو مدرسہ سے خارج کردئے جاؤگے اور یہی شرائط مدرسین کیساتھ ہوتین- باقی ابتو مدرسہ کو اکھاڑہ بنا رکھا ہے- یہانپر مہتمم صاحب آئے تھے- مین نے اُن سے صاف کہدیا تھا کہ اب مدرسہ

کی حالت یہ ہے کہ جیسے بے روح کے جسم ہوتا ہے اب اگر اس صورت مین مدرسہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرجانیکے بعد لاش پھول جاتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے اس صورت مین کہ پھول کر جب پھٹیگی تو محلہ کو تو کیا بستی کو بھی مارے بدبو کے سڑا دیگی اسپر مہتمم صاحب نے کوئی جواب نہین دیا - اب سنا جاتا ہے کہ طلبہ کا تو بالکل ہی طرز بدل گیا - یہی پتہ نہین چلتا دیکھنے سے کہ یہ علیگڈھ کالج ہے یا دینی مدرسہ - جب اپنے بزرگون کے طرز کو چھوڑ دیا پھر نور کہان - برکت کہان یہ سب اس ہی کمبخت نیچریت کی نحوست ہے طلبہ کے لباس مین طرز معاشرت مین نیچریت کی جھلک پیدا ہوگئی - منتظمین اساتذہ سب کے سب طلبہ سے مغلوب ہین محض اس وجہ سے کہ اگر یہ نہ رہے تو ہماری مدرسی بھی جاتی رہے گی تو کیا ان صاحبون کی نظر مین خود مدرسہ مقصود بالذات ہے - حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مدرسہ مقصود بالذات نہین اصل مقصود خدا کی رضا ہے خواہ مدرسہ رہے یا نہ رہے - یہان بفضلہ تعالیٰ ان قواعد اور اصول کی رعایت کیجاتی ہے مگر ان ہی پر لوگ معترض ہین اور اگر یہان یہ اصول نہ ہوتے تو کیا دق کرنیکے لئے بدفہم لوگ یہان بھی کچھ کم آتے ہین مگر بحمد اللہ اپنے بزرگون کی دعاء کی برکت سے اور اصول صحیحہ کی وجہ سے یہان کسی کی نہین چلتی اور الحمد للہ نہ بجز رضاء حق کے یہان کوئی چیز مقصود ہے - مگر لوگون نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے جس سے ایک عالم کا عالم پریشانی مین مبتلا ہے حتیٰ کہ حکومت اپنی رعایا سے - باپ اپنے بیٹے سے - اُستاد اپنے شاگرد سے پیر اپنے مرید سے - خاوند اپنی بیوی سے - آقا اپنے نوکر سے اور اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جائے اور ہر چیز کو اپنی حد پر رکھا جائے تو کوئی پریشانی یا تکلیف نہیں ہو سکتی -

یکم رجب المرجب سنہ ۱۳۵۱ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۸۲۵) ایک استفتے کے جواب کے سلسلہ مین فرمایا کہ جیسا یہ استفتاء آیا ہے اسی قسم کا ایک معاملہ نکاح وطلاق کا کانپور مین کئی سال سے عدالت مین چل رہا تھا کسی حاکم سے وہ طے نہین ہوا وہ معاملہ ایک جنٹ انگریز کے یہان آگیا اُسنے کہا کہ اتنے عرصہ سے یہ معاملہ عدالت مین ہے اور آجتک فیصل نہین ہوا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے علماء سے اس مسئلہ کا شرعی فیصلہ کرا لو اور

اسکی صورت یہ ہے کہ فتویٰ حاصل کر لو۔ اُسکے مطابق حکم نافذ کر دیا جائیگا۔ اسپر دونون فریق رضامند ہو گئے چنانچہ علمائے شہر کے دستخطون سے فتویٰ لکھا گیا اب عدالت مین فریقین کو علماء کے نام بتلا کر اُن کی رضامندی کسی خاص عالم پر پوچھی گئی۔ اب کسی پر ایک فریق رضامند ہوا تو دوسرا نہین ہوا کسی پر دوسرا رضامند ہوا پہلا نہیں ہوا۔ میں بھی اُسوقت بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور مین قیام کئے ہوئے تھا میرے بھی دستخط اُس فتویٰ پر تھے۔ عمر میری اُسوقت غالباً تقریباً اکیس یا بائیس سال کی ہو گی۔ طلبہ بھی اسوقت بوجہ میری کم عمری کے مجھسے سبق پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے اُن ناموں کے ساتھ میرا بھی نام لیا گیا۔ میرے نام پر دونون فریق رضامند اور متفق ہو گئے۔ حاکم نے ضابطہ کے اندر میرے نام سمن جاری کر دیا۔ مین نے بہت چاہا کہ کسی طرح یہ بلا سر سے ٹلے مگر سر آئی ہی پڑی۔ تاریخ مقرر پر عدالت مین گیا۔ مین کسی واقعہ کا گواہ نہ تھا مسائل کی تحقیق مطلوب تھی۔ مجھکو عدالت کے احاطہ مین دیکھکر تمام وکلاء اور بیرسٹر جمع ہو گئے اور دریافت کیا کہ آپ کہان۔ مقدمہ کے وکیل صاحب بھی اُسوقت وہانپر موجود تھے مین نے اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان حضرت کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ واقعہ معلوم ہونے پر سب نے اس کی سعی اور کوشش کی کہ میری شہادت نہ ہو۔ وکیل کو مجبور کیا کہ ایک درخواست دو کہ ہم ان کی شہادت نہیں چاہتے چنانچہ طوعاً وکرہاً وکیل نے یہ درخواست دی اور حاکم سے زبانی یہ بھی کہدیا کہ وہ آبھی گئے ہین۔ حاکم نے کہا کہ ضابطہ سے تو ہم کچھ نہین کہہ سکتے اسلئے کہ درخواست گذر چکی ہے اب مستثنیٰ کرنا لازم ہے ہمکو کوئی حق ان کی شہادت لینے کا نہین رہا۔ اور اگر وہ سمن پر بھی نہ آتے تو مین اُسوقت بھی کوئی ضابطہ کی کارروائی نہ کرتا مگر مشورۃً کہتا ہون کہ اگر وہ اپنا بیان دیدین تو مسلمانون کا جھگڑا ہے شریعت کا مسئلہ ہے یہ معاملہ طے ہو جائیگا بشرطیکہ وہ بخوشی اسکو منظور فرمالین۔ مین اُسی بیان کے مطابق حکم نافذ کر دون گا۔ مجھسے کہا گیا کہ حاکم کا یہ خیال ہے مجھکو بھی خیال ہوا کہ انگریز ہو کر اُس کا یہ خیال ہے کہ مسلمانون کا معاملہ ہے اور وہ پریشان ہین تو میں تو بحمد اللہ مسلمان ہون میرا تو فرض ہے کہ یہ معاملہ طے ہو جائے۔ مین نے بیان دینے کو منظور کر لیا۔ اب حاکم کی تہذیب ملاحظہ ہو حکم دیا کہ گواہون کی طرح پکارا نہ جائے اور پیادہ اجلاس تک نہ آئین سواری مین آئین جہان تک ہماری سواری آتی ہے وہانتک سواری آئے کرسی منگائی جاوے۔ غرض مین اجلاس پر پہونچا تو کٹہرہ کے اندر بلا لیا گیا۔ کرسی آنے مین دیر ہوئی۔ مین دونون ہاتھ میز پر

ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ بیان شروع ہوا۔ بیان کے وقت مجھکو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدرسہ ہے
اجلاس نہین۔ ایک طالب علم سوال کر رہا ہے مین جواب دے رہا ہون۔ تمام اجلاس کا کمرہ وکلاء
اور بیرسٹروں سے پر ہو گیا اسلئے کہ اسکی شہرت ہو گئی تھی کہ اُس کا بیان ہے یہ لوگ یہ دیکھنے
آئے تھے کہ دیکھین اجلاس مین کیا بیان ہوتا ہے۔ غرض پہلا سوال یہ ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے
باپ کا کیا نام ہے اسکے بعد حاکم نے سوال کیا کہ آپ عالم ہین۔ مین نے اپنے دل مین خیال کیا کہ دا؟
اچھا سوال ہوا اب اگر کہتا ہون کہ نہین تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے کہیگا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی
اسپر عالم لکھا ہے اور اسکی نظر مین اپنی ایک قسم کی تحقیر اور اہانت بھی ہو گی کہیگا کہ پھر آنیکی تکلیف ہی
کیون گوارا فرمائی جبکہ آپ عالم نہیں اور یہ مسئلہ متعلق ہے اہل علم سے اور اگر کہتا ہون کہ عالم ہون
تو یہ اپنے مسلک اور مذاق کے خلاف خود ستائی ہے۔ مین نے کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہین یہ
لکھ لیا گیا۔ دوسرا سوال اس سے بڑھکر ہوا کہ کیا سب مسلمان آپکو مانتے ہین مین نے سوچا کہ اگر کہتا ہون
کہ نہین تو ایک غیر مسلم کے سامنے اپنی سبکی اور اہانت اسکو بھی جی گوارا نہ کرتا تھا مزاحاً فرمایا گو
سبکی نہ تھی۔ دوسرے مقدمہ پر بڑا اثر پڑے گا کیونکہ میرا بیان کسی نہ کسی فریق کے توضرور مخالف ہو گا
اُسکو اسں کہنے کی گنجائش ہو گی کہ وہ تو خود ہی کہہ گئے کہ سب مسلمان نہین مانتے سو ہم بھی نہین مانتے۔
اور اگر کہتا ہون کہ سب مسلمان مانتے ہین تو کانپور مین آئے دن ہندو مسلمان مین فساد ہوتے رہتے ہین
میرے اس اقرار کی بناء پر مجھکو حکم کیا جا سکتا ہے کہ تم کو سب مانتے ہین تم اس کا انتظام کرو۔ میں اس کا
ذمہ دار قرار دیا جاؤن گا۔ مین نے جواب مین کہا کہ ماننے کے دو معنے ہین۔ ایک تصدیق کرنا اور
ایک تسلیم کرنا۔ تو تصدیق کے درجہ مین تو سب مسلمان مانتے ہین یعنی کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے
مسئلہ کو جھوٹا نہین کہہ سکتا اس سے مقدمہ پر بھی اچھا اثر ہوا اور تسلیم کے درجہ مین ہماری حکومت تو
ہے نہین صرف اعتقاد ہے اور اعتقاد کسیکو ہے اور کسیکو نہین جو ہمکو معلوم نہین۔ پھر نفس مسئلہ پر بیان ہوا
جب مین بیان دیکر اجلاس سے باہر آیا تو تمام بیرسٹر اور وکلاء جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عجیب و
غریب جواب ہوئے اور دوسرے سوال کے جواب مین تو ہم بھی چکر مین تھے واقعی یہ سوال خطرہ سے
خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا ہوا کہ ہماری سمجھ مین بھی نہ آیا تھا۔ مین نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس
کی برکت ہے وہان اسں قسم کے احتمالات نکالا کرتے ہین۔ یہ بات انگریزی تعلیم مین تھوڑا ہی

پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ عربی ہی تعلیم کے اندر برکت ہے۔ اور اس قسم کے احتمالات کا نکالنا عربی ہی طلبہ کا کام ہے۔ انگریزی طلبہ قیامت تک بھی ایسے احتمالات نہین نکال سکتے۔ اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمی عربی درسی کتابین سمجھکر پڑھ لے پھر ان کے بعد آگے کسی چیز کی ضرورت نہین مگر آجکل عربی طلبہ بھی کتابین سمجھکر نہیں پڑھتے طوطے کی طرح رٹتے ہین اسوجہ سے ان مین بھی سمجھ نہین پیدا ہوتی۔ بزرگون نے جو درسی کتابین انتخاب کی ہین ان مین سب کچھ ہے مگر سمجھ کر پڑھ لینا شرط ہے۔

(ملفوظ ۸۲۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سنا ہے اوقاف کے متعلق حضرت والا کی خدمت مین تحقیق مسائل کیلئے ایک وفد آیا تھا۔ فرمایا کہ جی ہان آیا تھا جو نو شخصون پر مشتمل تھا۔ سب انگریزی خوان اور بڑے بڑے بیرسٹر اور وکلاء تھے اُن سے گفتگو ہوئی اسوقت سب گفتگو تو محفوظ نہین مگر اُس کا خلاصہ بیان کرتا ہون۔ مین نے پہلے تو بطور اصول موضوعہ کے شرائط گفتگو طے کر لئے تھے۔ مثلاً ایک یہ کہ جو بات گفتگو کے وقت یاد ہو گی عرض کر دوں گا نہ یاد ہو گی تو عذر کر دون گا اگر پھر بھی اُس کا جواب مطلوب ہو تو آپ ایک تحریری یادداشت لکھکر دیجائیگا۔ بعد مین جواب بھیجدیا جاویگا۔ دوسرے یہ کہ آپکو صرف مسائل پوچھنے کا حق ہوگا۔ دلائل پوچھنے کا حق نہ ہوگا۔ اسی طرح حکمتین اور علل اور اسرار کے دریافت کرنے کا حق نہ ہوگا۔ نیز ہم جو مسئلہ بیان کرینگے وہ درمختار۔ شامی۔ کنز الدقائق سے بیان کرین گے وہ قابل تسلیم ہوگا۔ صرف تصحیح نقل ہمارے ذمہ ہو گی اسلئے کہ ہم قانون ساز نہیں قانون دان ہین تیسرے یہ کہ عقلیات مین گفتگو کرنیکا آپکو حق نہ ہوگا صرف منقولات سے ہر بات کا جواب دیا جائیگا۔ مین نے ایک پرچہ لکھکر اُنکو دیدیا تھا جسمین اسی قسم کے اصول موضوعہ کی یادداشت تھی وہ ان اصول موضوعہ ہی کو سنکر پھیکے سے پڑ گئے تھے۔ ایک کام مین نے یہ کیا کہ اُنکو آنیکے وقت اسٹیشن پر لینے کو نہیں گیا۔ دوسرے یہ کہ اُنکو خانقاہ مین نہیں بلایا اور نہ ٹھیرایا یہ اسلئے کہ وہ یہان آئیں گے تو مجھکو ان کی تعظیم کیلئے اُٹھنا پڑے گا اور مین اُن کے پاس جاؤنگا تو وہ اُٹھین گے۔ نیز وہ یہان آئین گے تو مین محبوس ہون گا اور مین وہان جاؤن گا وہ محبوس ہونگے اسلئے مولوی شبیر علی کے مکان پر ٹھیرا دیا تھا ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ میرے اُنکے پاس جانے پر اُن کو قدر ہو گی کہ ہمارا اتنا اکرام کیا کہ ہمارے پاس قصد کر کے آیا ان وجوہ سے یہ سب انتظام کیا گیا تھا۔ جس غرض سے وہ لوگ آئے تھے وہ مسئلہ اوقاف

۳۲

کا تھا۔ اُس گفتگو مین ایک سوال بڑا ٹھیڑا تھا جسکے پیش کرنے کا مجھکو پہلے سے احتمال تھا اور اس احتمال
کی وجہ سے اُسکے متعلق مین نے یہانپر پہلے ہی اپنے بعض احباب سے مشورہ کیا تھا کہ اگر یہ سوال ہوا تو
کیا جواب ہوگا کسی کی سمجھ مین نہ آیا سب چکر مین تھے خود میری ہی سمجھ مین نہ آیا تھا۔ مین نے دعاء
بھی کی تھی کہ خدا کرے یہ سوال ہی نہ ہو۔ حاصل مطلب اُن کا یہ تھا کہ متولیون کی بدعنوانیون کے سبب
ہم ایسا قانون بنوانا چاہتے ہین کہ اوقاف کا حساب کتاب گورنمنٹ لیا کرے یہ شرعاً جائز ہے یا نہین
مین نے اس کی بالکل مخالفت کی کہ گورنمنٹ کو اس مین مداخلت کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ یہ دیانات محضہ
مین سے ہے۔ جیسے نماز روزہ پس جسطرح اُسمین دخیل ہونا گورنمنٹ کو جائز نہین اسیطرح اسمین بھی
جائز نہین اُن کی طرف سے ایک بہت بڑے بیرسٹر ہائی کورٹ کے جو جرح مین مشہور و ممتاز
شخص ہین گفتگو کیلئے منتخب ہوئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ مسئلہ مالیات کے متعلق ہے۔ نماز روزہ
مالیات سے نہین۔ مین نے کہا کہ اچھا زکوۃ اور حج تو مالیات سے ہین کیا اسمین ایسا دخل گوارا ہے۔ اسپر
اُنھون نے کافی سکوت کے بعد کہا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر منکر ہوگیا اور بیوی نے
عدالت مین مقدمہ دائر کر دیا اور گواہ پیش کر کے طلاق کو ثابت کر دیا تو کیا یہ دخل جائز نہیں حالانکہ
یہ بھی طلاق مین جو کہ دیانات سے ہے گورنمنٹ کا دخل ہے۔ یہی تھا وہ سوال جس کا جواب ذہن مین نہ تھا
مگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ سوال کے ساتھ ہی جواب ذہن مین القاء فرما دیا۔ مین نے
کہا کہ آپ نے غور نہین فرمایا۔ یہان دو چیزین ہین۔ ایک نفس طلاق کہ دیانات محضہ سے ہے اور دوسری
چیز اُس کا اثر یعنی عورت کو طلاق کے بعد جو آزادی حاصل ہو چکی تھی اب اُسکو آزادی نہ ملنے پر اُس کا
ضرر ہے۔ گورنمنٹ سے اس ضرر کے دفع مین مدد لیگئی اور وہ معاملہ ہے تو گورنمنٹ سے یہ مدد لینا
دیانات میں نہیں بلکہ معاملہ یعنی دفع ضرر مین ہے اسپر اُنھون نے کہا کہ اسی طرح نفس وقف بھی دیانات
محضہ ہے مگر متولی کی بد دیانتی اور بد انتظامی کی وجہ سے جو غرباء اور مساکین کا ضرر ہے گورنمنٹ سے
اس ضرر کے دفع کیلئے مدد لی جاتی ہے۔ مین نے کہا کہ آپ نے غور نہین کیا اسمین مساکین کا ضرر نہین اسلئے
کہ اُن کا حق پہلے سے ثابت نہین محض استحقاق نفع کا ہے تو بد دیانتی سے اس نفع کا عدم ہوا کسی ضرر
کا ثبوت نہین ہوا اور وہان اُس عورت کا حق ثابت ہو چکا تو اس صورت مین عورت کا ضرر ہے اور مساکین کا ضرر
نہیں عدم النفع ہے اور ضرر اور عدم النفع جدا جدا چیزین ہین۔ اور اسکی ایسی مثال ہے کہ مین آپ کو

سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہتا تھا۔ کسی نے منع کر دیا تو اس صورت مین آپ کا ضرر نہین عدم النفع ہوا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اگر کوئی شخص آپ کی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال لے اسکو بیشک ضرر کہین گے چہار طرف سے سب کی زبان سے حتے کہ وفد کے منہ سے بھی نکلا سبحان اللہ سبحان اللہ اور یہ کہا کہ عدم النفع اور ضرر کا فرق ساری عمر مین بھی نہ سنا تھا۔ یہ بھی کہا کہ تمام جگہون مین علماء سے مسائل مین گفتگو کرتے آرہے ہین مگر کہین یہ لطف نہین آیا اور نہ یہ تحقیقات سنین ہمکو آجتک خبر نہ تھی کہ علماء مین بھی اس دماغ کے لوگ موجود ہین یہ بھی کہا کہ عجیب بات یہ ہے کہ نہ تو گفتگو کے وقت کسی کی وجاہت کا طبیعت پر اثر تھا اور نہ کہین تقریر مین بے ربطی تھی اور ہر دعوے کیساتھ دلیل اور اُس وفد مین بعض شیعہ حضرات بھی تھے جو شاعر بھی تھے اُنہون نے کہا کہ اتنی دیر گفتگو رہی اگر ایک لفظ بھی تہذیب سے گرا ہوا تقریر مین نہین نکلا۔ مجھسے یہ سب ایک صاحب نے بیان کیا جو اُن سے ملے ہوئے بیٹھے تھے۔ مین نے سنکر کہا کہ اُنہون نے ابھی علماء دیکھے کہان ہین مین تو علماء کی جوتیون کی گرد بھی نہین۔ علماء کی شان اُنہون نے ابھی دیکھی کیا ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہوا مین نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ طالب علمون کی آبرو رکھ لی۔ مین اُنکو لینے کیلئے تو ریل پر گیا نہین تھا مگر رخصت کیوقت جب وہ لوگ اسٹیشن پر پہونچ چکے تب مین بھی پہونچ گیا دیکھکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کیون تکلیف گوارا فرمائی۔ مین نے کہا کہ اگر آنیکے وقت ریل پر آتا تو یہ آپکی جاہ کا اثر سمجھا جاتا اب رخصت کے وقت کا آنا جاہ کا اثر ہے اسپر بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آوازین بلند ہوگئین اور کہا کیا لطیفہ ہے۔ اُن مین سے جو شیعہ تھے وہ شاعر بھی تھے وہ بہت ہی محظوظ اور خوش تھے یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ کسی کی کیا ہستی اور کیا وجود۔ سب حق تعالیٰ کا فضل اور اپنے بزرگون کی دعاؤن کی برکت ہے ورنہ مجھ مین تو کوئی بھی ایسی بات نہین نہ علم نہ عمل نہ کتابین غور سے پڑھین سبق پڑھا اور کتاب بند کر دی محض فضل ہی فضل ہے

۹۴۷

(ملفوظ) ایک نووارد صاحب حاضر ہوئے اُنہون نے اس کے قبل بذریعہ خط حضرت والا سے کسی اپنی پریشانی کے متعلق عمل دریافت کیا تھا اُس مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مین فلان پریشانی مین مبتلا ہون حضرت والا کوئی عمل مجرب تحریر فرماوین بعد کامیابی کے مین آپ کی خدمت بھی کرون گا۔ آج بوقت ملاقات بعد مصافحہ حضرت والا کے دریافت فرمانے پر معلوم ہوا کہ یہ فلان صاحب ہین جنہون نے

اس قسم کا مضمون لکھا تھا اس پر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ عمل کے دریافت کرنیکا تو مضائقہ نہ تھا مگر یہ جو لکھا تھا کہ مین خدمت بھی کروں گا تو کیا مین کوئی تجارت کرتا ہون جسکی بنا پر مجھکو لالچ دیا گیا یہ کونسی انسانیت اور تہذیب کی بات ہے عرض کیا کہ بعض بزرگ اس قسم کے ہوتے ہین کہ وہ بغیر نذرانہ لئے ہوئے کوئی کام نہین کرتے۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کیا آپکو ایک ہی پہلو معلوم ہے دوسرا پہلو معلوم نہین۔ عرض کیا معلوم ہے فرمایا کیا معلوم ہے عرض کیا کہ بعض ایسی خدمت کو قبول نہین کرتے فرمایا کہ میرے متعلق یہ تمنے کیسے سمجھا کہ یہ کونسی قسم مین داخل ہے بدون مجھسے دریافت کئے ہوئے میرے متعلق خود کیسے فیصلہ کر لیا کہ یہ لینے والون کی قسم مین سے ہے جبکہ تم خود لکھ رہے ہو کہ یہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو بدون نذرانہ کام نہین کرتے اور ایک وہ جو دینے پر بھی نہین لیتے پھر تمنے جو لکھا کہ تمہاری بھی خدمت کرون گا اور تمکو بھی کچھ دوں گا پہلے مجھسے پوچھنا چاہئے تھا اگر مین لکھتا کہ مین لینے والون کی قسم سے ہون تب ایسا لکھنا چاہئے تھا۔ عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرمائیے فرمایا کہ معاف ہے مگر تمہاری اس حرکت سے تکلیف جو پہونچی تو کیا اُس کا اظہار بھی تم پر نہ کرون اور یہ تواضع پر مبنی نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ مین عملیات نہین جانتا یہ تو عاملون کے کام ہین۔ مین علی الاعلان کہتا ہون کہ مین صرف اللہ کا نام جانتا ہون۔ الحمد للہ اُن تک کے پہونچنے کا سیدھا راستہ معلوم ہے وہ معلوم کر لو اس سے آگے مجھے کچھ نہین آتا میرا تو یہ مذہب اور مشرب ہے ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم   از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اسلئے میرے پاس دنیاوی غرض لیکر آنا محض دنیاوی اغراض کیلئے سفر کرنا روپیہ اور وقت صرف کرنا مجھکو اس سے تنگی ہوتی ہے مجھپر اس کا بڑا اثر ہوتا ہے اس سے میرے قلب پر بار ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہین کہ مین دنیاوی غرض کو کسی کے سامنے پیش کرنیکو برا سمجھتا ہون یہ مطلب ہرگز نہین اور نہ میرا یہ مشرب ہے ہان ان اغراض کیلئے اہتمام کر کے سفر کرنا اور خرچ کرنا اس سے قلب پر بار ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ کام تو خط و کتابت سے بھی ہو سکتا ہے اور ایسے کامون کیلئے غیبت زیادہ نافع ہے حضور سے۔ اسلئے کہ ناجنسون اور نااہلون کے حضور سے کلفت ہوتی ہے۔ یہی شخص اگر میری اس تحریر کا جواب بذریعہ خط ہی دیدیتا کہ مین نے اس خیال سے ایسا لکھدیا تھا تو تغیر تو طبیعت مین اُس وقت بھی ہوتا مگر اتنا نہ ہوتا جتنا اب سامنے ہونے سے ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ اب کچھ آپ بتلائیں گے

یا نہیں - فرمایا کہ مین کچھ نہ بتلاؤن گا - جہان بزرگ ہون وہان جاؤ مین تو بزرگ نہین خواہ مخواہ تمکو کسی نے بہکا دیا وہ صاحب اُٹھکر چلدیئے - حاضرین سے فرمایا کہ معاملہ صاف ہو بات صاف ہو یہی اچھا ہے - مین دکانداری کو اچھا نہین سمجھتا آجکل علماء اور مشایخ ایسے لوگون کی اسلیئے للّو پتو کرتے ہین کہ کبھی غیر معتقد نہ ہو جائین مگر ایسے نااہلون کا غیر معتقد ہونا ہی نافع ہے اب یہ جاکر اورون سے قصہ کہیگا میری بداخلاقی کی منادی کریگا نفع یہ ہوگا کہ اس جیسے بدفہمون سے نجات ملیگی وہ بھی سنکر نہ آئین گے اور فرمایا کہ انداز گفتگو سے نیز بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے کے دماغ مین خلل ہے صورت سے وحشت معلوم ہوتی ہے خط مین لکھا بھی تھا کہ مجھ مین زیادہ بولنے کا بھی مرض ہے اس کا بھی کوئی علاج تحریر فرمایا جاوے - اسی وجہ سے مجھکو اس شخص کی باتون پر زیادہ غصہ نہین آیا مین معذور سمجھتا تھا ہان انقباض ضرور ہوا اور بیہودہ باتون پر انقباض امر فطری ہے - یہ ہین وہ باتین جنکی بناء پر مجھکو بدنام کیا جاتا ہے - اب مین کہانتک ہر شخص کا اتباع کرسکتا ہون ہان آنیوالے سب کے سب میرا اتباع کرسکتے ہین کیونکہ مین ایک ہون اور وہ بہت اور مین تو یہ کہتا ہون کہ نہ مین تمہارا اتباع کرون نہ تم میرا بلکہ تم بھی اصول صحیحہ کا اتباع کرو اور مین بھی چلو چھٹی ہوئی مگر اصول سے لوگ گھبراتے ہین خیر گھبرایا کرین مین ان کی وجہ سے اصول صحیحہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہون -

(**ملفوظ** ع۸۲۸) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ جی ہان آجکل کے رسمی پیرون کی بدولت زیادہ گمراہی پھیلی ہے طریق کی حقیقت سے لوگ دور جا پڑے اُس سے اسقدر بُعد ہو گیا کہ علماء تک اس طریق کی حقیقت سے ناآشنا ہو گئے مگر اب بحمد اللہ طریق کی حقیقت واضح ہو گئی اور ان رسم پرستون کا پول کھل گیا - اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگون کی دعاء کی برکت سے طریق مین کوئی ابہام نہین رہا -

(**ملفوظ** ع۸۲۹) ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا کہ ہمارے گاؤن کی مسجد کی دکان پر ایک ہندو نے قبضہ کرلیا ہے - اب وہ کرایہ بھی اُس دکان کا نہیں دیتا مسلمانون نے اُس ہندو کی دکان پر قبضہ کرلیا - مگر مسجد کی جس دکان پر ہندو نے قبضہ کیا ہے اُسکی آمدنی کم ہے اور ہندو کی جس دکان پر مسلمانون نے قبضہ کیا ہے اُسکی آمدنی زائد ہے - حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ جس ہندو کی دکان پر مسلمانون نے قبضہ کیا ہے یہ دکان اُسی ہندو کی ہے یا کسی اور کی - عرض کیا یہ تو معلوم نہیں فرمایا کہ معلوم کرکے آؤ - دیکھو یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مسئلہ جب پوچھنے جاوے پوری اور پکی بات معلوم کرکے

آنا چاہئے - ادھوری بات پر مسئلہ کیسے تبلا دیا جاوے - عرض کیا کہ اگر وہ دکان اُس ہندو کی ہو تو کیا حکم ہے - فرمایا کہ کیا رسالہ بنانا ہے اگر یون ہے تو یون ہے اور اگر یون ہے تو یون ہے پھر فرمایا کہ علماء محققین نے اسکی سخت ممانعت کی ہے کہ تشقیق کے ساتھ جواب دیا جاوے - اسمین بعض اوقات سائل مفید شق کا دعوی کرنے لگتا ہے -

(ملفوظ ۱۳۰) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ آجکل حدود کی قطعاً پروا نہین کیجاتی گڈ مڈ معاملہ ہو رہا ہے ہر کام کے خاص اصول ہین جتنے کہ علماء نے خود تبلیغ و افتاء کے بھی چند شرائط بیان کئے ہین چنانچہ منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ جسکے متعلق افتاء و تبلیغ و تعلیم و تربیت کا کام سپرد ہو وہ کسی کی گواہی نہ دے اور ایک مین نے اضافہ کیا ہے تجربہ کی بنا پر کہ جسکے متعلق یہ کام ہون وہ کسی کے معاملہ مین حکم یعنی فیصل کنندہ بھی نہ بنے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ ایک جماعت مین شمار کر لیا جاویگا اور دوسری جماعتون کے مسلمان اُسکے فیوض اور برکات سے محروم ہو جائین گے - ضلع سہارنپور کی ایک بستی مین دو شخصون مین ایک زمین پر جھگڑا تھا منصف کے یہان مقدمہ تھا اُن لوگون نے ہر چند چاہا اور کوشش کی مجھسے کہ تم فیصلہ کر دو تو ہمارا بہت بڑا نفع ہے - عدالت مین جانیسے ہزارون کا نقصان ہوگا حتے کہ منصف کے یہان سے اُس مقدمہ کی مسل میرے یہان بھجوائی - مین نے مسل کو واپس کر دیا - غرض ایسے خادمان دین کو ہرگز ایسے معاملات مین نہین پڑنا چاہئے - اسمین بڑی مضرت کا اندیشہ ہے خصوص دین کا ضرر اسلئے کہ اس زمانہ مین ہر شخص آزاد ہے نہ کسی کا کسی پر اثر نہ کسی کے اعتقاد اور محبت کا اعتبار صرف مطلب اور اغراض تک سب کچھ ہے اگر اُنکے خلاف کوئی بات پیش آجائے اُسی وقت اثر اور اعتقاد و محبت سب ختم ہو جاوے یہ تجربہ کی باتین ہین - آجکل علماء اور مشائخ فخر کی راہ سے ایسے معاملات مین دخل دیتے ہین مگر اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے

(ملفوظ ۱۳۱) ایک صاحب نے ایک پرچہ حضرت والا کی خدمت بابرکت مین پیش کیا - ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ بڑا اچھا خواب ہے کسکی قسمت کہ ایسے بزرگون کی زیارت نصیب ہو گو خواب ہی مین سہی اور اہل مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اُنہون نے خواب مین حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے اور چند بار دیکھا حضرت مولانا نے ان کو یہان آنیکی ہر بار مین تاکید فرمائی کہ اُسکے پاس جا کر بیٹھا کرو یہ صاحب حضرت سے بیعت ہین - اسپر فرمایا کہ حضرت مولانا کو مجھسے بہت ہی تعلق تھا - نابینا ہونیکے

بعد فرمایا تھا کہ کیا بتلاؤن بینائی نہین رہی ورنہ تھانہ بھون جاکر وہان کا مجمع دیکھکر آتا- فرمایا کہ لوگ حضرت کو خشک سمجھتے تھے لیکن حضرت مین اسقدر مادہ محبت کا تھا کہ دوسرون مین اُسکی نظیر ملنا مشکل ہے

(ملفوظ ۴۳۲) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ لوگون کی آجکل عجیب حالت ہے اہل وصول سے سب خوش یعنی جو لوگون سے روپے وصول کرے اور اہل اصول سے سب ناراض اسلئے مجھسے کوئی زیادہ خوش نہیں کہ مین اہل اصول سے ہون اگر اہل وصول مین سے ہوتا اور بیٹھا ہوا اینٹھا کرتا اور یون ہی واہی تباہی اڑنگ بڑنگ ہانکا کرتا سب خوش رہتے اب اصول صحیحہ کا خود بھی پابند ہون اور دوسرون سے بھی اُسکی پابندی چاہتا ہون بس یہی لڑائی ہے اب یہی شخص جسنے دُکان کا مسئلہ پوچھا تھا خوش تھوڑا ہی گیا ہے وجہ یہی ہے کہ مین نے مسئلہ بتلانے مین اصول سے کام لیا جسمین اُسکو گنجایش نہ نکلی- اگر جواب اُسکی مرضی کے موافق ہوتا خوش جاتا- اب اگر ان بے اصولون کی رعایت کرون تو اصول ہاتھ سے جاتے ہین نہ رعایت کرون تو خفا ہوتے ہین خیر خفا ہوا کرین ایسے نا اہلون کا ناخوش رہنا ہی خوش رہنے سے اچھا ہے بچھا تو چھٹا ورنہ اور کلفت کے سامان مین اضافہ ہوتا اسلئے کہ آجکل تو ویسے ہی بدفہمی کا بازار گرم ہے اور مین تو اسقدر برداشت کرتا ہون کہ دوسرا کر نہین سکتا اور رعایت بھی از حد درجہ میرے مزاج مین ہے مگر غلامی نہین کرتا بس ناراض ہین خدمت سے انکار نہین آدھی رات موجود ہون لیکن طریقہ سے مگر لوگ یون ہی گڑبڑ کرنا چاہتے ہین بین اسمین ساتھ نہین دیتا

(ملفوظ ۴۳۳) ایک سلسلہ گفتگو مین فرمایا کہ بہت لوگ خواب لکھتے ہین- یہان سے اُنکو جواب جاتا ہے کہ مجھکو تعبیر سے مناسبت نہین- کوئی عملیات پوچھتا ہے اُس کا جواب جاتا ہے کہ مین عامل نہین جھگڑے کے استفتے آتے ہین اُن کا جواب جاتا ہے کہ دونون فریق جمع ہو کر آؤ اور دونون زبانی واقعہ بیان کرو سننے کے بعد حکم شرعی ظاہر کر دیا جاویگا اب بتلائے ایسی باتون سے کون خوش رہ سکتا ہے- نہ خواب والے خوش نہ بیداری والے سب خفا ہین محض اصول کی وجہسے اگر وصول سے کام لیتا اور اصول کو چھوڑ دیتا سب خوش رہتے- مدتون کے بعد اصول صحیحہ لوگون کے کانون مین پڑے ہین پھر اُنکو گڈمڈ کرنا چاہتے ہین- مین وثوق کے ساتھ کہتا ہون کہ میرے یہان جو اصول اور قواعد منضبط ہوئے ہین نہایت تجربون کے بعد ہوئے اور ان سے میرا مقصود حکومت نہین بلکہ طرفین کی راحت ہے بعضون کے یہان اصول اپنی شوکت اپنی ہیبت اپنی حکومت کیلئے ہین میرے یہان اصول راحت

کیلئے ہین جب وہ اصول ایسے ہین تو مین کسی کی خاطر اپنے اصول اور قواعد کو کبھی نہ چھوڑون گا۔

(ملفوظ) ایک صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ آپ کے خطوط مین اکثر خواب لکھے ہوئے آتے ہین
مین آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہون کہ خواب کی باتون مین کیا رکھا ہے بیداری کی باتون کا خیال ہونا چاہئے
آجکل یہ مرض بھی لوگون مین عام ہو گیا ہے کہ خوابون کے پیچھے پڑے ہوئے ہین پھر اکثر وہ خواب بھی
نہین ہوتے۔ خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے اور تعبیر خواب کی ہوتی ہے۔ خیالات کی کیا تعبیر ہوگی
میرا جو خواب سننے پر اکثر یہ جواب ہوتا ہے کہ مجھکو تعبیر سے مناسبت نہین اُس کا منشا اکثر یہی ہوتا ہے
کہ وہ خواب ہی نہین جسکی تعبیر ہو ورنہ مجھکو تعبیر سے ایسی اجنبیت بھی نہین جسکو حقیقت مین عدم مناسبت
کہہ سکتے ہین۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنا خواب لکھا تھا کہ نعوذ باللہ مین نے حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی ساتھ ایک نازیبا حرکت کی ہے مجھسے خواب بیان کیا گیا سنتے ہی فوراً ذہن مین
آیا کہ یہ شخص کسی شیعی مسئلہ کا معتقد ہے جو اس عضو کے ساتھ مخصوص ہے۔ مین نے بھی جواب مین
لکھدیا اُنکو تعبیر پڑھکر حیرت ہو گئی کہ یہ کیسے سمجھ مین آیا۔ ایک میرے دوست بیان کرتے تھے جن سے
صاحب واقعہ نے بیان کیا تھا کہ مین ڈھیلے سے استنجا سُکھلانیکا نہ معتقد تھا اور نہ مین اسپر
عامل تھا اسلئے اپنے لئے تعبیر سے عدم مناسبت بھی نہیں کہہ سکتا پس غالب یہی ہے کہ جس خواب
کو دیکھتے ہی ذہن مین تعبیر آجاتی ہے اُسکو تو مین خواب سمجھتا ہون اور اُسکے خلاف کو خیال۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب مین فرمایا کہ اس کا اکثر تجربہ ہو چکا ہے کہ جس خواب
کی تعبیر مطلوب ہوتی ہے خواہ وہ مین نے دیکھا ہو یا اور کسی نے اگر تعبیر فوراً ذہن مین آجائے یا مین نے
اگر دیکھا ہو اور سو کر اُٹھتے کیساتھ ہی ذہن مین تعبیر آجاوے وہ خواب اکثر صحیح ہوتا ہے۔ مین ایک مرتبہ
قصبہ بجھراون مدعو کیا گیا تھا اُس وقت تحریک خلافت کا زمانہ تھا۔ ترکون سے جنگ ہو رہی تھی۔
شب کو مین نے صبح کے قریب ایک خواب دیکھا جسکو اُسی روز اپنے بعض دوستون سے جو ہمراہ سفر تھے
بیان بھی کر دیا تھا وہ خواب یہ تھا کہ گویا مین اپنے ہی مکان کے صحن مین ہون کہ ایک لڑکی سیاہ فام
شُتر سوار جسکی عمر تقریباً بارہ سال کی ہوگی جانب مغرب سے میرے پاس آئی اُس شتر کے پاؤں مین
چاندی کا زیور بہت زیادہ ہے مجھکو اُس لڑکی سے بوجہ خلوت کے کلام کرتے ہوئے حجاب معلوم
ہوا مگر چونکہ اور کوئی ذریعہ گفتگو کا نہ تھا اسلئے طوعاً وکرہاً مین نے اُس لڑکی سے سوال کیا کہ تو کہان

سے آئی ہے اُسنے زبان سے کوئی جواب نہین دیا اور شہادت کی انگلی سے جانب مغرب اشارہ کیا جسکا مطلب یہ تھا کہ اس طرف سے آئی ہون - مین نے سوال کیا کہ کسنے بھیجا ہے کہا کہ ظہور نے بھیجا ہے مین نے حالت خواب ہی مین سمجھا کہ ظہور سے مراد امام مہدی علیہ السلام ہین مین نے سوال کیا کہ ظہور تمہارے کچھ رشتہ دار ہین کہا کہ رشتہ دار تو نہ تھے مگر اب رشتہ دار ہوگئے اور وہ یہ کہ اُنہون نے میری ماں سے نکاح کرلیا ہے اور یہ کہکر اُس لڑکی نے مجھکو ایک لفافہ دیا اور یہ کہا کہ یہ آپ کے پاس ظہور نے بھیجا ہے - مین نے اُس لفافہ کو اُسکے ہاتھ سے لیکر اور کھول کر دیکھا تو بجائے کسی پرچہ کے یا مضمون کے اُس مین کئی قسم کے لیمون کے آچار کا نمونہ ہے اسوقت چونکہ مجھپر حجاب کا غلبہ تھا مزید واقعات دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی اُس صحن سے زنانہ مکان کی طرف ایک کھڑکی بھی تھی مین نے اُس لڑکی سے کہا کہ تم اس کھڑکی سے زنانہ مکان مین چلو وہان ٹھیرنا لڑکی اُس کھڑکی سے زنانہ مین داخل ہوئی اور مین بھی اس خیال سے زنانہ مکان کی طرف چلا کہ گھر والون سے کہون گا کہ مین تو بوجہ حجاب خلوت کے اس لڑکی سے مزید حالات وواقعات معلوم کر نہین سکا تم معلوم کرلو اس خیال کو دل مین لئے ہوئے کھڑکی کے دروازہ تک پہونچا تھا کہ آنکھ کھل گئی آنکھ کھلنے کیساتھ ہی اس خواب کی تعبیر ذہن مین یہ موجود تھی کہ شُتر سے مراد عرب کی سلطنت ہے اُسکے پاؤن مین چاندی کا زیور ہونا اشارہ تمول کی طرف ہے لڑکی کی عمر کا بارہ ۱۲ سالہ ہونا چونکہ ازروئے شرع بلوغ کا حکم اکثر اس وقت پندرہ ۱۵ سال مین ہوتا ہے اشارہ ہے تین ۳ سال انتظار کی طرف اسلئے عرب مین سلطنت قائم ہوگی جو مالدار ہوگی اور تین ۳ سال سلطنت کے قائم ہونے مین اور باقی ہین ظہور سے مراد چونکہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے اسلئے نکاح کرلینا بناء کا قائم ہونا ہے - لفافہ مین لیمو کے آچار کا کئی قسم کا نمونہ کا ہونا یہ ذرا ٹیڑھی کھیر تھی لیکن اسکے متعلق یہ تعبیر ذہن مین تھی کہ رومی بنی اصفر ہین اور لیمو قاطع صفرا ہے تو سلطنت عرب کا تسلّط ترکون پر بھی ہوگا - اشرف علی کے یہان آنا اس سے مراد یہ ہے کہ اشرف سید کو کہتے ہین اور علی سے مراد حضرت کی اولاد اور امام مہدی علیہ السلام حضرت علی کی اولاد سے ہونگے - حساب جو لگایا تو پورے تین سال کے بعد نجدیون کی سلطنت عرب مین قائم ہوئی جسکو مہدی علیہ السلام کی سلطنت کی تمہید کہہ سکتے ہین ایسے واقعات سے یہی اثر ہوا کہ اگر ساتھ کیساتھ تعبیر ذہن مین آگئی اُسکو خواب سمجھتا ہون ورنہ خیال مین گھڑ گھڑ کر کھینچ تان کر کبھی تعبیر کو جی چاہتا نہین کرتا اسلئے کہ وہ تعبیر ہی نہین ہوتی تکلف ہوتا ہے فقط

ختم شد حصہ پنجم الافاضات الیومیہ -

۴۰